حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابوداؤد شریف

کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سنن ابی داؤد

جلد پنجم

تصنیف

امام ابوداؤد بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شرح مع تخریج

علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

شاہ جمال آستانۂ عالیہ جھلار شریف

نظر ثانی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی

جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

Marfat.com

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ
وعلٰی آلک واصحابک یاسیدی یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داود (جلد پنجم) (احادیث 1282 تا 1513)
مصنف	....	حضرت امام ابوداؤد اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	....	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	....	علامہ مفتی غلام حسن قادری - حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	848
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	مارچ 2015ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
اردو بازار لاہور

Marfat.com

اظہار تشکر

الحمد للہ عزوجل! فقیر پر رب تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں جن میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ مجھے نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم پانچویں جلد شروع کرنے کا شرف اور سعادت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ ومغفرت ومدفن جنت البقیع
عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد لقادری عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

شرفِ انتساب

فقیر اپنی اس ادنیٰ کاوش کو استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد اکبر العطاری القادری دامت برکاتہم العالیہ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیض اور سایہ شفقت سے رب تعالیٰ نے مجھے علم دین کا خزانہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے اساتذہ کرام کا سایہ شفقت تادائم وقائم فرمائے، میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، پیرومرشد اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت، ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت رحمۃ للعلمین ﷺ، حشر میں شفاعت شفیع المذنبین اور جنت الفردوس میں پڑوس راحۃ العاشقین ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ ومغفرت ومدفن جنت البقیع
عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دیدیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذر امید عفو گر نہ سنیں
رو سیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشق حضور
کاش! جوش ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی میر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوق مے کا طالب ہو
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

Marfat.com

ترتیب

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله ﷺ

وعلیٰ آلك واصحابك یا حبیب الله ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی الله ﷺ

وعلیٰ آلك واصحابك یا نور الله ﷺ

درود شریف کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے پھر ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 6026)

سبحان اللہ عزوجل! نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے سے نہ صرف عالم دنیا میں فائدہ ملتا ہے بلکہ عالم برزخ میں بھی فائدہ ملتا ہے اور فرشتے اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جس کے لئے فرشتے استغفار کریں اس کی مغفرت کیونکر نہ ہوگی اور یہ ڈیوٹی اس مقدس ذات نے لگائی جس نے خود اپنے بندوں کو معاف فرمانا ہے اور خود ہی ان پر رحم فرمانا ہے یہ سب نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کی بدولت ہے لہٰذا ہمیں کثرت کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھنا چاہئے تا کہ دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب ہو۔ انشاء اللہ عزوجل!

بَابُ التَّسْبِيحِ بِالْحَصَى

باب: کنکریوں کے ساتھ تسبیح پڑھنا

یہ باب کنکریوں کے ساتھ تسبیح پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1282 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِیْ هِلَالٍ حَدَّثَهُ عَنْ خُزَيْمَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهَا اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ

عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے اس حال میں کہ وہ اپنے روبرو گٹھلیوں یا کنکریوں کو رکھ کر تسبیح پڑھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جو اس سے بھی سہل یا افضل ہے۔ پس ارشاد فرمایا:

سبحان الله عدد ماخلق فی السماء و سبحان الله عدد ما خلق فی الارض و سبحان الله عدد ماخلق بين ذالك و سبحان الله عدد ماهو خالق و الله اكبر اتنی مقدار، والحمد لله اتنی مقدار، ولا اله الا الله اتنی مقدار، ولاحول و لاقوة الا بالله اتنی مقدار۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 732، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 315، صحیح ابن حبان: جز: 3، ص: 118، مسند ابی یعلیٰ: جز: 2، ص: 66)

1283 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ هَانِءِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ حُمَيْضَةَ بِنْتِ يَاسِرٍ عَنْ يُسَيْرَةَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُنَّ اَنْ يُّرَاعِيْنَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالتَّقْدِيْسِ وَالتَّهْلِيْلِ وَاَنْ يَّعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطَقَاتٌ

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کو دوام کے ساتھ پڑھنے کا ارشاد فرمایا: اور ان کو انگلیوں کے ساتھ گنا کریں کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ جواب دیں گی۔

(معجم الکبیر: جز: 25، ص: 74، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 50، ص: 474)

Marfat.com

1284 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ فِي آخَرِينَ قَالُوا حَدَّثَنَا عَثَّامٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ بِيَمِينِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح گنتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ ابن قدامہ کہتے ہیں: اپنے سیدھے مقدس ہاتھ کے ساتھ۔

(مستدرک: جز: 1 ص: 731، معجم الاوسط: جز: 7 ص: 121، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 187، سنن الترمذی: جز: 11 ص: 283)

1285 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ اسْمُهَا بُرَّةَ فَحَوَّلَ اسْمَهَا فَخَرَجَ وَهِيَ فِي مُصَلَّاهَا وَرَجَعَ وَهِيَ فِي مُصَلَّاهَا فَقَالَ لَمْ تَزَالِي فِي مُصَلَّاكِ هَذَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ قَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے جن کو برہ کہا جاتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد وہ اپنے مصلّی پر تشریف فرما تھیں واپس تشریف لانے کے وقت بھی اپنے مصلّی پر تشریف فرما تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ اسی وقت کی مصلّی پر بیٹھی ہو؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے آپ کے بعد چار کلمات کو تین بار کہا ہے جس کو آپ نے کہا ہے اگر ان کے ساتھ ملائے، تو وزنی ہوں گے وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ ۔

(شرح السنۃ: جز: 1 ص: 798، صحیح ابن خزیمہ: جز: 1 ص: 370، صحیح مسلم: جز: 11 ص: 82، مسند احمد: جز: 7 ص: 171)

1286 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَصْحَابُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ فُضُولُ أَمْوَالٍ يَتَصَدَّقُونَ بِهَا وَلَيْسَ لَنَا مَالٌ نَتَصَدَّقُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ تُدْرِكُ بِهِنَّ مَنْ سَبَقَكَ وَلَا يَلْحَقُكَ مَنْ خَلْفَكَ إِلَّا

Marfat.com

مَنْ اَخَذَ بِمِثْلِ عَمَلِكَ قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكَبِّرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتَحْمَدُهٗ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُسَبِّحُهٗ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتَخْتِمُهَا بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال والے اجر میں سبقت کر گئے ہیں وہ ایسے نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں مگر ان کے پاس زیادہ مال ہے جس کے ساتھ وہ صدقات دیتے ہیں اور ہمارے لیے مال نہیں ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو وہ کلمات نہ سکھاؤں جن سے' تو آگے بڑھنے والوں کو مل جائے اور جو تمہارے پیچھے ہے وہ تم کو نہ مل سکے۔ انہوں نے عرض کیا: ضرور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نماز کے بعد تینتیس بار اللہ اکبر' تینتیس بار الحمد للہ اور ان کے آخر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ایک بار پڑھا کرو' تو تیرے گناہوں کو معاف فرما دیا جائے گا اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں۔

(معجم الاوسط: جز:1، ص:98، سنن الدارمی: جز:4، ص:173، مسند احمد: جز:14، ص:486، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:2، ص:2)

شرح: تسبیح کا معنیٰ

تسبیح کا معنیٰ ہے تقدیس اور تنزیہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کو ان چیزوں سے بری کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور وہ حسب ذیل چیزیں ہو سکتی ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھنا جیسے مشرکین نے اپنے بت کا نام لات رکھا تھا اور مسیلمہ کا نام یمامہ کا رحمان رکھا تھا ہمارے ہاں کسی کا نام عبدالرحمان یا عبدالغفار ہوتا ہے پھر لوگ تخفیف کے لئے اس کو رحمان صاحب یا غفار صاحب کہتے ہیں یہ بھی اسی حکم میں ہے اس سے بھی سختی کے ساتھ اجتناب کرنا لازم ہے بعض لوگ کہتے ہیں اے رحمان بھائی اے غفار بھائی یہ اور بھی معیوب ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء ذات ہوں یا صفات ان کا احترام کرنا لازم ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کے اسماء کی ایسی تفسیر نہ کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے مثلاً اس کی صفت اعلیٰ ہے' تو اس کی ایسی تفسیر کی جائے کہ وہ کسی بلند جگہ پر قائم ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ قہر کرنے میں اور غلبہ میں سب سے زیادہ بلند ہے اس کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کا نام بغیر اس کے خوف اور اس کی تعظیم کے نہ لیا جائے مثلاً غفلت اور بے دھیانی سے اس کا نام نہ لیا جائے کوئی ناجائز اور معیوب کام کرتے وقت اس کا نام نہ لیا جائے کسی ناپاک حالت اور ناپاک جگہ اس کا نام نہ لیا جائے مثلاً غسل

Marfat.com

خانے یا واش روم میں اس کا نام نہ لیا جائے، جنابت کی حالت میں یا برہنہ بدن اس کا نام نہ لیا جائے۔ اس کے معنیٰ پر توجہ کے بغیر اس کا نام نہ لیا جائے، کھیل کود میں اور مشغلہ کے طور پر تالی بجاتے ہوئے اس کا نام نہ لیا جائے جیسے مشرکین تالیاں بجاتے ہوئے اور سیٹیاں بجاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے۔

4- اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات سماع شرع پر موقوف ہیں یعنی کتاب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات وارد ہو چکی ہیں ان ہی صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے ہمارے ہاں عام لوگ اللہ میاں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا جائز نہیں ہے میاں شوہر کو کہا جاتا ہے بعض لوگ بوڑھے آدمی کو میاں جی کہتے ہیں بعض لوگ اللہ سائیں کہتے ہیں سائیں فقیر کو بھی کہا جاتا ہے یہ تو اردو کے الفاظ ہیں عربی کے الفاظ میں سے بھی اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسماء کا اطلاق جائز ہے جو قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں وارد ہو چکے ہیں غرض جس لفظ میں کسی اعتبار سے بھی نقص اور عیب کا معنیٰ ہو اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں اور نہ یہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ میں بھی کسی عمدگی اور خوبی کا معنیٰ ہو اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کر دیا جائے۔ بلکہ یہ دیکھا جائے کہ اس لفظ کا اطلاق قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے یا نہیں اسی طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خنزیروں، بندروں اور کیڑوں مکوڑوں کا خالق ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:180)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے سب اچھے نام ہیں سو ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اس کے افعال اس کے اسماء اور اس کے احکام میں سے کسی کے ساتھ بھی اس چیز کو ذکر نہ کیا جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے مثلاً اس کی ذات کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ جسم ہے یا باپ ہے یا شوہر ہے اور اس کی صفات کے متعلق یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ وہ حادث ہیں یا محدود ہیں یا ناقص ہیں اور اس کے افعال کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ اس کا فلاں کام ظلم ہے یا درست نہیں ہے بلکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے ہر کام اس کی قدرت اور اس کے چاہنے اور اس کی تخلیق سے ہوتا ہے لیکن وہ ہر کام پر راضی نہیں ہوتا اور اس کے احکام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس نے ہمیں جس کام کا بھی حکم دیا ہے اس میں ہمارا فائدہ ہے اور اس نے ہمیں اس لیے احکام دیئے ہیں کہ وہ ہمارا خالق اور مالک ہے ہم اس کی مخلوق ہیں اور مالک جو چاہے اپنی مخلوق کو حکم دے سکتا ہے بہر حال تسبیح کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو ان چیزوں سے بری کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

جواز

ان روایات سے اذکار و تسبیحات کا کنکریوں وغیرہ پر شمار کرنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے اسی پر علماء نے مروجہ تسبیح کا قیاس کیا ہے۔

Marfat.com

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا باب باندھنا

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے ایک باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے باب عقد التسبیح رکھا ہے اور اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے اور وہ یہ ہے رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعقد التسبیح اور دوسرے طریق سے یوں ہے یعقد ھن بیدہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں روایت کے اندر یوں نقل فرمایا ہے: یعقد التسبیح بیلمینہ اور حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع میں نقل فرمایا ہے یعقدان بالانامل فانحصن مسؤلات متنطقات ۔ ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انگلیوں پر شمار کرنا اولیٰ ہے بنسبت کنکریوں پر تسبیح شمار کرنے کے تاکہ قیامت کے دن وہ گواہی دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے تو تسبیح انگلیوں کے ساتھ شمار کرنا ثابت ہے اور کنکریوں اور گٹھلیوں پر تسبیح شمار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے ثابت ہے جس طرح کہ اس باب کی روایات میں ہے "وبین یدیھا نوًی او حصًی" لہٰذا کنکریوں اور گٹھلیوں پر تسبیح کا شمار کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

☆ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فقیہ اور مفسر تھے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال قبل کا واقعہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

Marfat.com

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ چمٹا کر ان کے لئے دعا فرمائی۔

اللهم علمه الحكمة ''اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے علم، حلم، نسب اور تاویل میں میں نے ان کے سوا رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے۔ ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے:

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

Marfat.com

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہیں۔

امام محمد بن سعد بیان فرماتے ہیں:

جب حضرت عبید اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبد الملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا پھر ان دونوں نے ابو الطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابو الطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دار الندوہ میں چلے گئے۔ ایک روایت ہے کہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابو الطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو ابن الحنفیہ نے کہا: بہ خدا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں وصال فرما گئے۔ (اسد الغابہ: جز: 3، ص 192 تا 195)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی

Marfat.com

بہن۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور انور ﷺ کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ سال تھی۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم وحکمت کی دعائیں دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین، بڑے عالم، فقیہ، مجتہد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا خاص مشیر بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے 68ھ میں طائف میں وفات پائی اکہتر سال عمر ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا سَلَّمَ

باب: جب سلام پھیرے تو اس وقت کیا کہے؟

یہ باب سلام پھیرنے کے متعلق ہے۔

1287 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَىُّ شَىْءٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ فَاَمْلَاهَا الْمُغِيْرَةُ عَلَيْهِ وَكَتَبَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

وارد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرا کرتے تو فرماتے: "يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

(معجم الاوسط: جز: 4، ص: 102، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 185، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 359، سنن النسائی: جز: 5، ص: 149)

1288 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوةِ يَقُولُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يُهَلِّلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الدُّعَاءِ زَادَ فِيهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ

ابو الزبیر سے روایت ہے: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو منبر کے اوپر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فراغت پالیتے تو یوں فرماتے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔

زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد تہلیل کیا کرتے۔ آگے اس دعا کو ذکر کر کے یہ اضافہ کیا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ ۔ آگے بقیہ حدیث بیان فرمائی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:184، سنن النسائی: ج:5، ص:145، شرح السنۃ: ج:1، ص:176، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:350)

1289 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ وَهٰذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ دَاوُدَ الطُّفَاوِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو مُسْلِمِ الْبَجَلِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَقَالَ سُلَيْمَانُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي دُبُرِ صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيدٌ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اجْعَلْنِي مُخْلِصًا لَكَ وَاَهْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ اللّٰهُمَّ نُورَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ

Marfat.com

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا اور سلمان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں یوں کہتے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیدٌ اَنَّکَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَھِیدٌ اَنَّ الْعِبَادَ کُلَّھُمْ اِخْوَۃٌ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اجْعَلْنِیْ مُخْلِصًا لَکَ وَاَھْلِیْ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اسْمَعْ وَاسْتَجِبِ اللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ سلمان فرماتے ہیں: رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ ۔

(شعب الایمان: ج: 1،ص: 433، مسند احمد: ج: 39،ص: 290)

1290 حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَمِّہٖ الْمَاجِشُوْنِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوۃِ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2،ص: 185، صحیح ابن حبان: ج: 5،ص: 297)

1291 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ طُلَیْقِ بْنِ قَیْسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرْ ھُدَایَ اِلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاھِبًا لَکَ مِطْوَاعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اَوْ مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ قَلْبِیْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ سُفْیَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مُرَّۃَ بِاِسْنَادِہٖ وَمَعْنَاہُ قَالَ وَیَسِّرِ الْھُدٰی اِلَیَّ وَلَمْ یَقُلْ ھُدَایَ

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرماتے: رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَاهْدِنِیْ وَیَسِّرْ هُدَایَ اِلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاهِبًا لَکَ مِطْوَاعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اَوْ مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ قَلْبِیْ ۔ سفیان نے عمرو بن مرہ سے اپنی اسناد سے معناً روایت کر کے کہا وَیَسِّرِ الْهُدٰی اِلَیَّ وَلَمْ یَقُلْ هُدَایَ ۔

(مستدرک: ج:1، ص:701، سنن ابن ماجہ: ج:11، ص:282، سنن الترمذی: ج:11، ص:463، شرح السنہ: ج:1، ص:331)

1292 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وَخَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعَ سُفْیَانُ مِنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالُوْا ثَمَانِیَةَ عَشَرَ حَدِیْثًا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا عِیْسٰی عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ اَبِیْ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے وقت یوں کہا کرتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے پھرتے تو تین بار استغفار پڑھا کرتے پھر کہا کرتے اللھم ۔ آگے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا معناً ذکر کی۔

(معجم الکبیر: ج:2، ص:319، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:178، سنن النسائی: ج:5، ص:143، شرح السنۃ: ج:1، ص:176)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے کتاب الصلوٰۃ کے اندر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے "باب الدعا قبل السلام" رکھا ہے اور کتاب الدعوات میں باب الدعا بعد الصلوٰۃ رکھا ہے۔

Marfat.com

چند ابحاث

اس باب میں چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: فرض نمازوں کے بعد دعا وذکر ووظائف کرنے میں مذاہب اربعہ

فرض نمازوں کے بعد ذکر ووظائف ودعا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ حضرت ثوبان سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور اللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، پڑھتے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔ اے اللہ میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المغنی: جز:1،ص:327)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی 954ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے۔ روایت ہے کہ جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی ان میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

امام حاکم نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ (مواہب الجلیل: جز:1،ص:127)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے مگر یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا

کرے۔(روضۃ الطالبین: جز:1،ص:374)

حنفیہ کا مذہب

نماز کے بعد دعا، ذکر اور وظائف کے سلسلہ میں ان علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی کی آراء

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نماز کے بعد صرف **اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ،** کی مقدار بیٹھتے تھے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ ﷺ بعینہ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لئے یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث مبارکہ کے منافی نہیں ہے۔ جس میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے طویل ذکر مروی ہے۔(غنیۃ المستملی: ص:342)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کی آراء

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آئمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد اور آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بہ خدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا۔

اللهم اعنى على ذكرك و شكرك و حسن عبادتك ۔ (مراقی الفلاح: ص:189)

علامہ احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی کی آراء

علامہ احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1291ھ لکھتے ہیں:

ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:188)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی کی آراء

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھنے یا دعا اور ذکر کے بعد سنتیں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف افضلیت میں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ فرض کے بعد اوراد اور دعا سے منع کرنے والوں کا قول اگر اس پر محمول کیا جائے کہ فرض نمازوں کے بعد وظائف میں زیادہ دیر لگانا مکروہ تنزیہی ہے اور کم مقدار میں دعا اور وظائف پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تو پھر اختلاف نہیں رہے گا۔

(درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی: جز:1،ص:233)

Marfat.com

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی کی دوسری آراء

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو تسبیحات پڑھے اور دعا کرے اور سبحان ربك رب العزة عما يصفون پر ختم کرے۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی: جز:1، ص:232)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی کی آراء

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1241ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1، ص:232)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی کی آراء

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلاً سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

امام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی اور اس وقت یہ سنت ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔

(فتح القدیر: جز:1، ص:384)

دوسری بحث: فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق دلائل

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو دلائل کے طور پر حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

ابوبکر بن ابوسی سے روایت ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔

(المصنف: جز:10، ص:229)

دلیل نمبر:2

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عرض کیا گیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

Marfat.com

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (جامع ترمذی: ص:504)

دلیل نمبر:3

مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے:

میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔ اللہ عزوجل! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔ میرے والد محترم نے پوچھا اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟ میں نے عرض کیا: آپ سے! انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

دلیل نمبر:4

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (جامع ترمذی: ص:513)

دلیل نمبر:5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی۔ پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے؟ میں نے کہا: تم جھوٹی ہو۔ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ میں نے سارا واقعہ عرض کیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچی ہے اس دن کے بعد آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔ اے جبرائیل! میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب عزوجل! مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(سنن کبریٰ: جز:1، ص:400 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:6

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ (المصنف: ج:10، ص:234)

Marfat.com

دلیل نمبر:7

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد فرماتے تھے۔

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام ۔ (المصنف:ج:10،ص:232)

دلیل نمبر:8

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو۔

اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك ۔ (عمل الیوم واللیلۃ:ص:41)

دلیل نمبر:9

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہمیں فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی۔اے اللہ عزوجل! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے، میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے، میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنادے۔(عمل الیوم واللیلۃ:ص:42)

دلیل نمبر:10

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کردے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنادے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔(عمل الیوم واللیلۃ:ص:42)

دلیل نمبر:11

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے۔اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔اے اللہ عزوجل! مجھے نیک اعمال

اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 41)

دلیل نمبر: 12

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے پھر پڑھتے۔

اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم ۔

اس کے بعد دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 39)

دلیل نمبر: 13

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہو گی۔ (سنن کبریٰ: ج: 6، ص: 30)

دلیل نمبر: 14

زازان سے روایت ہے:

ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما، میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ (المصنف: ج: 10، ص: 235)

دلیل نمبر: 15

ابوالزبیر سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے: **لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولاحول ولاقوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ۔**

پھر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(المصنف: ج: 10، ص: 232)

Marfat.com

دلیل نمبر:16

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔

لا الـٰه الا الله وحـده لاشـريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير . اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد . (المصنف:ج:10،ص:231)

تیسری بحث: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ اور کثیر علماء کرام کے اقوال ہیں۔ مگر دلیل کے لئے ایک حدیث مبارکہ اور دو اقوال علماء پیش کیے جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی:ج:2،ص:211)

علامہ ملا علی قاری کا قول

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

نماز کے بعد دعا میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہتھیلیاں چہرے کی جانب کرے۔ (مرقات:ج:2،ص:268)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کا قول

سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرے اس کے بعد اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے وہ دعا کرے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو "**اللهم اعنى على ذكرك وشكرك و حسن عبادتك**"

جب یہ دعائیں کرے تو اپنے تک دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیوں کو چہرے کی جانب رکھے۔

(مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی:ص:189)

Marfat.com

چوتھی بحث: دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء درج ذیل ہیں۔

یہاں پر ہر مسلک کی آراء علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہیں۔

مالکی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مالکی علماء کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اوران کا دوسرا قول یہ ہے: استسقاء میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص:277)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی کی آراء

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر مبالغہ کے ساتھ استسقاء میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اس قدر مبالغہ کے ساتھ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں فرماتے تھے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اور دیگر مواقع پر دعا میں ہاتھ بلند فرمائے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے اوراس کی توجیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کا اعتقاد نہ کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہ ہے کہ جب مصیبت دور کرنے کے لئے دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے جیسا کہ استسقاء کی حدیثوں میں ہے اور جب کسی چیز کی رغبت اور طلب کے لئے دعا کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرلے۔

(المفہم: ج:2،ص:541)

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی کی آراء

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

دعا جس طرح بھی کی جائے وہ مستحسن ہے کیونکہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اپنے فقر اور اپنی حاجت کو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور تذلل کو ظاہر کرتا ہے اگر وہ چاہے تو قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا کرے اور یہ مستحسن طریقہ ہے اوراگر چاہے تو اس کے بغیر دعا کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے اوراس آیت کریمہ میں ہاتھ اٹھانے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی قید نہیں لگائی اوران لوگوں کی مدح کی ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں خواہ کھڑے ہوں

خواہ بیٹھے ہوں اور نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے خطبہ میں دعا کی درآنحالیکہ آپ کا قبلہ کی طرف منہ نہیں تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:203)

شافعی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق شافعی علماء کرام کی آراء حسب ذیل ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ظاہر معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے علاوہ اور کسی دعا میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور یہ روایت ان احادیث صحیحہ کے معارض ہے جن میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے علاوہ بھی دعاؤں میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ احادیث بہت زیادہ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کتاب الدعوات میں مستقل عنوان کے ساتھ ان احادیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے۔ بعض علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ ہاتھ بلند کرنے کی احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ان مواقع کو نہیں دیکھا اور یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر محمول ہے کہ استسقاء کی دعا میں نبی کریم ﷺ بہت زیادہ دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے' حتیٰ کہ انہیں چہرے کے متوازی کر لیتے اور آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی اور اس کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو جائے گی۔ (فتح الباری: جز:2،ص:517)

حنفی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق درج ذیل حنفی علماء کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

علامہ ملا علی سلطان محمد القاری حنفی کی آراء

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

دعا کے آداب سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آسمان کی طرف بلند کرے گویا کہ فیض لینے اور نزول برکت کے حصول کا منتظر ہوتا کہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے جیسے اس نے اس برکت کو قبول کر لیا ہے۔

(ارشاد الساری الیٰ مناسک ملا علی قاری: ص:134)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی کا قول

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں۔ دعا کی چار قسمیں ہیں دعا رغبت، دعا رہبت (معیت کے وقت دعا)، دعا تضرع (گڑگڑا

Marfat.com

کر) اور دعا خفیہ۔ دعا رغبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی جانب کرے اور دعا رہبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنے چہرے کے بالمقابل کرے جیسے کسی مصیبت میں فریاد کر رہا ہو اور دعا تضرع میں چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو موڑے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنائے اور سبابہ سے اشارہ کرے اور دعا خفیہ کو انسان اپنے دل میں کرے۔

(عالم گیری: ج:5،ص:318)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کی آراء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

دعا میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور دوسرے آئمہ نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے اور بعض علماء نے فقط استسقاء میں جائز کہا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: دعا میں سنت یہ ہے کہ مصیبت دور کرنے کے لئے جب دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے۔ حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ان کی پشت سے سوال نہ کرو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر چاہے تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور اگر چاہے تو انگلی سے اشارہ کرے محیط میں ہے انگلی سے اشارہ کرے۔ (عمدۃ القاری: ج:6،ص:239)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی کی آراء

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کندھوں تک بلند کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً تیس مقامات پر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے اور دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (تحفۃ الذاکرین: ص:59)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا دوسرا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے آسمان کی طرف بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے اس کو حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ کہ وہ کندھوں کے بالمقابل دونوں ہاتھوں کو بلند کرے نیز آداب دعا سے یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو ملائے اور انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔ (شرح حصن حصین)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کی آراء

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرے اس کے بعد اپنے لیے اور مسلمانوں کے لئے وہ دعا کرے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کس وقت دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو۔ **اللهم اعني ذكرك و شكرك و حسن عبادتك** ۔ جب یہ دعائیں کرے تو اپنے سینہ تک دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیوں کو چہرے کی جانب رکھے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص: 189)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی حنفی کی آراء

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

حصن حصین اور اس کی شرح میں مذکور ہے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھوں تک آسمان کی جانب بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

دعا کے وقت تم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں یا اس سے ذرا نیچے تک بلند کرو اور وہ جو حدیث مبارکہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ اس قدر بلند رکھے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دے سو وہ بیان جواز پر محمول ہے یا استسقاء پر یا کسی اور سخت مصیبت کے موقع پر جب دعا میں مبالغہ مقصود ہو اور النہر میں مذکور ہے کہ دعا کی مستحب کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ کشادگی ہو اور اگر کسی وجہ سے دونوں ہاتھ بلند کر سکے تو انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے اشارہ کرے اور شرح حصن حصین میں مذکور ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ملائے اور انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے اور شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ کے دن دونوں ہاتھ ملا کر دعا کی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: 190)

پانچویں بحث: دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث مبارکہ سے ثبوت

دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق چالیس احادیث مبارکہ سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور جس نے چالیس احادیث مبارکہ امت تک پہنچائیں ان کے بارے میں بشارتیں ہی بشارتیں ہیں اور ان بشارتوں کو چالیس احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد نقل کیا جائے گا۔ چنانچہ دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق چالیس احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عقیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! یارسول اللہ! دوس نافرمانی کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں ان کے خلاف دعا ضرر کیجئے۔ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے خلاف دعاء ضرر کریں گے۔ آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ عزوجل! دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث: 626)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دو آدمیوں کے خلاف دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 9724)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

(مسند البزار: رقم الحدیث: 3147)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم جو بات بھی کرتا ہے وہ لکھ لی جاتی ہے۔ جب وہ کوئی خطا کرے اور اس پر توبہ کرنا چاہے تو اسے بلند ہونے والا نور لانا چاہئے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے اور یہ کہے کہ میں اس خطا سے توبہ کرتا ہوں اور میں دوبارہ یہ کبھی نہیں کروں گا تو اس کی وہ خطا بخش دی جائے گی جب تک کہ وہ اس خطا کو دوبارہ نہ کرے۔

(کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 207)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے وہ کہنے لگے صبانا صبانا (ہم نے دین بدل لیا) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرنا اور قید کرنا

Marfat.com

شروع کر دیا اور ہم میں سے ہر شخص کو انہوں نے ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جس صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا حتیٰ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا ذکر کیا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دو بار یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف بری ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4339)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا رب عزوجل حیا کرنے والا کریم ہے جب بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کو اس سے حیا آتی ہے کہ وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور ان میں کوئی خیر نہ ہو پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے تو وہ تین بار یہ کہے یا حی یا قیوم لا الٰہ الا انت یا ارحم الراحمین ۔ پھر اپنے چہرے پر خیر کو انڈیل دے (یعنی چہرے پر پھیر دے) (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13557)

حدیث مبارکہ: 7

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر نرم جگہ کا قصد کرتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر اسی طرح جمرہ وسطیٰ پر کنکریاں مارتے پھر بائیں جانب نرم جگہ کا قصد کرتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1752)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں دونوں ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر تے نہیں تھے ان کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3398)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دیتی ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے اور جب وہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! ہمیں زیادہ دے اور ہم میں کمی نہ کر اور ہمیں عزت دے اور ہمیں ذلت سے بچا اور ہمیں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر اور ہمیں ترجیح دے اور ہم پر کسی کو ترجیح نہ دے اور ہمیں راضی کر اور ہم سے راضی رہ۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3184)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سخت گرمیوں میں تبوک کی طرف گئے ہم ایک جگہ ٹھہرے اس دن ہمیں اتنی سخت پیاس لگ رہی تھی لگتا تھا کہ ہماری گردنیں ڈھلک جائیں گی حتیٰ کہ ایک شخص پانی کی تلاش میں جاتا اور اس حال میں واپس آتا کہ اس کی گردن ڈھلکی ہوئی ہوتی اور حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا اور باقی کو اپنے کلیجہ پر رکھتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا قبول کرتا ہے آپ ﷺ ہمارے لیے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ابھی وہ ہاتھ نیچے کیے تھے کہ بادل امنڈ آئے اور بارش شروع ہوگئی پھر ختم ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے برتن پانی سے بھر لیے۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3316)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف گیا۔ مسجد میں کچھ لوگ ہاتھ بلند کر کے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ دیکھ رہے ہو ان لوگوں کے ہاتھوں میں کیا ہے؟ میں نے پوچھا آپ ﷺ ان کے ہاتھوں میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نور، میں نے عرض کیا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی وہ نور دکھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ نے دعا کی اور میں نے وہ نور دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس جلدی چلو تا کہ ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں پھر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جلدی جلدی چلا پھر ہم نے بھی اپنے ہاتھ بلند کیے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 206)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ

میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے ان کے قاتلوں کے خلاف دعا ضرر

Marfat.com

کرتے تھے۔(سنن کبریٰ للبیہقی:ج:2،ص:211)

حدیث مبارکہ:13

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور ہاتھوں کی پشت دونوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1487)

حدیث مبارکہ:14

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے خیبر پہنچے اس وقت وہ لوگ اپنے کدال اور پھاوڑے لے کر نکل رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آپہنچے اور انہوں نے قلعہ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: خیبر تباہ ہوگیا بے شک ہم جس قوم کے صحن میں نازل ہوتے ہیں تو ان لوگوں کی کیسی بری صبح ہوتی ہے جن کو ڈرایا جاچکا ہے۔

حدیث مبارکہ:15

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1030)

حدیث مبارکہ:16

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دیہاتیوں میں سے ایک اعرابی جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے۔ بچے اور لوگ ہلاک ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے ابھی ہم مسجد سے نکلے نہیں تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1029)

حدیث مبارکہ:17

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے میں محض بشر ہوں تو میرا مواخذہ نہ فرما، میں مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں تو، تو اس پر میرا مواخذہ نہ فرما۔(الادب المفرد: رقم الحدیث:625)

Marfat.com

حدیث مبارکہ:18

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

یہ اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے تھوڑی دیر میں نیند کے خیال سے لیٹے رہے پھر آہستہ سے چادر اوڑھی، جوتا پہنا چپکے سے دروازہ کھولا، آرام سے باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا میں نے بھی چادر سر پر اوڑھی ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ آپ بقیع پہنچے اور بہت طویل قیام کیا اور تین بار (دعا کے لئے) ہاتھ بلند کیے اور لوٹ آئے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 2036)

حدیث مبارکہ:19

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے حتیٰ کہ میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اکتا جاتی تھی۔

(مسند احمد: جز:6، ص:225)

حدیث مبارکہ:20

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 3229)

حدیث مبارکہ:21

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم بیت اللہ کو دیکھو جب صفا اور مروہ پر ہو اور جب میدان عرفات میں ہو اور جب مزدلفہ میں ہو اور جب شیطان پر کنکریاں مارو اور جب نماز قائم رکھو تو دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1709)

حدیث مبارکہ:22

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان عرفات میں دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ کے دونوں ہاتھ سینہ کی جانب تھے جیسے کوئی مسکین کھانا مانگ رہا ہو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2913)

Marfat.com

حدیث مبارکہ:23

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اخلاص اس طرح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا اور یہ دعا ہے آپ نے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کیے اور یہ ابتہال ہے پھر آپ نے اور زیادہ ہاتھ بلند کیے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 208)

حدیث مبارکہ:24

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت طفیل بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مضبوط قلعہ کے متعلق کیا خیال ہے جو دوس کا قلعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار فرمایا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقرر کر دی تھی پھر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ وہ شخص بیمار پڑ گیا اس شخص نے بے صبری کی اور چھری سے اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ ڈالیں اور وہ مر گیا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ انہوں نے کہا تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے یہ بتایا گیا کہ ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے جس کو تم نے خود خراب کیا ہے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں کو بھی معاف کر دے۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث: 629)

حدیث مبارکہ:25

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جنگ احزاب کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر پھینک دی اور بغیر (اوپر کی) چادر کے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ خوب بلند کر کے دعا کی۔ (اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ: رقم الحدیث: 6943)

حدیث مبارکہ:26

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا ان کا مقابلہ درید بن الصمہ سے ہوا۔ پس درید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ نے مجھے ابوعامر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں آ کر ایک تیر لگا اور وہ تیر ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا میں ان کے پاس پہنچا اور کہا: اے چچا آپ کو

Marfat.com

کس نے مارا۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جالیا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں یہ کہہ رہا تھا تجھے شرم نہیں آتی تو رکتا کیوں نہیں وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے حملے کیے۔ میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ تیر نکالو میں نے تیر نکالا تو گھٹنے سے پانی بہنے لگا۔ انہوں نے کہا: اے بھتیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں اور حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنا قائم مقام لشکر کا سالار مقرر کیا وہ تھوڑی دیر زندہ رہے پھر فوت ہو گئے جب میں لوٹا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک اور پہلو پر چارپائی کے نشانات ثبت ہو گئے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا اور حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کا ماجرا عرض کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اپنے بندے ابوعامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن اس کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت عطا فرما۔ میں نے عرض کیا: اور میرے لیے بھی مغفرت کی دعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت کی جگہ میں داخل کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4323)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان عرفات میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بغل سے نکالی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے جو سر سے متجاوز نہیں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو کانپ رہے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2386)

حدیث مبارکہ: 28

زہری سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کی رمی کرتے جو مسجد منیٰ کے قریب ہے تو سات کنکریاں مارتے اور ہر مرتبہ رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے اور طویل قیام کرتے پھر دوسرے جمرہ پر آتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر بائیں جانب وادی کے قریب چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لاتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر لوٹ آتے اور وہاں قیام نہ کرتے۔ زہری نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا ہے وہ اپنے والد محترم سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل بیان کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

Marfat.com

بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1753)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت وہب سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث: 624)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ حیادار کریم ہے جب کوئی شخص اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو نامراد لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3567)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے حیا فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور اس کے ہاتھوں میں کچھ نہ ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3567)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو اللہ عزوجل کی طرف اٹھا کر کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان کے ہاتھوں میں وہ چیز رکھ دے جس کا انہوں نے سوال کیا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6142)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1492)

Marfat.com

حدیث مبارکہ:34

حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ آئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے المریطاء کے نزدیک قرن پر قیام کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے دعا کر رہے تھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8918)

حدیث مبارکہ:35

حضرت خلاد بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو چہرے تک بلند کرتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1185)

حدیث مبارکہ:36

حضرت خلاد بن سائب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کا سوال کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنی جانب رکھتے اور جب کسی چیز سے پناہ طلب کرتے تو اپنے ہاتھوں کی پشت کو اپنی جانب رکھتے۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 56)

حدیث مبارکہ:37

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 17440)

حدیث مبارکہ:38

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگ دستی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور اللہ تعالیٰ سے فراخی کا سوال کرو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3843)

حدیث مبارکہ:39

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے اس طرح دعا کر رہے تھے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک بلند کیے اور ہتھیلیوں کو زمین کی جانب کیا۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 3017)

Marfat.com

حدیث مبارکہ:40

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

(مسند البزار: رقم الحدیث:3147)

چالیس احادیث مبارکہ کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق بشارتیں

چالیس احادیث مبارکہ کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں اور نوید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان بشارتوں اور نوید میں شامل فرمادے آمین بجاه النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

حدیث مبارکہ:1

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے جس امتی نے چالیس احادیث مبارکہ کو روایت کیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔ (کتاب العلم: جز:1،ص:43)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو چالیس ایسی حدیثیں پہنچائیں جو ان کے دین میں نفع دیں وہ شخص قیامت کے دن علماء میں سے اٹھایا جائے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1727)

حدیث مبارکہ:3

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔ (کتاب العلم: جز:1،ص:44)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1725)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو ایسی چالیس حدیثیں پہنچائیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نفع دیا تو اس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 4، ص: 189)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کے لئے سنت سے متعلق چالیس حدیثوں کو محفوظ کیا حتیٰ کہ وہ حدیثیں ان تک پہنچا دیں میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (کتاب العلم: جز: 1، ص: 43)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: جز: 3، ص: 890)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: جز: 3، ص: 890)

Marfat.com

چھٹی بحث: مسائل کے متعلق

نماز کے بعد کس قدر دعا اور وظائف کرنے چاہئیں چنانچہ اس بارے میں مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: 1

علامہ ہمام مولانا نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

ظہر و مغرب و عشاء کے بعد مختصر دعاؤں پر اکتفا کر کے سنت پڑھے زیادہ طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز: 1، ص: 77)

مسئلہ نمبر: 2

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بعد فرض کلام نہ کرنا چاہئے اگر چہ سنتیں ہو جائیں گی مگر ثواب کم ہوگا اور سنتوں میں تاخیر بھی مکروہ ہے یونہی بڑے بڑے وظائف و اوراد کی بھی اجازت نہیں۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 300)

مسئلہ نمبر: 3

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

فجر و عصر کے بعد اختیار ہے جس قدر اذکار و اوراد و ادعیہ پڑھنا چاہئے پڑھے مگر مقتدی اگر امام کے ساتھ مشغول بہ دعا ہوں اور ختم کے منتظر ہوں تو امام اس قدر طویل دعا نہ کرے کہ گھبرا جائیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 537)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ عن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام فرما ہوئے۔ فرماتے ہیں: جس قدر سکون کی نیند اس رات کی کسی اور رات نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خیبر کو آپ رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا جس پر آپ رضی اللہ عنہ فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اہل بیت آج شاد و باد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر حدیث مبارکہ و اقوال ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔
اور فرمایا: اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ محدثین نے فرمایا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 330)
ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے:
میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔
(ترمذی: رقم الحدیث: 3735)

ایک روایت میں ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: جز: 4، ص: 367)
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:
اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا کر رہے ہیں؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات و عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:
اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اس وقت اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابوطالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے قبل اپنے راز کو فاش ہونے کو ناپسند کیا۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک له' اور لات وعزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوطالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور ﷺ کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ سوموار کے روز مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اس امت میں مجھ سے قبل کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے کہا:

سبحان اللہ عزوجل! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اور لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: ج:4، ص:18)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی عزوجل کے منتظر تھے' حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا: جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف فرما ہوتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز چادر کو اوڑھ لیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے سے نکل گئے اس حال میں کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے' پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

ابورافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بیان کرتے ہوئے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ

Marfat.com

جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے کہا اگر محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا، لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی کہ وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا اور اس نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا: (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔ (معجم الکبیر: جز:1، ص:156)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں اور فرمایا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام رد فرما دیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

Marfat.com

اور آپ ﷺ کو سلام کیا اور حضور انور ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کے فرزند کیا بات ہے! کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ ﷺ نے مرحباً و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور انور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور ﷺ اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور ﷺ اپنے حال میں آئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اور کہا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس رضی اللہ عنہ جاؤ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور ﷺ نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا: اس پر رب العزت کی حمد و ثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور ﷺ نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: ج: 2، ص: 109)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا ہے۔ اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے میں نے آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ مناقب ذوی القربیٰ: ص: 73)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضرہ: جز:3، ص:146)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور غزوہ تبوک میں اس لئے نہیں شرکت کر سکے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کی حفاظت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر، احد، خندق، بیعۃ رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرما دیا۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:16)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا

Marfat.com

کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا۔ جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3973)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور انور ﷺ نے پھر مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور ﷺ کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے پس حضور انور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مرحب نکلا اور کہنے لگا تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی طرح ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1807)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکہ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے انہوں نے سوچا کہ میں نبی

Marfat.com

کریم ﷺ سے پیچھے رک گیا ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور ﷺ سے جا ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں یا یہ ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی پس حضور انور ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3499)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور انور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی اس دن میں آپ ﷺ کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔ پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم ﷺ اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل میں ضرور بالضرور اس آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ

عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے حضور انور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر یہ رجزیہ اشعار کہے۔

تحقیق خیبر نے جان لیا ہے کہ بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا حتیٰ کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آ پہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا حتیٰ کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔

(نسائی: رقم الحدیث: 23081)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی و سردی کو دور کر دے۔ پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد حنبل: رقم الحدیث: 778)

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد اور بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے

Marfat.com

اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور انور ﷺ نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3725)

Marfat.com

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ
وہ اس شخص کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس آدمی میں جھگڑا کر رہے تھے جس کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس آدمی کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لیے ہر کسی نے خواہش کی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟
تو انہوں نے عرض کیا:
وہ چکی میں آٹا پیس رہا ہے؟
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔
راوی بیان کرتے ہیں کہ
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔
راوی بیان فرماتے ہیں:
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین بار ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔
(نسائی: رقم الحدیث: 8409)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کے دریا تھے فقہ پر عبور تھا سب سے بہتر فیصلہ فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مقدس نفوس رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔

1- حضرت حسن رضی اللہ عنہ،
2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ
3- حضرت محمد رضی اللہ عنہ،
4- حضرت عمر رضی اللہ عنہ
5- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،
6- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
7- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما،
8- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
9- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما،
10- حضرت ابو اشعری رضی اللہ عنہ
11- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ،
12- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ

Marfat.com

13-حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، 14-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
15-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 16-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ
17-حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ، 18-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
19-حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، 20-حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ
21-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، 22-حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
23-حضرت ابویعلی رضی اللہ عنہ، 24-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
25-حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ، 26-حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ
27-حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، 28-حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
29-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 30-حضرت عبدالرحمٰن بن اشیم رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے بھی روایات لی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے علم کے عالم کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4639)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازہ سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4637)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 1، ص: 68)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: ج:2،ص:338)

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

کیا وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات شروع فرما دیتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ: ج:2،ص:338)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ پھر دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن مسیّب سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(اسد الغابہ: ج:4،ص:23)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اے علی (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا۔ اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:24)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی مثل

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

Marfat.com

راوی کا بیان ہے کہ

میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔ انہوں نے کہا میں نے حدیث مبارکہ کو خود سنا ہے میں نے عرض کیا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے۔ انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا: اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 3062)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3730)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں سو ہم سب اس سعادت

Marfat.com

کے حصول کے انتظار میں تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس لائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ فرمادیجئے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرہ اقدس کو دیکھنے کو عبادت سے تعبیر فرمایا جس پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4682)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4681)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے اپنے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

Marfat.com

اے میری بیٹی! میں نے حضورانور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج:42،ص:355)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:42،ص:353)

حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضورانور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:207)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر مومن کے لیے ولی

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث:3062)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث:3712)

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث:23107)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عزوجل کو ولی جانا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:108)

Marfat.com

اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے

حضرت عمران بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا:

یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4652)

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب۔ اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے:

Marfat.com

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔

اسماعیل خطی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا: اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

یہ تمہارا کام نہیں یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہو گا۔ پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی۔ ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور

Marfat.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اوران سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اوران کے ساتھ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے:

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص30 تا 33)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی (رضی اللہ عنہ) کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی (رضی اللہ عنہ) سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

(حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میں نے کہا:

یارسول اللہ! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوا حتی کہ میں نے اسلام پر بیعت کر لی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

باب علی رضی اللہ عنہ کے سوا تمام کو بند کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔ اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 4797)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروا دیئے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2031)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کیسے ہوئی

حضرت ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا انہوں نے فرمایا: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا:

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو! (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ سے شکایت کی کہ وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

وہ کیا کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور ارشاد فرمایا:

خدا عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور ﷺ نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث مبارکہ سننے کی خواہش کی۔ میں نے عرض کیا:

اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے۔

اٹھو! ابوتراب، اٹھو! ابوتراب۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے

حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم حضور انور ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی خم کہا جاتا ہے میں اترے پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ حضور

Marfat.com

انور ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا:

کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔

(مسند احمد بن حنبل: ج: 4، ص: 372)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے پس اس موقع پر سولہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

(معجم الکبیر: ج: 5، ص: 171)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ سب نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (مسند احمد بن حنبل: ج: 1، ص: 119)

حضرت سعید بن وہب اور زید بن یثیع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا وہ

Marfat.com

کھڑا ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ

چھ آدمی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ آدمی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا اللہ عزوجل! مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2130)

ابواسحاق سے روایت ہے:

میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

(مجمع الزوائد: جز:9، ص:104)

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ اس پر تیرہ (13) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: جز:1، ص:84)

ابوطفیل سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا پھر ان سے فرمایا میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے اس پر تیس افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابونعیم فرماتے ہیں:

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا اسی دوران میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں کہا: میں

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہوئے سنا ہے؟ (مستدرک للحاکم: جز:3، ص:109)

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مبارکہ بیان کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔ میں نے ان سے کہا: میری طرف سے انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ انہوں نے کہا: ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے مزید پوچھا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: جز:4، ص:368)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(ترجمہ) بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

(معجم الکبیر: جز:1، ص:195)

میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

Marfat.com

حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن جمع ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔ پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

پس وہ تینوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فاطمة (رضی اللہ عنہا) انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جعفر رضی اللہ عنہ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ اور اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 21825)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3736)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور دونوں کے والد (یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) اور ان دونوں کی والدہ (یعنی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب ترین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین میری والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا علم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب تھیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4731)

حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا۔ لوگوں میں کون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟ انہوں نے فرمایا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔ ارشاد فرمایا: اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے۔

بیان فرماتے ہیں:

Marfat.com

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ میں اپنے دل میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا حتیٰ کہ یہ بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑے غور سے دیکھا حتیٰ کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو رضی اللہ عنہ! اللہ عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ج:3، ص:483)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کہا: کیا تمہارے اندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے۔ میں نے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ یا میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے کہا میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 26791)

تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

میرا قرض علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ادا نہیں کر سکتا

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 119)

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات میں یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 11835)

اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام تجھ سے راضی ہیں

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام آپ (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 936)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کیا اور اس شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتا دی تھی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

غزوہ ''ذات العشیرۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابا یقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوتراب! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا، جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا

Marfat.com

حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 18321)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے حراء (پہاڑ) پر سکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

اس پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان فرماتے ہیں:

لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے عرض کیا:

اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو)
(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 1340)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا جب وہ تیسری بار آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بدبخت کو کون روکے گا پھر فرمایا۔ ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو اشعار پڑھے:

Marfat.com

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو
بے شک موت تجھے آنے والی ہے
اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو
جب وہ تیری وادی میں اتر آئے۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ حضور انور ﷺ کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج:3،ص:33)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی ایک دن سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کرلے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ (استیعاب: ج:2،ص:483)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ
خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔
1-عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، 2-برک بن عبداللہ تمیمی، 3-عمر بن بکیر تمیمی
انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔
1-حضرت علی رضی اللہ عنہ، 2-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، 3-حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔
ابن ملجم نے کہا:
میں علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔
برک نے کہا:
میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔
اور عمرو بن بکیر نے کہا:
میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز

Marfat.com

بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا۔ اے علی (رضی اللہ عنہ) حکومت اللہ عزوجل کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار ی ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔

مگر ایک روایت میں یہ ہے کہ

19 رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا 21 اکیس رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض و برکات خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی ﷺ اس دار فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھوں کو نکال دیا گیا، زبان کاٹی گئی اور پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الِاسْتِغْفَارِ

باب: استغفار کے متعلق

یہ باب استغفار کے متعلق ہے۔

1293 حَدَّثَنَا النُّفَیْلِیُّ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ یَزِیْدَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ الْعُمَرِیُّ عَنْ اَبِیْ نُصَیْرَةَ عَنْ مَوْلًی لِاَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
استغفار کرنے والا گناہ پر مصر نہیں ہوتا اگر ایک دن میں ستر مرتبہ لوٹا تا رہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:10ص:188، سنن الترمذی: جز:11ص:471، شرح السنۃ: جز:2ص:421، مسند ابی یعلیٰ: جز:1ص:124)

1294 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي وَاِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مسدد اپنی حدیث میں فرماتے ہیں:
ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف نصیب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دل پر ابر حائل ہو جاتا ہے اور بے شک میں ہر روز سو بار استغفار کرتا ہوں۔

(مستدرک: جز:1ص:691، معجم الکبیر: جز:1ص:302، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7ص:52، شرح السنۃ: جز:1ص:317)

1295 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی جگہ مجلس میں سو بار کہتے:
اے رب عزوجل! میری خطا معاف فرمادے اور میری توبہ کو شرف قبولیت عطا فرما بے شک تو توبہ کو قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:11ص:261، شرح السنۃ: جز:1ص:317، شعب الایمان: جز:1ص:438، مسند احمد: جز:10ص:32)

1296 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُرَّةَ الشَّنِّيُّ حَدَّثَنِي اَبِي عُمَرُ بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يُحَدِّثُنِيهِ عَنْ جَدِّي اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

بلال بن یسار بن زید مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: میں نے اپنے والد محترم سے سماعت کیا ہے اور انہوں نے میرے دادا محترم سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے یوں کہا میں معافی طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہمیشہ زندہ قائم رہنے والا ہے اور میں اسی ہی کی

Marfat.com

طرف رجوع کرتا ہوں تو اس کو معاف فرما دیا جائے گا اگر چہ وہ کفار کے لشکر سے مقابلے سے فرار ہو گیا ہو۔

(معجم الکبیر: جز:5،ص:89،سنن الترمذی: جز:11،ص:496)

1297 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو استغفار کو لازم کر لے تو اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نکلنے کا اس کے واسطے راستہ کو بنا دے گا اور ہر غم سے نجات عطا فرمائے گا اور رزق اس کو ایسی جگہ سے عطا فرمائے گا کہ جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

(مستدرک: جز:4،ص:291،معجم الاوسط: جز:6،ص:240،سنن ابن ماجہ: جز:1،ص:266،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:351)

1298 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح و حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ الْمَعْنٰى عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَالَ قَتَادَةُ اَنَسًا اَیُّ دَعْوَةٍ كَانَ يَدْعُو بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ قَالَ كَانَ اَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَّدْعُو بِهَا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَزَادَ زِيَادٌ وَّكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهَا

عبدالعزیز بن صہیب سے روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کون سی دعاؤں کو مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان دعاؤں کو مانگا کرتے تھے: اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرہ حسنة وقنا عذاب النار ۔ زیاد نے اضافہ یوں کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب دعا کا ارادہ فرماتے تو اسی سے دعا فرماتے اور جب اس کے علاوہ دعا کا ارادہ کرتے تو اس کے ساتھ اس کو بھی شامل فرما لیتے۔

(صحیح ابن حبان: جز:3،ص:219،صحیح البخاری: جز:13،ص:470،صحیح مسلم: جز:13،ص:198،مسند احمد: جز:24،ص:89)

1299 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِی اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ

Marfat.com

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف اپنے والدمحترم سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کے درجوں تک پہنچادے گا اگر چہ وہ اپنے بستر کے اوپر بھی فوت ہو۔ (سنن الترمذی: ج:6،ص:211)

1300 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الثَّقَفِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْاَسَدِيِّ عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم يَقُوْلُ كُنْتُ رَجُلًا اِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَآءَ اَنْ يَّنْفَعَنِيْ وَاِذَا حَدَّثَنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَاِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهُ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

اسماء بن حکم فزاری سے روایت ہے: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں وہ شخص تھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سماعت کیا کرتا تو اللہ تعالیٰ اسی سے مجھ کو نفع عطا فرمادیتا جس قدر نفع اس نے عطا فرمانا ہوتا اور جب آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی مجھے آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ بیان کرتا اس سے قسم لیا کرتا جب وہ قسم کھالیا کرتا تو بعد میں اس کی میں تصدیق کرتا۔ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص گناہ کرلے وہ وہ احسن طریقے سے وضو کرے پھر قیام کرکے دو رکعات ادا کرے پھر رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیتا ہے پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ وہ لوگ جو فحش کام کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں۔

(معجم الاوسط: ج:1،ص:185، سنن ابن ماجہ: ج:4،ص:310، سنن الترمذی: ج:2،ص:175، شعب الایمان: ج:5،ص:401)

1301 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ ابْنَ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ

Marfat.com

تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ وَاَوْصٰی بِذٰلِكَ مُعَاذٌ الصُّنَابِحِیَّ وَاَوْصٰی بِهِ الصُّنَابِحِیُّ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں وصیت کرتا ہوں اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! اس کو ہر نماز کے بعد مت چھوڑنا۔ اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك ۔ اور اس کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے صنابحی کو اور صنابحی نے عبدالرحمٰن کو وصیت ان کی وصیت فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1301)

1302 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ حُنَيْنَ بْنَ اَبِیْ حَكِيْمٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھوں۔

(مسند احمد: ج: 35، ص: 286، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: ج: 36، ص: 142)

1303 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ السَّدُوْسِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ يَّدْعُوَ ثَلَاثًا وَّيَسْتَغْفِرَ ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار دعا اور تین بار استغفار کو پسند فرماتے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 26، ص: 66)

1304 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ اَوْ فِی الْكَرْبِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا هِلَالٌ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَابْنُ جَعْفَرٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو وہ کلمات نہ

سکھاؤں جن کو مصیبت کے وقت یا مصیبت میں کہو۔ اللہ ابی لا اشرک بہ ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
یہ ہلال مولیٰ عمر بن عبدالعزیز ہیں اور ابن جعفر وہ عبداللہ بن جعفر ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 11، ص: 349، مسند احمد: ج: 55، ص: 35، شعب الایمان: ج: 7، ص: 257، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 5، ص: 32)

1305 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ وَسَعِيْدِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ كَبَّرَ النَّاسُ وَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّ الَّذِىْ تَدْعُونَهُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اَعْنَاقِ رِكَابِكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَتَصَعَّدُوْنَ فِىْ ثَنِيَّةٍ فَجَعَلَ رَجُلٌ كُلَّمَا عَلَا الثَّنِيَّةَ نَادَى لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تُنَادُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ قَيْسٍ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ

ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک سفر پر تھا پس جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب کو ندا نہیں دیا کرتے بلکہ تم جن کو ندا کرتے ہو وہ تو تمہارے مابین اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کیا میں آپ کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کو نہ بتاؤں۔ میں نے عرض کیا! وہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (وہ) لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور وہ کسی گھاٹی کے اوپر چڑھائی کر رہے تھے اور جب بھی لوگ گھاٹی کے اوپر چڑھائی کرتے تو ندا کرتے۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ تو نبی

Marfat.com

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو ندا نہیں کیا کرتے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن قیس۔ آگے معنا پچھلی حدیث کی طرح بیان کیا۔

ابوعثمان نے اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس میں انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنی جان پر نرمی کیا کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1305)

1306 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْحُسَيْنِ زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَلِيٍّ الْجَنْبِيَّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

ابوہانی خولانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے رب عزوجل ہونے، اسلام کے دین ہونے اور (سیدنا) محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 699، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 21، ص: 424)

1307 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت کا نزول فرماتا ہے۔

(معجم الکبیر: جز: 5، ص: 99، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 306، سنن دارمی: جز: 2، ص: 408، سنن النسائی: جز: 5، ص: 74)

1308 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَیهِمْ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو گل گئے ہوں گے۔ فرمایا: لوگوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تو ختم ہو چکا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اجساد انبیاء کرام علیہم السلام کو زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:413، معجم الکبیر: جز:1، ص:216، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:248، سنن دارمی: جز:1، ص:445)

شرح:

☆ قوله ما اصبر من استغفر وان عاد في اليوم سبعين مرة

یہاں استغفار سے مراد صرف تلفظ باستغفر اللہ نہیں بلکہ ندامت کے ساتھ توبہ کرنا ہے کیونکہ توبہ اور استغفار کا تحقق بغیر ندامت کے ہوتا ہی نہیں۔

یہاں پر توبہ کا معنیٰ بیان کیا جاتا ہے۔

توبہ کا معنیٰ

بندہ کے توبہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس سے جو گناہ ہو گیا ہے اس پر نادم ہو اور دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرے اور اللہ تعالیٰ سے جب بھی مغفرت چاہے تو پورے عزم اور اصرار سے سوال کرے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما اس کو چاہئے کہ پورے عزم اور اصرار سے سوال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6339)

☆ قول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انه ليغان على قلبي ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دل پر ابر چھا جاتا ہے۔ یہاں پر غین کا معنی بیان کیا جاتا ہے۔

غین کا معنیٰ

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

غین کے معنی ابر ہیں۔ (تاج العروس: جز:9،ص:296)

نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر پر غین چھانے کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اہل لغت نے کہا ہے: غین کے معنیٰ ابر اور بادل ہیں یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے دل پر حجاب ہو۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضعف اور غفلت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ دائما اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور جب آپ ﷺ اس میں کمی یا غفلت کرتے تو آپ ﷺ اس ترک کو ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔

دوسرا قول یہ ہے:

آپ ﷺ امت کے معاملات اور ان کی مصلحتوں میں غور وفکر، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی مدارات اور تالیف میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر نہ کر پاتے تو آپ ﷺ اس کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے اور اس پر استغفار فرماتے۔

تیسرا قول یہ ہے:

اس ابر سے مراد وہ سکینہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا تھا اور آپ ﷺ کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور عبودیت کے اظہار خضوع وخشوع اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے لئے تھا۔

محاسبی نے کہا ہے:

ہر چند کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے:

جس وقت آپ ﷺ پر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت آپ ﷺ کے دل پر ایک ابر آجاتا ہے اور آپ ﷺ کا استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کی وجہ سے ہے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

صاف اور شفاف دلوں میں بھی بعض اوقات کچھ خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور خیالات آتے ہیں جن کو حدیث نفس کہتے ہیں اس کو ابر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی پر یہ نفوس قدسیہ استغفار کرتے ہیں۔ (شرح للنووی: جز:2،ص:346)

Marfat.com

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی کا قول

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا ہے کہ یہ تمام توجیہات تکلف ہیں اور اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مقامات میں ہر روز ترقی ہوتی تھی اور جب آپ ﷺ اگلے مقام پر ترقی فرماتے تو آپ ﷺ کو پچھلا مقام ابر اور حجاب کے محسوس ہوتا تب آپ ﷺ اس مقام سے استغفار کرتے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 7، ص: 130)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کے قلب کی کیفیت سے بحث کرنا ہماری حدود میں نہیں ہے اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔

اور ابو الحسن شاذلی نے کہا:

یہ ابر انوار کا ابر ہے اغیار کا ابر نہیں ہے۔ (مرقات: ج: 5، ص: 124)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا قول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے استغفار کا ذکر ہے اور استغفار کرنا وقوع معصیت کو مستلزم ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ معصوم ہیں فقہاء اسلام نے اس اشکال کے درج ذیل جواب دیئے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول

1- شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا ہے:

نبی کریم ﷺ کا استغفار کرنا غین کی وجہ سے ہے اور غین کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ کمال ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر ہم کسی شے کو مسلسل دیکھتے رہیں تو اس سے ہم کو مشقت ہوتی ہے لیکن اگر دیکھنے کے دوران ہم ایک آن کے لئے پلک جھپکا لیں تو یہ نظر کے لئے حجاب ہونے کے باوجود ہمارے حق میں رحمت ہوگا اور اس سے ہمارے دیکھنے کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا اسی طرح رسول اللہ ﷺ انوار الہیہ کے مشاہدہ میں مشغول رہتے ہیں اور اگر آپ ﷺ لگاتار یہ مشاہدہ کرتے ہیں تو اس سے آپ ﷺ کو مشقت ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ گاہے بگاہے آپ ﷺ کے قلب پر ابر نازل کر دیتا ہے یا امور دنیاوی میں مشغول کر کے کچھ وقت کے لئے یہ مشاہدہ منقطع کر دیتا ہے اور ہر چند کہ اس ابر یا انقطاع سے آپ ﷺ کے مشاہدہ کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوتا پھر بھی آپ ﷺ بلند مقام کے اعتبار سے اس ابر کو ذنب شمار کر کے اسی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ ابن جوزی کا قول

2-علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے:

بشری کمزوریوں سے کوئی شخص محفوظ نہیں ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام ہر چند کہ کبائر سے معصوم ہیں لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہیں۔

علامہ ابن جوزی کا یہ قول مذہب مختار کے علاوہ ہے اور صحیح راجح مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔

علامہ ابن بطال کا قول

3-علامہ ابن بطال نے کہا ہے:

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام عبادت کی کوشش کرتے ہیں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے رہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ ہوسکنے پر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

4-نبی کریم ﷺ کھانے پینے، سونے، آرام کرنے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حقوق ادا کرنے، لوگوں سے گفتگو کرنے ان کی مصلحتوں میں غور کرنے، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی تالیف اور مدارات کرنے اور دیگر مباح امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے مشاہدہ اور مراقبہ سے قاصر رہتے اور اپنے عظیم مقام میں اپنی وجاہت کے پیش نظر آپ ﷺ اس کو بھی ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔

5-آپ ﷺ کا یہ استغفار امت کی تعلیم اور تشریع کے لئے ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

6-امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کہا:

نبی کریم ﷺ دائماً ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب آپ ﷺ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اپنے پہلے حال کو ذنب خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔ (فتح الباری: جز: 11 ص 101 تا 102)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ ایک دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ معصوم اور مغفور ہیں۔

اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

Marfat.com

1-استغفار کرنا عبادت ہے۔

2-آپ ﷺ امت کی تعلیم کے لئے استغفار کرتے تھے کہ جب آپ ﷺ معصوم اور مغفور ہونے کے باوجود استغفار سے مستغنی نہیں ہیں تو امت کو کس قدر استغفار کرنا چاہئے۔

3-آپ ﷺ ترک اولیٰ کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

4-آپ ﷺ تواضعاً استغفار کرتے تھے۔

5-امت کے معاملات اور اپنے نجی معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور اور استغراق میں فرق آ جاتا آپ ﷺ اس کو ذنب خیال کرتے تھے اگرچہ یہ تمام امور اعظم عبادات اور افضل اعمال پر مشتمل تھے لیکن چونکہ ان میں درجہ عالی سے نزول ہے اس لیے آپ ﷺ ان پر استغفار کرتے تھے۔

6-بشری تقاضوں سے کبھی بے توجہی اور غفلت طاری ہوتی ہے آپ ﷺ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری: ج:22، ص:279)

☆ **قوله ان كن لنعد لرسول الله ﷺ فى المجلس الواحد مائة مرة رب اغفرلى وتب على انك انت التواب الرحيم .**

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایک ہی مجلس میں سو بار کہا کرتے اے میرے رب عزوجل! مجھے معاف فرما دے اور میری توبہ کو قبول فرما بے شک تو توبہ قبول فرمانے، رحم فرمانے والا ہے۔

عصمت کی تحقیق

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ سے جو الفاظ منقول ہیں یہ تواضع، تعلیم اور ترغیب امت کے لئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے گناہوں سے معصوم بنایا ہے لہذا مناسب سمجھتا ہوں کہ عصمت کی تحقیق بیان کر دی جائے۔

عصمت کے متعلق اقوال علماء کرام

عصمت کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف معصوم ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف حسین النجار نے یہ کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں۔ (الشفاء: ج:2، ص:125)

Marfat.com

امام فخر الدین رازی کا قول

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔(تفسیر کبیر:ج:1،ص:302)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد بن راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا معنیٰ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔(المفردات:ص:337)

علامہ جمال الدین منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

کلام عرب میں عصمت کا معنیٰ ہے روکنا، محفوظ رکھنا اور جب اللہ تعالیٰ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنیٰ ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔(لسان العرب:ج:12،ص:403)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کا قول

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے اسی کے قریب یہ تعریف ہے عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے اس لیے شیخ امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی ان تعریفوں سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں: عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔(شرح عقائد نسفی:109)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔(کتاب التعریفات:ص:107)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی کا قول

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی 870ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔ (حاشیۃ الخیالی:ص:146)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی کا قول

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی 881ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو پیدا نہ کرے۔

(شرح المسایرۃ:ص:290)

علامہ میر سید شریف جرجانی کا دوسرا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عصمت کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں گناہ پیدا نہ کرے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو معاصی کی قباحت اور عبادت کی فضیلت کے علم کی وجہ سے ان کو گناہوں سے روکتی ہے اور عبادت پر برانگیختہ کرتی ہے اور امر اور نواہی کی مسلسل وحی کی وجہ سے یہ صفت اور راسخ ہو جاتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے جو سہو اور بعض کے نزدیک عمداً صغائر صادر ہوتے ہیں یا وہ کسی اولیٰ اور افضل کام کو ترک کر دیتے ہیں اس سے ان کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ صفات نفسانیہ ابتداءً غیر راسخ ہوتی ہیں پھر بتدریج راسخ ہو جاتی ہیں اور ایک قوم (شیعہ) نے عصمت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ کسی انسان کی روح یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے یہ تعریف اسی لیے باطل ہے کہ اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو وہ گناہوں کے ترک پر دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کے مستحق نہ ہوں کیونکہ جو چیز محال ہو اس کے ترک سے تعریف ہوتی ہے نہ ثواب کیونکہ اس کا کرنا قدرت اور اختیار میں نہیں ہے۔ نیز اس پر اجماع منعقد ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں کے ترک سے ثواب ہوتا ہے اور وہ گناہوں کے ترک کرنے کے مکلّف ہیں اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو ان کا مکلّف نہ کیا جاتا نہ ثواب دیا جاتا کیونکہ محال کو ترک کرنے کا مکلّف نہیں کیا جاتا نہ اس پر ثواب دیا جاتا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آپ فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے“ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو امور بشریت کی طرف راجع ہیں آپ ان میں تمام بشروں کی مثل ہوں اور آپ کا امتیاز صرف وحی سے ہے اس لیے جس طرح اور بشروں کے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہوگا۔ (شرح المواقف:ج:8:ص:281)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے: عصمت سے مکلّف ہونا زائل نہیں ہوتا یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان پر کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلّف کرنا صحیح نہیں ہوگا جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے منع نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ (شرح فقہ الکبیر: ص: 147)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی کا قول

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم سے حاصل ہوتا ہے یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام میں وحی الٰہی عزوجل سے یہ علم اور مؤکد ہو جاتا ہے۔

(نسیم الریاض: جز: 4، ص: 36)

علامہ عصام الدین کا قول

علامہ عصام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے۔

علامہ تفتازانی نے شرح المواقف میں لکھا ہے کہ

جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گناہ گار ہو چہ جائیکہ ظالم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہوتا کہ یہ جواب دیا جا سکے۔ (حاشیۃ العصام علی شرح العقائد: ص: 328)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری کا قول

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری لکھتے ہیں:

عصمت کی تعریف یہ ہے کہ گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کا ملکہ اور اس کی دوسری تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ میں ایک ایسی قوت جو بندہ میں گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود اس کو گناہوں اور مکروہات کے فعل سے روکتی ہے گناہوں سے اجتناب کے ملکہ کی تعریف کی گئی ہے کہ یہ بندہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی صفت ہے جو اس کو خیر اور نیکی پر ابھارتی ہے اور اس کو شر اور برائی سے روکتی ہے اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے تاکہ اس میں امتحان اور ابتلاء کا معنیٰ متحقق ہو۔ اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عصمت آزمائش اور مکلّف ہونے کی صفت کو زائل نہیں کرتی۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ شیعہ اور معتزلہ کی عصمت کی بیان کردہ

Marfat.com

تعریف فاسد اور باطل ہے انہوں نے یہ تعریف کی ہے کہ کسی شخص کے نفس ناطقہ میں ایسی خاصیت یا اس کے بدن میں ایسی صفت ہو جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو اس کو عصمت کہتے ہیں یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر بندہ سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلّف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے پر ثواب عطا کرنا صحیح ہوگا۔ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد میں اسی طرح لکھا ہے اور جنہوں نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ پر قدرت اور اختیار باقی ہو اسی تعریف کا مآل بھی وہی ہے کیونکہ عصمت کی حقیقت صرف گناہوں سے بچنے کا ملکہ ہے۔ (دستور العلماء: جز:2، ص233 تا 234)

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل

انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں جس طرح کہ دلائل سے ثابت ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کفر و شرک اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ضمیمہ سے۔ نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (روح البیان: جز:8، ص:45)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

(مسخ الارض الازہر: ص:56)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے: جملہ انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ عظام علیہم السلام معصوم ہیں دوسرا شخص کہتا ہے: سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرماتا ہے کہ

پہلے شخص کا قول حق و عقیدہ اہل سنت اور دوسرے کا قول صریح گمراہی و رفض وکلمہ کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:29، ص:333)

اس کے علاوہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

1- اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کی اتباع حرام ہوگی۔

حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران: 31)

آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

Marfat.com

2- جس سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول جائز نہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (الحجرات:6)
اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔
اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔
3- فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ○ (البقرہ:124)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔
اور کبھی بھی کوئی نبی فاسق نہیں ہوا۔
4- اگر نبی سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (الاحزاب:57)
بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔
5- انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ○ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ (ص:45 تا 46)
اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد فرمائیے جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلص کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ○ (ص:82 تا 83)
ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔
6- گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص:47)

اور بے شک وہ ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

7- انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف:3)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہمیشہ کے لئے راضی ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن:26تا27)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے اور اس کے رسول ہیں۔

اس آیت کریمہ میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

8- اگر معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ○ (جن:23)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور اس امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

9- انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء کرام علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے۔ فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران:33)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

اور ہم نے تمہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔

اشکال

قرآن مجید میں ہے:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اس آیت کریمہ میں اشکال وارد کیا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں آپ کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں خصوصاً ہمارے نبی مکرم نور مجسم ﷺ تو خطاء اجتہادی سے بھی معصوم ہیں پھر آپ ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب

اس اشکال کے علماء کرام نے چند جوابات دیئے ہیں اور ان کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے حسب ذیل جواب ہیں۔

1- اس آیت کریمہ میں خطاب آپ ﷺ کے ساتھ ہے اور مراد مومنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مومنین اور مومنات کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے: لذنبك سے مراد ہے آپ ﷺ اپنے اہل بیت کے لئے استغفار کیجئے اور عام مومنین اور مومنات کے لئے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں۔

2- اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ ﷺ کے مرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ ﷺ بری الذمہ ہیں اور بہت دور ہیں۔

3- اس کا بہترین جواب یہ ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نیک عمل کرنے اور برے عمل سے اجتناب کی توفیق طلب کریں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا معنیٰ ہے مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا معنیٰ ہے برے کام پر پردہ ڈالنا اور جو معصوم ہوتا ہے اس کی بری خواہشوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اب مغفرت طلب کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ تو ہمیں شرمندہ نہ کرنا اور یہ مرتبہ کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے پس وہ شخص گناہ نہیں کرتا جس طرح نبی کریم ﷺ کو یہ درجہ حاصل ہے اور کبھی گناہ

ہونے کے بعد اس پر مغفرت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے جس طرح مومنین اور مومنات کو یہ درجہ حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

واستغفر لذنبك کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے عصمت پر ثبات اور دوام کو طلب کیجئے اور "وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" کا معنی یہ ہے کہ آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:52)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔

1- اگر (بالفرض) آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

2- آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

ایک قول یہ ہے:

چونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کے لئے کافروں اور مومنوں کا حال بیان کیا گیا تھا اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ایمان پر ثابت قدم رہیں یعنی آپ توحید اور استغفار پر جمے رہیں اور ان کاموں سے احتراز کریں جن کے ارتکاب پر استغفار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے:

اس آیت کریمہ میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے اور مراد آپ کی امت ہے اور اس قول کی وجہ سے انسان پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے۔

ایک قول یہ ہے:

کفار اور منافقین کے کفر سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یعنی آپ کو جو غم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا سو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے ساتھ اپنے دل کا تعلق نہ رکھیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس آیت کریمہ میں تعلیم امت کے لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے نیز اس آیت کریمہ میں فرمایا اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لئے استغفار کیجئے۔

اس کا معنی ہے۔

ان کے گناہوں کے لئے استغفار کیجئے۔ اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن سرجسی مخزومی سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ ﷺ کے طعام سے کھایا پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مغفرت فرمائے۔ میرے شاگرد نے کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے تمہارے لیے استغفار کیا؟

میں نے کہا: ہاں! پھر یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

پھر میں واپس مڑا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اس پر مسوں کی طرح تل جمع تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:16، ص221 تا 222)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

1- اس آیت کریمہ میں استغفار کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تواضع، انکسار اور تقصیر کا اعتراف یعنی بندے میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر ادا کر سکے اور یہ معانی استغفار کرنے کو لازم ہے۔

2- اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقت استغفار مراد ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ بہ کثرت استغفار کرتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ہر روز سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2702)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں سو بار یہ دعا کرتے تھے۔ اے میرے رب عزوجل! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3434)

3- اور نبی کریم ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے ترک اولیٰ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے ہر لحظہ پہلے مقام سے زیادہ بلند مقام ہوتا ہے۔

4- "وللمومنین والمومنات" حرف جر کے اعادہ میں یہ اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذنب سے مراد ہے ترک

Marfat.com

اولیٰ اور عام مومنوں کے ذنوب سے مراد معاصی صغیرہ اور کبیرہ یعنی دونوں ذنوب میں تغائر ہیں حرف جر کے اعادہ سے اسی کو ظاہر کیا ہے۔ (روح المعانی: ج: 26 ص: 84)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

5- استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

بنا شد بہ آئین تحقیق دال

کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تماتی استدلال قطع پر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، سورہ مومنین وہ سورہ محمد ﷺ کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس ﷺ سے ہے مومن میں تو اتنا ہے وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (محمد: 19) اے شخص! اپنی کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔

قرآن عظیم تمام جہانوں کی ہدایت کے لئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے: اقیموا الصلوٰۃ نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (انعام: 19) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے "بدان اسعدك الله تعالیٰ" میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی o عَبْدًا اِذَا صَلّٰی o اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی o اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی o (العلق: 9 تا 12)

ابوجہل لعین نے حضور اقدس ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا اس پر آیات کریمہ اتریں کہ کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم فرمائے۔ یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیریں حضور انور ﷺ کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف۔ بلکہ فرماتا ہے فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ o (التین: 7) ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے۔ یوں ہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

6- بلکہ آیت محمد ﷺ میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں اسی کی ابتداء یوں ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ محمد (19) جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی "لا الٰہ الا اللہ" نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو

Marfat.com

جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ ۝ محمد (19) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جہاں تم سب کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے اگر ''فَاعْلَمْ'' میں تاویل کرے تو لِذَنْبِكَ میں تاویل نہیں کرتا تو ''فَاعْلَمْ'' میں تاویل کیسے کرسکتا ہے۔ دونوں پر ہمارا مطلوب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

7- دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا ''اكرم ضيفك'' اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

8- ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔

قال اللہ: وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ (طٰہٰ: 121) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ حالانکہ خود فرماتا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ: 115) آدم بھول گئے ہم نے اس کا قصد نہ پایا لیکن سہو گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ (البقرہ: 286) اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

9- جتنا قرب زائد اس قدر احکام کی شدت زیادہ۔

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا شہریوں سے بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا ''حسنت الابرار سيئات المقربين'' نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

10- آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یوں ہی کرایہ دار کی طرف یوں ہی عاریۃً لے کر بس رہا ہے اس کے پاس ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کتنے جریب ہوا یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود۔ یوں ہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے ہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو ذنبک سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اس

Marfat.com

جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے، رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (نوح:28) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:9، ص66 تا78)

اس طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنی مغفرت چاہی وہ تعلیم امت کے لئے تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے منزہ و پاک ہیں۔

دعا میں تکرار کا مستحب ہونا

☆ قوله كان يعجبه ان يدعوا ثلاثا ويستغفر ثلاثا

رسول اللہ ﷺ تین بار دعا مانگنے کو پسند فرماتے تھے اور تین پر استغفار کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

اسی میں بندے کی عاجزی کا اظہار ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے دعا کی تکرار کے متعلق ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے "باب تکرار الدعا" رکھا ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دعا میں تکرار مستحب ہے۔

کنز سے مراد

☆ قوله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابا موسىٰ الا ادلك على من كنوز الجنة

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ رضی اللہ عنہ کیا تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں۔

یہاں پر کنز سے مراد ایسا حسن عمل جس کے ذریعے عظیم ثواب حاصل ہو، جنت میں عظیم ثواب خزانہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی بكر الصديق رضی الله عنه

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اس سنن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت آرہی ہے لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور سوانح عمری بالتفصیل بیان کردوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی اور یار غار ہیں اور اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل امتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہیں سفر و حضر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔
عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد محترم عثمان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ہے ام الخمیر سلمی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار اور ہجرت کے ساتھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انت عتیق من النار، ''تم جہنم سے آزاد ہو۔''
اس دن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق پڑ گیا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق بھی ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ کئی مسلمان یہ خبر سن کر مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے بناء اس سے بھی زیادہ مستبعد چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں اس بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق پڑ گیا۔
(اسد الغابہ: جز:3، ص:206)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے رؤسا میں ہوتا تھا اور قریش حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت الفت اور محبت رکھتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے اس میں شک وتردد اور غور وفکر کیا۔ البتہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر جب اسلام پیش کیا تو انہوں نے اس میں تردد نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں ایک مبعوث ہونے والے نبی کے متعلق سنتا رہتا تھا میں نے ورقہ بن نوفل سے اس کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا وہ نبی عرب کے متوسط نسب سے مبعوث ہوگا اور مجھے متوسط نسب کا علم تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن گئے وہاں ایک بوڑھے عالم سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) دیکھ کر کہا میرا گمان ہے تم حرم کے باشندے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں اہل حرم سے ہوں۔ اس نے کہا میرا گمان ہے تم قریش سے ہو۔ میں نے کہا: ہاں میں قریش سے ہوں۔ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے تم تیمی ہو۔ میں نے کہا، ہاں۔ میں تمیم بن مرہ کی اولاد سے ہوں۔ اس نے کہا مجھے تمہاری ایک علامت کا علم ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ کھولو۔ میں نے کہا: نہیں۔ تم مجھے پہلے اس کا سبب بتاؤ۔ اس نے کہا میں اپنے صحیح اور صادق علم کے ذریعہ جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک جوان شخص اس نبی کی مدد کریں گے جوان شخص مہمات کو سر کرنے والا اور مشکلات کو حل کرنے والا ہوگا اور ادھیڑ عمر شخص سفید رنگ نحیف ولاغر ہوگا اور اس کے پیٹ پر تل ہوگا اس کی الٹی ران پر ایک علامت ہوگی۔ تم مجھے وہ علامت کیوں نہیں دکھاتے جو میں نے بتائی ہے؟ میں نے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو اس نے میری ناف کے اوپر ایک سیاہ رنگ کا تل دیکھا۔ اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم تم وہی ہو میں تمہارے پاس خود آنے والا تھا۔ میں نے کہا: کس کے لئے؟ اس نے کہا: یہ بتانے کے لئے کہ تم راہ ہدایت سے نہ ہٹنا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس میں ڈرتے رہنا جب میں اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نے کہا مجھ سے کچھ شعر سنتے جاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب میں واپس مکہ مکرمہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے مجھ سے عقبہ بن ابی معیط، شیبہ، ربیعہ، ابوجہل، ابوالبختری اور دیگر صنادید قریش ملے۔ انہوں نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک عظیم واقعہ ہوگیا ہے۔ ابوطالب کے یتیم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم اس معاملہ میں انتظار نہ کرتے اب تم آگئے ہو تو اس کا فیصلہ کرنا تم پر موقوف ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

میں نے ان کو احسن طریقہ سے واپس کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ باہر آئے میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ! میں نے کہا: آپ کے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بوڑھا شخص جو تم سے یمن میں ملا تھا۔ میں نے کہا: میں تو وہاں پر کئی بوڑھوں سے ملا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بوڑھا جس نے تمہیں شعر سنائے تھے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں واپس ہو گیا اور میرے اسلام لانے پر پوری وادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں تھا۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص 206 تا 208)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور فرمایا: اس کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور مونس وغم خوار رہے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحابیت کا انکار کر دے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ قرآن مجید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب رسول ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تم کو میرا صاحب بنائے گا جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ درآں حالیکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو بیدار کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے دیکھا کہ فرط مسرت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے پھر وہ دونوں گئے اور غار میں داخل ہوگئے اور تین دن غار میں ٹھہرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم رات کے اندھیرے میں روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن چلتے رہے حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہوگیا میں نظر اٹھا کر کوئی سائے کی جگہ دیکھنے لگا۔ اچانک میں نے ایک چٹان کو دیکھا اس پر کچھ سایہ تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے صاف کیا اور اس پر ایک پوستین بچھادی پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر لیٹ جائیے پھر میں نے نکل کر دیکھا کہ کوئی ہمیں ڈھونڈ تو نہیں رہا۔ میں نے ایک بکریاں چرانے والے کو دیکھا میں نے اس سے پوچھا تم کس کی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں نے پہچان لیا میں نے اس سے پوچھا۔ تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا تم مجھے دودھ دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس سے کہا بکری کے تھن کو گردوغبار سے صاف کرو۔ اس نے دودھ نکالا۔ میں نے اس کو ایک پیالے میں ڈال کر پانی ملا کر ٹھنڈا کیا پھر میں دودھ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اس وقت آپ ﷺ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دودھ نوش فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اتنا پیا حتیٰ کہ میں راضی ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: اب ہمیں چلنا چاہئے پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے پیچھے آرہے تھے اور سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا جو گھوڑی پر سوار تھا کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے تو ہمیں آلیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جب وہ دو یا تین نیزے کی مقدار رہ گیا تو میں رونے لگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اپنی وجہ سے نہیں آپ ﷺ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ کے خلاف دعا کی تو اس کی گھوڑی پیٹ تک اس سخت زمین میں دھنس گئی۔ وہ کہنے لگا۔ اے محمد (مصطفیٰ) ﷺ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔ آپ ﷺ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نجات دے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا۔ آپ ﷺ میرے یہ تیر اور کمان لے لیں عنقریب آپ کا میرے اونٹوں اور بکریوں سے گزر ہوگا ان میں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی وہ زمین سے نکل آیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص209 تا211)

غار میں رفاقت رسول اللہ ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار میں رسول اللہ ﷺ کے لئے کون سا مبارک عمل کیا اور راستے میں کون سا حسن عمل سرانجام دیا اس بارے میں علماء کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

امام عبدالملک بن ہشام کا قول

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا ماسوا حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں اس کے بعد مدینہ منورہ آجائیں اور مکہ مکرمہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ ﷺ کے پاس رکھوا دیتا کیونکہ سب لوگ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ مکرمہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں پھر شام کو آ کر ہمیں خبر دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس آجائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما شام کو ان کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو غار میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور غار کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس میں کہیں سانپ یا بچھو تو نہیں ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کے اثر سے محفوظ رکھیں۔ (سیرت ابن ہشام: ج:2،ص:99)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر رضی اللہ عنہ کی تمام عمر سے افضل اور بہتر ہے۔ کیا میں تمہیں ان کی ایک رات اور ایک دن کے متعلق بتاؤں؟ راوی بیان فرماتے ہیں: ہاں! اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات تو وہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے کبھی آگے چلتے کبھی دائیں چلتے کبھی بائیں چلتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ایسا کیوں کر رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف اس لیے چل رہا ہوں کہ اگر کوئی اچانک آپ پر حملہ آور ہو تو اس کا پہلا نشانہ میں بنوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات چلتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں گھس گئے یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر دوڑنا شروع کیا حتیٰ کہ غار ثور کے دہانہ پر پہنچ گئے وہاں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں پہلے داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوں گا تا کہ اگر اس میں کوئی مضر چیز ہے تو پہلے مجھے اس کا ضرر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں گئے اور کوئی مضر چیز نہیں پائی غار میں بہت سوراخ تھے جن میں مختلف اقسام کے سانپ تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان سوراخوں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے انہوں نے سوراخ میں اپنا قدم رکھ دیا سانپ ان کے پیر پر ڈنک مارنے لگے اور ڈسنے لگے اور تکلیف کی شدت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رات ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:2،ص:477)

امام ابوجعفر احمد المحب الطبری کا قول

امام ابوجعفر احمد المحب الطبری متوفی 694ھ لکھتے ہیں:

ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں بیان کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو سوراخ بھی دیکھا اس میں اپنی انگلی داخل کر دی حتیٰ کہ ایک بڑا سوراخ دیکھا اس میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی پھر کہا: یارسول اللہ! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے آئیے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ تیار کر دی ہے۔ (الآخر) رات بھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ڈنک مارتے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی تکلیف میں رات گزاری صبح کو انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہوا

Marfat.com

ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سانپ کے ڈنک مارنے کا اثر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو خراب کرنا ناپسند کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا تو ان کے جسم کا سارا درد جاتا رہا اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج:1، ص:102)

امام طبری نے دوسری روایت یوں بیان فرمائی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی عظمت اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوتا ہوں تا کہ اگر اس میں کوئی چیز مضر ہو تو اس کا ضرر مجھے لاحق ہو نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو اس میں بہت سوراخ تھے انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر وہ تمام سوراخ بھر دیئے دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہوں نے ان پر اپنا پیر رکھ دیا پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک مارنے شروع کر دیئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔
(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج:1، ص:104)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی کا قول

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 957ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم غار میں ہیں اگر کسی نے اپنے قدموں کے نشان کو دیکھا تو وہ ہمارے قدموں کے نشانوں کو بھی دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارا ان دونوں کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

غار کی شب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے پہلے غار میں داخل ہونے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ داخل ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہو کر اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے کپڑے کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل

Marfat.com

ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر تمہارا کپڑا (قمیص) کہاں ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! ابوبکر کو جنت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ (المنتظم: جز:2،ص:176)

امام ابن جوزی نے الوفاء میں لکھا ہے کہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوراخ میں اپنی ایڑی رکھ دی تو سانپ ان کی ایڑی میں ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ غم نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں سکون نازل فرمایا۔ (الوفاء: جز:1،ص:238)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قریش جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تو وہ کھوجی کو لائے جو قدموں کے نشان سے اپنے ہدف تک پہنچتا تھا حتیٰ کہ وہ شخص غار پر جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے کہا یہاں آ کر نشانات ختم ہو گئے ہیں مکڑی نے اسی وقت غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکڑی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ جب انہوں نے مکڑی کے جالے کو دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:8،ص:75)

علامہ احمد قسطلانی کا قول

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر سے محفوظ رکھیں انہوں نے ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی تاکہ اس میں کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچائے پھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

ایک روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ جب سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگایا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی۔ (مواہب اللدنیہ: جز:1،ص:149)

امام عبدالملک بن ہشام کا دوسرا قول

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لانے کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آکر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پہنچاتی رہیں پھر تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام: جز:2،ص:100)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کی ایک جماعت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو شام سے تجارت کر کے لوٹ رہے تھے پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے تشریف لا رہے ہیں وہ ہر روز صبح مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین پر جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے اور دوپہر کو لوٹ آتے حتیٰ کہ ایک روز جب ان کا انتظار بہت طویل ہو گیا اور وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے ایک یہودی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہوا کسی کا انتظار کر رہا تھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھ لیا وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے چلا کر بولا۔ اے معاشر العرب! یہ ہیں وہ تمہارے بزرگ جن کا تم انتظار کر رہے تھے مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور انہوں نے اس پتھریلی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب مڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے پھر انصار کے جن لوگوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعظیم دینے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آگئی۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:3905)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گمان کیا اسی لیے انہوں نے ابتداءً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور جب دھوپ آگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (فتح الباری: جز:7،ص:244)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی متوفی 606ھ سورہ توبہ کی آیت 40 کے تحت لکھتے ہیں:

1- نبی کریم ﷺ غار میں اس لیے گئے تھے کہ کفار آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے تو اگر آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باطن پر مکمل اعتماد نہ ہوتا کہ یہ مومن برحق اور صادق اور صدیق ہیں تو ان کے ساتھ اس غار میں کبھی نہ جاتے کیونکہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف تھا تو آپ کو یہ خدشہ ہوتا کہ یہ کافروں کو آپ ﷺ کے چھپنے کی جگہ بتادیں گے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صادق اور مخلص قرار دیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ظاہر کے موافق تھا۔

2- یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مخلصین کی ایک جماعت تھی اور اس جماعت میں ایسے لوگ تھے جو شجرہ نسب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے تو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو حضور انور ﷺ اس خطرناک موقعہ پر اپنی معیت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخصوص نہ کرتے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کی رفاقت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دین میں بہت بلند مرتبہ ہے۔

3- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا ثانی قرار دیا اور دین کے اکثر مراتب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے ثانی ہیں کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور آپ ﷺ نے تبلیغ کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے پھر امت میں دوسرے درجے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ میں اول حضور ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اسی طرح ہر جہاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے ثانی تھے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی مدافعت میں بہت بعد میں تلوار اٹھائی ہے ابتداء میں کفار کی ایذاء رسانیوں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دفاع کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا سو امامت میں بھی اول ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور جس جگہ حضور انور ﷺ دفن ہوئے بعد میں وہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے سو تبلیغ، جہاد، امامت اور روضہ میں تدفین، ہر معاملہ میں اول حضور انور ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

4- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صاحب ہیں اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی فضیلت پر دلیل ہے۔

حضرت حسین بن فضیل بجلی نے فرمایا:

جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی اول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوگا کیونکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصف صحابیت کے ساتھ متصف کیا ہے اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی اس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے کہ وہ مومن کا صاحب ہے۔

جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَ (یوسف:39)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا) اے قید خانہ کے صاحبو!

اس کا جواب یہ ہے: ہر چند کہ یہاں پر دونوں کافر کا وصف صاحب کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کے آگے ہی وہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں جو ان کے مشرک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف یہاں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصف ''صاحب نبی'' ذکر کیا اور بعد میں وہ الفاظ ذکر نہ کیے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ہیں۔ ''لا تحزن ان اللہ معنا'' سو اگر فرط عداوت نہ ہو تو ان دونوں وصفوں میں کیا مناسبت ہے۔

ایک بار مصنف نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے اس استدلال پر ایک عالم نے یہ معارضہ کیا کہ احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین پر اپنے اصحاب کا اطلاق کیا ہے۔

مثلاً امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن ابی سلول نے کہا انہوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بلایا ہے جب ہم مدینہ منورہ واپس جائیں گے تو عزت والے مدینہ سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم اس خبیث یعنی عبداللہ کو قتل نہ کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں لوگ یہ کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ہر چند کہ عبداللہ بن ابی پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق ہے لیکن ساتھ ہی اس کی اہانت اور تذلیل کا بھی ذکر ہے کیونکہ اس کو خبیث کہا ہے اور واجب القتل قرار دیا ہے اس کے خلاف اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کا اطلاق ہے اور اس کے ساتھ ان کی تعظیم اور اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔

5- اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب سے فرمایا: ''لا تحزن ان اللہ معنا'' اور یہ معیت حفاظت اور نصرت کی معیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شریک رکھا ہے اگر شیعہ اس معیت کو کسی فاسد معنیٰ پر محمول کریں تو العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس معیت میں ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس لیے معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ اور مددگار ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ محافظ اور مددگار ہو اس کے عقائد میں نفاق اور ارتداد

Marfat.com

داخل نہیں ہوسکتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت پر حرف آئے گا۔

دوسری تقریر یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ o (نحل:128)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں یعنی متقی اور محسن ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور سورہ نحل کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیکوکار ہو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متقی اور نیکوکار ہیں۔

6-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لاتحزن" غم نہ کرو۔ یہ غم کرنے سے نہی اور ممانعت ہے اور نہی دوام کو واجب کرتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلقاً رنج و غم نہیں کریں گے زندگی میں نہ موت سے پہلے نہ موت کے بعد اور یہ اسی کا وصف ہوسکتا ہے جو دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو۔

7-اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فانزل اللہ سکینة علیه ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین نازل فرمائی۔

شیعہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی۔ یہ اس لیے غلط ہے کہ خوف اور حزن تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لاحق تھا اس لیے تسکین کا تعلق بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہئے نیز اگر تسکین کا تعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خائف تھے اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خود خائف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دینا۔ غم نہ کر۔ غیر معقول ہوگا اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی پرسکون تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کافروں کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائے گا۔

ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلب پر تسکین نازل فرمائی اور جس پر اللہ تعالیٰ کی تسکین نازل ہوئی ہو وہ نفاق، ارتداد اور دین و دنیا کے ہر قسم کے خطرات سے مامون اور محفوظ رہے گا۔

8-اسی پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سواری خریدی اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا غار میں کھانا لے کر آتے تھے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اور میرا صاحب غار میں دس اور چند روز ٹھہرے اور سوائے کھجوروں کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ لوگ

حضور ﷺ کونہیں پہچانیں گے تو انہوں نے حضور انور ﷺ کے اوپر ایک چادر سے سایہ کیا تا کہ لوگ پہچان لیں کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں پھر اہل مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان کر آپ ﷺ کی تعظیم کی۔

9- جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور انصار مدینہ منورہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے سفر اور حضر میں اپنی رفاقت کے لئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا۔

10- چونکہ اس سفر میں حضور انور ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اسی لیے اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو جاتے تو حضور انور ﷺ کے تمام معاملات کے کفیل صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے اور امت کے متعلق آپ کے وصی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے اور اس سفر میں جو قرآن مجید کی آیات نازل ہوتیں ان کی تبلیغ بھی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے اور یہ تمام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل عالیہ اور درجات رفیعہ پر دلالت کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر: جز: 4، ص 438 تا 440)

غزوات میں شرکت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں یہ عظیم فرشتے جنگ میں حاضر ہیں۔

امام محمد بن سعد نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بدر، خندق، احد، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا۔ جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سو وسق طعام دیا۔ جنگ احد اور جنگ صفین میں جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان دونوں جنگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ تمام اہل سیرت اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔

(اسد الغابہ: جز: 3، ص 211 تا 212)

مانعین زکوٰۃ سے قتال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جو کافر ہوئے وہ

کافر ہو گئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا ماسوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1399)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ بن خالد سے روایت ہے:

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتویٰ دیتا تھا؟ انہوں نے کہا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔ ان کے سوا میں اور کسی کو نہیں جانتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے کا اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے ہمیں تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اختیار دینے کی خبر دی ہے اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ دراصل جس شخص کو اختیار دیا گیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مت روؤ لوگوں میں سے جس شخص نے اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کیا ہے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں مسجد میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا اور کسی شخص کا دروازہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص216 تا217)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی روز سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی پھر اس کے ایک دن بعد عام بیعت کی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ، قبیلہ خزرج کے چند لوگوں اور قریش کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب نے بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے:

Marfat.com

اس دن تمام قریش نے بیعت کرلی تھی۔

ایک قول یہ ہے:

قریش میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابتداءً بیعت نہیں کی تھی بعد میں بیعت کرلی۔

ایک قول یہ ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بیعت نہیں کی اور پھر بیعت کرلی پھر ہمیشہ ان کے احکام کو سنا اور اطاعت کی ان کی تعریف کرتے رہے اور ان کے فضائل بیان کرتے رہے۔

ابوعبیدہ بن حکم بن حجل سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس کو سزا دوں گا جو مفتری (جھوٹے) کو سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہوگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں سو انہوں نے غسل دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کی قبر میں اترے انہیں رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی اور خلافت کا عرصہ گزار کر ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مساوی ہوگئی ان کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ" نقش تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تاحیات کوئی شعر نہیں کہا انہوں نے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا۔ (استیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:2، ص:257)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد اجماع امت سے سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے ارشاد فرمایا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ میں سے فلاں شخص یہ کہتا ہے: اگر عمر رضی اللہ عنہ مر گئے تو میں فلاں بندے کی بیعت کروں گا کسی بندے کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوگئی تھی ہاں وہ ایسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا اور آج آپ میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے روبرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں جھک جائیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھے رہے اور تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے الگ ہو کر بیٹھے رہے اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلئے ہم ان کے پاس گئے تو دو آدمی ہمیں ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے کرتوتوں کے متعلق بتایا اور کہا: اے گروہ مہاجرین! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا وہاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے کر لیجئے میں نے کہا: قسم خدا عزوجل کی! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس گئے اور وہ اجتماع کیے بیٹھے تھے ان کے مابین ایک کمبل پوش آدمی تھا میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ۔ میں نے کہا: اسے کیا تکلیف ہے۔ انہوں نے کہا اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے مہاجرین کے گروہ تم ہمارا ہی ایک قبیلہ ہو لیکن آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے آپ ہم کو بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جس کو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصہ کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ ٹھہریئے میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جو باتیں کہنے کے لئے میں نے تیار کی ہوئی تھیں وہ انہوں نے فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا: اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملے میں عرب قریش کے اس قبیلے کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے یہ سب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمالیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اس کو پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن ماردی جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہتا ہوں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ انصار میں سے خباب بن منذر نے کہا: اے قریش! ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہوگا اس کے بعد شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ بڑھائیے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کوئی متفقہ بات نہیں دیکھی ہم کو تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے الگ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم خدانخواستہ ان کی بیعت کر لیں یا ان کی مخالفت کریں تو اس صورت میں فساد ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمۃ من قریش سے حجت پکڑی اور ایک صحیح حدیث ہے، جو متعدد اسناد سے چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔

نسائی، ابویعلیٰ اور حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو انصار نے کہا: ہم سے بھی ایک امیر ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں سے ہوگا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور آپ میں سے کون منشاء کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہو۔

ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب بندے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر سقیفہ میں جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انصار کے خطیب اٹھ کر کہنے لگے۔ اے مہاجرین کے گروہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے تو ہمارے ایک شخص کو ساتھ بھیج دیتے جس سے ہم کو معلوم ہو جاتا کہ اس کام کو دو آدمی کر رہے ہیں ایک ہم میں سے اور ایک آپ میں سے۔ انصار کے خطیب بار بار اس بات پر زور دیتے رہے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مہاجرین میں سے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہوگا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی انصار سے ہوں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا یہ تمہارے بڑے ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر مہاجرین اور انصار نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف دیکھا مگر وہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تو وہ آئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور ان کے ساتھیوں کی بات کہہ کر مسلمانوں کے گروہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! برا نہ مانئے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور داماد ہونے کا کہہ کر مسلمانوں کو پراگندہ کرنا چاہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برا نہ مانئے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔

ابن اسحاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب سقیفہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو دوسرے دن آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتفاق بہترین شخص پر فرما دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی اثنین ہے لہٰذا اٹھئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجئے۔ اس پر لوگوں نے سقیفہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی عام بیعت کی

Marfat.com

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وثناء کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے لیکن میں آپ میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں برا کام کروں تو مجھے سیدھے راستے کا کہنا۔ صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے تم میں کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ لے کر دوں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے میں حق وصول نہ کرلوں جب کوئی قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کردیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی کا نشو ہوتا ہے تو اس پر طرح طرح کے مصائب آتے ہیں جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہٹ جاؤں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی امارت کا چاہنے والا نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس بات میں کوئی رغبت تھی اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے بارے میں سوال کیا مگر فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا سکون ہے میں نے ایک بڑے معاملے کا بوجھ اٹھایا ہے جس کو میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں تو صرف یہ غصہ تھا کہ ہم کو مشورے میں بلایا ہی نہیں گیا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ خلافت کا اہل اور حق دار سمجھتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں ہم آپ کے مقام سے واقف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثنین کی موجودگی میں میری بیعت کروگے۔

اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان فرمائی ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ آگے کیجئے میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری طاقتوری آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب سقیفہ کے روز بیان فرمایا تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا۔'' پھر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریش اس خلافت کے والی ہیں۔ نیک لوگ نیک لوگوں کے اور برے لوگ برے لوگوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ نے صحیح فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبدالبر نے یہ جو روایت کیا ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا تھا وہ ضعیف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہوگا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں اعلان کروایا کہ نماز جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کروائی گئی پھر آپ نے بیان فرمایا اور فرمایا لوگو! میری خواہش تھی کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں کیونکہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔

اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ

مجھے اچانک یہ کام دے دیا گیا ہے خدا کی قسم! میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کو سنبھال لیتا مگر اگر آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہیں ہونے والا۔ اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا اور اس نے آپ کو معصوم قرار دیا تھا میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں لہٰذا میرا خیال رکھو جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرنا اور جب مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھنا تو مجھے سیدھا کر دینا اور یہ بھی یاد کر لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے اوپر غالب آجاتا ہے لہٰذا جب مجھے غضب ناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب کرنا میں کسی کو برائی بھلائی میں کسی پر ترجیح نہیں دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی دوسری روایت میں ہے کہ

Marfat.com

مجھے آپ کا یہ کام دے دیا گیا ہے لیکن میں آپ سے بہتر نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے سنت کے راستے بتائے۔ لوگو! اس بات کو خوب جان لو کہ سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے جب تک کہ اس کا حق لے کر نہ دوں اور طاقتور سب سے کمزور جب تک اس سے حق وصول نہ کرلوں۔ اے لوگو! میں اتباع کرنے والا ہوں بدعتی نہیں اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور میں جب جھگڑوں تو مجھے سیدھا کرنا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

کوئی بندہ اس شرط کے بغیر امام نہیں بن سکتا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو فرمایا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر راضی ہوگئے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! تو کہنے لگے جس کو تو اونچا کرے اسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا اور جس کو تو گرادے تو اس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا۔

اور واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن کی گئی۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ منبر پر اس جگہ کبھی نہیں بیٹھے جہاں پر رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مقام پر بیٹھے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے۔

(الصواعق الحرقہ: ص 59 تا 64)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

تحقیق آپ نے جانا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور جو بات کی گئی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعت سے پیچھے ہٹے تھے ایک من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کی صراحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں روایت کیا ہے جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو برا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اچھا جانا اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت پر نظر دوڑائیے تو معلوم ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے اولیٰ فقیہہ اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیان فرما رہے ہیں اسی وجہ سے ہر زمانے کے اہل سنت و جماعت یعنی ہمارے دور سے

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور تک کے تمام حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں اسی طرح سب معتزلہ اور کثیر فرقوں کا یہی گمان ہے اور ان لوگوں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع اس بات کے یقینی فیصلہ کا ثبوت ہے کہ آپ اس کے سب سے اول اہل تھے اور یہ وہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کو پوشیدہ کوئی نہیں رکھ سکتا اس احتمال کا اظہار کرنا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ تمام کے علم میں ہی نہ ہوا گر تمام لوگوں کو معلوم ہوتا تو لازمی بات ہے کچھ لوگ اختلاف بھی کرتے اس بات سے وہم اس وقت ہوسکتا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو موقع پر موجود تھے شروع سے آخر تک اجماع کے بیان کو درست ہی نہ کہتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمام کے اجماع کو درست فرمایا ہے لہٰذا اس وہم کی کوئی حقیقت نہیں ہے اسی لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی انہی لوگوں میں شمولیت رکھتے ہیں آپ نے تو اس امر کو اجماعی فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جس کا بیان آئندہ آئے گا جب آپ رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے یہ سفر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کا ذکر فرمایا اور فرمایا دو اشخاص نے بھی اس معاملہ میں کسی قسم کا اختلاف نہ کیا۔

اور امام بیہقی نے زعفرانی سے روایت کیا ہے:

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد ان میں شدید اضطراب ہوا اور ان لوگوں نے آسمان کے نیچے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اچھا کسی کو نہ پایا انہوں نے اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکا دیں۔

اور اسد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے میں کوئی شک ہی نہیں تھا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بھی کہا جاتا ہے وہ تو خطا اور گمراہی پر کبھی اتفاق ہی کر سکتے تھے لہٰذا امت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہی پر اجماع کر لیا ہے تو باقی دو نے بھی ان سے جھگڑا نہ کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اسی طرح ان کی امامت پر اجماع بھی ہو گیا اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے ضرور تنازع کرتے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنازع کیا حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقتور اور شوکت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طاقتور اور شوکت کی پرواہ کیے بغیر ان سے تنازع کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کا تنازع زیادہ مناسب تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا تنازع نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کو قبول ہی نہ کیا اگر ان کو کسی نص کا معلوم ہوتا تو ضرور بالضرور قبول کرتے خاص طور پر اس لیے کہ ان کے ساتھ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسی شجاع ہستی اور بنو ہاشم اور ان کے علاوہ بھی تھے اور جو

Marfat.com

گزشتہ بیان کیا ہے کہ انصار نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ناپسند کیا اور یہ کہا: ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر تم لوگوں میں سے ہوگا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمۃ من قریش سے ان کا رد کیا تو ان لوگوں نے آپ کی پیروی کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو طاقتوری، شوکت وشجاعت وتعداد کے لحاظ سے ان سے زیادہ تھے اگر ان کے پاس کوئی نص ہوتی تو وہ بھی تنازع کرتے اور قبول کرنے کے زیادہ مستحق تھے اس اجماع پر اس لیے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا جاسکتا کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بعض معاملات کی وجہ سے شمولیت نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سوچا اس وقت جو ارباب حل وعقد جن کو آسانی سے جمع کیا جاسکتا ہے ان کی موجودگی کی وجہ سے یہ امر طے ہو چکا ہے۔

اور ایک روایت اس طرح بھی ہے۔

جس وقت یہ لوگ بیعت کے لئے آئے تو ان لوگوں نے وہی عذر سامنے رکھا جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ ہم بھی اس کے مستحق تھے ان کو خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض بھی نہ تھا اس لیے کہ اس امر کی عظمت کی وجہ سے وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

متقدمین نے جس عذر کو بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ روایت بھی ہے جس کو دارقطنی نے بہت سے طرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دونوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے وقت کہا: ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا ہے ورنہ ہم تو آپ رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اس لیے کہ آپ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم تو آپ رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور شرف کی منزلت کو خوب جانتے ہیں اور اس روایت کے آخر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور نہ ہی مجھے اس میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی کبھی میں نے اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے مجھے تو فتنہ کا خوف ہوا مجھے امارت میں کسی قسم کا سکون نہیں ملا۔ بلکہ میں نے ایک بڑے معاملہ کو اپنے ذمہ ٹھہرالیا ہے جس طرح کہ پہلے ذکر ہو گیا ہے تو انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عذر کو تسلیم کر لیا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی اور بیعت میں پیچھے رہنے پر معذرت کی اور کہا: مجھے مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ مشاورت میں میرا بھی حق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بیان کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور وہی عذر پیش کیا جس کا بیان گزشتہ ہو چکا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئے تو مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس کام کو صحیح فرمایا۔

Marfat.com

ایک متفق علیہ حدیث میں اس کی وضاحت اور بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا جس میں اپنی میراث کے متعلق کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فئی کا مال مدینہ منورہ اور فدک میں دیا تھا اور پانچواں جو خیبر کا بقیہ تھا اس کے متعلق بھی پوچھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے اور اس پر کوئی حق وراثت نہیں رکھتا۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس مال میں کھانے کی رخصت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا بلکہ اس کو اس حال پر رہنے دوں گا جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق اس پر عمل بھی کروں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی چیز بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نہ دی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور تاوفات آپ رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے چھ ماہ تک حیات رہیں آپ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو سپرد خاک کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی نہ دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی جنازہ پڑھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ایک مقام حاصل تھا جب آپ رضی اللہ عنہا وفات پاگئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا خیال میری طرف پہلے کی طرح نہیں رہا جس طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان سے صلح کرنی چاہی ان ماہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف اکیلے میرے پاس تشریف لائیں یہ اس وجہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ وہاں ہرگز اکیلے نہ جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں امید نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے برا سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے ہاں ضرور جاؤں گا جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو مرتبہ دیا ہے اس سے خوب واقف ہیں اور آپ کی فضیلت بھی ہے آپ کی کسی نیکی کے آگے ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے خلافت کے معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس میں خود کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رشتہ داری سے صلہ رحمی کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ جو مال کے معاملے میں آپ کے اور میرے درمیان تنازع ہے میں نے اس بارے میں کسی بھلائی سے کوتاہی نہیں کی ہے اور وہ کچھ کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

Marfat.com

کل رات آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا وعدہ کیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اور ان کی بیعت سے پیچھے رہنے کے عذر کو ذکر کیا اور استغفار فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کو بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا مجھے نہ ہی ان کی فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے اور نہ ہی مجھے اس سے برتری کا کوئی خیال ہے مجھے تو بیعت سے پیچھے رہنے پر اس بات نے ابھارا ہے کہ ہم خلافت کے معاملے میں اپنا استحقاق سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں نے ہمارے مشورے کو نظر انداز کیا اور ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس کی وجہ سے ہمیں بہت دکھ ہوا ہے۔

اور مسلمانوں نے بامسرت ہو کر کہا:

آپ رضی اللہ عنہ صحیح فرما رہے ہیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معروف معاملہ کو دہرایا تو مسلمان آپ کے قریب ہو گئے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر اور فرمان پر تفکر فرمائیے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی نیکی میں آگے نہیں اور نہ ہم کو آپ رضی اللہ عنہ کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔

اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ جن کاموں پر مشتمل ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رافضی جو بھی باتیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ ان سے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے یہ کس قدر جہالت پر ہیں اور احمق ہیں پھر وہ حدیث مبارکہ جس کے اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت سے پیچھے رہنے کا بیان ہے یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے پہلے ہو چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں بیعت کی لیکن حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت کا بیان ہے اس کو حبان نے اور اس کے علاوہ لوگوں نے صحیح کہا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کی تاخیر بیعت کے بارے میں آئی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہ کیا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے مابین جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہوئی ہے اس میں کافی منافات بھی۔ مگر بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوسری بار بیعت کی اس سے بعض حقیقت نہ جاننے والے لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیعت سے اس لیے پیچھے ہوئے کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر چڑھ کر اس شبہ کو دور کر دیا اس کا بیان چوتھی فصل میں ہو گا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے (مگر میں اس فصل کو نقل نہیں کروں گا اگر جس نے

Marfat.com

مطالعہ کرنا ہو تو فقیر نے الصواعق المحرقہ کا ترجمہ و تخریج کی ہے اس کا مطالعہ فرمالیں)

جب آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تاخیر کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی اور فرمایا۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ میری بیعت امارت کو پسند نہیں فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! بلکہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کر لوں علاوہ نماز کے چادر نہیں ڈالوں گا۔

کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ترتیب نزول کے موافق قرآن مجید کو جمع کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ کے اس کھلے عذر پر غور فرمائیے اس سے یہ ثبوت ملے گا کہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اجماع ہو چکا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہی اس کی اہلیت رکھتے تھے اگر اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو تو یہ معاملہ ہی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ غیر متواتر نصوص سے اجماع سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نص غیر متواتر کا ظنی ہوتا ہے جس طرح کہ آنے والے صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

نووی نے اسانید صحیحہ سے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے:

جس بندے نے یہ کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کا زیادہ حق رکھنے والے تھے اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین اور انصار کو غلطی پر ٹھہرایا اور میرے مطابق اس خطاء کے ہوتے ہوئے اسے کوئی عمل آسمان تک نہ لے جائے گا اس کو دارقطنی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص 65 تا 70)

قرآن وسنت سے خلافت کا ثبوت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں کے لئے نرم اور کفار کے لئے سختی سے پیش آنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامتی سے ڈرنے والے نہ ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ واسع اور علیم ہے۔" (المائدہ: 54)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے:

انہوں نے قسمیہ کہا: اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب عرب دین سے پھر گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحب ان سے لڑ کر اسلام میں واپس لے آئے۔

اور قتادہ سے یونس بن بکیر نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد عرب دین سے پھر گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جنگ کا تذکرہ کیا اور حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ یہ آیت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اتری ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ (المائدہ:54)

اس آیت کی تفسیر میں ذہبی نے لکھا ہے کہ

جب مدینہ منورہ کے اردگرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر مشہور ہوئی تو عرب والوں کے بہت سے قبیلے اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے منکر ہو گئے اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا جنگ میں سرعت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کا بچھڑا یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان سے کیسے جنگ کریں گے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں جو اس طرح کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اس کے کہ اس نے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے الا بحقها کے الفاظ فرمائے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ملاحظہ کیا کہ جنگ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھل چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلے اور نجد کے قریب پہنچے تو دیہاتی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ان پر ایک شخص کو امیر مقرر کر دیں اور آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے جائیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔

امام دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر تشریف رکھ چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ رضی اللہ عنہ سے صرف وہی کہوں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن فرمایا تھا۔ اپنی تلوار کو تیار کیجئے مگر ہم کو اپنی جان کے بارے میں دکھی نہ کریں مدینہ منورہ واپس تشریف لے چلئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم کو آپ رضی اللہ عنہ کا دکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو قتل کیا اور چند کو قیدی بنا لیا اور باقی

Marfat.com

اسلام کی طرف دوبارہ آ گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لئے روانہ کیا گیا دونوں لشکروں میں پھرتی ہوئی اور کئی دن تک محاصرہ رہا آخر کار لعنتی کذاب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ خلافت کے دوسرے سال آپ نے العلاء الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا ہاں کے لوگ بھی دین سے پھر گئے تھے۔ بحواث جگہ پر لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو نصرت حاصل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمان کی طرف حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ کیا یہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے اسی طرح مہاجر بن امیہ اور زیادہ بن بعید انصاری کو آپ نے مرتدین کی دو جماعتوں کی طرف روانہ کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ اس بات کو آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار دہرایا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے اور مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں عرب مرتد ہونے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: اس لشکر کو واپس بلا لیں اور آپ ان کو روم کی طرف بھیج دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ٹانگیں کتے گھسیٹتے پھریں جب بھی اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب بھی کبھی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرتے جو مرتد ہونے کا خواہش مند ہوتا تو وہ کہتے اگر لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ منورہ سے کبھی نہ باہر آتی مگر ہم ان کو چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو۔ پس رومیوں نے ان سے ہارا اور مقتول ہوئے اور یہ لوگ عافیت کے ساتھ واپس آئے اور اسلام پر تا دائم رہے۔

تہذیب میں نووی نے لکھا ہے کہ

ہمارے اصحاب نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالے سے گزری ہے اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص کو دیکھ لوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ان لوگوں نے اونٹنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رسی جس کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں زکوٰۃ میں دیتے تھے مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی جنگ کروں گا۔

اس سے شیخ ابو اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم والے تھے کیونکہ علاوہ آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکا پھر بحث کے بعد ان پر ظاہر ہوا کہ آپ کی بات صحیح ہے اور ان لوگوں نے آپ سے رجوع کر لیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟

اس نے جواب دیا کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی آدمی کو نہیں جانتا۔

اور ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طیبہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیا کرتے تھے' پھر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ میں سے چوتھی حدیث مبارکہ سے آپ کے زیادہ عالم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زیادہ قرآن مجید کے عالم تھے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقدم کیا تھا اور آپ نے فرمایا: لوگوں کی امامت کے فرائض وہ بندہ ادا کرے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو زیادہ جانتا ہو۔

اور آگے ایک ایسی حدیث مبارکہ آئے گی جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے لوگوں کے لئے مناسب نہیں کہ کسی اور بندے کو امام مقرر کریں اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ سنت کے بھی عالم تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنے والے معاملات پر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یاد رکھتے تھے اور پھر اس طرح کیوں نہ ہوتا اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ بعثت کے اول روز سے لے کر یوم رحلت تک مسلسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ بہت ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے آپ رضی اللہ عنہ سے تھوڑی احادیث روایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تھوڑا عرصہ حیات رہے اگر آپ رضی اللہ عنہ زیادہ عرصہ حیات رہتے تو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ احادیث مبارکہ روایت ہوتیں۔ حدیث مبارکہ کو نقل کرنے والوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مبارکہ بھی نقل کی ہے اس میں غفلت نہیں کی آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان کو آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ وہ خود آپ رضی اللہ عنہ کی روایت میں شریک تھے وہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے جو ان کے پاس موجود نہ ہوتی تھی۔

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی بندہ تنازع لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ کو دیکھتے اگر اس میں ان کے تنازع کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے اور فرماتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہے اس کے متعلق اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتا دیجئے۔ بعض دفعہ کئی بندے آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ کو بتاتے تو آپ فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو یاد رکھتے ہیں اگر آپ کو اس کے بارے

Marfat.com

میں سنت کا علم معلوم نہ ہو پاتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اگر کسی کی رائے پر اتفاق کر لیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت کے موافق کوئی بات نہ مل پاتی تو آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو بھی دیکھتے اگر آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے ورنہ لوگوں کو بلوا کر مسئلہ ان کے سامنے رکھتے اگر وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

دوسری آیت مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی یہ آیت بھی ہے۔

''عربوں میں پیچھے رہنے والوں سے فرما دیجئے عنقریب تم لوگوں کو ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگ کرنے والی ہوگی تم ان سے لڑو گے یا مسلمان ہو جاؤ گے اگر تم نے اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا اور اگر تم اس سے پہلے لوٹ گئے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' (الفتح:16)

یہ قوم بنی حنیفہ تھی۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے بارے میں لکھا کہ یہ آیت خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حجت ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو لڑائی کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

میں نے ابوالعباس بن سریج کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے انہوں نے فرمایا: اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی علاوہ اس جنگ کے جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین اور زکوٰۃ کو منع کرنے والوں سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا: یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے فرض ہونے پر دال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو وہ سخت عذاب دے گا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو بندہ قوم کی تشریح یہ کرے گا کہ اس سے مراد اہل فارس اور روم ہیں تو اس کو جاننا چاہئے کہ ان کی طرف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کو مکمل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھے اور یہ دونوں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہوئیں اگر آپ فرمائیں کہ آیت میں داعی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آیت میں آگے لکھا ہے۔

فرما دیجئے! تم ہرگز ہماری اتباع نہ کرو گے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان کو کسی جنگ کی دعوت نہ دی گئی اور اس پر اجماع ہے جس طرح گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے باقی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے خلافت میں اسلام کے مطالبہ پر کسی جنگ کا اتفاق نہ ہوا ہاں

Marfat.com

امامت کے طلب اور حقوق کی رعایت کے بارے جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے مطابق ظالم اور ان کے مطابق کفار ہیں تو اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ جس داعی کی اتباع پر اچھا اجر اور جس کی نافرمانی پر بڑا دردناک عذاب کا آنا واجب ہے وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے لہٰذا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا ثابت ہے کیونکہ دوسروں کی خلافت کا حق ہونا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونے کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نکلتی ہیں اور اسی پر ترتیب دی گئی ہیں۔

تیسری آیت مبارکہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو بنایا ہے اور جو دین ان کے لئے پسند فرمائے گا ان میں ان کو تسکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا وہ میرے عبادت کرنے والے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ (النور:55)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیت کریمہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید اظہری سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔

اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور:55)

چوتھی آیت مبارکہ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحشر:8)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو صادقین کا لقب دیا ہے اور جس کے صدق کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دے دے اس کو کاذب نہیں کہا جا سکتا اس بات سے یہ لازم آیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کہا: وہ صادق تھے اس بناء پر یہ آیت آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔ اس کو خطیب نے ابی بکر بن عیاش سے روایت کیا ہے لیکن یہ حسن کا استنباط ہے جس طرح امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

پانچویں آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:۵تا۶)

امام فخر الدین رازی (متوفی 606ھ) فرماتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہے اس نے فرمایا ہے کہ اس آیت کی تقدیر دوسری آیت مبارکہ میں بیان ہوئی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ (النساء:69)

اور یقیناً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو صدیقین کے سردار ہیں اور اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طالب ہونے کا حکم فرمایا ہے جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صدیقین تھے اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظالم ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا جائز ہی نہ ہوتی۔

لہٰذا ہماری یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ: ص 71 تا 77)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر احادیث مبارکہ سے ثبوت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ایسے نصوص جن میں صراحۃً اور اشارۃً خلافت کا ذکر پایا جاتا ہے، بہت کثیر ہیں۔

پہلی حدیث مبارکہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر آنا۔ اس نے کہا اگر میں آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ ہوں؟ اس کی مراد یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو پھر میں کیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں یہاں تشریف فرما نہ ہوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں کسی مسئلہ کے لئے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر آنا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں پھر آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما نہ ہوں؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو آئے اور میں تشریف فرما نہ ہوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آجانا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوالقاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد

Marfat.com

فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بعد تھوڑے دن خلیفہ رہیں گے۔

ایک روایت میں خلیفہ کے بجائے آئمہ کے الفاظ ہیں اس حدیث مبارکہ کے صحیح ہونے پر سب متفق ہیں یہ کئی طرق سے روایت ہے جس کو شیخین اور دیگر نے بھی اس کو انہی طرق سے بیان کیا ہے۔ اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور مسلمان اپنے دشمنوں پر بارہ خلفاء تک غالب رہیں گے تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں سے ایک روایت میں "لایزال ھذ الامیر صالحاً" اور دوسرے میں "لایزال ھذ الامیر ماضیاً" کے الفاظ آئے ہیں۔ دونوں احادیث مبارکہ کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں "لایزال امر الناس لا ینفقی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفة" اور ایک روایت میں "لایزال الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفة" کے الفاظ ہیں۔ اس روایت کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور بزار کی روایت میں ہے:

"لایزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش"

اور ابوداؤد کے یہ الفاظ ہیں۔

جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو قریش نے آ کر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پھر جنگوں کا دور ہوگا۔

اور ابوداؤد کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لایزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلھم تجتمع علیه الامة۔

بسند حسن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

آپ سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلفاء بادشاہ ہوں گے تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: بنی اسرائیل کے نقیبوں کی مانند ان کی تعداد بارہ ہوگی۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان احادیث مبارکہ میں بارہ سے مراد ہوسکتا ہے کہ ان کے دور تک اسلام کو طاقتوری اور عظمت ملے گی اسلامی امور میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا اور لوگ ان کی خلافت پر اتفاق کریں گے۔

لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی ان کے دور میں یہ سب امور انہوں نے دیکھے حتیٰ کہ بنوامیہ کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے دور میں ان کے مابین فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت مسلسل پیدا ہوتے رہے حتیٰ کہ بنوعباس کی حکومت آئی اور انہوں نے ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

فتح الباری میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

Marfat.com

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب سے اچھے ہیں اور میں بھی اس کی اتباع کرنے والا ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے ترجیح دیتا ہوں۔

یجتمع علیه الناس سے یہ مراد ہے کہ "لوگ ان کی بیعت کے لئے اطاعت کریں گے جن کے بارے میں خلفاء پر لوگ متفق ہوئے ان میں تین خلیفہ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا وقوعہ ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو لوگ ان کی خلافت پر بھی متفق ہوئے مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقوع کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے' پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں بڑا اختلاف ہوا حتیٰ کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ عبدالملک پر متفق ہوئے پھر اس کے چاروں بیٹوں ولید، سلیمان، یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے مابین حضرت عمر بن عبدالعزیز آ گئے چاروں خلفاء کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے اور بارھویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے جس کو اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں کے مشورے سے خلیفہ بنایا اس نے چار سال تک خلافت کی پھر لوگوں نے بغاوت کی اور قتل کر دیا اس روز سے حالات خراب ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا دور پیدا ہو گیا اور پھر بنو امیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غلبہ پانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکل جانے کی وجہ سے لوگوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلیفہ کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبدالملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ دیا جاتا تھا۔ کہتے ہیں: بارہ خلفاء سے مراد قیامت تک ہونے والے بارہ خلفاء ہیں جو حق کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے اگرچہ ان کا دور مسلسل نہ ہو اس کی تائید ابی الجلد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے ان میں سے دو شخص اہل بیت نبوی سے ہوں گے اسی بنیاد پر الھرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں بعض کے نزدیک مہدی عباس بھی ان میں شامل ہیں کیونکہ اس کا مقام عباسیوں میں وہی ہے جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ہے اور طاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے رہے دو خلفاء ان کا انتظار ہے ان میں سے ایک مہدی رضی اللہ عنہ ہیں جو اہل بیت نبوی میں سے ہیں کچھ محدثین نے سابقہ روایت کو ایک روایت کی بنیاد پر مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلفاء پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے اور آخر میں ایک خلیفہ ہو گا جو ان دونوں کی اولاد سے نہیں ہو گا لیکن بارھویں آیت پر کلام کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا بیان ہو گا وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ ضعیف روایت ہے اس لیے اس پر اعتماد ہی نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

تیسری حدیث مبارکہ

اس کی تخریج امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور ابن ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہا نے اس کو حسن کہا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو صحیح کہا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

اور ابی الدرداء اور حاکم نے طبرانی سے اس کی تخریج حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے اور امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور امام حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی صحیح میں اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں کتنا آپ میں موجود رہوں گا لہٰذا میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور عمار رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے دلیل پکڑنا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو تم سے فرمائیں اس کی تصدیق کرنا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، رویانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور امام بان عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ''میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور عمار رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر چلنا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد سے تمسک کرنا۔''

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اختیار دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا اس کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہا: ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ ہم کو آپ کے اس رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندے کے متعلق خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار دیا تھا اصل میں جس کو اختیار دیا گیا وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال اور صحبت نے مجھے سکون دیا اگر اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلامی اخوت اور اس کی محبت رہے گی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ کوئی دروازہ کھلا نہ رہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

اور عبداللہ بن احمد سے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے یار غار اور مونس ہیں۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی اس طرح نہیں جس کے مال نے مجھے ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ سکون بخشا ہو اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے اس مسجد کی سب کھڑکیاں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے بند کر دی جائیں۔

اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے آخر میں ہے:

مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ خلیفہ کا لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قرب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو مصطلق نے اس بات کو پوچھنے کے لئے بھیجا کہ تمہارے بعد ہم کس کو صدقہ دیں؟ میں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو! جو بندہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدقہ دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا خلیفہ ہوگا اس لیے کہ صدقات لینے کا متولی بھی وہی ہے۔

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مجھے ارشاد فرمایا:

اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا آؤ تا کہ میں ان کو ایک تحریر لکھ دوں اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں سب سے اولیٰ ہوں مگر اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے راضی نہیں ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کو کئی طرق سے روایت کیا اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک تحریر لکھ دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہ کرے گا۔ پھر ارشاد فرمایا: اس بات کو چھوڑ دو اس طرح نہیں ہو سکتا کہ مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اختلاف کریں۔

Marfat.com

اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ اور مومن تمہارے معاملے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہوں گے۔

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید مرض کی حالت میں ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو رقیق القلب مرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہی بات دوبارہ کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف والیاں ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ

جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کریں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں انہوں نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا اور غصہ ہو کر ارشاد فرمایا تم یوسف والیاں ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ یہ حدیث مبارکہ متواتر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور بعض طریق سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں کیا کہ میرے دل میں بات آ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی بندے سے محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی تھی کہ جو شخص آپ کا خلیفہ بنے گا لوگ اس کو اچھا تصور نہیں کریں گے مجھے پسند تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی بات فرمادیں۔

اور ابن زمعہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں نہیں تھے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کریں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

اور ان کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جا کر حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر مجھے ایک جماعت کے ساتھ ملے مگر ان میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ میں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! لوگوں

Marfat.com

کو نماز پڑھا دیں جب آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو آپ کے با آواز بلند ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لی اور تین بار ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز کو سن لیا اور غصہ ہو کر سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا: ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ علماء نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ صراحتاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل اور امامت وخلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

علامہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سے یہ علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین و انصار کے ہوتے ہوئے نماز پڑھانے کا فرمایا جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ عالم قرآن تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خلافت کے معاملے میں زیادہ حق رکھتے تھے اور بیعت کے فضائل میں آپ کا فرمان پہلے ذکر کر دیا گیا ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

امام ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا فرمایا اور میں اس بات پر گواہ ہوں اور میں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی اسی لیے ہم اپنی دنیا کے لئے اس چیز سے رضامند ہو گئے جس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے محبوب جانا۔

علماء کرام فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے روایت کیا ہے:

بنی عمرو بن عوف کے مابین لڑائی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے ظہر کی نماز کے بعد تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! اگر نماز کا وقت آ جائے اور میں بھی نہ آؤں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مقرر کرنے اور نماز میں آگے کرنے میں اس بات کی صراحت اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور عالم امام کے مقرر ہونے سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات، ترک محرمات، احیائے

Marfat.com

سنن اور بدعات کو ختم کرنے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے دنیاوی امور اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحق لوگوں تک پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوں اس لیے صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان حفاظت میں رہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق مل جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت عظمٰی پر راضی ہوئے کیونکہ ان کو نماز میں امامت کے لئے آپ ﷺ نے مقدم کیا تھا اور پھر جس طرح کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے تمام لوگوں کا آپ رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع ہو گیا تھا۔

ابوبکر بن عیاش سے ابن عدی نے روایت کیا ہے:

مجھے ہارون الرشید نے کہا: اے ابوبکر لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس طرح خلیفہ بنایا؟ میں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں نے خاموشی کو اپنایا تھا اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اس نے کہا: تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکا دے دیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ آٹھ یوم بیمار رہے تو آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آٹھ یوم لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاموش ہونے کی وجہ سے خاموش رہے اور مومنین نے رسول اللہ ﷺ کے سکوت کرنے کی وجہ سے سکوت کیا۔ ہارون الرشید کو یہ بات پسند آئی اس نے کہا: "بارك الله فيك"

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے ابن حبان نے روایت کیا ہے:

جب رسول اللہ ﷺ نے تعمیر مسجد کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اپنا پتھر عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر ارشاد فرمایا: یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں:

اس کی اسناد میں کوئی اعتراض نہیں۔

حاکم نے اس کو مستدرک میں درست فرمایا۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دلائل میں ذکر فرمایا ہے ان دونوں کے سوا بھی کئی لوگوں نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اپنا پتھر عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیں اس میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں: اس میں ان کی قبروں کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ کے آخر میں آپ ﷺ

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ میرے بعد خلفاء ہوں گے صراحۃً معلوم ہوتا ہے یہاں خلافت کی ترتیب مراد ہے۔

نویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر سے چرخی سے ڈول نکال رہا ہوں جس کو لپیٹا نہیں گیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پانی سے بھرا ہوا یا تقریباً بھرا ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول کو اس حال میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا میں نے لوگوں کے اندر اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کرے حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ کو بنایا۔

شیخین نے اور روایت میں فرمایا ہے کہ

میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں کوئی اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی نکالتا ہو حتیٰ کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

انہوں نے ابھی ڈول نہ نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی جوش مار رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ

میرے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے سکون دینے کے لئے مجھ سے ڈول لیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے لیکن ان کو نکالنے میں ضعف ہے۔

نووی نے التہذیب میں لکھا ہے کہ

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کے اندر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔

بعض دوسروں نے کہا ہے:

دونوں خلفاء کے دور میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ ہوا اس خواب میں اس کو سراہا گیا ہے اور

Marfat.com

یہ تمام چیزیں نبی کریم ﷺ سے بھی لی گئی ہیں اس لیے وہ صاحب امر تھے اور کامل مقام پر فائز تھے اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کیے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور اسلام سے پھرنے والوں سے جنگ کی اور ان کی جڑ کاٹ دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ ہوئے اور ان کے دور میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو مسلمانوں کا معاملہ اس کنویں کے مشابہ ہو گیا جس میں زندگی دینے والا پانی ہو اور ان کا امیر اس کنویں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور نبی کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے آرام پہنچانے کے لئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس میں آپ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ موت دنیا کی تکلیف سے راحت کی وجہ بنتی ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کی تدبیر اور ان کے اموال کی نگہبانی کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت کم ہو گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا زمانہ طویل ہو گا اور لوگ اس سے کثیر فائدے اٹھائیں گے اور فتوحات کی کثرت شہروں کی آبادی اور دواوین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے گا اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اس میں کسی قسم کے عیب کی بات نہیں اور نہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہو بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی اہم بات کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔

امام احمد اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ملاحظہ کیا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑا اور تھوڑا سا پیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑ کر اتنا پیا کہ شکم سیر ہو گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پیا اور سیراب ہو گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا اور اس کے کچھ قطرے ان پر آ پڑے۔

دسویں حدیث مبارکہ

غیلانیات میں ابوبکر الشافعی نے اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم نہیں کیا بلکہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا ہے۔

گیارہویں حدیث مبارکہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی اسی طرح ہی روایت کیا اور ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح فرمایا ہے انہوں نے کہا ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہی رہے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ

Marfat.com

میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی پھر ظالم کی بادشاہی میں بدل جائے گی یعنی لوگوں پر ظلم وزیادتی ہوگی۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

آپ ﷺ کے بعد چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک تیس سال ہو گئے تھے جو اس بات پر دال ہے کہ دین کے بارے میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوئی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی۔

سعید بن جمہان سے روایت کیا گیا ہے کہ

بنوامیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے:

ارشاد فرمایا:

زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا وہ تو بدترین بادشاہ ہیں اگر تم کہو کہ یہ حدیث مبارکہ بارہ خلفاء والی حدیث مبارکہ کے مخالف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ اس جگہ الف لام کمال کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کاملہ ہوگی جو چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منحصر ہوگی اس لیے کہ آپ کا زمانہ تیس سال مکمل کرنے والا ہے پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا جس طرح کہ گزشتہ گزر چکا ہے ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن حالات کے حق دار پہلے پانچ خلفاء تھے بعد میں آنے والے ان کمالات کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بارہویں حدیث مبارکہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دار قطنی، خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں فرمایا۔

تیرہویں حدیث مبارکہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے فریب میں آجاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تمہارا راستہ لوگوں سے جدا ہوگا۔ پھر کہا میں اپنے سینے میں دو اقسام کی نرمی محسوس کرتا ہوں یا دو قسم کے راستے پاتا ہوں۔

چودھویں حدیث مبارکہ

بزار نے سند حسن سے امین امت حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

آپ کے دین کی ابتداء میں نبوت اور رحمت ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر بادشاہی اور آزادی ہے۔
اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو رحمت ثابت فرمایا ہے اس لیے کہ یہی خلافت رحمت کے دور کی مالک ہوتی ہے جس سے اس کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے حق ہونے اور خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے۔

امام ابن عساکر نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:
میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی محفل میں لوگ کچھ کھا رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے آخر میں نظر دوڑا کر ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: آپ نے اول کتابوں میں کیا پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کا خلیفہ اس کا صدیق ہوگا۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:
مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بعض باتیں پوچھنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے متعلق تسلی دیں کہ کیا رسول اللہ! نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا تیرا باپ نہ رہے۔ کیا ان کو اس معاملے میں شک ہے اللہ عزوجل کی قسم! آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو اس طرح نہ فرمایا جاتا تو آپ خشیت الٰہی عزوجل سے فوت ہو جاتے۔ (الصواعق المحرقہ: ص78 تا 91)

کیا نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص فرمائی؟

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:
اس بات کو خوب جان لو کہ اس معاملے میں اختلاف ہے اور جو بندہ سابقہ احادیث مبارکہ پر تفکر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بارے میں واضح بیان فرمایا ہے اور یہی قول محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور اسی کو حق کہا جاتا ہے۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج نے کہا ہے:
آپ ﷺ نے کسی بھی شخص کے بارے میں نص نہیں فرمائی اور ان کی تائید میں جو روایت ہے اس کو بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم پر آپ ﷺ خلیفہ بنائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کروں اور تم ان کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔
اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان فرمایا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

Marfat.com

جب خلیفہ کے مقرر ہونے کے بارے میں آپ پر طعن کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس ذات اقدس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے ترک کرتا ہوں تو اس نے بھی تمہیں اسی طرح چھوڑا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بسند حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب آپ معرکہ جمل میں غالب ہو گئے تو ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے معاملے میں سے ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا ہم نے تو رائے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی درست رہے اور وفات فرما گئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا انہوں نے معاملات کو درست فرمایا اور خود بھی درست رہے اور دین بھی ثابت وقائم رہا پھر دنیا کے طلب گار لوگ آئے ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح روایت میں بیان فرمایا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم پر آپ رضی اللہ عنہ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی خلیفہ مقرر کر دیتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء لوگوں کی خیر میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق فرمادے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو ہم نے اپنے معاملہ میں تفکر کیا تھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا تو ہم اپنی دنیا کے لئے اس چیز پر رضا مند ہوئے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے تھے ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن جمہان سے اور اس نے سفینہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کے مطابق حدیث مبارکہ نہ ملی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اس سے پہلے بیان کر دیا کہ حدیث مبارکہ "ہؤلا الخلفاء بعدی" صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور نہ کرنے میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ جہاں یہ بات فرمائی گئی کہ خلیفہ مقرر نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رحلت دنیا سے جاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ ہونے کے معاملے میں معین نہیں فرمایا اور جس مقام پر یہ بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا ہے تو بلاشک وشبہ قرب رحلت سے پہلے نص کا احتمال موجود ہے

اگر چہ موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور نے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شامل ہیں انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کے مؤید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی خلافت کے بارے میں فرمایا ہے ہاں بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے اخذ روایت ہے کہ جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور آپ کی بیعت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ ہی آپ سے دھوکہ کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے کبھی دھوکہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول پر توجہ کریں کہ

''پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔''

آپ کو اس سے معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دال ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے اور جب اس کو گزشتہ بات سے جس میں لافت کے غیر منصوص ہونے کا ذکر فرمایا ہے ملا کر تفکر کیا جائے تو وہ دونوں باتوں میں توافق کی صورت وہی ہے جس کا ہم نے گزشتہ ذکر کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلام الٰہی عزوجل سے علم ہوگیا تھا کہ خلافت کس شخص کو ملے گی اس کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو کسی معین شخص کے معاملے میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا۔ ہاں ظاہراً آپ نے اس طرح کی باتیں کیں جن سے یہ امر واضح ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی ملے گی اور جس طرح کہ پہلے ذکر کر دیا ہے کہ آپ نے اس معاملے میں خبر بھی دے دی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خبر عطا فرما دی تو یہ دو حال امت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش فرماتے اور نص جلی میں اس کو ذکر فرماتے اور وہ بات لوگوں میں مشہور بھی ہو جاتی حتیٰ کہ امت کو معلوم ہو جاتا کہ ان کو کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس پر کوئی موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ اس لیے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے اس لیے کہ یہ بات تبلیغ کے واجب ہونے کو ساقط نہیں کرتی کیا آپ جانتے نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں تبلیغ کی ہے حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے یہ علم کہ وہ حکم کو نہ مانیں گے اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امامت کے معاملے میں ایک یا دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی فائدہ مند نہیں اس لیے کہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اس سے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرت مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہیئے تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس کا پہنچانا ایک مشہور بات ہے مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے دور کے بعد

Marfat.com

مشہور نہیں ہوئی ایک جھوٹی بات ہے اس لیے کہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر مہمات دین کی طرح منقول ہوتی۔ شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں پر شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا کاذب ہونا لازم آیا انہوں نے تو اس طرح کی خبروں سے اپنے اوراق بھی سیاہ کیے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی ان احادیث مبارکہ کا مشہور ہونا تو دور کی بات ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے منقول کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا اس لیے اس کا علم ان آئمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے احادیث کی چھان بین میں عمریں گزار دیں جبکہ ان کو بے شمار احادیث مل گئی ہیں جن کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادۃً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھپا دی ہیں اور اپنی تمام کوششوں کو تلاش حدیث میں لگا دیا ہے اور جس شخص کے بارے میں ان کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا موجود ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی انہوں نے کوششیں کی ہیں لہٰذا عادت قطعیہ یہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور نقال ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے اس لیے کہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے اور نہ وہ کسی محدث کی صحت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ "آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس پر ہارون وموسیٰ علیہ السلام سے تھے" اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ "جس کا میں مولا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولا ہے" جلد ہی ان دونوں کا تفصیلی جواب آئے گا ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی نص کے طور پر یا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال نہیں اگر ہوتی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطا کار ہونا لازم آتا اس لیے کہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل بدعتیوں کے خلاف ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ دونوں احادیث مبارکہ سے جو وہم انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرضی طور پر اس کو مان بھی لیں جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں احادیث مبارکہ اس مفہوم کا احتمال نہیں رکھتیں جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا پس ظاہر ہوا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے اوراق سیاہ کیے ہیں وہ ان کے خیال پر دلالت ہی نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا اگر کوئی اس طرح کی نص موجود ہوتی تو سقیفہ کے دن جب خلافت کے معاملے میں بات ہوئی تو اس کو ضرور پیش کیا جاتا اس کے بعد ذکر کیا جاتا اس لیے کہ اس کا بیان کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا ایک جھوٹی بات ہے اس لیے جو شخص ان احوال کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے وہ یہ وہم نہیں کر سکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر دینے سے جبکہ وہاں امامت کے متعلق جھگڑا ہو رہا تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے حالانکہ وہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طاقتوری اور شان وشوکت میں نہایت ہی کم تر تھے ان کو قتل

کر دینا تو دور کی بات کسی کو زبان سے بھی اذیت نہیں دی گئی۔ پس اس منحوس تقیہ کا بطلان ظاہر ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعہ حباب سے بھی واقف تھے اس کے باوجود اس کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول وفعل سے ایذاء نہ پہنچائی حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی قوم کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی بطور عادت ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس نص کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرف رجوع نہ کرتے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور گزشتہ عصمت کی وجہ سے نفس کی پیروی سے بہت دور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح خیر القرونی قرنی کی رو سے بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے جن میں اس امت کے امین ابو عبیدہ بھی شامل تھے جس طرح کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے پس ان کے متعلق یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لیے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے تھے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ ان کے معاملے میں شرعاً یا عادۃً اس بات کو جائز قرار دیا جائے اس لیے کہ یہ دین میں خیانت ہے اگر اس طرح نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے معاملے میں جو کچھ ان سے نقل کیا گیا ہے اس سے ایمان چلا جائے گا اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہے گا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام اصول فروع انہی سے لیے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کا نقص پیدا کرنا ہے وہ بڑے بہادر تھے اسی وہم کی وجہ سے بعض ملحدین نے ان کی تکفیر کی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے معاملے میں آپ نصوص ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص بھی موجود نہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نص سے بے پرواہ کر دیتا ہے اس لیے کہ وہ نص سے طاقتور ہے اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ جو بیعت کے وقت پیچھے رہے اس کا مکمل جواب پیچھے ہو چکا ہے اور یہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلادہ نہیں ہے اور یہ اپنے بارے میں اختیار رکھتے ہیں اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے معاملے میں خود مختار ہو اگر تمہیں میرے علاوہ کوئی شخص نظر آئے تو میں اول اس کی بیعت کروں گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم بیعت کے لئے آپ کے علاوہ کسی کو اہل نہیں جانتے'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور جو لوگ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ (الصواعق المحرقۃ: ص 92 تا 96)

دوسرے مولویوں کی کتب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ثبوت

دوسرے مولویوں کی کتب میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کے معاملہ میں بیعت کی تھی جن کی تفصیل ان کے درج ذیل اقوال سے ہوتی ہے:

شیخ احمد بن ابی یعقوبی کا قول

شیخ احمد بن ابی یعقوبی متوفی 292ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر اور عمر کو خبر پہنچی کہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ علی بن ابی طالب کے ساتھ ہے اور پیغمبر خدا کی صاحبزادی کے گھر وہ سب جمع ہو گئے ہیں پس ابوبکر اور عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے اور ان کے گھر پر جمع ہو گئے علی باہر آئے اور زبیر نے تلوار حمائل میں رکھ لی عمر نے زبیر کے ساتھ کشتی کی اور زبیر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور ان کی تلوار کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں اور کہنے لگیں "بخدا تم لوگ چلے جاؤ ورنہ میں بال کھول لوں گی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کروں گی" پھر وہ لوگ چلے گئے اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی چلے گئے اور چند روز بعد ان سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی لیکن علی نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی اور ایک قول یہ ہے: چالیس روز تک بیعت نہیں کی۔ (تاریخ یعقوبی: جز:1، ص:527)

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی کا قول

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی 328ھ لکھتے ہیں:

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے:

جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی جو کیا سو کیا تو امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ وہ لوگوں پر شفیق تھے اور ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے بتوں کی عبادت کریں گے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں دیں گے اور حضرت امیر المومنین علی کے نزدیک لوگوں کو ابوبکر کی بیعت پر برقرار رکھنا اس سے زیادہ پسند تھا کہ وہ تمام لوگ اسلام ہی سے مرتد ہو جائیں البتہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے امیر المومنین کے بغض کی وجہ سے ابوبکر سے بیعت کی اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور وہ بغیر علم کے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عداوت کے بغیر ابوبکر کی بیعت میں داخل ہوئے تو ان کا یہ فعل ان کو کافر کرتا ہے اور نہ اسلام سے خارج کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھا اور چونکہ ان کو مددگار نہیں ملے اس لیے انہوں نے مجبوراً بیعت کر لی۔ (کتاب الروضۃ: جز:8، ص295 تا 296)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے سے پہلے واجب ہو چکا ہے اور میری گردن میں دوسرے کا عہد ہے۔ (نہج البلاغۃ: ص:111)

سید نبی الدین اولیائی کا قول

سید نبی الدین اولیائی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

پھر میں نے غور کیا کہ لوگوں کو اپنی بیعت اور اطاعت خدا کے لئے بلاؤں یا خود خدا کی اطاعت کروں تو میں نے دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے پر سبقت کرتا ہے اور دوسرے کا عہد میری گردن میں ہے۔ (ترجمہ نہج البلاغۃ: ص:112)

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ پچھلی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
یہ کلام، کلام سابق سے متصل ہے اس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کا حال بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا کہ خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کریں اور فتنہ کو نہ بھڑکائیں اور یہ کہ خلافت کو ملائمت سے طلب کریں اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس کے مطالبہ سے باز رہیں۔ (شرح نہج البلاغۃ: جز:2،ص295 تا 296)

شیخ ابن ابی الحدید کا دوسرا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ پچھلی عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرے قوم سے بیعت لینے پر مقدم ہے لہٰذا میرے بیعت نہ کرنے کا جواز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے (میری گردن میں میرے غیر کا عہد ہے)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں بحث اور جھگڑا نہ کروں اس لیے آپ کے حکم سے تجاوز کرنا یا آپ کی ممانعت کی مخالفت کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:2،ص:296)

شیخ ابن ابی الحدید کا تیسرا قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی لہٰذا اب حاضر کے لئے بیعت کرنے میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت کرنے کا حق ہے مشورہ دینے کا منصب صرف مہاجرین اور انصار کا ہے اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا ہے۔ (نہج البلاغۃ: ص:926)

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
ارباب حل وعقد نے جو حضرت علی کی بیعت کی تھی اس سے حضرت علی نے حضرت معاویہ پر حجت قائم کی اور صحت بیعت کے لئے تمام مسلمانوں کے اجماع کی رعایت نہیں کی۔ اس کو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر قیاس کیا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت بھی ارباب حل وعقد نے کی تھی تمام مسلمانوں نے نہیں کی تھی کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ابتداء میں حضرت علی ان کے اہل بیت اولاد بنی ہاشم اور دیگران کے متعلقین نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی اس کے باوجود مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کی صحت میں کوئی توقف نہیں کیا اور نہ حضرت ابوبکر کے احکام کے نفاذ کو ان حضرات کی بیعت پر موقوف کیا۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ امامت کے صحیح ہونے کا ایک طریقہ ہے اور حضرت معاویہ اور اہل شام کا بیعت نہ کرنا حضرت علی علیہ السلام کی امامت میں کوئی حرج واقع نہیں کرتا۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:14،ص:36)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اہم امور سرانجام پذیر ہونا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو اہم امور واقع ہوئے ہیں وہ یہ ہیں لشکر اسامہ کو روانہ کرنا، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے قتال کرنا اور قرآن مجید کو جمع کرنا۔

اسماعیلی نے اپنی سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض عرب کے لوگ مرتد ہو گئے انہوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! لوگ وحشی جانوروں کی طرح ہیں ان کے ساتھ نرمی کیجئے۔ میں تم سے مدد کی توقع رکھتا تھا اور تم مجھے رسوا کرنے آئے ہو تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کمزور پڑ گئے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی اگر انہوں نے مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے قتال کروں گا۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلا اختلاف یہ ہوا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ بعض نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں دفن کریں گے بعض نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دفن کریں گے۔ بعض نے کہا بقیع میں، بعض نے کہا بلکہ بیت المقدس میں جو مدفن انبیاء ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ وہ فوت ہوتا ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں اختلاف ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ ترک کیا وہ صدقہ ہے۔'' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی اور یہ جملہ تین بار دہرایا۔ ان سے پوچھا گیا۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ بات تم کیسے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سات سو افراد کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا جب یہ لشکر ذی خشب میں پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اس لشکر کو واپس بلاؤ یہ لوگ روم کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر درندے لوگوں کی ٹانگیں بھی کھینچتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہیں تب لوگ ارتداد کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے یہ کہا: اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ایسے میں لشکر روانہ نہ کرتے

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور جب مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دے دی اور فتح وکامرانی کے ساتھ لوٹ آئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اسی سال کے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب سے قتال کے لئے یمامہ بھیجا اور اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے بالآخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ بارہ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا اور مرتدین سے جنگ کی اور مسلمان فتح یاب ہوئے اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین سے قتال کے لئے بھیجا اور مہاجر بن ابی امیر کو اہل نجیر کے مرتدین سے جنگ کے لئے بھیجا۔ مرتدین کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا اور ابلہ کو فتح کیا اور عراق میں مدائن کسریٰ کو فتح کیا اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا پھر حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا اور جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح کی بشارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچائی گئی جب ان کی حیات میں آخری رمق رہ گئی تھی۔ (تاریخ الخلفاء: ص 72 تا 76)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زہد وتقویٰ اور خوف خدا عزوجل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ زہد وتقویٰ اختیار فرمانے والے اور خوف خدا عزوجل رکھنے والے تھے جس پر کثیر احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لئے کما کر لاتا تھا۔ ایک رات وہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے طعام لے کر آیا آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو آج آپ نے سوال نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا آج میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے لگے اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا وہ نکل نہیں رہا تھا ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے اس ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 9259)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک بار میں نے نئی قمیض پہنی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں اس کو دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نظر رحمت نہیں فرما رہا۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب بندہ دنیا کی زیب و زینت پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر میں نے اس قمیض کو اتار کر صدقہ کر دیا۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اب یہ صدقہ تمہارا کفارہ ہو جائے۔

(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 85)

حدیث مبارکہ:3

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ ایک نابینا بڑھیا کا کام کاج کرتے اور اس کے گھر میں پانی بھرتے تھے ایک دن گئے تو کوئی اور پہلے یہ کام کر چکا تھا پھر کئی دن ایسا ہوتا رہا آخر ایک دن وہ اس شخص کی گھات میں رہے دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ خلیفہ تھے۔ (اسد الغابہ: جز:3، ص:219)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے جس پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے کسی شخص کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تو ہے۔ (اسد الغابہ: جز:3، ص:217)

دوسری دلیل

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ" (البقرہ: 271)

اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے چھپا کر اپنا سارا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا؟ تم نے اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑا؟ کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم پر میں اور میرے گھر والے فدا ہوں تم نیکی کے ہر باب میں ہم سے آگے بڑھ گئے ہو۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص:21.8)

تیسری دلیل

حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اس دن میرے پاس کافی مال تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر جاؤں گا میں آدھا مال لے کر آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اپنے اہل کے لئے چھوڑا ہے میں نے کہا: اتنا ہی! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے! پھر میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص:218)

چوتھی دلیل

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار (درہم یا دینار) تھے انہوں نے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیئے اور سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا ان کے نام یہ ہیں بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، نہدیہ، اس کی بیٹی، بنو مؤمل کی باندی اور ام عبیس۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص:219)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل پر کثیر احادیث مبارکہ اور آثار شاہد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوش خبری سنو! تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے عتیق (آزاد کردہ ہو) میں کہتی ہوں اس دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث:3679)

دلیل نمبر:2

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3656)

دلیل نمبر: 3

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی بالائی بستیوں میں تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی اور اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اٹھائے گا اور آپ ضرور ہاتھ پیر کاٹ دیں گے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے آپ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپ کو بوسہ دیا اور کہا: آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں آپ پاکیزگی کے ساتھ رہے اور پاکیزگی کے ساتھ فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں چکھائے گا پھر باہر آئے اور کہا: اے قسم کھانے والے! ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3667)

دلیل نمبر: 4

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا سنو! جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اور یہ آیت پڑھی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر: 30)

آپ بھی جان بہ حق ہونے والے اور یہ مشرکین بھی مرنے والے ہیں۔

اور یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: 144)

"اور محمد (خدا) نہیں ہے صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں کیا پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم (دین اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو نیک جزا دے گا۔"

پس لوگ رونے لگے اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خاموش کر دیا۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنے کلام سے اپنے نزدیک نہایت بات کہہ رہا ہوں مجھے خوف ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات تک نہیں پہنچیں گے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت بلیغ کلام کیا اور اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ حباب بن المنذر نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! لیکن ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء ہو گے تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلو یا ابوعبیدہ سے بیعت کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں بلکہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں گے آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی بیعت کرلی اور پھر لوگوں نے بیعت کرنی شروع کردی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3668)

دلیل نمبر: 5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا:

تم میرے لیے اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمان) کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ان کو ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں ہی سب سے زیادہ (خلافت کا) مستحق ہوں اور کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کا انکار کردیں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2387)

دلیل نمبر: 6

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے جب سے ہوش سنبھالا میرے ماں باپ دین اسلام کے مطابق عبادت کرتے تھے اور ہر روز صبح یا شام کو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تھے جب مسلمان فتنہ میں مبتلا ہوئے تو ہجرت کر کے حبشہ کی طرف جانے لگے حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد پر پہنچے تو ان کو ابن الدغنہ ملا اور وہ ایک بستی کا سردار تھا اس نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سفر کروں اور اپنے رب عزوجل کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا: آپ ایسا شخص خود جائے گا نہ اس کو جانے دیا جائے گا جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لئے مال کماتے ہیں، رشتہ داروں سے مل کر رہتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کے راستے میں جو مشکلات آتی ہیں ان میں مدد کرتے ہیں میں آپ کا ضامن ہوں آپ لوٹ آئیں اور اپنے شہر میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کریں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2297)

دلیل نمبر: 7

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہوگا جس سے ہر گھر والے اور ہر بالا خانے والے کہیں گے مرحبا مرحبا ہمارے پاس آئیں ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص کتنا کامیاب اور سرخرو ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں اور وہ تم ہوگے اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6868)

دلیل نمبر: 8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا پس لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کر رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ان کے تخت پر رکھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھوں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مقام آپ کے دو صاحبوں کے ساتھ کر دے گا (یعنی رسول اللہ ﷺ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کیونکہ میں نے کتنی بار رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اور میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما گئے پس بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3677)

دلیل نمبر: 9

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوں حتیٰ کہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھوں! تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 6404)

دلیل نمبر: 10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا ان پر ایک بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا چرواہے نے اس سے وہ بکری چھینی تو بھیڑیا اس چرواہے کی طرف مڑ کر کہنے لگا درندوں کے دن میں ان

بکریوں کا کون محافظ ہوگا جس دن میرے سوا بکریوں کا کوئی محافظ نہیں ہوگا۔اور ایک آدمی ایک بیل کو لے جارہا تھا اور اس نے اس پر سامان لادا ہوا تھا بیل اس کی طرف مڑ کر کہنے لگا میں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں بلکہ میں ہل چلانے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔لوگوں نے کہا: سبحان اللہ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3663)

دلیل نمبر: 11

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنویں کے اوپر ڈول ہے میں نے اس ڈول کے ساتھ اس کنویں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا پھر اس ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے نے لے لیا اور اس سے ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے پھر ڈول وہیں آ گیا پھر اس ڈول کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑا اور میں نے اس کنویں سے پانی نکالنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح غیر معمولی قوی شخص کوئی اور نہیں دیکھا حتیٰ کہ پھر اور لوگ پانی نکالنے لگے۔(صحیح البخاری: 3664)

دلیل نمبر: 12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے ایک قسم کی دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا (کہا جائے گا) اے عبداللہ! یہ نیکی ہے سو جو نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو مجاہدوں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے وہ شخص تم ہو گے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3666)

دلیل نمبر: 13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آج صبح تم میں سے کون شخص روزے سے اٹھا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ! آج تم میں سے کوئی شخص جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج تم میں سے کسی شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی

ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں بھی یہ اوصاف ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1028)

دلیل نمبر: 14

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا اور مجھے کسی کے مال سے وہ فائدہ نہیں پہنچا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا سنو! تمہارے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3655)

دلیل نمبر: 15

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم غار میں بھی میرے صاحب تھے اور حوض پر بھی میرے صاحب ہوگے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3670)

دلیل نمبر: 16

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک بڑا پیالہ دیا گیا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا تھا میں نے اس پیالے سے پیا حتیٰ کہ میں سیر ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری کھال اور گوشت کے درمیان رگوں میں جاری ہوگیا میں نے اس پیالے میں دودھ بچا دیا اور وہ دودھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سیر ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا علم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا آپ نے فرمایا: تم نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6854)

دلیل نمبر: 17

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3692)

دلیل نمبر:18

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پھر اس کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:3697)

دلیل نمبر:19

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنا تہبند (تکبیر سے) ٹخنوں کے نیچے لٹکایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے تہبند کا ایک جانب لٹک جاتی ہے مگر یہ کہ میں اس کی حفاظت کروں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس کو تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:5784)

دلیل نمبر:20

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے افضل قرار دیتے تھے پس ہم سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:3655)

دلیل نمبر:21

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم حوض پر میرے صاحب ہو گے اور تم غار میں میرے صاحب تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3667)

دلیل نمبر:22

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ سکتا ہوں۔ میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی (یعنی آدھا لے کر آیا ہوں آدھا رکھ کر آیا ہوں) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ

گئے۔آپ ﷺ نے پوچھا:اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟انہوں نے کہامیں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے تب میں نے دل میں کہامیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ترمذی:رقم الحدیث:3675)

دلیل نمبر:23

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور کہا: میں یہ چاہتا تھا کہ میرے تمام اعمال مل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کے عمل کی طرح ہو جاتے اوران کی ایک رات کے عمل کی مثل ہو جاتے رہی رات تو یہ وہ رات تھی جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غار میں گئے جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ اس میں داخل نہ ہوں حتیٰ کہ آپ ﷺ سے پہلے میں داخل ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں داخل ہوکر دیکھا تو اس میں ایک جانب سوراخ تھا انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کران سوراخوں کو بند کر دیا دوسوراخ باقی رہ گئے۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں پیر داخل کر دیئے پھر رسول اللہ ﷺ سے کہا: اب آپ ﷺ آ جائیں۔ نبی کریم ﷺ غار میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک لگا لیکن انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بیدار ہونے کے خدشہ سے بالکل حرکت نہیں کی پھر درد کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گرے۔آپ ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے ڈنک لگا ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اس جگہ اپنا لعاب دہن ڈالا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا درد جاتا رہا بعد میں درد پھر لوٹ آیا اور وہی ان کی موت کا سبب بن گیا اور رہا ان کا دن تو جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی اور عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ زکوٰۃ میں ایک بکری کا بچہ (یا رسی) دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔پس میں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آئیں اوران کے ساتھ نرمی کریں۔تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔کیا تم زمانہ جاہلیت میں قوی اور سخت تھے اوراسلام میں کمزور اورنرم ہو گئے ہو؟ بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے کیا میری زندگی میں دین کی مخالفت کی جائے گی۔(جامع الاصول:رقم الحدیث:6426)

دلیل نمبر:24

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے تو احد لرزنے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے احد ٹھہر جا۔تجھ پر ایک نبی ہے،ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری:رقم الحدیث:3675)

دلیل نمبر:25

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کسی کے بھی کھچڑی بال (سیاہ اور سفید ملے جلے بال) نہیں تھے سوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انہوں نے بالوں کو مہندی اور سیاہ رنگ سے رنگ کر چھپالیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3919)

دلیل نمبر:26

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں پیر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور مسلمان صف باندھے ان کے پیچھے کھڑے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس قرآن مجید کے ورق کی طرح تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے مسکرائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خوشی میں لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے آئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف سے مل جائیں ان کا گمان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے باہر آرہے ہیں پھر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم نماز مکمل کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرادیا اور اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1188)

دلیل نمبر:27

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے پھر ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا پس تم میں سے کون خوشی سے چاہتا ہے کہ وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر مقدم ہو۔ مسلمانوں نے کہا: ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر مقدم ہوں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 764)

دلیل نمبر:28

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا اور میں بھی لوگوں کی جماعت میں آپ کے ساتھ تھا آپ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے بلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سو ہم گئے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے۔ میں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی تو

ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ انکار کرے گا اور مسلمان انکار کریں گے۔ یہ آپ نے دوبارہ فرمایا وہ اس وقت آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ

نہیں نہیں! لوگوں کو ابوقحافہ کا بیٹا نماز پڑھائے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 6416)

دلیل نمبر: 29

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ یہی کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے والا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3385)

دلیل نمبر: 30

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر میں باہر نکلا اور میں نے سوچا آج میں سارا دن لازماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا آپ مسجد سے نکل کر وہاں گئے اور ایک جگہ اشارہ کیا پھر میں پوچھتے پوچھتے بیئر اریس تک پہنچا اور میں وہاں دروازے پر بیٹھ گیا وہ دروازہ درخت کی شاخوں کا بنا ہوا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیئر اریس (کنواں) کی منڈیر کے وسط میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں میں اپنی مقدس ٹانگیں لٹکائی ہوئی تھیں اور پنڈلیاں اقدس کھولی ہوئی تھیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر دروازے کے پاس آکر بیٹھ گیا اور سوچا آج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان (چوکیدار) بنوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا: کون ہے؟ کہا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا، ٹھہریں پھر میں نے آپ کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو پھر میں نے آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ آ جائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول

اللہ ﷺ کے برابر اسی طرح ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے اور انہیں جنت کی بشارت دینے کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3674)

دلیل نمبر: 31

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس وقت میں غار میں تھا میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3653)

دلیل نمبر: 32

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کو ایک طرف سے پکڑے ہوئے آئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گھٹنے سے اپنا کپڑا اٹھایا پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا صاحب کسی سے جھگڑا کر رہا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کر کے کہا: میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی۔ پس میں نے جلدی کی میں نادم ہوا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف فرما دیں۔ انہوں نے مجھے اس کا انکار کیا تو میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے پھر پوچھا۔ کیا یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ گھر والوں نے کہا: نہیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور وہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! میں ہی ظلم کرنے والا تھا انہوں نے یہ جملہ دو بار کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے سچ کہا اور اپنے مال اور اپنی جان سے میری مدد کی پھر دوبارہ ارشاد فرمایا: کیا تم میرے لیے میرے صاحب کو چھوڑنے والے ہو اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایذاء نہیں دی گئی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4640)

دلیل نمبر: 33

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ صحیح تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطاء پر قرار دیا جائے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3961)

دلیل نمبر:34

محمد بن حنفیہ سے روایت ہے:

میں نے اپنے والد محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کون سب سے افضل تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا۔ پھر کون تھا۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مجھے یہ ڈر لگا کہ وہ کہیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا۔ پھر آپ سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3671)

دلیل نمبر:35

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر میں امیر بنا کر بھیجا۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر میں نے پوچھا۔ اور مردوں میں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد! میں نے پوچھا۔ پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) پھر انہوں نے کئی آدمیوں کو گنا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3662)

دلیل نمبر:36

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک عورت آئی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تم پھر آنا۔ اس نے کہا یہ فرمائیں۔ اگر میں پھر آپ ﷺ کو نہ پاؤں۔ گویا کہ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3659)

دلیل نمبر:37

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ہجرت کا واقعہ سنایا اور کہا: ہم مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن سفر کرتے رہے حتیٰ کہ ہم کو دوپہر کا وقت ہو گیا پھر میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں مجھے سائے کی جگہ نظر آئے پھر مجھے ایک چٹان نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا سایہ تھا میں نے اس جگہ کو صاف کیا اور اس جگہ نبی کریم ﷺ کا بستر بچھایا پھر میں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ ﷺ یہاں لیٹ جائیں۔ پھر نبی کریم ﷺ لیٹ گئے پھر میں اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی ہمیں تلاش تو نہیں کر رہا پھر میں نے ایک بکریاں چرانے والے کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو چرا کر اس چٹان کی طرف لا رہا

تھا وہ بھی اسی چٹان کے سائے کی جستجو میں تھا جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں پہچانتا تھا میں نے اس سے پوچھا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے اس سے پوچھا۔ آیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے اس نے کہا: ہاں! میں نے اس کو ایک بکری باندھنے کے لئے کہا پھر میں نے اس سے کہا اپنے ہاتھ صاف کرلو پھر اس نے میرے لیے دودھ دوہا۔ میں نے اسی دودھ کو چمڑے کے ایک مشکیزے میں ڈالا پھر دودھ میں کچھ پانی ڈال کر اس کو ٹھنڈا کیا پھر میں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! دودھ پییں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! اب کوچ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہم روانہ ہوئے اور لوگ ہمارا پیچھا کر رہے تھے۔ ان میں سے کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا سوائے سراقہ بن مالک کے۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو ہم تک آپہنچا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم خوف نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3652)

دلیل نمبر: 38

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ برا سلوک کب کیا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ عتبہ بن ابی معیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹنا شروع کیا اور بہت زور سے گلا گھونٹنے لگا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے اس کو دھکا دے کر دفع کیا اور کہا: تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ عزوجل ہے حالانکہ یہ اپنے رب عزوجل کے پاس سے معجزات لے کر آیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3678)

دلیل نمبر: 39

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اللہ عزوجل نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اس کے پاس رہے تو اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے کو اختیار کرلیا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ہم کو ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ ایک بندہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کے متعلق یہ کیوں رو رہے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اپنے مال اور اپنی رفاقت سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں اپنے رب عزوجل کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن ان کے ساتھ اسلام کی اخوت اور محبت ہے۔ مسجد کے ہر دروازے کو بند کر دیا جائے۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے دروازے کے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3654)

دلیل نمبر: 40

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں ان میں ان کے سوا اور کسی کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3673)

دلیل نمبر: 41

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنی رفاقت اور اپنے مال سے سب سے زیادہ (دنیا میں) مجھ پر احسان کیا وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3654)

دلیل نمبر: 42

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر انہوں نے مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

دلیل نمبر: 43

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم لوگوں نے کہا آپ جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری غم خواری کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3661)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میراث نہ دینے کی تحقیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس حیات میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میراث جاری نہیں کی اور نہ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے کوئی باغ دیا تھا بعض جاہل لوگ کہتے ہیں: حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک دیا تھا جبکہ یہ کسی روایت سے ثابت ہی نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: حضور انور ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ مانگا اور فرمایا مجھے اپنے والد محترم کی وراثت سے حصہ میں فاغ فدک دو اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا اس دعویٰ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنی زندگی میں فدک نہیں دیا تھا کیونکہ اگر زندگی میں فدک ہبہ کر دیا تھا تو بعد از وصال اس کی وراثت سے مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن اس کے برخلاف وہ علماء یہ بھی کہتے ہیں: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہیں فدک ہبہ کر دیا تھا اور جو چیز کسی کو زندگی میں دے دی گئی ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کو زندگی میں ہبہ نہ کیا ہو فلہٰذا اگر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح ہے تو ہبہ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ہبہ کا دعویٰ صحیح ہو تو پھر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ دعوے ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ ایک صاف اور سیدھی بات ہے جس کو ہر صاحب عقل خوب سمجھ سکتا ہے۔

وہ علماء یہ کہتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ دلائل یہ دیتے ہیں۔

شیخ ابومنصور طبری لکھتے ہیں:

عبداللہ بن الحسن اپنی سند کے ساتھ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو فدک نہ دینے پر اتفاق کر لیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو یہ خبر پہنچی...... اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دوپٹہ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں درآں حالیکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ایک بہت طویل اور فصیح وبلیغ خطبہ دیا جس میں اپنے فضائل اور مناقب بیان کیے۔ اور اخیر میں فرمایا: اے مسلمانو! کیا میں اپنی میراث پر مغلوب کی جاؤں گی۔ اے ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کے بیٹے! کیا کتاب اللہ میں یہ لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور میں اپنے باپ (ﷺ) کی وارث نہیں ہوں گی؟ یہ تو تم نے اپنے خدا عزوجل پر جھوٹ باندھا ہے کیا تم نے عمداً کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور اس کو پس پشت پھینک دیا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلیمان داؤد کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کو دولڑکیوں کا حصہ ملے گا اور فرمایا اگر کسی شخص نے مال چھوڑا تو اس پر لازم ہے کہ وہ والدین اور رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے یہ متقین پر فرض ہے اور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میرا اپنے والد کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں

میراث کا کوئی خاص حکم بتایا ہے جس کی بناء پر تم یہ کہتے ہو میرا اور میرے والد کا ایک دین نہیں ہے اور جن کے دین مختلف ہوں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟ یا تم میرے والد محترم اور میرے شوہر محترم کی بہ نسبت قرآن مجید کے خاص اور عام کو زیادہ جانتے ہو سو آج تم فدک کو بغیر کسی معارض اور منازع کے لئے لو۔ کل حشر کے دن تم سے ملاقات ہوگی۔ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور حق کو طلب کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم سے قیامت کا وعدہ ہے اور اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے اور ہر چیز کی ایک قرار گاہ ہے اور تم عنقریب جان لو گے کہ دائمی اور ذلت والا عذاب کون اٹھائے گا۔

(الاحتجاج: ص 131 تا 139)

ملا باقر مجلسی متوفی 1110ھ نے بھی اس طویل خطبہ کو بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ان کی اس تقریر کو سن کر منافقوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متوجہ ہو کر کہا آج تم بغیر کسی معارض اور فریق کے فدک لے لو کل روز محشر تم سے ملاقات ہوگی۔ (حق الیقین: ص:200)

اس کے علاوہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بھی ذکر کیا ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ مانگا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حصہ نہیں دیا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان سب نے مل کر باتفاق ایک حدیث وضع کی کہ حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ

ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ (جلاء العیون: جز:2: ص:235)

اور شیخ احمد بن ابی یعقوب اصفہانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث سے اپنا حصہ مانگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا یہ کتاب اللہ میں ہے کہ تمہارا باپ تو مورث ہوگا اور میرا باپ مورث نہیں ہوگا اور کیا رسول اللہ! نے یہ نہیں فرمایا: مرد اپنی اولاد کی رعایت کرتا ہے۔ (تاریخ یعقوبی: جز:1 ص:1)

ان متاخر علماء میں سے شیخ خمینی لکھتے ہیں:

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے قرآن مجید کی جن صریح آیات کی مخالفت کی ہے وہ معتبر تواریخ اور اہل سنت کی کتب احادیث سے ثابت ہے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

معتبر تواریخ اور سنیوں کی صحیح کتب حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ

حضرت فاطمۃ دختر پیغمبر (ﷺ) (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا۔ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پیغمبر نے کہا ہے۔ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر اسلام کی طرف جو اس حدیث کی نسبت کی ہے یہ قرآن مجید کی آیات کے صریح خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم ان آیات سے بعض کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد شیخ خمینی نے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (نمل:16) اور فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:5،6) کا ذکر کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: اب یا تو تم یہ کہو کہ ہم خدا کی تکذیب کرتے ہیں۔ یعنی خدا کہتا ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم کہتے ہیں (نہیں ہوتے) یا یہ کہو کہ پیغمبر خدا نے خدا کی کہی ہوئی بات کے خلاف کہا اور یا یہ کہو یہ حدیث پیغمبر خدا کی کہی ہوئی نہیں ہے بلکہ اولاد پیغمبر کا حق غصب کرنے کے لئے اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے۔

علماء اہل سنت کی جانب سے جوابات

علماء اہل سنت قرآن مجید کی ان آیات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

ان آیات کریمہ میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے اور سورہ نمل کی آیت کا یہ مطلب ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث ہوئے۔

اور سورہ مریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث ہو لہٰذا نہ یہ لازم آیا کہ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی نہ یہ لازم آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خلاف قرآن کوئی بات کہی اور نہ حدیث کا موضوع ہونا لازم آیا۔ بعض علماء نے قرآن مجید کی ان آیات میں وراثت کو وراثت علمی پر محمول کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر مزید دلائل قائم کیے ہیں۔

ان کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

ان علماء کا حدیث کا موضوع کہنا

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

یہ حدیث قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام میراث لیتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے میراث لی اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ علم اور پیغمبری کی وارثت مراد ہے تو اس کے متعدد جوابات ہیں۔

پہلا جواب

لغت اور عرف میں جب میراث کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے خصوصاً اس آیت میں مال کی وراثت پر قرائن ہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے۔

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۝

اے میرے رب اس لڑکے کو پسندیدہ بنا۔

اس آیت میں یہ دعا کی ہے کہ اس لڑکے کو اچھا اور صالح کردار بنا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں (اس لیے اگر وراثت سے وراثت نبوت مراد ہو تو) یہ شرط بے فائدہ ہوگی۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے رشتہ داروں کے بارے میں مال کے خدشہ کی وجہ تو تھی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مال کی وجہ سے وہ فسق اور فساد میں مبتلا ہو جائیں اس وجہ سے یہ حدیث اس آیت کے بھی خلاف ہے جس طرح کہ یوں ہے کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

اسی طرح یہ حدیث ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ نبوت رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کا سبب ہو۔

دوسرا جواب

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اس حدیث پر شہادت اس لئے مردود ہے کہ یہ حدیث مبارکہ ان کے حق میں حصول نفع کا سبب ہے اور وہ کئی وجہ سے اسی حدیث کے سلسلہ میں مہتمم ہے۔

اس کی وجوہات

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں جس کو چاہیں اس میں سے مال دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

جیسا کہ جامع الاصول میں ابوالطفیل سے روایت ہے:

حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث طلب کی اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے یہ کہا: میں نے پیغمبر سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو یہ طعمہ (خوراک یا غذا) دی ہے اور یہ ان کے بعد اس کے تصرف ہوگی جو ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔

2-قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلکہ اس پر یقین ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کا اہل بیت کی طرف میلان تھا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) یہ چاہتے تھے کہ اہل بیت کمزور ہو جائیں تا کہ ان کے ساتھ خلافت مناقشہ نہ کر سکیں اور یہی وجہ تہمت کے لئے کافی ہے اور باقی جن دوسرے لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی تصدیق کی ہے وہ سب اس صدقہ میں شریک تھے اور اہل بیت کی عداوت میں مصروف تھے اور ان لوگوں پر یہ تہمت بالکل ظاہر ہے۔

دوسری دلیل

اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ

اخبار متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو باطل اور موضوع گردانتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے روایت ہے: (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، مکار، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے' پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوا پھر تم دونوں نے مجھے جھوٹا، مکار، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔

صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس مضمون کو کئی اسناد سے روایت کیا ہے اور احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حق الگ نہیں ہوتا اور آیت تطہیر، اخبار ثقلین اور حدیث سفینہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بھی اس حدیث کا انکار اس حدیث کے موضوع ہونے پر حجت قاطعہ ہے۔

تیسری دلیل

اگر یہ حدیث حق ہوتی تو چاہئے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کو اس حدیث مبارکہ کی تعلیم کرتے تا کہ وہ ناحق دعویٰ نہ کرتیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس حدیث مبارکہ کی تعلیم کرتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور معدن علم تھے اور کوئی صاحب عقل اس کو جائز نہیں کہے گا کہ سیدہ نساء عالمین نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا ہو اور اس کے باوجود مہاجرین اور انصار کے مجمع میں اس قدر شدت سے میراث کا مطالبہ کیا ہو اور مسلمانوں کے امیر پر ظلم اور بے انصافی کی تہمت لگائیں اور اگر لوگوں کو اس کے خلاف قتال پر آمادہ کریں اور اس وجہ سے مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت نے ابوبکر کو ظالم اور غاصب گردانا ہو اور قیامت کے دن تک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اس کے مددگاروں پر لعنت کریں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جانتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حق پر نہیں ہیں اور حق پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو وہ کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانے کی اجازت دیتے کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور دین اور تبلیغ احکام میں اس طرح کا سہو اور تسامح کر سکتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور خصوصاً اپنے جز و بدن کو اس قدر ضروری حکم نہ بتلاتے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث

مبارکہ محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

چوتھی دلیل

اس حدیث مبارکہ کے جھوٹ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ جو چیز عرف اور عادت کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے والے متعدد افراد ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) تک یہ سنت جاری ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی وراثت ملتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے احوال اور ان کی سیرتوں کو اور ان کے خصاص کو منضبط کرنے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے سو اگر عام عرف اور عادت کے خلاف اگر انبیاء (کرام علیہم السلام) کے خصائص میں یہ ہوتا کہ وہ کسی کو وارث نہیں بناتے تو تمام تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ امر مذکور ہوتا اور جب صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور دو تین منافقوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس خلاف عادت حکم پر مطلع نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے اور جیسا کہ صحاح سے ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اور کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے طلحہ، زبیر، عبداللہ بن عوف اور سعد بن ابی وقاص سے اس حدیث پر شہادت طلب کی اور ان سب نے بالاتفاق اس حدیث پر شہادت دی تو اس کا جواب یہ ہے: انہوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس حدیث پر شہادت دی تھی۔ (حق الیقین: ص 207 تا 209)

ان علماء کا رد اور وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کا مراد ہونا

قرآن مجید میں ہے:

حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی:

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ

بعض علماء کہتے ہیں: اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہوتے ہیں۔

علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ علم کی وراثت مراد ہے۔

اور ملا باقر مجلسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

لغت اور عرف میں جب مطلقاً وراثت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کو بھی مال کی وراثت پر محمول کیا جائے گا اور اس کو علم کی وراثت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے ہے لغت میں ورث کا معنیٰ انتقال اور بقاء ہے۔

امام راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:
کسی کی کمائی کا بغیر عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا وراثت ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تم اپنے مشاعر پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی وراثت یعنی اس کی اصل اور بقیہ پر ہو۔ (المفردات: ص:518)
علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
وارث کا معنیٰ ہے ''باقی'' قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعا ہے۔
مجھے ایسا ولی دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔
یعنی اس کو میرے بعد باقی رکھ۔
اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔
اے اللہ عزوجل! میرے کان اور آنکھ سے مجھے فائدہ پہنچا اور اس کو میرا وارث کر یعنی ان کو میرے ساتھ تا حیات رکھ۔
(تاج العروس: ج:1، ص:652)
اب ہم قرآن مجید کی ایسی آیت پیش کرتے ہیں جن میں وراثت کا معنیٰ ''مال کی وراثت'' کسی حال میں نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ○ (الحجر:23)
زندگی اور موت ہم ہی دیتے ہیں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ○ (قصص:58)
اور انجام ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔
مذکور الصدر آیات کریمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں وراثت کا لفظ صرف وراثت بالمال میں ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں وراثت کا لفظ بقاء کے لئے استعمال ہوا ہے اس لئے ''وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ'' اور ''يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ'' میں علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن مجید کے عین مطابق ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب

ملا باقر مجلسی نے جس آیت میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر بحث کی ہے۔ وہ یہ ہے۔
حضرت زکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاo یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّاo (مریم:5تا6)

تو مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے رب عزوجل! اس کو پسندیدہ شخص بنا۔

ملا باقر مجلسی یہ کہتے ہیں:

اگر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ "وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّاo" اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔ کیونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اس لئے یہاں وراثت نبوت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے دعا کی اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

اس کا جواب یہ ہے:

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے فرزند کے لئے نبوت کی دعا کی تو پھر ان کے پسندیدہ ہونے کی دعا کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نبی تو ہوتا ہی پسندیدہ ہے اس لیے کہ نبوت کے ذکر کے بعد ان اوصاف کا ذکر تاکید اور توضیح کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کی قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَo (الصافات:112)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی ایک نبی تھے صالحین میں سے۔

کیا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین میں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو نداء کی۔

اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَo (آل عمران:39)

اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمہ اللہ تعالیٰ کے مصدق ہوں گے سردار ہوں گے عورتوں سے بچنے والے ہوں گے نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ حضرت یحییٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے؟ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں صرف دو آیتوں پر اکتفا کیا ہے۔ لہٰذا ملا باقر مجلسی کا اعتراض غلط اور بے جا ہے اور وراثت سے مراد نبوت اور علم مراد لینا درست ہے۔

آئمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علمی کا ثبوت

انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے پس حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام تھے اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام سابقین کے علم کے وارث ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کاملین وعلماء صالحین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں۔ علماء اہل سنت یہ بات کہیں تو وہ علماء اس کو جھوٹ کہتے ہیں لیکن کریں کیا کہ ان حضرات کے ایک بہت بڑے محدث شیخ کافی کلینی نے یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ آئمہ اہل بیت انبیاء کرام علیہم السلام سابقین کے علوم کے وارث ہوتے ہیں۔ اس قسم کی بکثرت روایات ذکر کی ہیں۔

شیخ کلینی نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔

ان الائمة ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء اللہ

نبی علیہ السلام اور جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں کہ

عبداللہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ہم اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جو علم دیا گیا تھا اور علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔ (اصول من الکافی: جز:1 ص 223 تا 224)

اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ اہل بیت اولوالعزم رسولوں کے علوم کے وارث ہیں۔ دوسری روایت ملاحظہ ہو۔

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سابقین انبیاء ومرسلین (علیہم السلام) کے وارث تھے۔ (اصول من الکافی: جز:1 ص:224)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام سابقین کے علم کے وارث ہیں۔ تیسری روایت سنئے۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں۔

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے وارث تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان (علیہ السلام) کے وارث تھے اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں۔ (اصول الکافی: جز:1 ص:225)

ملاحظہ ہو کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صاف بیان فرما دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے علم کے وارث تھے یہ لفظ وراثت کو وراثت علم میں استعمال کرنے کی نص صریح ہے اور وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کی تفسیر ہے اور اسی حقیقت کو بیان کرنے کے ہم درپے ہیں۔

ضریح کناسی بیان کرتے ہیں کہ

میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابوبصیر بھی تھے ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث تھے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث تھے۔

(اصول من الکافی: جز:1، ص:225)

پانچویں روایت سنئے۔

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے ابوالحسن سے پوچھا! میں آپ پر قربان ہوں! یہ بتایئے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں انہوں نے فرمایا: ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنادیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (اصول من الکافی: جز:1، ص:226)

اس روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مال کے وارث نہیں تھے بلکہ ان کے علم کے وارث تھے اور اس سے زیادہ واضح یہ ہے کہ ابوالحسن نے فرمایا ہم اہل بیت قرآن مجید کے وارث ہیں اور یہ علم کی وراثت ہے ان تمام روایات سے واضح ہو گیا کہ وراثت کا لفظ وراثت علمی میں استعمال ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت، وراثت علمی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت نہیں کی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو وارث نہیں بناتے اور اس روایت کی بناء پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے وراثت نہیں دی۔

اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کریمہ کے خلاف ہے جن میں وراثت کے عام احکام بیان کیئے گئے ہیں سو اس وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔ نیز یہ خبر واحد اور ظنی ہے اور خبر واحد قرآن مجید کے احکام کے عموم کی ناسخ نہیں ہو سکتی پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حدیث خبر واحد اور ظنی نہیں تھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ حدیث مبارکہ سنی تھی اور ان کے لئے یہ حدیث اس طرح قطعی تھی جس طرح احکام میراث کی آیات قطعی ہیں دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے احکام میراث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے احکام میراث کے عموم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا مخصوص اور مستثنیٰ ہونا بیان کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ احکام میراث میں صرف اس حدیث کی وجہ سے تخصیص نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کریمہ کے عموم سے اور بھی کئی چیزیں مستثنیٰ ہو چکی ہیں دیکھئے کہ کافر کی اولاد باپ کی وارث نہیں ہوتی، غلام باپ کا وارث نہیں ہوتا، قاتل باپ کا وارث نہیں ہوتا۔ چوتھی بات یہ

ہے کہ اگر بفرض محال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احکام میراث کی مخالفت کی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ترکہ نہیں دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو کیوں برقرار رکھا اور اولاد فاطمۃ رضی اللہ عنہا کو اس مال کا وارث کیوں نہیں بنایا؟

پھر ملا باقر مجلسی نے اعتراض کیا ہے کہ

نبوت اپنی اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا سبب کیسے ہوسکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے لئے مال جمع کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ اور اشاعت دین کی تمام سعی حصول مال کے لئے تھی۔

ایک قول یہ ہے:

کہیں ان کے اقرباء ان کی موت کی تمنا نہ کرنے لگیں اور ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔

اور ایک قول یہ ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی تمام کرامت کے لئے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام کرامت کے لئے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام امت کے لئے بمنزلہ اولاد ہوتی ہے اس لیے ان کا تمام مال ان کی تمام اولاد کے لئے صدقہ کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:15، ص:20)

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذاتی مفاد کے لئے وراثت نہیں دی تھی

زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دینے کے لئے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت میں دو وجہوں سے متہم ہیں۔ اول یہ کہ وہ اسی مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے یہ حدیث گھڑ لی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ ان سے خلافت میں مناقشہ نہ کرسکیں۔ یہ دونوں وجہیں باطل ہیں۔ اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تہمت تب لگتی جب اس مال میں سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرتے یا اپنی ذات یا اپنے اقارب پر اس مال کو خرچ کرتے حالانکہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مال سے کوئی ذاتی مفاد نہیں اٹھایا نہ بیت المال سے کوئی نفع حاصل کیا جو معمولی وظیفہ لیا تھا موت سے پہلے اس کو بھی بیت المال کو واپس کر دیا اور فدک کے اموال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ وہی تصرف کیا جو تصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے نیز یہ حدیث مبارکہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم سے کہا ٹھہرو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے انہوں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔
(صحیح البخاری: جز:2،ص:575)

دوسری روایت سنئے!

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کا دربان یرفاء آیا اور کہا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اور اجازت دے دی وہ لوگ آئے اور سلام کیا اور بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آیا اور کہنے لگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ہاں! اور ان کو اجازت دے دی پھر وہ دونوں آ کر سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! میرے اور اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی کہا: اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک دوسرے سے راحت دلایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم پر آسمان اور زمین قائم ہیں کیا یہ تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس جماعت نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: جز:2،ص:802)

تیسری روایت سنئے!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:4،ص:224)

چوتھی روایت سنئے!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا رسول اللہ! نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے

جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: جز:2، ص:996)

پانچویں روایت سنئے!

فضیل بن مرزوق کہتے ہیں:

زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے کہا: اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ اہل بیت کی شہادت ہے اور خود ہی فرما رہے ہیں کہ میں بھی وراثت تقسیم نہ کرتا جیسا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی ویسا کرتا معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صرف یہ روایت جس میں میراث تقسیم نہ کرنے کا ذکر ہے خود ہی نہیں گھڑی بلکہ متعدد بلکہ اس سے بدرجہ اولیٰ اہل بیت نے بھی روایت کیا ہے جو کہ صحیح اور مستند ہے لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی مفاد کی وجہ سے میراث کو تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی تھا۔ دوسری وجہ کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منشاء اپنی خلافت کو مستحکم کرنا ہوتا تو ان کو چاہئے تھا کہ فدک حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیتے تاکہ ان کو اہل بیت کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہوتا اور ان کے خلاف کوئی محاذ نہ بنتا نہ ان کا کوئی فریق ہوتا اور عام لوگ بھی خوش ہوتے اس کے برخلاف جب کہ عام لوگوں کا میلان اہل بیت کی طرف تھا اور پھر انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حق ان کو نہیں دیا تو اہل بیت بھی ناراض ہو کر ایک فریق بن گئے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی ان سے کٹ گئی لہٰذا ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو اس لیے نہیں دیا تاکہ وہ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں بالکل الٹ اور برعکس ہے کیونکہ خلافت میں مناقشہ سے بچنے کے لئے تو انہیں چاہئے تھا کہ سیاسی رشوت کے طور پر ان کو فدک دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے اور فدک کا نہ دینا تو خلافت میں مناقشہ اور نیتی پر مبنی تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا اور خلافت کو کمزور یا مستحکم کرنا کسی فریق کا بھی مطمع نظر نہیں تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنے ذاتی مفاد کے لئے وراثت نہیں دی اور نہ اہل بیت کو محروم کرنے کی نیت سے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے وراثت نہیں دی۔

ان علماء کی اسانید سے وراثت مالی نہ ہونے کا ثبوت

ان علماء کی اسانید سے وراثت مالی نہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے اور وراثت علم کا استحقاق ثابت کرتے ہیں۔

شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں کہ

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی

احادیث کا وارث کرتے ہیں۔ (سنن کبریٰ: جز:6،ص:302)

اس روایت میں خود ہی کہتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی صرف ان کے علم میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

دوسری روایت ملاحظہ ہو۔

قداح بیان کرتے ہیں کہ

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے اور علماء انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء (علیہم السلام) کسی شخص کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث سے بڑا حصہ حاصل کیا۔ (اصول من الکافی: جز:1،ص:34)

شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی 239ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ ﷺ کے وارث ہوئے ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جب علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور وہ وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں اور محمد ﷺ سابقین انبیاء کرام و مرسلین علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا!۔

سلیمان داؤد علیہما السلام کے وارث تھے اور محمد ﷺ سلیمان علیہ السلام کے وارث تھے اور ہم محمد ﷺ کے وارث ہیں۔

(الاصول من الکافی: جز:1،ص 223 تا 225)

انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت

انبیاء کرام علیہم السلام جب اس دنیا سے ظاہری پردہ فرماتے ہیں تو مال نہیں چھوڑتے بلکہ علم وراثت چھوڑ جاتے ہیں اور یہی علم علماء کرام کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝ (مریم:5تا6)

اور مجھے اپنے قرابت داروں سے خطرہ ہے اور میری اہلیہ بانجھ ہے سوتو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اسے میرے رب اس کو پسندیدہ بنادے۔

زجاج فرماتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام کے رشتہ دار نہیں تھے ان کو خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد دین ضائع ہو جائے گا اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا وارث طلب کیا جو ان کے بعد دین کی حفاظت کرے اور دین کی اشاعت کرے اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے مال کے وارث ہونے کی دعا نہیں کی تھی کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان کے علم اور نبوت کا وارث بنایا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم میراث ہونے پر کئی احادیث مبارکہ ہیں لیکن یہاں پر اختصار کے ساتھ چند احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6727)

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر رکھتے ہیں اور عالم کے لئے وہ سب استغفار کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصے کو حاصل کیا۔ (سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 3641)

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو ترکہ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:2،ص:74)

ہماری اس تحقیق میں ان علماء کے حوالہ جات اور اسانید سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں کرتے بلکہ اگر وارث کرتے ہیں تو صرف علم کا وارث کرتے ہیں لہٰذا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث مبارکہ پر عمل کرکے وراثت جاری نہیں کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلاموں کو آزاد کروانا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر حسن عمل میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر بہت زیادہ حریص تھے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمیت متعدد غلاموں کو آزاد کروایا۔

جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓیo اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰیo وَلَسَوْفَ یَرْضٰیo (اللیل:19 تا 21)

اور اس پر کسی کا دنیاوی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا۔

☆ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھ یا سات غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ ان غلاموں کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں تھا کہ یہ کہا جائے کہ ان کا بدلہ اتارنے کے لئے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا تھا ان کے آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ تھے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 29034)

امام عبدالرحمان بن محمد بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا وہ یہ ہیں۔

1-حضرت بلال، 2-حضرت عامر بن فہیرہ

3-حضرت نہدیہ، 4-اور ان کی بیٹی

5-زنیرہ، 6-ام عیسیٰ

7-بنو مؤمل کی باندی اور ان کے غلام خرید کر آزاد کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 19367)

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام بلالؓ بن رباح ہے ان کی والدہ کا نام حمامۃ تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صادق الاسلام اور طاہر القلب تھے یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب خوب دھوپ گرم ہو جاتی تو امیہ ان کو باہر نکالتا اور ان کو مکہ مکرمہ کی پتھریلی زمین پر لٹا کر گھسیٹتا پھر بہت وزنی پتھر کو ان کے سینہ پر رکھنے کا حکم دیتا پھر کہتا جب تک مرو گے نہیں میں تم کو یونہی عذاب دیتا رہوں گا ورنہ تم محمد کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کا انکار کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس آزمائش کی حالت میں پکارتے۔ احد، احد!

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے:

ایک دن اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: تمہیں اس مسکین کو عذاب دینے سے خوف خدا عزوجل نہیں آتا؟ امیہ نے کہا: تم نے ہی اس کا دین فاسد کیا ہے۔ اب تم جس طرح چاہو اس کو چھڑا لو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے۔ میں تم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدل میں اس کو دے دیتا ہوں۔ امیہ نے کہا مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام امیہ کو دے کر اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور ان کو آزاد کر دیا پھر ان کے ساتھ اور چھ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

1- عامر بن فہیرہ: یہ غزوہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور بسیر معونہ کے دن شہید ہوئے۔

2- ام عمیس

3- زنیرہ: ان کی بینائی چلی گئی تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دیا قریش نے کہا ان کی بینائی لات و عزیٰ نے سلب کی ہے۔ حضرت زنیرہ نے کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں لات اور عزیٰ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

4، 5- اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نہدیہ اور ان کی بیٹی کو آزاد کرایا۔ یہ دونوں بنو عبد الدار کی ایک عورت کی باندیاں تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے ان کو ان کی مالکہ نے لکڑیاں چننے کے لئے بھیجا تھا اور وہ کہہ رہی تھیں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم دونوں کو کبھی آزاد نہیں کروں گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام فلاں! ایسا نہ کہو۔ وہ کہنے لگی: ہرگز نہیں! تم نے ہی ان کو خراب کیا ہے۔ تم ان دونوں کو آزاد کر دو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے میں؟ اس نے کہا: اتنے اور اتنے میں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان کو خرید لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔

6- اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بنو المؤمل کی باندی کے پاس سے گزرے اس کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدنے کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: تم اس کو فروخت کرو گے؟ اس نے کہا ہاں! میں اس کو نسطاس کے عوض فروخت کرتا ہوں اور نسطاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اس کی مالیت میں دس ہزار دینار اور غلام اور باندیاں اور مویشی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ سب مال تمہارا ہو جائے گا اس نے انکار کر دیا جس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے ناراض ہو گئے اور جب امیہ نے کہا میں بلال رضی اللہ عنہ کو نسطاس کے عوض بیچتا ہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو غنیمت جانا اور نسطاس کے عوض حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔ اس وقت مشرکین نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو بلال کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے تو ضرور بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اتنی مہنگی قیمت پر خریدا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ (اللیل:19 تا 21)

اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے انہوں نے کسی کا بدلہ اتارنے کے لئے یہ نیکی نہیں کی لیکن اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے۔ اور عنقریب ان کا رب ان کو آخرت میں جنت میں اتنی عزت اور کرامت عطا فرمائے گا کہ وہ اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔

(معالم التنزیل: جز:5، ص:264) (السیرۃ النبویہ: جز:1، ص354 تا 355)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور شیعہ اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اس پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (المائدہ:55)

اور وہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور اس سورت میں ارشاد فرمایا:

الْاَتْقَى ○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ (اللیل:17 تا 18)

سب سے زیادہ متقی ہے جو اپنا مال زکوٰۃ (پاکیزگی) کے لیے خرچ کرتا ہے۔

اور اس آیت میں زکوٰۃ دینے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے کی طرف اشارہ ہے اور جب بعض شیعہ علماء نے میرے سامنے یہ دلیل پیش کی تو میں نے کہا: میں اس پر عقلی دلیل قائم کرتا ہوں کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اس "اتقی" سے مراد وہ ہے جو افضل الخلق ہو اور جب اس طرح ہو تو پھر واجب ہے کہ اس

سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ہم نے جو یہ کہا ہے کہ الاتقی سے مراد افضل الخلق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ط (الحجرات:13)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی سب سے زیادہ افضل ہے پس اب ہم کہتے ہیں: اس پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ "الاتقی" وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد سے لے کر ان کی پرورش کی ان کو کھلایا اور پلایا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر دنیاوی احسان کرنے والے تھے جس کی جزا ان پر واجب تھی اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے تھے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہدایت اور دین کی تعلیم دینے کے دینی احسانات تھے لیکن ان احسانات کا کوئی امتی بدلہ نہیں دے سکتا نہ ان کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ (الفرقان:57)

آپ کہیے! میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔

پس واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں احسان سے مراد دنیاوی احسان ہے اور صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ایسے شخص ہیں جن پر کسی کا دنیاوی احسان نہیں ہے اس کے برخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دنیاوی احسان ہیں اور جب اس آیت کریمہ میں الاتقی سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں الاتقی سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:11 ص:188)

سورۃ اللیل کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہونا

سورۃ اللیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے جس پر دلیل یہ ہے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:

یہ (سورۃ اللیل) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خرید اپھر ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

''اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے۔''

یعنی امیہ بن خلف اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوشش ضرور مختلف ہے امیہ اور ابی ایمان لانے والوں کو عذاب دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے والوں کو عذاب سے نجات دلانے کی کوشش کر رہے ہیں پھر فرمایا۔ پس جس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے۔''

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا ان کو ہم جنت عطا فرمائیں گے پھر فرمایا ''اور جس نے بخل کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ رہا اور نیک باتوں کی تکذیب کی پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے۔'' یعنی امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کو دوزخ میں جھونک دیں گے یہ تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ: ج:5،ص:471)

دوسرے مولویوں کا آیات مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنا

دیگر مولویوں نے کثیر آیات مبارکہ کی تفسیر میں آیت کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں فضیلت کا اظہار کیا چنانچہ آیات کے تحت ان شیعہ علماء کی کی گئی تفسیر کو بیان کیا جاتا ہے۔

آیت مبارکہ: 1

قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ○ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ○ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ○ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ○ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ○ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ (واللیل:5تا21)

پس جس نے راہ حق میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور حق کی تصدیق کی ہم اس کے لئے آسانی کا راستہ آسان کریں گے جو سب سے زیادہ متقی ہے جو اپنا مال (راہ حق) میں دیتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے اس کو جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے (اس کا خرچ کرنا) محض اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہے اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوگا۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اپنی تفسیر میں قول نقل کرنا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

ابوزبیر سے روایت ہے:

یہ آیت (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے ایسے متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو چکے تھے مثلاً (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) اور عامر بن فہیرہ (رضی اللہ عنہ) (مجمع البیان: جز:10،ص:760)

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص صلے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (نور:22)

اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے انہیں چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور مسطح بن اثاثہ کے متعلق نازل ہوئی۔ مسطح (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے خالہ زاد بھائی تھے وہ بدری صحابہ میں سے تھے اور مہاجر اور فقیر تھے اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان کا خرچ اٹھاتے تھے جب مسطح (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ شامل ہو گئے تو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے وہ خرچ دینا بند کر دیا اور قسم کھائی کہ وہ آئندہ اس کو کبھی خرچ نہیں دیں گے جب یہ آیت نازل ہوئی تو (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے پھر خرچ دینا شروع کیا اور قسم کھا کر کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور بخدا میں اس کا خرچ کبھی بند نہیں کروں گا۔

(مجمع البیان: جز:7،ص:210)

آیت مبارکہ:3

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ لا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ز يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ط (مائدہ:54)

اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈریں گے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

جو ایمان لانے والے ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں ان کے تعین میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے: وہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور ان کے اصحاب ہیں جنہوں نے مرتدین سے قتال کیا تھا۔

آیت مبارکہ: 4

قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَھُمْ مَّا یَشَآءُ وْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ○ (زمر: 33 تا 34)

اور جو (پیغام) صدق لے کر آئے اور جس نے ان کی تصدیق کی وہی کامل متقی ہیں ان کے لئے وہ سب کچھ ہے جس کو وہ اپنے رب کے پاس چاہیں اور نیکی کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا اس آیت مبارکہ کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ٹھہرانا

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے: پیغام صدق لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (مجمع البیان: جز: 8، ص: 777)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مغفرت و ایمان پر خاتمہ کے متعلق دیگر مولویوں کی روایات

دیگر مولویوں نے اپنی معتبر تصانیف میں اصحاب بدر کے متعلق مغفرت اور ایمان پر خاتمہ کے بارے میں روایات نقل کی ہیں اور اصحاب بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان میں بذریعہ اتم شامل ہیں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کی نقل کردہ روایت

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمر (رضی اللہ عنہ) کیا معلوم تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر (کے احوال) پر مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی اور ان سے فرمایا تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (مجمع البیان: جز:9،ص:405)

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کی نقل کردہ روایت

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی 460ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیں میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اہل بدر سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان کے احوال پر) مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی کی نقل کردہ روایت

شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی 977ھ روایت کر کے لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ (حضرت حاطب رضی اللہ عنہ) اصحاب بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے "اور جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے" کے پیارے خطاب سے نوازا ہے امید ہے کہ اس کی مغفرت سے اس کا سایۂ نامہ اعمال دھل جائے گا۔ (منہج الصادقین: جز:9،ص:247)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا وہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس آ گئے ہیں۔ اب بولو! کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں آپ آسمانوں سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی دن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: جز:4،ص:248)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی

کہ انہیں ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں سو انہوں نے غسل دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی قبر میں اترے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور خلافت کا عرصہ گزار کر آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے مساوی ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "نعم القادر الله" نقش تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تاحیات کوئی شعر نہیں کہا انہوں نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا۔ (استیعاب علی ہامش الاصابہ: جز: 2، ص: 257)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب النَّهْيِ عَنْ اَنْ يَّدْعُوَ الْاِنْسَانُ عَلٰى اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

باب: انسان کا اپنے اہل اور مال کے متعلق بددعا کرنے کی نہی

یہ باب اپنے اہل اور مال کے متعلق بددعا کرنے کی نہی کے حکم میں ہے۔

1309 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى خَدَمِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَاعَةَ نَيْلٍ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُتَّصِلٌ عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ لَقِيَ جَابِرًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی جانوں پر بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کو بددعا نہ کرو نہ اپنے خادموں کو بددعا کرو نہ ہی اپنے مال کو بددعا کرو ایسا نہ ہو کہ ایک ایسے وقت میں جس میں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اس میں تمہارے کہنے کو قبول فرمالے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث متصل ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عبادہ بن ولید بن عبادہ نے ملاقات کی۔ (مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 24، ص: 391)

شرح:

جب کوئی شخص اپنی اولاد پر غضب ناک ہوتو ان کے خلاف یہ بددعا نہ کرے کہ اے اللہ عزوجل ان کو برکت نہ دے یا اے اللہ عزوجل ان پر لعنت فرما کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی تو وہ ان کو ہلاک کر دے گا اسی طرح اپنے اموال کے لئے بھی بددعا نہ کرے کیونکہ اگر قبولیت ہوگئی تو تباہ و برباد ہو جائے گا اسی طرح سواری پر بھی لعنت نہ کرے۔ اسی طرح اس بارے میں امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ نے بھی روایت کی ہے جس میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے۔ آپ مجدی بن عمرو جہنی کو ڈھونڈ رہے تھے ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری بیٹھتے تھے۔ ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا اس نے اونٹ کو بٹھایا پھر اس پر سوار ہوا پھر اس کو چلانے لگا۔ اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ سرکشی کی اس نے اونٹ کو کہا: "شــا" اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اونٹ پر لعنت کرنے والا کون شخص ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اونٹ سے اتر جاؤ ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو۔ اپنے آپ کو بددعا دو نہ اپنی اولاد کو بددعا دو اور نہ ہی اپنے اموال کو بددعا دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو، جس میں اللہ تعالیٰ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے تو وہ دعا مستجاب ہوتی ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3009)

سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم کی روایات کا مطلب یہی ہے کہ نہ تو انسان اپنی اولاد کو بددعا دے نہ ہی اپنے اموال کو بددعا دو کیونکہ اگر قبولیت کی گھڑی ہوئی تو ہلاکت کے گڑھے میں پھنس جائے گا اور تباہ و برباد ہو جائے گا لہٰذا اپنے اور اپنی اولاد اور مال کے متعلق بددعا نہیں کرنی چاہئے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شام و مصر چلے گئے۔ جب وصال ہوا تو مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے مدینہ منورہ کی زمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں بہت احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شام و مصر گئے آخر نابینا ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے سال ہوئی۔ 74 میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہوگئی۔ (انا لله وانا اليه راجعون) (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 525)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ عَلٰی غَیْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب: نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے پر صلوٰۃ بھیجنا

یہ باب نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے شخص پر صلوٰۃ بھیجنے کے حکم میں ہے۔

1310 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ نُبَیْحٍ الْعَنَزِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلِّ عَلَیَّ وَعَلٰی زَوْجِی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكِ وَعَلٰی زَوْجِكِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کی کہ میرے اور میرے شوہر کے واسطے دعا فرمایئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت کا نزول فرمائے۔

(صحیح ابن حبان: جز:3، ص:197، مسند ابی یعلیٰ: جز:4، ص:59، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:23، ص:179، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:152)

شرح: صلوٰۃ کا معنیٰ

صلوٰۃ کے معنیٰ کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی کا قول

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت نے کہا ہے: صلوٰۃ کا معنیٰ دعا، تبریک اور تمجید ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کے بندوں اور امت پر صلوٰۃ بھیجنے کا معنیٰ ان کا تزکیہ کرنا اور ان کی تعریف اور توصیف کرنا ہے اور فرشتوں اور مسلمانوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنیٰ دعا اور استغفار کرنا ہے اور نماز کو بھی اس لیے صلوٰۃ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل دعا ہے۔ (المفردات: جز:2، ص:374)

علامہ ابن قیم جوزی کا قول

علامہ ابن قیم جوزی متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا معنیٰ ثناء کرنا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابو العالیہ سے روایت کیا ہے: اللہ عزوجل کا اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنا ان کی ثناء اور ستائش کرنا اور ان کو سراہنا ہے اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی ثناء اور ستائش کی دعا کرنا ہے اور الاحزاب: 56 میں صلوٰۃ کا معنیٰ رحمت نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ کی ثناء اور

تعریف کرتے ہیں۔ (جلاء الافہام: ص:76)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا معنیٰ تعریف اور ثناء کرنا ہے اور تعظیم کرنا ہے۔ (روح المعانی: جز:2، ص:23)

غیر نبی پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب فقہاء

غیر نبی پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

مالکیہ کا مذہب

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر نبی پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (اکمال المعلم: جز:2، ص:305)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی 960ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع: جز:1، ص:432)

شافعیہ کا مذہب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔
(فتح الباری: جز:3، ص:362)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور اکثرین کے نزدیک غیر نبی پر صلوٰۃ نہ بھیجی جائے لیکن ان پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے۔
(عمدۃ القاری: جز:9، ص:95)

غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کے متعلق جمہور کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ پر استقلالاً

صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے، ہمارے بعض اصحاب نے کہا: یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا: یہ مکروہ تنزیہی ہے اور بہت سے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔ ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اسی طرح ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ ”**اللهم صل علی محمد و علی ال محمد و اصحابه و ازواجه و ذریته و اتباعه**“ کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہمیں تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر نبی پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا مثلاً **السلام علیك** یا **السلام علیکم** کہا جائے گا۔

(الاذکار: جز: 1، ص 135 تا 136)

غیر نبی پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے میں مذاہب آئمہ

غیر نبی پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسے جائز قرار دیتے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے ”**اللهم صل علی ال ابی بکر** یا **اللهم صل علی ال عمر**“ البتہ یوں کہا جاسکتا ہے اللھم صل علی النبی و علی الہ و علی ال بکر و عمر۔

(عمدۃ القاری: جز: 2، ص: 95)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

عرف میں لفظ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اگرچہ معنیٰ کے اعتبار سے یہ دعا ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ عزوجل کا کلمہ عرف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ہر چند کہ معنیٰ کے اعتبار سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزیز و جلیل ہیں اس کے باوجود محمد عزوجل نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح مثلاً ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جاتا البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا حرام ہے یا مکروہ تنزیہی ہے؟ صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اصحاب

شافعیہ میں سے شیخ محمد الجوینی نے کہا ہے: لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے اسی لیے نبی کے علاوہ کسی اور کے لئے لفظ سلام نہیں کہنا چاہئے اور نہ غائب کے ساتھ کہنا چاہئے کہ فلاں علیہم السلام نے یہ بات کہی البتہ زندہ اور فوت شدہ کو اس کے ساتھ خطاب کرنا مثلاً السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:346)

مزید دلائل

غیر نبی پر استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے پر مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

غیر نبی کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ سفیان نے کہا نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: جز:2،ص:216)

دلیل نمبر:2

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ کا مجھے علم نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2،ص:519)

دلیل نمبر:3

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ

اہل بدعت اور روافض کا عقیدہ ہے کہ آئمہ بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہیں اور اسی بدعقیدگی کی بناء پر وہ آئمہ اہل بیت پر صلوٰۃ و اسلام بھیجتے ہیں اور جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بناء پر ہو اس کی مخالفت واجب ہے۔ (الشفاء: جز:2،ص:67)

دلیل نمبر:4

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے اس کی مخالفت واجب ہے۔ (شرح الشفاء: جز:2،ص:149)

دلیل نمبر:5

علامہ ابن قیم جوزی متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجی جاتی تو سلف وصالحین ان پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (جلاء الافہام: ص:278)

غیر نبی پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے کے دلائل

غیر نبی پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجنے پر مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

امام ابن عبدالبر متوفی 563ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا (النور:63)

''تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہو۔''

اگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لئے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کے لئے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان میں امتیاز ہونا چاہئے۔(الاستذکار:جز:6،ص:262)

دلیل نمبر:2

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:جز:2،ص:519)

دلیل نمبر:3

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجا جائز نہیں ہے۔

سفیان نے کہا:

نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(المصنف:رقم الحدیث:3119)

دلیل نمبر:4

حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے۔(الاستذکار:جز:6،ص:263)

دلیل نمبر:5

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر صلوٰۃ بھیجتے۔(مؤطا امام مالک:رقم الحدیث:166)

دلیل نمبر:6

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے باقی لوگوں کے لئے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔

(الاستذکار: ج: 6، ص: 63)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے احوال پچھلے باب میں گزر چکے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

باب: کسی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا کرنا

یہ باب کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرنے کے متعلق ہے۔

1311 حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ ثَرْوَانَ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ حَدَّثَتْنِي اُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ حَدَّثَنِي سَيِّدِي اَبُو الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ اٰمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کے واسطے دعا مانگتا ہے تو ملائکہ کہا کرتے ہیں آمین اور تیرے لیے اس کی مثل ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 353، صحیح مسلم: ج: 13، ص: 369)

1312 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت زیادہ جلدی مقبولیت کی دعا وہ ہے جس میں ایک غائب کسی دوسرے غائب کے واسطے کرے۔

(سنن الترمذی: ج: 7، ص: 251)

1313 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ

الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ان میں کوئی شک نہیں ہے۔

دعائے والد، دعائے مسافر، دعائے مظلوم۔

(معجم الاوسط: جز: 1، ص: 12، سنن ترمذی: جز: 7، ص: 133، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 344، شعب الایمان: جز: 3، ص: 300)

شرح: فرشتوں کا دعا پر آمین کہنا

جب کوئی شخص کسی مسلمان کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین اور تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو، فرشتوں کا اس طرح کہنا کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے دعا کرنے کی فضیلت پر ہے اور سلف وصالحین یہی کرتے چلے آرہے ہیں کہ جب بھی اپنے لیے دعا قبول کروانا ہوتی تو پہلے دوسروں کے لئے کرتے تا کہ ہماری دعا بھی مستجاب ہو جائے۔

مظلوم کی دعا جلد قبول ہونا

☆ ثلث دعوات مستجابات لاشك فيهن دعوة الوالد الخ

اللہ تعالیٰ مظلوم کے اخلاص کی وجہ سے اس کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے اور یہ ضرورت کی بناء پر اس کے کرم کا تقاضا ہے اور اس کے اخلاص کو قبول کر لیتا ہے خواہ وہ کافر ہو اسی طرح اگر وہ شخص اپنے دین میں سب سے بڑا فاجر ہو تو جب وہ گڑگڑا کر اخلاص کے ساتھ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا کیونکہ کسی کا کفر یا فجور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول سے مانع نہیں ہے اور مظلوم کی دعا کے قبول ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرماتا ہے یا ظالم سے اس کا بدلہ لیتا ہے یا ظالم پر اس سے بڑے ظالم کو مسلط کر دیتا ہے جو اس ظالم پر ظلم کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (الانعام: 129)

اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال کی وجہ سے بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

مظلوم کی دعا سے بچنے کے متعلق احادیث مبارکہ

مظلوم کی دعا سے بچنے پر کئی احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت چند ہدایات دیں اور آخر میں فرمایا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ

اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1496)

حدیث مبارکہ:2

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ اس کی دعا بادلوں کے اوپر اٹھائی جاتی ہے اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کروں گا خواہ کچھ وقت گزرنے کے بعد۔(سنن الترمذی: رقم السند:2446)

حدیث مبارکہ:3

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مظلوم کی دعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی دعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔(مسند احمد: رقم الحدیث:12488)

مظلوم کی دعا جلد قبول کرنے سے مقصود

مظلوم کی دعا جلد قبول کرنے سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، اس کی معصیت اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈرانا مقصود ہے جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے۔اے میرے بندو! سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2577)

پس مظلوم مضطر اور مکروب ہے اور اپنا بدلہ لینے کے لئے بے قرار ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو مستجاب فرماتا ہے۔

مسافر کی دعا

مسافر بھی مظلوم کے قریب قریب ہے کیونکہ وہ اپنے اہل اور وطن سے جدا ہے دوستوں اور مددگاروں سے دور ہے اور دوران سفر اجنبی لوگوں کے درمیان رہنے کی وجہ سے اس کا کوئی موافق اور مددگار نہیں ہے اس لیے وہ بھی مکروہ اور مضطر ہے اور اس کی دعا بھی اللہ تعالیٰ از راہ کرم جلد قبول فرماتا ہے۔

والد کی دعا

والد جب اولاد کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ بھی اپنی اولاد کے لئے بے قرار اور مضطر ہوتا ہے اور اولاد کی تکلیف سے اس کے

باپ کو اذیت پہنچتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ مظلوم اور مسافر کی دعا کی طرح اس کی دعا کو بھی جلد قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں ان کا نسب دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد سے متعلق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

1-عبداللہ بن عامر، 2-بریر بن عشرقہ
3-سکین بن دومۃ، 4-عبداللہ بن عبدشمس
5-عبدشمس، 6-عبدنہم
7-عبدغنم، 8-عبدعمر بن عبدغنم
9-عمرو بن القلاس

بہرحال اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر دیا تھا اس میں بھی دو قول ہیں۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاہلیت میں میرا نام عبدشمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا رسول اللہ! نے میری آستین میں بلی دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے چادر بچھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان کیں جن کو پھر میں کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا۔ پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ مدینہ منورہ میں رہے اور وہیں وفات ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت ہیثم بن عدی کہتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ایک قول یہ ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا وصال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: ج: 5، ص 315 تا 317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا خَافَ قَوْمًا

باب: جس کو کسی قوم کا خوف ہو تو کیا کہا کرے

یہ باب کسی قوم کے خوف کے وقت دعا کے حکم میں ہے۔

1314 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

حضرت ابوبردہ بن عبداللہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کا خوف لاحق ہوتا تو کہا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! ہم تیری ذات کو سامنے کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری ذات اقدس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(مستدرک: ج: 2، ص: 154، معجم الاوسط: ج: 3، ص: 74، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 5، ص: 253، صحیح ابن حبان: ج: 11، ص: 82)

شرح:

جب کسی قوم یا دشمن کا خوف ہو تو اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے جس طرح کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

فائدہ

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا تعلیم امت کے لئے ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کو کسی چیز یا انسان کا خوف لاحق نہیں ہوا کرتا تھا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الِاسْتِخَارَةِ

باب: استخارہ کا بیان

یہ باب استخارہ کے متعلق ہے۔

1315 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُقَاتِلٍ خَالُ الْقَعْنَبِيِّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الْمَوَالِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُوْلُ لَنَا إِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ وَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ يُسَمِّيْهِ بِعَيْنِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَمَعَادِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ اللّٰهُمَّ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِّيْ مِثْلَ الْاَوَّلِ فَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهِ اَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَآجِلِهِ قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَابْنُ عِيسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ استخارہ کی تعلیم ویسے ہی دیا کرتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیا کرتے۔ آپ ﷺ ہمیں ارشاد فرماتے جب تم میں سے کسی کو حاجت ہو تو دو رکعات فرض کے علاوہ پڑھے اور یوں کہے۔ اے اللہ عزوجل! میں تیرے علم سے خیر کا سوالی ہوں اور تیری قدرت قوت کا سوالی ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوالی ہوں اس لیے کہ تو ہی قدرت پر مالک ہے مجھے نہیں۔ اور تو جانتا ہے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا اور تو چھپی باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اے اللہ

عزوجل! اگر تیرے علم میں یہ کام، اس مقام پر اس خیر کا نام لے جس کا ارادہ کر رہا ہے میرے لیے بہتر ہے، میرے دین، میری آخرت اور میری عاقبت میں تو تو اس کو میرے واسطے مقدر کر دے اور میرے واسطے آسان فرما دے اور اس کے اندر مجھے برکت عطا فرما۔ اے اللہ عزوجل! اگر تیرے علم میں میرے واسطے شر ہے پہلے کی طرح کہے تو اس کو مجھ سے دور فرما دے میرے واسطے خیر کو مقدر فرما دے جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے رضامند فرما دے یا کہے وہ ابھی یا جب ہوا چھا ہو۔ ابن مسلمہ اور ابن عیسیٰ، محمد بن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج:4، ص:293، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1، ص:489، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:52، سنن الترمذی: ج:2، ص:298)

شرح: استخارہ کا طریقہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں لکھا ہے کہ استخارہ کے لئے جو نماز پڑھے تو اس کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے بعض سلف سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ...... يُعْلِنُوْنَ ○ تک (القصص 68 تا 69) بھی پڑھے اور دوسری رکعت میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ (الاحزاب:36) بھی پڑھے بعض مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے اور حدیث میں جس دعا کی تعلیم دی گئی ہے وہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے سو جائے پھر اگر اس کو خواب میں سفید رنگ کی ہرے رنگ کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں خیر ہے اور اگر سرخ یا سیاہ رنگ کی کوئی چیز نظر آئے تو اس کام میں شر ہے اس سے اجتناب کرے۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:410)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر ایک بار دعاء استخارہ کرنے کے بعد آدمی کا دل کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف نہ جھکے تو آیا دوبارہ یہ عمل کرنا مشروع ہے یا نہیں حتیٰ کہ اس کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق شرح صدر ہو جائے میں کہتا ہوں کہ صلاۃ استخارہ اور دعا کو بار بار کرنا مستحب ہے۔

امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ)! جب تم کسی کام کا قصد کرو تو اپنے رب عزوجل سے سات بار استخارہ کرو پھر یہ غور کرو کہ تمہارا دل کس جانب مائل ہوتا ہے بس خیر اسی میں ہے۔

امام عقیلی اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ساقط ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا ہاں! اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے۔ علامہ

نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ صلاۃ استخارہ کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ پڑھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احیاء العلوم میں اسی طرح لکھا ہے اور ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صلاۃ استخارہ میں کسی سورت کی قرأت کرنا معین نہیں ہے اور کسی حدیث مبارکہ میں اس تعیین کا ذکر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 7، ص: 224)

حضرت محمد بن مکندر رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قولہ محمد بن مکندر**

حضرت محمد بن مکندر رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں، بہت زیادہ متقی اور فقہ میں مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایات لی ہیں اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایات لی ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ تیمی ہیں حضرت جابر، حضرت انس اور حضرت زبیر وغیرہم (رضی اللہ عنہم) سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایات لیں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی اور 130 ایک سوتیس میں وفات پائی۔ زہد، عبادت، دینداری، صدق وامانت، فقہ میں مشہور تھے۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 8، ص: 606)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الِاسْتِعَاذَةِ

باب: استعاذہ کا بیان

یہ باب اس بارے میں ہے کہ کن چیزوں سے پناہ مانگی جائے۔

1316 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیعٌ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیلُ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوْءِ الْعُمُرِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں بزدلی، بخل، برے عمل، دل کا فتنہ اور عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے تھے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 712، سنن ابن ماجہ: جز: 11، ص: 297، سنن النسائی، جز: 6، ص: 312، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 3، ص: 374)

1317 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَعِيدٌ الزُّهْرِیُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِی عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ اَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ اللّٰهُمَّ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ وَذَكَرَ بَعْضَ مَا ذَكَرَهُ التَّيْمِیُّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے۔ اے اللہ عزوجل میں تیری کمزوری، سستی، بزدلی، بخل اور بڑھاپے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور عذاب قبر اور فتنہ زندگی اور موت سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر بار کہتے ہوئے سنا ہے اے اللہ عزوجل! میں تیری مصیبت، غم، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ بعض نے اس کو تیمی جیسا ذکر کیا ہے۔

(سنن النسائی: جز:16، ص:320، شرح السنۃ: جز:1، ص:335، صحیح البخاری: جز:19، ص:457، صحیح مسلم: جز:13، ص:227)

1318 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ الْمَكِّیِّ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ دعا یوں تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ کہا کرتے اے اللہ عزوجل! میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(مسند احمد: جز:6، ص:227، مسند البزار: جز:2، ص:175، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:28، ص:117)

1319 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِیُّ اَخْبَرَنَا عِيسٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے۔اے اللہ عزوجل! میں تیری دوزخ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب اور کثرت مال اور فقر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(مستدرک:ج:1ص:725،معجم الاوسط:ج:9ص:118)

1320 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔اے اللہ عزوجل! میں تیری فقر،قلت اور ذلت اور ظالم یا مظلوم بننے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(مستدرک:ج:1ص:725،سنن النسائی:ج:16ص:340،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ:ج:6ص:165)

1321 حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحْوِيلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَائَةِ نَقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سُخْطِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ بھی تھی۔اے اللہ عزوجل! میں زوال نعمت سے تیری عافیت پلٹ جانے سے،تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری تمام ناراضگی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(مستدرک:ج:1ص:713،معجم الاوسط:ج:4ص:53،شرح السنۃ:ج:1ص:338،شعب الایمان:ج:4ص:129)

1322 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا ضُبَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السُّلَيْكِ عَنْ دُوَيْدِ بْنِ نَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے ہوئے کہتے۔اے اللہ عزوجل! میں ضد، نفاق اور برے اخلاق سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(سنن النسائی:ج:10ص:358،مسند البزار:ج:2ص:479)

1323 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ

فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے اے اللہ عزوجل! میں بھوک سے تیری پناہ پکڑتا ہوں کیونکہ وہ برا ساتھی ہے اور میں تیری خیانت سے پناہ پکڑتا ہوں کیونکہ وہ بری فطرت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:10، ص:113، سنن النسائی: جز:16، ص:353، شرح السنۃ: جز:1، ص:338)

1324 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَخِيْهِ عَبَّادِ بْنِ اَبِى سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ

عباد بن ابوسعید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری چار چیزوں سے پناہ پکڑتا ہوں وہ علم جو نافع نہ ہو، وہ دل جو ڈرے نہ، وہ نفس جو سیر نہ ہو، وہ دعا جو سنی ہی نہ جائے۔

(مستدرک: جز:1، ص:185، سنن ابن ماجہ: جز:1، ص:292)

1325 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ قَالَ اَبُو الْمُعْتَمِرِ اُرٰى اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ صَلٰوةٍ لَا تَنْفَعُ وَذَكَرَ دُعَاءً اٰخَرَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے اے اللہ عزوجل! میں اس نماز جو نفع نہ دے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور دوسری دعا کا بھی ذکر فرمایا۔

(صحیح ابن حبان: جز:3، ص:293، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:20، ص:416)

1326 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ بِهٖ قَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ

فروہ بن نوفل اشجعی سے روایت ہے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگنے کے متعلق استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! میں ایسے کام کے شر سے جو میں

نے کیا اور اس کام کے شر سے جو میں نے نہیں کیا تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:1262)

1327 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ الْمَعْنٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ بِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ اَبِيهِ فِي حَدِيثِ اَبِي اَحْمَدَ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي دُعَاءً قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي

حضرت ابو احمد شکل بن احمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کوئی دعا ہی سکھا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں کہا کرو۔ اے اللہ عزوجل! میں اپنے کان کے شر، اپنی آنکھ کے شر، اپنی زبان کے شر، اپنے دل کے شر اور اپنی منی کے شر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1327)

1328 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلٰى اَفْلَحَ مَوْلٰى اَبِي اَيُّوبَ عَنْ اَبِي الْيَسَرِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي وَاَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوذُ بِكَ اَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوذُ بِكَ اَنْ اَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوذُ بِكَ اَنْ اَمُوتَ لَدِيغًا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي مَوْلًى لِاَبِي اَيُّوبَ عَنْ اَبِي الْيَسَرِ زَادَ فِيهِ وَالْغَمِّ

حضرت ابوالسیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! میں کسی چیز کے نیچے دب کر مر جانے اور بلند جگہ سے گر کر مر جانے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور ڈوبنے، جلنے اور بہت ضعیف ہونے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور موت کے وقت شیطان کا مجھے خبطی بنانے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور تیرے راستے میں پشت پھیر کر بھاگنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور زہریلے جانور کے کاٹ کر مر جانے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ ایوب نے حضرت ابوالسیر رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے غم کا اضافہ فرمایا۔

(مستدرک: ج:1،ص:713، معجم الکبیر: ج:19،ص:170، سنن النسائی: ج:16،ص:460)

1329 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّءِ الْأَسْقَامِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کیا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! میں برص، جنون، جذام اور تمام بری بیماریوں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

(مستدرک: جز:1، ص:712، معجم الصغیر: جز:1، ص:198، سنن النسائی: جز:16، ص:395، صحیح ابن حبان: جز:3، ص:295)

1330 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِيُّ أَخْبَرَنَا غَسَّانُ بْنُ عَوْفٍ أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ فَقَالَ يَا أَبَا أُمَامَةَ مَا لِي أَرَاكَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلٰوةِ قَالَ هُمُومٌ لَزِمَتْنِي وَدُيُونٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّكَ وَقَضَى عَنْكَ دَيْنَكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمِّي وَقَضَى عَنِّي دَيْنِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور ایک انصاری کو دیکھا جن کو ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کیا ہے کہ میں تم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں جبکہ نماز کا وقت بھی نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی فکروں اور قرضوں نے گھیرا ہوا ہے یارسول اللہ! (اسی وجہ سے بیٹھا ہوا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو وہ کلام نہ سکھا دوں جب بھی تم اس کو کہا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے غم کو دور فرما دے اور تمہیں قرض سے خلاصی عطا فرما دے۔ انہوں نے عرض کیا: بالکل بتا دیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح اور شام کو اس طرح کہا کرو اے اللہ عزوجل! میں فکر اور غم سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور کمزوری اور سستی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور قرض کے بوجھ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ فرماتے ہیں: میں نے اسی طرح کہا تو اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی کو دور فرما دیا اور مجھے قرض سے نجات عطا فرمادی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1330)

شرح: دعا کی دو اقسام

دعائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک دعا وہ جو منفعت کے قبیل سے ہو اور ان میں امور خیر کو مانگا جاتا ہے دوسری دعا وہ جو ضرر کو دور کرنے کے قبیل سے ہو اور ان میں شر سے پناہ مانگی جاتی ہے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اب تک پہلی قسم کو بیان کرتے آئے ہیں اب یہاں سے دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے

نبی کریم ﷺ نے دولت اور فقر کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے کیونکہ فقر کی وجہ سے انسان میں غلبہ اور صبر کی کمی پیدا ہوتی ہے اور وہ حرام کاموں یا مشتبہ کاموں میں مبتلاء ہو جاتا ہے اور دولت کی وجہ سے فخر اور غرور پیدا ہوتا ہے وہ مال کے حقوق پورا کرنے میں بخل کرتا ہے اسراف کرتا ہے یا مال کو ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے یا مال کو فخر کے لئے خرچ کرتا ہے یہ دولت اور فقر کے فتنے ہیں۔ان روایات میں نبی کریم ﷺ نے سستی سے بھی پناہ مانگی ہے کیونکہ سستی کی وجہ سے انسان نیک کاموں کو شوق سے نہیں کرتا اور نیکیوں میں کم رغبت کرتا ہے اور بے دلی سے عبادت کرتا ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس فقر سے مراد قلت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نفس کا مفتقر اور محتاج ہونا ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے قلت مال کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے اور قلت مال کا فتنہ یہ ہے کہ انسان مال کی کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی نہ ہو یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فقر کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بڑھاپے سے بھی پناہ مانگی ہے اس سے مراد ارذل عمر ہے۔ارذل عمر سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب عقل میں خلل آجائے اور حواس بے کار ہو جائیں قویٰ مضمحل ہو جائیں انسان کسی چیز کو ضبط کر سکے نہ یاد کر سکے، عبادت کر سکے نہ دنیاوی کام کر سکے اور انسان اپنی ضروریات میں دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

ان روایات میں نبی کریم ﷺ نے قرض سے بھی پناہ مانگی ہے کیونکہ انسان جب مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلافت ورزی کرتا ہے اور بعض اوقات انسان قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے روایات میں بزدلی اور بخل سے بھی پناہ مانگی ہے کیونکہ بزدلی کی وجہ سے واجبات کی ادائیگی میں تقصیر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی برائیوں کے روکنے، فاسقوں پر سختی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور انسان طاقت اور بہادری کی وجہ سے عبادت کو انجام دیتا ہے، جہاد کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے لئے کمر بستہ ہوتا ہے اور بخل نہ ہونے کی وجہ سے انسان مال کے حقوق ادا کرتا ہے اس میں خرچ کرنے کا جذبہ ہوتا ہے وہ سخاوت کرتا ہے اور لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے اور جو اس کا حق نہ ہو اس کی طمع نہیں کرتا۔علماء کرام نے بیان فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ان امور سے پناہ مانگنا اس لیے تھا تاکہ تمام احوال میں آپ ﷺ کی صفات کامل ہوں۔ اور امت کی تعلیم ہو۔

ان احادیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ مانگنا مستحب ہے یہی مذہب صحیح ہے جس پر تمام علماء اور اہل فتاویٰ کا اجماع ہے اور بعض صوفیوں نے یہ کہا ہے کہ دعا ترک کر کے اپنے حال کو قضاء وقدر کے سپرد کرنا زیادہ افضل ہے اور بعض زاہدوں نے یہ کہا: احسان یہ ہے کہ دوسروں کے لئے دعا کرے اور اپنے لیے دعا نہ کرے اور بعض نے کہا اگر اس کے دل میں دعا کا محرک ہو تو دعا مستحب ہے ورنہ نہیں۔ فقہاء کرام کی دلیل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دعا کرنے کا حکم ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں ہیں۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:347)

کیا عبادت دوزخ کے خوف سے کرنی چاہئے

☆ **قوله اللهم انی اعوذبك من عذاب جهنم**

نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے کہ اے اللہ عزوجل میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عبادت دوزخ کے خوف کی وجہ سے کرنی چاہئے؟

اس کا جواب مجھے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ملا ہے۔

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے یہ رویم کا قول ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا و آخرت میں نفس کا حصہ ایک آفت ہے اور جو شخص جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے حصہ لینے کے لئے عبادت کرتا ہے اس کی عبادت میں اخلاص نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کیا جائے اور یہ صدیقین کا اخلاص ہے اور یہی اخلاص مطلق ہے اور جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے پیٹ اور فرج کے حصہ کی طلب میں عبادت کر رہا ہے اور صاحبان عقل کے نزدیک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مطلوب ہے لیکن انسان کی ہر حرکت کسی غرض کے لئے ہوتی ہے اور تمام اغراض سے بری ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور جس نے یہ دعویٰ کیا وہ بے غرض عبادت کرتا ہے وہ کافر ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اس شخص کی تکفیر کا فیصلہ کیا جو تمام حظوظ اور اغراض سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہا: یہ صفات الوہیت سے ہے۔

قاضی ابوبکر کا فیصلہ برحق ہے لیکن ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ عام لوگ جن حظوظ اور اغراض کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں یعنی وہ فقط جنت کی لذتوں کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے ان لوگوں کا حظ اور ان کی غرض اللہ تعالیٰ کی معرفت اس سے مناجات اور اس کے دیدار کی لذت حاصل کرنا ہے۔ عام لوگ اس لذت کا تصور نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس پر حیران ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت، مناجات اور دیدار کے بدلہ میں جنت کی نعمتیں دی جائیں تو وہ ان کو حقیر جانیں گے

اوران کی طرف التفات نہیں کریں گے سوان کا حرکت کرنا اور عبادت کرنا بھی ایک حظ اور غرض کے لئے ہے لیکن ان کا حظ فقط ان کا معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (احیاء العلوم: ج:5،ص290 تا291)

قرض اور دین میں فرق

قولہ قال هموم لزمتنی و دیون یارسول الله ﷺ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے مسجد میں بیٹھنے کی وجہ فکروں اور قرضوں کے گھیرے ہوئے ہونے کی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں لفظ دیون آیا ہے اسی طرح اسی باب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ دین آیا ہے بعض روایات میں لفظ قرض بھی آیا ہے ان میں فرق کیا ہے لہٰذا اس فرق کو واضح کرنے کے لئے علماء کرام کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

لغت میں قرض کا معنیٰ ہے جس کو تقاضا کرنے کے لئے دیا جائے اور شرع میں اس کا معنیٰ ہے جو مثلی چیز تقاضا کرنے کے لئے دی جائے مثلی سے مراد وہ مکیل، موزوں اور معدود چیز ہے یعنی اس چیز کی مثل میں ایسا فرق نہ ہو جس سے قیمت مختلف ہو جائے جیسے انڈا اور اخروٹ وغیرہ اس لیے درہم، دینار، اخروٹ، انڈے، گوشت، روٹی، کاغذ اور سکوں وغیرہ میں قرض کا لین دین جائز ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار: ج:4،ص:172)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جو چیز کسی عقد یا کسی چیز کے ضائع یا ہلاک کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہوگئی ہو یا کسی چیز کو قرض لینے کی وجہ سے کسی کے ذمہ لازم ہوگئی ہو وہ دین ہے دین قرض سے عام ہے دین میں مدت کا مقرر کرنا واجب ہے عام ازیں کہ مدت معلوم ہو یا مجہول ہو لیکن اگر جہالت معمولی ہو جیسے فصل کی کٹائی یا دانہ کو بھوسے سے الگ کرنے کا وقت تو یہ جائز ہے اور اگر غیر معمولی ہو تو جائز نہیں ہے جیسے جب آندھی آئے گی۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ معمولی جہالت دین میں برداشت کی جاتی ہے۔
(ردالمحتار: ج:4،ص:166)

اور یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اور قرض میں مدت کا تعین کرنا لازم نہیں ہے یعنی اگر قرض میں مدت کا تعین کر دیا جائے تو وہ غیر لازم ہونے کے باوجود صحیح

ہے اور قرض دینے والا مدت کا تعین کرنے کے بعد اس سے رجوع کرسکتا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قرض کی مدت کا تعین کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداءً اعارہ ہے اور انتہاءً معاوضہ ہے اور ابتداء کے اعتبار سے اس میں مدت کا تعین کرنا لازمی نہیں ہے۔ جیسا کہ عاریۃً چیز دینے میں ہے اور انتہاء کے اعتبار سے اس میں مدت کا تعین کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرض انتہاءً معاوضہ ہے اگر کسی قرض دینے والے نے ایک درہم ایک ماہ کے لئے قرض دیا اور اس کے عوض میں ایک ماہ بعد ایک درہم واپس لیا تو یہ ایک درہم کی ایک درہم کے عوض ایک ماہ کے ادھار پر بیع ہوگی اور یہ سود ہے اس لئے قرض میں مدت کا تعین کرنا جائز نہیں ہے۔

(درالمختار: جز:4،ص:170)

عذاب قبر سے پناہ مانگنا اور عذاب قبر کا ثبوت

☆ اللهم انی...... اعوذبك من عذاب القبر ۔

اے اللہ عزوجل! میں عذاب قبر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اسی وجہ سے تو نبی کریم ﷺ نے تعلیم امت کے لئے یہ کلمات فرمائے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر عذاب قبر کا ثبوت احادیث مبارکہ واقوال علماء کرام سے پیش کیا جاتا ہے۔

عذاب قبر کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

عذاب قبر برحق ہے جس کا ثبوت درج ذیل احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

پہلی حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا وہ چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اور ان دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا: قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو جانور سنیں گے پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1049)

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:10459)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3868)

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6367)

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے میں تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن و انس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1338)

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے باغ میں تھے وہ باغ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو نہیں چل رہے تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کنارے ہو گئے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر افسوس ہے اے بلال (رضی اللہ عنہ)! کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں کچھ نہیں سن رہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 151)

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کے پیروں کی جانب وہ اس کو کاٹتے رہیں گے جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 25189)

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے سنا نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6364)

نویں حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب عزوجل کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ عزوجل ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لئے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ (ابراہیم: 27) (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9145)

دسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11334)

گیارہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دیا جاتا ہے کیا تم کو علم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ (طٰہٰ:124)

اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور اسے ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس (کافر) کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے تم کو معلوم ہے تنین کیا چیز ہے؟ وہ ستر سانپ ہیں ہر سانپ کے سات سر ہیں وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔

(مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 6644)

بارہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو وہ زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ وہ کہے گا میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں۔ فرشتے کہیں گے تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا مجھے کچھ علم نہیں۔ فرشتے کہیں گے ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس کو دباؤ۔ زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1071)

تیرہویں حدیث مبارکہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2309)

چودھویں حدیث مبارکہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1523)

پندرہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11334)

سولہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک سخت گرم دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ آپ کے دل میں تکبر کا کوئی ذرہ نہ آئے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا نبی اللہ فلاں فلاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ان قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: یہ غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا جن کو میں سن رہا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7869)

سترہویں حدیث مبارکہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراہیم: 27) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سے پوچھا جائے گا تیرا رب عزوجل کون ہے؟ وہ کہے گا! میرا رب عزوجل اللہ تعالیٰ ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2871)

اٹھارہویں حدیث مبارکہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر انور اٹھا کر دو یا تین بار ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور ارشاد فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا اے شخص! تیرا رب عزوجل کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ نہاد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے تیرا رب عزوجل کون ہے وہ کہے گا! میرا رب عزوجل! اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہیں گے وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا وہ کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ کہیں گے تمہیں کیسے معلوم ہوا وہ کہے گا میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (ابراہیم: 27) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت کے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہیں گے۔ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا وہ کہے گا۔ افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا اس نے جھوٹ بولا اس کے

لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کردی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن وانس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:18733)

انیسویں حدیث مبارکہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(کچھ بعض حدیث کی تفاصیل یہ بھی ہیں جو پیچھے گزر چکی ہے) جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب عزوجل کون ہے؟ وہ کہتا ہے! میرا رب عزوجل اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے۔ تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہے گا۔ میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بصر تک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا پھر اس کے پاس ایک حسین وجمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہوگا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہو گی اور وہ کہے گا تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ مومن کہے گا تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں پس وہ شخص کہے گا۔ اے میرے رب عزوجل! قیامت کو قائم کردے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے پوچھیں گے۔ تیرا رب عزوجل کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھیں گے۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا! افسوس میں نہیں جانتا وہ پھر پوچھیں گے وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہے گا۔ افسوس! میں نہیں جانتا پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا یہ جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور (اس کی قبر میں) دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر تنگ کردی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بدصورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے اس

سے سخت بدبو آرہی ہوگی وہ اس سے کہے گا تمہیں وہ چیز مبارک جو تم کو غم ناک کرے گی یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا وہ کافر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ آنے والا کہے گا میں تمہارا خبیث عمل ہوں۔ وہ کافر کہے گا۔ اے میرے رب عزوجل! قیامت قائم نہ کرنا۔

بیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4272)

اکیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ایک شخص بنونجار کے محلہ میں گیا وہاں اس نے بنونجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے اور ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حکم ارشاد فرمایا: وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 14152)

بائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت بنونجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی اس میں ان لوگوں کی قبریں تھیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔ میں نے استفسار کیا: یارسول اللہ! کیا ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 27044)

تئیسویں حدیث مبارکہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ نماز اور روزہ وغیرہ پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے لوٹا دیتا ہے۔ پھر فرشتہ

اس کو پکار کر کہتا ہے۔ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے: تم اس شخص یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے۔ وہ کہے گا کون؟ فرشتہ کہے گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں اسی عقیدہ پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی عقیدہ پر اٹھایا جاؤں گا اور اگر وہ انسان کافر یا فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹا سکے وہ فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا کس شخص کے بارے میں! فرشتہ کہے گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں۔ وہ کافر کہے گا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا۔ میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے' پھر فرشتہ کہے گا تم اسی عقیدہ پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کافر کی آواز کو کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8127)

چوبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور (نمازوں کے) قیام سے افضل ہے اور اگر وہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جس عمل کو وہ کیا کرتا تھا اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1913)

پچیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گزرے۔ آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں۔ ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھاتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگا کر اس کے دو ٹکڑے کیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

چھبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی۔ قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے۔ ایک

شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں۔آپ نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے تھے؟اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔آپ نے فرمایا: اس امت کو اپنی قبور میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ہم نے کہا: ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ہم نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں پھر فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ہم نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2867)

اقوال فقہاء کرام

عذاب قبر کے ثابت ہونے کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج جمہور معتزلہ بعض مرجیہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جزو میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں: میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے متصور ہے۔اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔اس کا جواب یہ ہے: اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ ابی فرماتے ہیں:

منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو جواب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا

ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جزو میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:9، ص:318)

علامہ کمال الدین ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے قبر میں روح لوٹانے میں تردد کیا ہے انہوں نے کہا: حیات کے لئے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں: جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے: جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کا الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں: روح (جسم سے) مجرد ہے لیکن امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی اور اس حدیث مبارکہ کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لئے کافی ہے۔ (المسائرہ مع المسامرہ: ص 242 تا 243)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی کا قول

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی 881ھ لکھتے ہیں:

علامہ قونوی نے کہا: کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔

(شرح المسائرہ مع المسامرہ: ص:243)

علامہ ملا علی قاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک ہوتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جزء زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ (مرقاۃ: جز:1،ص:203)

علامہ جلال الدین سیوطی کا قول

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔
(شرح الصدور: ص75 تا 76)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور دوسرے خلیفہ ہیں جب سے اسلام قبول کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری یہ ہے۔

نام ونسب

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عمر بن خطاب بن فضیل بن عبد العزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔

(اسد الغابہ: جز:4،ص:52)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحفص ہے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحفص ہے۔(اسد الغابہ: جز:4،ص:52)

والدہ محترمہ کا نام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے۔(اسد الغابہ: جز:4،ص:52)

پیدائش کب ہوئی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش جنگ فجار اعظم کے چار سال بعد ہوئی۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جنگ فجار اعظم کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔(اسد الغابہ: جز:4،ص:52)

زمانہ جاہلیت میں سفارت کے منصب پر فائز ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریش کے معززین میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں سفارت کے منصب پر فائز تھے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قریش کے معززین میں شمار ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت کا منصب انہی کے سپرد تھا۔

(اسد الغابہ: جز:4،ص52تا53)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے۔ پھر چند لوگوں کے اسلام لانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے ایک قول ہے کہ انتالیس مردوں اور

تیئس عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بعد چالیس مرد پورے ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

انتالیس مردوں اور ایک عورت کے اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور چالیس مردوں کا عدد پورا ہو گیا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (انفال:64)

اے نبی! آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مومنوں میں سے آپ کے پیروکار (کافی ہیں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ

اے اللہ عزوجل! ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل۔

شریح بن عبید نے کہا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی مجھے قرآن مجید کی نظم اور ترتیب سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے کہا: واللہ! جیسے قریش کہتے ہیں یہ شاعر ہیں۔ تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ (الحاقۃ:40تا41)

بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔

پھر میں نے کہا: یہ کاہن ہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الحاقۃ:42تا43)

اور نہ یہ (قرآن) کسی کاہن کا قول ہے تم بہت ہی کم سمجھتے ہو یہ قرآن رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۃ الحاقۃ ختم کی اور یہ سورت سن کر اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

حضرت اسامہ بن زید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کس طرح اسلام لایا تھا ہم نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف تھا ایک دن دوپہر کے وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی مجھے مکہ مکرمہ کے ایک راستہ میں قریش کا ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: اے ابن الخطاب کہاں جا رہے ہو۔ تم کس خیال میں ہو یہ دین تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن دین بدل چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا میں غضب ناک ہو کر گھر لوٹا ادھر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تو ان کو یکجا کر دیتے تا کہ ان کو قوت حاصل ہو وہ ایک ساتھ رہتے، کھاتے پیتے اور نمازیں پڑھتے۔ میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو مردوں کو ملا دیا گیا تھا میں نے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا: ابن الخطاب۔ اس وقت وہ لوگ بیٹھے ہوئے ایک صحیفہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے جب انہوں نے میری آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بھاری تھی) اور اس صحیفہ کو چھپانا بھول گئے میری بہن نے دروازہ کھولا میں نے اس سے کہا: اے اپنی جان کی دشمن تو دین بدل چکی ہے پھر میں نے اس کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کا خون بہنے لگا جب میری بہن نے خون دیکھا تو وہ رونے لگی پھر میری بہن نے کہا: اے خطاب کے بیٹے تم جو کچھ کر سکتے ہو کرو میں مسلمان ہو چکی ہوں میں غصہ میں بھرا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا اور چارپائی پر بیٹھ گیا اچانک میری نظر پڑی گھر کے اندر ایک کونے میں ایک کتاب رکھی ہوئی تھی میں نے کہا: یہ کیسی کتاب ہے مجھے دو۔ میری بہن نے کہا: نہیں تم اس کتاب کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو تم غسل جنابت نہیں کرتے تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس سے کتاب کے لئے مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا میں نے دیکھا اس میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوئی تھی جب میں نے رحمٰن اور رحیم کو پڑھا تو مجھ پر دہشت طاری ہو گئی اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے پھر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کوئی اسم پڑھتا تو مجھ پر دہشت چھا جاتی اور میں اس پر غور و فکر کرتا حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ط (الحدید: 7)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے لوگوں کا قائم مقام کر دیا ہے۔

حتیٰ کہ جب میں اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ پر پہنچا تو میں نے "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ" پڑھا۔ پھر لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے نکل آئے اور انہوں نے مجھ سے جو کلمہ شہادت سنا تھا اس پر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ عزوجل کی حمد کی اور مجھ سے کہا: اے ابن خطاب! مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عمرو بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے۔ اور ہم کو امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہو گئی جب ان کو میرے اسلام لانے کے صدق کا یقین ہو گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ وہ صفا کے نیچے ایک مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا رسول اللہ! نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا پھر دروازہ کھولا اور دو شخص مجھے بازو سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام قبول کر لو۔ میں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و انک رسول اللّٰہ۔ یہ سن کر تمام

مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ لگایا کہ مکہ مکرمہ کے درودیوار گونج اٹھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے۔ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو جاری کردیا ہے اور وہ فاروق ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب سے حق اور باطل میں فرق کردیا ہے۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔

قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح تھا ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی ہم نے وہ وقت دیکھا جب ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرکوں سے جنگ کی حتیٰ کہ انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔

(اسد الغابہ: جز:4،ص53 تا58)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ

امام عبدالملک بن ہشام المعافری متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی اسلام لا چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لئے حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نعیم بن عبداللہ ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے سو میں ان کو قتل کر[illegible]وں گا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم دھوکے میں مبتلا ہو۔کیا تم سمجھتے ہو کہ بنوعبدمناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چ[illegible]وڑ دیں گے اور تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے۔تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا م[illegible]رے گھر میں کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا

خدا کی قسم وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تم پہلے ان سے نمٹو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا ''طٰہٰ'' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید پڑھانے کی آواز سن لی تھی جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ ان دونوں نے کہا ہم نے تو کوئی آواز نہیں سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے دین کی پیروی کر رہے ہو پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ایک تھپڑ مارا ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لئے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا اور ان کا سر پھاڑ دیا جب انہوں نے بہت مارا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں اب جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا خون بہتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا اچھا مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے میں بھی دیکھوں کہ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے انسان تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں انہوں نے کہا: اے بھائی تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا ''طٰہٰ'' جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ عزوجل! اسلام کی ابوالحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خباب رضی اللہ عنہ! (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی طرف میری رہنمائی کرو تا کہ میں اسلام لاؤں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں جھانک کر دیکھا اور گھبرا کر کہا: یا رسول اللہ! یہ تو عمر ہے وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو آنے دو اگر وہ نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا ہے تو ہم اس کو اسی

کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو۔ پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ ﷺ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جان لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسلام سے بہت دور تھا میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے والے کے پاس جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ نہیں ملا پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے ساتھ طواف کرلوں پھر میں مسجد میں پہنچا تاکہ میں کعبہ کا طواف کروں اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کرتے تھے اور کعبہ معظمہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا میں نے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ضرور شاعر ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ (الحاقۃ: 40 تا 41)

"بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم بہت کم یقین کرتے ہو۔" پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتہ چل گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الحاقۃ: 42 تا 43)

اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو یہ تو رب العلمین کا نازل کردہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں نے قرآن مجید سنا تو میرا دل نرم ہو گیا میں آبدیدہ ہو گیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا میں اسی جگہ پر کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ دار عباس اور دار از ہر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو ضرر پہنچانے

کے لئے آپ ﷺ کا پیچھا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابن الخطاب اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! بے شک تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی پھر آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔ (السیرۃ النبویہ: جز: 1، ص 381 تا 385)

قبولیت اسلام میں علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی کا قول

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ذہبی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (27) ستائیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور ان میں سفارت بھی تھے۔ جنگ کے دنوں میں قریش آپ رضی اللہ عنہ کو ہی پیغام دینے والا بنا کر بھیجتے تھے اور جب قریش پر کوئی اظہار مفاخرت کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ کو ہی مقابلہ کے لئے بھیجا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس یا انتالیس یا پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا تیئیس عورتوں کے بعد اسلام لے آئے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑی فرحت حاصل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مکہ مکرمہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں جو بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔

اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے خصوصاً دین کو عزت بخش۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں نبی کریم ﷺ کی تلاش میں نکلا مجھے پتہ چلا کہ آپ ﷺ مجھ سے پہلے مسجد میں تشریف لے جا چکے ہیں میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن مجید کی ترتیب سے حیران ہو گیا اور قریش کی طرح اس کو شعر کہنے لگ گیا جب آپ ﷺ نے یہ آیت اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَ ...... پڑھی تو میرے دل میں

اسلام پوری طرح سما گیا اور ابن شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی پہلی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے خود ہی فرمایا: میں نے اپنی بہن المخاض کو مارا پھر میں گھر سے نکل کر کعبے کے پردوں میں چھپ گیا اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آ کر کمرے میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمانے لگے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز کی ساعت کی جو اس سے پہلے کبھی نہ ساعت کی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نہ مجھے دن کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی رات کو چھوڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ڈرا کہ اب مجھ پر بددعا فرمائیں گے میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اسلام کا اس طرح ہی اعلان کروں گا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابویعلی، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے تو بنی زہرہ کا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اس نے کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمانے لگے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنا ہے۔ اس نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ پائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے لگتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا میں آپ کو حیران کن بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی دین چھوڑ کر صابی ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس حضرت خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق علم ہوا تو وہ گھر میں چھپ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستگی میں کیا پڑھ رہے تھے؟ وہ اس دوران سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی نے کہا ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا شاید تم صابی ہو گئے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ اگر حق آپ کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر جھپٹ پڑے اور ان کو برے طریقے سے مارا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے شوہر سے ہٹانا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تھپڑ مار کر بہن کے چہرے کو خونی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے بھی حوصلہ رکھتے ہوئے کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے وہ کتاب دو جس کی تم تلاوت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ناپاک ہیں اس کو پاک شخص ہی چھو سکتا ہے جا کر غسل کرو پھر وضو کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور تلاوت فرمانے لگے۔ طٰہٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ۝ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِی ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ (طٰہٰ: 1 تا 14) تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمانے لگے مجھے بتاؤ محمد مصطفیٰ ﷺ کہاں ہیں جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے اور کہا: عمر رضی اللہ عنہ تمہیں خوشخبری ہو مجھے امید ہے کہ تو نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ ﷺ نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ اس گھر میں تھے جو صفا کے سامنے ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس گھر میں آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اشخاص کو موجود پایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا اور اگر اس طرح نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے عام سی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کے کپڑوں اور تلوار کے پرتلے کو خوب پکڑ کر فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم کون سے خیال میں ہو۔ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزار، طبرانی، ابونعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خود بتایا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں تمام سے سخت شخص تھا ایک کڑک دوپہر کو میں مکہ مکرمہ کے ایک راستہ پر چکر لگا رہا تھا کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اور اس نے کہا: اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ)! تم خود کو بڑے جانتے ہو لیکن اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: وہ کس طرح۔ اس نے کہا: تمہاری بہن اسلام لے آئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے وہاں سے غصے ہو کر بہن کا دروازہ بجایا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں تو وہ دوڑ کر اندر چھپ گئیں وہ ایک صحیفہ کی تلاوت کر رہے تھے جس کو وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھول گئے میری بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا: اے اپنی جان کی دشمن کیا تو صابیہ ہو گئی ہے اور میرے ہاتھ میں کوئی شے تھی جو میں نے بہن کے سر پر ماردی جس سے خون نکلنے لگ گیا اور اس نے روتے ہوئے کہا: اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! جو تمہارا دل کرے کر لو ہاں! میں صابیہ ہو گئی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اندر داخل ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس صحیفہ کو ملاحظہ کر کے کہا: یہ کیا ہے؟ مجھے دکھائیں؟ تو میری بہن نے کہا تو اس کی اہلیت نہیں رکھتا تو تو جنبی ہے اور اس کتاب کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا میں ان کو بار بار کہتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے صحیفہ دے دیا جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جب میں تلاوت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم سے گزرتا تو مجھے اس سے خوف دامن گیر ہوتا پھر میں نے صحیفہ کو رکھ دیا اور خود پر تفکر کرنے لگ گیا پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ج

تو میں خوفزدہ ہو گیا اور میں نے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (آیت 7 تک) تلاوت کی۔ تو میں نے کہا: اشهد ان لا اله

الا اللہ تو لوگ میری طرف بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا: آپ کو خوش خبری ہو کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کو دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابوجہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ صفا کے سامنے میں اپنے گھر میں تشریف فرما ہیں میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لوگوں نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا: ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف میری سخت دشمنی کا پتہ تھا اس لیے کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہ کی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دو۔ دو بندوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو پھر آپ ﷺ نے مجھے قمیض کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) اسلام لے آؤ۔ اے اللہ عزوجل! اس کو ہدایت عطا فرما تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ مکرمہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی۔ مسلمان چھپ چھپ کر دن بسر کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مارا جا رہا ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تو میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا وہ سردار شخص تھا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون؟ میں نے کہا: ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) جو صابی ہو چکا ہے۔ اس نے کہا: اس طرح نہ کرو اور دروازے کو بند کر لیا۔ میں نے کہا: یہ تو کچھ بھی نہ ہوا پھر میں قریش کے بڑے شخص کے پاس گیا میں نے اس کو بلا کر وہی بات کی جو بات ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا: یہ تو کچھ بھی نہ ہوا مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک شخص نے مجھ سے کہا تو پسند کرتا ہے کہ لوگوں کو تمہارے اسلام قبول کرنے کا پتہ چل جائے۔ میں نے کہا: ہاں اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو تم فلاں شخص کے پاس جانا جو کسی کے بھید کو چھپا نہیں سکتا اسے کہنا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ بھید کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔ تو میں نے اس کو کہا میں صابی ہو گیا ہوں اس نے کہا تم نے یہ قدم اٹھا لیا ہے میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے بلند آواز سے کہا: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) صابی ہو چکا ہے لوگ بھاگ کر میری جانب آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں ان کو مارتا تھا میرے ہر طرف لوگ جمع ہو گئے تو میرے ماموں نے کہا یہاں پر لوگ کیوں جمع ہیں اس کو بتایا گیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارے سے بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے میں نہیں پسند کرتا تھا کہ مسلمانوں کو مارا جائے اور میں بچ جاؤں۔ میں نے کہا: یہ کوئی بات نہ ہوئی میں اپنے ماموں کے پاس گیا۔ اور کہا: مجھے آپ کی پناہ کی حاجت نہیں لہٰذا میں ہمیشہ مارتا رہا اور مار کھاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا۔ (الصواعق المحرقہ: 237 تا 244)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے علم کے مطابق مہاجرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر شخص نے چھپ کر ہجرت کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا قصد کیا تو انہوں نے تلوار لٹکائی تیر اور کمان اپنے ہاتھ میں لیے اور نیزہ سنبھال کر کعبہ معظمہ کی طرف گئے۔ اس وقت قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی پھر قریش کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس پر اس کی ماں روئے اس کے بچے یتیم ہوں اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ اس وادی کے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیچھا نہیں کیا اور بعض معمر لوگوں نے قریش کو سمجھایا اور نصیحت کی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے مہاجرین میں سے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے پھر بیس سواروں کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص 58 تا 59)

ہجرت کے متعلق علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام لوگوں نے چھپ کر ہجرت کی آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا جب ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کمان کندھے پر رکھی اور ہاتھ میں تیر لئے کعبہ معظمہ تشریف لائے اشراف قریش صحن میں بیٹھے ہوئے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے اور کہا: تم علیحدہ علیحدہ ہو جو پسند کرتا ہے کہ اس کی ماں اس کو ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی گھر والی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل جائے لیکن کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہ گیا۔

اور اس نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

سب سے اول ہجرت کرنے والے جو ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ او حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں ئے ہم نے عرض کیا رسول اللہ! کا کیا ارادہ ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 249)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کیسے ہوا؟

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

الدلائل میں ابونعیم نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا

کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین روز قبل اسلام لائے میں مسجد کی جانب گیا تو ابوجہل آپ رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کے لئے جلدی سے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب گیا آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی جانب آئے جہاں قریش حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ابوجہل بھی وہیں پر بیٹھا ہوا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے سامنے جا کر کمان کی ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا ابوجہل نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر پہچان لیا کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں۔ اس نے کہا: اے ابوعمارہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماری جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہنے لگا تو قریش جنگ اور معاملات کے خراب ہونے کی بناء پر چپ ہو گئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارارقم میں تشریف فرما تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا: کیا تو اپنے آبائی دین کو ترک کر کے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والا بن گیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اگر میں نے اس طرح کیا ہے تو اس نے بھی یہ فعل کر لیا ہے جو مجھ سے زیادہ تم پر حق کا حامل ہے۔ میں نے کہا: کون ہے۔ اس نے کہا: تیری بہن اور تیرا بہنوئی تو میں نے آہستہ آواز سنی میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ ہمارے مابین باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور اس کو زخمی کر دیا۔ میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ تمام تمہیں ذلیل کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے میں نے جب خون دیکھا تو مجھے حیا آئی میں نے بیٹھ کر کہا مجھے یہ کتاب دکھایئے۔ بہن نے کہا اس کو پاک شخص کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ تھما دیا جس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں نے کہا: یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ سے لے کر لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ (طٰہٰ: 1 تا 8) تک میں نے تلاوت کی میرے دل میں اس کا مقام جاگزیں ہوا تو میں نے کہا: اس کلام سے قریش تو بھاگتے ہیں پھر میں اسلام لے آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں۔ بہن نے کہا وہ دارارقم میں ہیں میں نے وہاں جا کر دروازہ بجایا لوگوں نے آواز سماعت کی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا عمر (رضی اللہ عنہ) آیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دروازہ کھول دو اگر اسلام قبول کرنے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم اس کو ختم کر دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات کو سن لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کو مسجد والوں نے بھی سن لیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: پھر چھپنے کا کیا مطلب۔ تو ہم باہر نکل گئے میں ایک صف میں تھا اور دوسری میں حمزہ (رضی اللہ عنہ) تھے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے قریش نے جب مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو سخت دکھ پہنچا اسی وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ذکوان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ! نے رکھا ہے۔

اور امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اہل سماء کو عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے فرحت ہوئی ہے۔

اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج ہم آدھے رہ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔

يَآَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال:64)

اور امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی عزت والے بن گئے ہیں اور ابن سعد نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی ایک روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح ہے اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے ہم اس وقت تک بیت اللہ نہیں گئے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے اور جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو ترک کر دیا۔

امام ابن سعد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں مزید بڑھوتری ہوگئی اور جب شہید ہوئے تو اسلام کمزور پڑتا گیا۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن سند روایت کی ہے کہ

سب سے اول اسلام کا اعلان کرنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن سعد نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آگیا اور اس کی طرف کھلم کھلا دعوت پیش کرنے لگ گئے۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے اس کا طواف کیا کرتے تھے اور جو ہم سے سختی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقہ: ص245 تا 248)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار پر سب سے زیادہ سخت تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بدر کے تمام مشرکین کو قتل

کرنے کا مشورہ دیا تھا یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں آخر وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

حضرت زہری اور حضرت عاصم بن عمر سے روایت ہے:

جنگ احد میں جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے پہاڑ کے اوپر سے جھانک کر بلند آواز سے کہا جنگ ایک ڈول ہے آج کا دن بدر کا بدلہ ہے ہبل (بت کا نام) کا بلند نام ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کھڑے ہو کر اس کا جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اعلی و اجل تمہاری ہم سے کوئی برابری نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول نار میں ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں بے شک وہ تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص59 تا 60)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد و خوف خداوندی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ زاہد اور خوف خدا عزوجل رکھنے والے تھے جس پر کثیر احادیث مبارکہ دلیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت حسن بن ابی الحسن سے روایت ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ سے (آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد) شادی کی اور ان سے کہا میں نے مال اور اولاد کی رغبت کی وجہ سے تم سے شادی نہیں کی میں نے تم سے صرف اس وجہ سے شادی کی ہے کہ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو نماز کس طرح پڑھتے تھے انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھتے پھر ہم سے فرماتے کہ میرے سرہانے پانی کا ایک برتن بھر کر رکھ دو پھر رات کو بیدار ہوتے اور پانی سے وضو کرتے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آجاتی پھر بیدار ہوتے حتیٰ کہ رات کی وہ ساعت آجاتی جس میں آپ قیام کرتے تھے۔
(کتاب الزہد: ص:148)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ (کتاب الزہد: ص:150)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوعثمان سے روایت ہے:

ایک شخص نے عرض کیا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رمی جمار کر رہے تھے اور انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس

میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ (کتاب الزہد:ص:151)

حدیث مبارکہ:4

حضرت حسن سے روایت ہے:

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

(کتاب الزہد:ص:154)

حدیث مبارکہ:5

حضرت حسن سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا اگر میں چاہوں تو سب سے زیادہ ملائم لباس پہنوں اور سب سے لذیذ کھانا کھاؤں اور سب سے اچھی زندگی گزاروں لیکن میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ان کے کاموں پر ملامت کی اور فرمایا:

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا ۚ (الاحقاف:20)

تم اپنی عمدہ لذیذ چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور تم نے ان سے فائدہ اٹھالیا۔

(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:117)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی آواز پہنچتی تھی۔

(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:134)

حدیث مبارکہ:7

حضرت داؤد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:141)

حدیث مبارکہ:8

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب

دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث: 142)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاحیات لگاتار روزے رکھتے رہے۔ (صفوۃ الصفوۃ: جز: 1، ص: 129)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھی رات کے وقت نماز پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔ (صفوۃ الصفوۃ: جز: 1، ص: 129)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ کیا جاتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا کاش میں بھولا بسرا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ: جز: 1، ص: 128)

حدیث مبارکہ: 12

عمرو بن میمون سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کرتا ہے اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے جانا ان کو سلام عرض کرنا پھر کہنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرتا ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا پھر ارشاد فرمایا میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نام لیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ اس

وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہو آپ کو معلوم ہے آپ اسلام لانے میں مقدم ہیں پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عدل کیا پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے کاش کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1392)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام اور ہجرت میں تو ہم پر مقدم نہیں تھے لیکن وہ سب سے زیادہ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب تھے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو انہیں ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس برتن کو ہاتھ پر رکھ کر کہنے لگے میں اس کو پی لوں گا تو پینے کے بعد اس کی حلاوت ختم ہو جائے گی اور اس کا مواخذہ باقی رہے گا یہ کہہ کر وہ شہد کسی اور شخص کو دے دیا۔

حضرت ابن ملیکہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا غلام نے آکر کہا: عتبہ ابی فرقد ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عتبہ کس کام کے لئے آئے ہیں ان کو بلاؤ۔ عتبہ آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ عتبہ کھانا کھاؤ وہ کھانے لگے تو وہ سخت روٹی تھی جوان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی تھی انہوں نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں میدے کی روٹیاں نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تمام مسلمان اس قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم پر افسوس ہے۔ اے عتبہ کیا میں اچھی اور لذیذ چیزیں دنیا ہی میں خرچ کرلوں؟ (اسد الغابہ: جز: 4، ص 60 تا 62)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صبح کے وقت ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے ان کے ڈول نکالنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) آئے اور

انہوں نے ڈول نکالے اور میں نے ان کی طرح غیر معمولی صلاحیت والا کسی کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے اپنی سواریوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بہت زیادہ شہر فتح ہوئے اور بہت مال و دولت اکٹھا ہوا اور کفار سے بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے اگر تم ان کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو دنیا اور دین الہٰی کے احکام کے نفاذ میں قوی پاؤ گے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قیامت تک بعد میں آنے والے حکمرانوں پر حجت بنا دیا ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کی رائے پوچھی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کی جو رائے ہے وہ اس سے زیادہ افضل ہیں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے پوچھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید، حضرت ابوالاعور، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین اور انصار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے پوچھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بہتر ہیں ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور اس خلافت کے لئے ان سے زیادہ قوی اور کوئی شخص نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بٹھاؤ پھر کہا: کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہو جو تمہارے لیے ظلم کا زادِ راہ مہیا کرے گا وہ ناکام ہوگا اے اللہ عزوجل! ان کے لئے بہتر شخص کو خلیفہ بنا دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لیٹ گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا لکھو۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ وہ نصیحت ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اور آخرت میں داخل ہوتے وقت کی ہے جس وقت کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے اور کاذب تصدیق کر دیتا ہے میں اپنے بعد تم پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتا ہوں تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا میں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کے دین اور اپنے اور تمہارے لیے کسی خیر کو ترک نہیں کیا اگر انہوں نے عدل کیا تو ان کے متعلق میرا یہی گمان اور یقین ہے اور اگر انہوں نے اس کے خلاف کیا تو ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے میں نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کو نہیں جانتا اور ظالموں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ وہ کیسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خط پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مہر شدہ مکتوب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسد بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے اور لوگوں سے کہا: کیا تم اس مکتوب پر بیعت کرتے ہو؟ سب لوگوں نے اس پر

بیعت کر لی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کچھ وصیتیں کیں اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت منعقد ہو گئی۔(اسد الغابہ: ج:3 67 تا 71)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ کیسے مقرر ہوئے

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سیف اور حاکم نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ بنا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نحیف سے نحیف تر ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حرث ابن کلاۃ خزیرہ تناول فرما رہے تھے جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حرث نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کھانے سے ہاتھ ہٹالیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں زہر مکس کیا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارے کام مکمل کر دے گا اور میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہو جائیں گے اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اس کے بعد یہ دونوں دائمی مریض رہے اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی روز اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ

اے احد! اپنی جگہ پر ٹھہر ارہ تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

اس کے منافی نہیں اس لیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص وصف آپ رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا ہے جس طرح کہ گزشتہ اوراق میں گزر گیا ہے اور جس کو میں وصف شہادت پر مشترک ہونے کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوت بیان کیا ہے جو آپ کا وصف ہے ورنہ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال زہر سے ہوا۔

ایک اور حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں تصریح کی ہے کہ یہ خیبر میں تناول کرنے کی بناء پر ہوئی ہے یہ کھانا بار بار آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتا رہا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنتیں مبارکہ ٹکڑے ہو گئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے واقدی اور حاکم نے روایت کیا ہے:

جمادی الاخریٰ کے سات دن گزر گئے تھے کہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوموار کو غسل کیا جس سے مرض کی ابتداء ہوئی یہ سردی کا روز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو پندرہ دن تک بخار رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد میں بھی تشریف نہ لے جا سکتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات جمادی الاخریٰ 13ھ کو منگل کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب خراب ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلایا اور ارشاد فرمایا مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ جس معاملے کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ اس کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ایسے ہی ہے تو آپ بھی بتا دیجئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو رائے بھی رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر فرمانے لگے۔ اے اللہ عزوجل! میرا علم ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں ان کی طرح کوئی نہیں ہے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اور دیگر مہاجرین وانصار سے بھی مشورہ فرمایا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے بعد بہتر شخص سمجھتا ہوں وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور جو بندہ بھی اس خلافت کا متولی ہوگا وہ ان سے زیادہ قوی نہیں ہوگا اسی دوران بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم پر خلیفہ بنانے کے متعلق پوچھے گا تو آپ رضی اللہ عنہ کیا جواب دیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ تو اس کی سختی کو بہت زیادہ جانتے ہیں۔ تو حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں میں کہوں گا اے اللہ عزوجل! میں نے اس کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو تمام سے بہتر تھا میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا لکھو۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا کو ترک کرتے وقت یہ آخری عہد کیا اور آخرت کی طرف جاتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لاتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس کی سننا اور فرمانبرداری کرنا۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے متعلق کسی قسم کی غلطی سے کام نہیں لیا اور اپنے اور تمہارے لیے خیر پسند کی ہے میرا علم وظن اس کے متعلق یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا اگر وہ اس طرح نہ کر سکے تو ہر شخص جو کرے گا وہی پائے گا میرا ارادہ خیر کا ہے میں کوئی غیب جاننے والا نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کون سی جگہ پھرے گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: وہ اس مہر والی تحریر کو باہر لے جائیں تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علیحدہ بلا کر آپ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اس کے بعد وہ چلے گئے تو حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میں نے

صرف ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اس طرح کیا ہے مجھے ان کے متعلق فتنہ کا خوف کھائے جا رہا ہے میں نے ان کے بارے میں جو کچھ کیا ہے تو اس کو بہتر جانتا ہے میں نے اپنی رائے میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور طاقتور آدمی کو جوان کی ہدایت کی بڑی چاہت کرنے والا ہے خلیفہ قائم کر دیا ہے کیونکہ وہ تیرے ہی بندے ہیں ان کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں ان کی اصلاح فرما اور اس کو اپنے خلفائے راشدین میں رکھ۔

امام سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

تین شخص سب سے زیادہ عقل وفہم والے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ جب اس نے فرمایا: اس شخص کو مزدوری پر رکھئے جو امین اور طاقتور ہو اور عزیز مصر نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا: اس کی عزت کرنا۔ کہا گیا کہ سلیمان بن عبدالملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جب اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

یسار بن حمزہ سے ابن عسا کر نے روایت کیا ہے:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت خراب ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جالی سے لوگوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہم راضی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی سے راضی نہ ہوں گے آپ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلا کلام یہ فرمایا۔

اے اللہ عزوجل! میں سختی کرنے والا ہوں مجھے نرم فرما دے میں کمزور ہوں مجھے قوی بنا دے میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن خلیفہ بنے اور آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا حق ادا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسی فتوحات ہوئیں جن کی مثال بعد کے خلفاء کے دور میں نہیں ملتی۔ شام، عراق، فارس، روم، مصر، سکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں فتح ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ سات احادیث مبارکہ میں جو خلافت صدیقیت پر دلالت کرتی ہیں ان میں اس طرف اشارہ ملتا ہے ان احادیث مبارکہ کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر ڈول کھینچتے ملاحظہ کیا۔ میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا تو انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول نکالے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے نکالنے میں تھوڑی کمزوری تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس جیسا کام کرتے نہیں ملاحظہ کیا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگ گئے۔

علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

اس خواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام کو غلبہ ہوگا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص230 تا 234)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا نام امیر المومنین رکھنا

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

عسکری نے الدلائل میں طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سلیمان بن ابی خیثمہ سے دریافت کیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کس وجہ سے من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے بندے ہیں جس نے من خلیفہ لکھا لہٰذا وہ کون سا آدمی ہے جس نے سب سے اول من امیر المومنین لکھا انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفاء نے کہا ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو تحریر فرمایا: دو بہادر شخص میرے پاس بھیجیں میں ان سے عراق اور عراق والوں کے گورنر کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیج دیا۔ مدینۃ المنورہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے وہاں پر انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہمیں امیر المومنین کے پاس حاضری کی اجازت دلوا دیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر عرض کیا السلام علیکم! یا امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نام میں آپ رضی اللہ عنہ کو کیا بھید پتہ چلا کہ جو آپ نے اس طرح کہا ہے اس کی حقیقت بیان کرو تو انہوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ

لبید اور عدی نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ ہی الفاظ کہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کہا گیا کہ سب سے اول مغیرہ بن شعبہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا:

معاویہ بن قرۃ سے ابن العساکر نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے ان کو خلیفہ خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو بہت طویل اسم ہے لوگوں نے کہا: نہیں

ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خود اپنا امیر بنایا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ ارشاد فرمایا! ہاں! میں آپ کا امیر ہوں اور تم مومن ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے الفاظ تحریر فرمائے اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سریہ میں تھے جس میں یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرہ:217) کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین سے موسوم کرتے تھے اس لئے کہ یہ ایک خاص نام ہے اس وقت جس موضوع پر بحث کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ایسے پہلے مقدس بزرگ ہیں جنہوں نے خلافت کی حیثیت سے اپنا اسی طرح کا نام پسند فرمایا۔ (الصواعق المحرقہ: ص235 تا236)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا

حافظ ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ

مالک الدار جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط آ گیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ عزوجل! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:12، ص:32)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

پہلی حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں بھیجا۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار ارشاد فرمایا: اے ساریہ رضی اللہ عنہ! پہاڑ پر چڑھو۔ اس کے بعد لشکر کا پیغام دینے والا آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا اس نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! ہم شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ رضی اللہ عنہ! پہاڑ کی جانب جاؤ یہ بات تین بار کہی ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے قریب تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔

اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ خطبہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی کیفیت ظاہر ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ساریہ (رضی اللہ عنہ) پہاڑ کی جانب جاؤ اور جس نے بھیڑیئے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے لگ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کا مطلب پتہ کریں گے جب آپ رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرے قلب پر یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر وہ اس کی طرف پلٹ جائیں تو ان کو ایک ہی جانب سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور اگر وہاں سے گزر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سماعت کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک ماہ کے بعد فتح کی خوش خبری لے کر ایک شخص آیا تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سماعت فرمائی اور ہم پہاڑ کی طرف پلٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

ابونعیم نے عمر بن حارث سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے خطبہ کو ترک کیا اور دو یا تین بار یہ الفاظ فرمائے۔ ساریہ پہاڑ کی جانب بڑھو! پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا شروع فرما دیا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اس کو جنون ہو گیا ہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خلاف لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس پر قابو نہیں پا سکا۔ میں نے ان کو پہاڑ کے پاس جنگ کرتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ رہے ہیں تو میں نے فوراً کہا ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تا کہ پہاڑ کے پاس چلے جائیں حتیٰ کہ ساریہ کا پیغام دینے والا خط لے کر آیا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو گیا تو ہم نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ جمعہ کا وقت آ گیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جس نے پھر کہا: اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے پاس چلے گئے اور ہم ہمیشہ ان پر غلبہ کی صورت میں رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس شخص کو ترک کر دو اس کو کوئی عارضہ لاحق ہوا ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ

ابوالقاسم بن بشران نے موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا:

تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا انگارا! آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس کے بیٹے ہو۔ اس نے کہا روشن شعلے کا بیٹا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ تم کس خاندان سے ہو؟ اس نے کہا: جلق کے خاندان سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا تپش میں ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس طرح کی؟ اس نے جواب دیا شعلوں والی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ وہ جل چکے ہیں وہ شخص گھر گیا تو دیکھا کہ اس کے گھر والے جل گئے ہیں۔

تیسری حدیث مبارکہ

ابوالشیخ نے العظمۃ میں قیس بن حجاج کی سند سے اس شخص سے روایت کیا ہے: جس نے اس سے بیان کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو شہر والے حضرت عمرو بن العاص ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب عجم کے مہینوں میں کسی روز دخول فرمایا انہوں نے کہا: اے امیر! ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک رسم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب اس ماہ کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوجوان لڑکی کا اس کے والدین کے ہوتے ہوئے ارادہ کرتے ہیں اور اس کے والدین کو رضامند کرتے ہیں اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات زیب تن کرواتے ہیں پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: اسلام میں کبھی اس طرح نہیں ہوگا اسلام پہلے کی رسوم ختم کرتا ہے لہٰذا وہ اس قسم کی رسم کے لئے تیار ہوئے اور دریائے نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے اس کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا۔ جب حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے اس بات کو ملاحظہ کیا تو حضرت عمر ﷺ کی طرف یہ بات تحریر فرمائی۔

آپ ﷺ نے جواب میں لکھا کہ آپ ﷺ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو ختم کرتا ہے اور اپنے خط میں ایک رقعہ روانہ فرمایا اور حضرت عمرو بن العاص ﷺ کو تحریر فرمایا: میں نے خط میں ایک رقعہ تمہاری طرف روانہ کیا ہے اس کو نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص ﷺ کے پاس خط پہنچا تو آپ ﷺ نے کھول کر پڑھا اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود ہی بہتا تھا تو آئندہ نہ بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چلاتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں چلاتا رہے۔ حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے یہ رقعہ اوز صلیب سے ایک دن قبل نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک رات میں سولہ ہاتھ تک چلا دیا ہے انہی ایام سے اللہ تعالیٰ نے مصر والوں سے یہ رسم ختم فرما دی ہے۔

چوتھی حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے:

اگر حضرت عمر ﷺ کے پاس کوئی شخص حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اس کو ہرگز نہ بیان کرو پھر اس حدیث مبارکہ کو سنا کر فرماتے اس کو نہ بیان کرنا تو وہ شخص آپ سے کہتا جو میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ حق ہی ہے مگر آپ نے جو حکم دیا ہے کہ اس کو نہ بیان کرو یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بات کرتے وقت ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ جھوٹی بات ہے۔

پانچویں حدیث مبارکہ

بیہقی نے الدلائل ہدیۃ الحمصی سے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو کنکر مارے ہیں آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے جب آپ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے اور جلد ہی ان پر ثقفی نوجوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما جو نہ ان کے اچھے شخص کی بات مانے اور نہ خطا کار کو معاف کرے۔ ابن الھیعۃ نے کہا: اس وقت تک حجاج کی پیدائش نہیں ہوئی تھی۔ (الصواعق المحرقۃ: ص 271 تا 275)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قرآن وسنت اور تورات کی رو سے موافقات

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

قرآن مجید میں اس طرح کی باتیں بھی ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہیں۔

اور اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کیا ہے:

جب کسی چیز کے متعلق کلام کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے پیش کریں تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔

جب یہ ثابت ہوا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقات بھی کثیر ہیں۔

پہلی، دوسری اور تیسری (حدیث مبارکہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

میرے رب عزوجل نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو اس آیت کا نزول ہوا۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط (البقرہ: 125)

میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس اچھے اور برے انسان آتے ہیں اگر ان کو

آپ ﷺ حکم دیں تو وہ پردہ کرلیا کریں گی تو آیت حجاب کا نزول ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن غیرت کی وجہ سے جمع ہوئیں تو میں نے کہا: ہوسکتا ہے اگر نبی کریم ﷺ آپ کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عزوجل ان کو آپ سے بہتر ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) عطا فرمادے گا تو اس کے مطابق آیت کا نزول ہوا۔

چوتھی حدیث مبارکہ

بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے متعلق ان میں میری موافقت ہوئی۔

پانچویں حدیث مبارکہ

شراب کو حرام ٹھہرانے کے متعلق اصحاب سنن اور حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! شراب کے متعلق ہم کو شافی بیان عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا حکم نازل فرمایا۔

چھٹی (حدیث مبارکہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرے رب عزوجل نے چار باتوں کی وجہ سے میری موافقت فرمائی جب آیت کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ کا نزول ہوا تو میں نے کہا: فتبارك الله احسن الخالقين تو یہی آیت کریمہ ان الفاظ کے ساتھ اتاردی گئی۔

ساتویں (حدیث مبارکہ)

عبداللہ بن ابی کے قصہ میں صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کے جنازہ کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس کے لئے قیام فرمایا تو میں بھی اٹھ کر آپ ﷺ کے سینہ کے پاس کھڑا ہوگیا میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر آپ ﷺ جنازہ ادا فرمائیں گے حالانکہ اس نے فلاں روز اس طرح کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (التوبہ:84)

آٹھویں (حدیث مبارکہ)

استغفار کے قصہ میں طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے کثرت سے استغفار فرمانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا مساوی ہے تو اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ (المنافقون:6)

نویں (حدیث مبارکہ)

بدر کی طرف نکلنے کے لئے مشورہ کے متعلق یہ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدر کی طرف نکلنے کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ اتری۔

كَمَاۤ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ ۚ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَكٰرِهُوۡنَ ۙ (الانفال:5)

دسویں (حدیث مبارکہ)

قصہ افک کے بارے میں مشورہ کرنے کے سلسلے میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افک کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کس نے نکاح میں دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے ہیں: آپ کے رب عزوجل نے اس معاملہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت اشتباہ میں رکھا ہوا ہے وہ اس سے منزہ ہیں یہ تو ایک عظیم بہتان ہے تو یہ بھی اسی کے مطابق نازل ہوئی۔

گیارہویں (حدیث مبارکہ)

احمد نے اپنی سند میں روزوں میں اپنی بیوی سے جماع کے قصہ میں روایت کیا ہے:

جب حالت انتباہ کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے جماع کیا آغاز میں اس طرح کرنا حرام تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اُحِلَّ لَـکُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمۡ ؕ (البقرہ:187)

بارہویں (حدیث مبارکہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان مَنۡ كَانَ عَدُوًّا (البقرہ:97) کے متعلق ابن جریر وغیرہ نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

ان میں سب سے زیادہ موافقت کے قریب وہ طریق ہے جس کو ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے: ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: وہ جبرائیل علیہ السلام جو آپ کے ساتھ کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:98)

تو یہ آیت کریمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اتری۔

تیرہویں (حدیث مبارکہ)

آیت (فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ) کے متعلق ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے روایت کیا ہے:

دو اشخاص تنازعہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین فیصلہ فرما دیا جس کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا اس نے کہا: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں جب دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک شخص نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے۔ اس نے کہا ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ بات اسی طرح ہے۔ اس نے کہا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا۔ میرے آنے تک دونوں اپنے مقام پر کھڑے رہنا تو آپ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اس آدمی کا سر قلم کر دیا جس نے کہا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ نکلا اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے رفیق کو قتل کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس طرح سوچتا ہی نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مومن کے قتل کی جرأت کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النساء:65)

تو اس شخص کا خون ضائع ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کے قتل سے بری الذمہ ہو گئے۔

چودھویں (حدیث مبارکہ)

داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کے متعلق یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ آرام فرما تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا آپ نے کہا: اے اللہ عز و جل! اس طرح ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

پندرھویں (حدیث مبارکہ)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ (واقعہ:39 تا 40) کے فرمان میں موافقت ہوئی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کا قصہ اسباب نزول میں بیان ہو گیا ہے۔

سولہویں (حدیث مبارکہ)

اذان کے بعض حصوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت ہوئی۔

ابن عدی نے الکامل میں عبداللہ بن نافع کے طریق سے روایت کیا ہے جو ان کے باپ سے انہوں نے حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں فرمایا کرتے تھے۔

اشهد ان لا اله الا الله حی علی الصلوۃ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا اس کے بعد کہا کرو۔

اشهد ان محمداً رسول الله

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) اسی طرح ہی کہا کرو جس طرح عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں۔

سترہویں (حدیث مبارکہ)

عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب، سالم بن عبداللہ کے طرق سے روایت کیا ہے:

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آسمان کے بادشاہ کے مدمقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علاوہ اس کے کہ جو خود کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یہ بات تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ (الصواعق المحرقہ: ص 265 تا 270)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں چونتیس احادیث مبارکہ بیان ہوگئی ہیں بلکہ اکثر احادیث مبارکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان ہوگئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دال ہیں۔

پینتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث بھی بیان ہوگئی ہے کہ

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔

چھتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوش وخرم ہیں۔

سینتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج ہم آدھے ہوگئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اے نبی! اللہ عزوجل اور تیری پیروی کرنے والے مومنین آپ کو کافی ہیں۔

اڑتیسویں حدیث مبارکہ

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے نیند کی حالت میں خود کو جنت میں دیکھا۔ کیا ملاحظہ کیا کہ ایک عورت ایک محل کی طرف وضو کر رہی ہے میں نے پوچھا یہ محل کس بندے کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے تو مجھے آپ (رضی اللہ عنہ) کی غیرت یاد آئی اور میں واپس پلٹ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو کر کہنے لگے۔ یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھاؤں گا۔

انتالیسویں حدیث مبارکہ

امام احمد اور شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا کہ میں جنت میں چلا گیا اچانک میں نے رمیصا میں ابوطلحہ کی بیوی کو ملاحظہ کیا اور اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہے پھر میں نے ایک سفید محل کو ملاحظہ کیا جس کے صحن میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے غیرت یاد آ گئی۔

چالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے دودھ نوش فرمایا۔ اس کی تری میرے ناخنوں میں دکھائی دے رہی تھی پھر میں نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم۔

اکتالیسویں حدیث مبارکہ

امام احمد، شیخین، امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میں نے خواب میں ملاحظہ کیا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیصیں پہنے ہوئے ہیں جو سینے تک جاتی ہیں اور بعض اس سے بھی اوپر رہتی ہیں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا وہ اپنی قمیض کو گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: دین۔ (صحیح البخاری: جز: 1، ص: 38)

اور حکیم ترمذی کی روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک قمیصیں ہیں۔ آپ نے جو دین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس پر زبر اور پیش پڑھنا دونوں طرح جائز ہے اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے اور قمیض کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیض دنیا میں پردہ والی جگہوں کو چھپاتی ہے اور دین ان کو آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس ہی اچھا ہے اور تعبیر کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قمیض کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی لمبائی اس پر دال ہے کہ قمیض والے کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے۔

اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے:

اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے جس طرح کہ قمیض بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے بچاتا ہے اور جو قمیض اس سے نیچے اور شرم گاہ تک ہوتی ہے اس کا مفہوم واضح ہی ہے جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ میں ہے اور جو اپنی قمیض کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں زیادہ ہو گیا ہے۔

اور عارف بن ابی جمرہ نے روایت کیا ہے:

حدیث مبارکہ میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد امر پر عمل پیرا ہونا ہے اور نواہی سے بچنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ میں عظمت ملی ہوئی ہے اس حدیث مبارکہ سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جو شخص قمیض کو اچھی یا بری صورت میں دیکھے اس سے قمیض پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں یہ مثال ان امثال میں سے ہے جو نیند میں مدح کے لائق اور بیداری میں شرعاً ذم کے لائق ہیں یعنی قمیض کا گھسیٹنا اس لئے کہ قمیض کے متعلق وعید آئی ہے۔

بیالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر آپ رضی اللہ عنہ چل رہے ہوں بلکہ دوسرے راستے کو لے گا۔

تینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرا فلاں چیز کے متعلق یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال اس بندے کے متعلق غلطی کرتا ہے یہ بندہ جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا اس بندے کو میرے پاس لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلا کر یہ بات فرمائی تو اس نے کہا میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اس طرح خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تم نے مجھے کہا ہے اس پر میں آپ سے قسم اٹھواؤں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تمہاری جنی جاہلیت میں تمہارے پاس لاتی تھی میں اس سے حیران نہیں ہوا۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا اس نے کہا: کیا تو نے جنات اور ان کے ابلیسوں کو نہیں ملاحظہ کیا۔

چوالیسویں حدیث مبارکہ

امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور امام ابویعلیٰ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے قلب اور زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں بات ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق نازل ہوا۔

پینتالیسویں حدیث مبارکہ

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے اس کو عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے

عصمت بن مالک سے روایت کیا ہے:
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

چھیالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:
میں جن اور انس کے شیاطین کو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھاگتے ہوئے ملاحظہ فرما رہا ہوں۔
اور امام ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:
میں نے ملاحظہ کیا کہ جن وانس کے شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ گئے ہیں۔

سینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے:
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور ان کو سلام کہے گا اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

اڑتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:
میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق جاری فرما دیا ہے۔

انچاسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق جاری فرما دیا ہے۔
اور ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:
اصحاب محمد مصطفیٰ ﷺ اس بات میں شک وشبہ کرتے تھے کہ نفس کی طمانیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے۔

پچاسویں حدیث مبارکہ

بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن عساکر نے ضعب بن جثامہ سے

روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عمر جنت والوں کے چراغ ہیں۔

اکاونویں حدیث مبارکہ

بزار نے قدامہ بن مظعون اور ان کے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ فتنہ کو بند کرنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ سے عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف اشارہ فرمایا جب تک عمر رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کے مابین حیات رہے گا آپ کے اور فتنوں کے مابین مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا۔

باونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے کہ اس کی ناراضگی عزت اور رضا حکم ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

میرے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے اور بتایئے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

ترپنویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

اے عمر (رضی اللہ عنہ) شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

چونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے فرشتے عمر رضی اللہ عنہ کی عزت کرتے ہیں اور زمین کے تمام فرشتے عمر رضی اللہ عنہ سے خوف کھاتے ہیں۔

پچپنویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عرفہ والوں پر عام طور پر اور عمر (رضی اللہ عنہ) پر خاص طور پر فخر فرمایا ہے۔

چھپنویں حدیث مبارکہ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جہاں بھی ہوں گے حق ان کے ساتھ رہے گا۔

ستاونویں حدیث مبارکہ

حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کے بعد شیطان اس کو جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل اوندھا گرا ہے۔

اٹھاونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رونا چاہیے۔

انسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر عام طور پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور پر فخر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی اس طرح کا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث نہ ہو اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! محدث کیسا ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کی زبان سے فرشتے بات کرتے ہیں۔

ساٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم مجھ سے پہلے جنت میں کس طرح چلے گئے جب بھی میں داخل ہوا میں نے تیری حرکت کی آواز سماعت فرمائی میں نے سونے کے ایک چوکور اور بلند محل کے پاس آ کر پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا ایک عربی شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں عربی ہوں۔ انہوں نے کہا قریش کے ایک شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں قریش سے ہوں۔ انہوں نے کہا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے ایک شخص کے لئے ہے۔ میں نے کہا: میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں یہ محل کس کے لئے ہے۔ انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

اکسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں بھول نہ جانا۔

باسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

تریسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد سچ عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوگا۔

چونسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوں اور عمر (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہے اور میرے بعد حق وہیں ہوگا جہاں پر عمر (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔

پینسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت انس، حضرت جابر، حضرت بریدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک سونے کے محل میں ہوں میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا قریش کے ایک نوجوان کے لئے ہے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ قریش کا نوجوان میں ہی ہوں گا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! اگر مجھے تیری غیرت کا پتہ نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

چھیاسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

سڑسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ایوب بن موسیٰ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق کو جاری فرما دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے مابین فرق فرما دیا ہے۔

اڑسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عصمت بن مالک سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا برا ہو جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو تم اگر مرنے کی استطاعت رکھتے ہو تو مر جانا۔ (الصواعق المحرقہ: ص 251 تا 261)

انہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور میت اٹھائے جانے سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھ رہے تھے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا میں نے گھبرا کر مڑ کر دیکھا تو ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے لئے دعا رحمت کی اور کہا: (اے عمر رضی اللہ عنہ) آپ نے اپنے بعد کوئی شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آئے، میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) داخل ہوئے، میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6065)

سترویں حدیث مبارکہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ میں گفتگو کر رہی تھیں دراں حالیکہ ان کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ سب خواتین اٹھ کر جلدی سے حجاب میں چلی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں مجھے ان پر تعجب ہوا جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو دوڑ کر حجاب میں چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت زیادہ سخت اور درشت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ شیطان جب بھی راستہ میں تم سے ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6080)

اکہترویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تم سے پہلے پچھلی امتوں میں محدث تھے اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

حضرت ابن وہب فرماتے ہیں:

محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6082)

بہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں بلند درجے والے نچلے درجہ والوں کو اسی طرح دکھائی دیں گے جس طرح آسمان کے افق پر کوئی روشن ستارہ نظر آتا ہے۔ اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بلند درجے میں ہوں گے۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:62)

تہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب حرا پہاڑ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساکن ہو جا تم پر ایک نبی ہے، صدیق ہے اور شہید ہیں۔ اس پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ تھے۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:63)

چوہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) (اسد الغابہ: جز:4، ص:64)

پچھترویں حدیث مبارکہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا سامنے سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آ رہے تھے۔ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) یہ دونوں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے سوا اولین و آخرین میں سے جنت کے تمام ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں۔ پھر مجھ سے کہا: اے علی (رضی اللہ عنہ) ان کو خبر نہ کرنا۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:63)

چھہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور دل میں حق رکھ دیا ہے۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:63)

ستترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب بھی کوئی واقعہ یا حادثہ ہوا اس کے متعلق ایک رائے لوگوں کی ہوتی اور ایک رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہوتی تو حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید نازل ہوجاتا اس کی مثال میں انہوں نے لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (انفال:68) حجاب کے حکم اور شراب سے ممانعت کے متعلق آیات پیش کیں۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:64)

اٹھہتر ویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:64)

اناسویں حدیث مبارکہ

حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:65)

اسویں حدیث مبارکہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قریش کے ایک خاندان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام مسترد کر دیا پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو ان کو رشتہ دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے ایسے شخص کا پیغام مسترد کیا ہے کہ روئے زمین میں اس سے بہتر شخص نہیں ہے۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:65)

اکیاسویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اس نے میرے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کی اور مجھے دار ہجرت میں لے گئے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کروایا اور اللہ تعالیٰ عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں خواہ کڑوا ہو وہ حق کو ترک نہیں کرتے۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:66)

بیاسویں حدیث مبارکہ

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں شیعہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا اور کہا: اگر ان لوگوں کو اس کا یقین نہ ہوتا کہ آپ کے دل میں ان کی برائی ہے تو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: معاذ اللہ میرے دل میں ان کی اچھائیوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں سنو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو اپنے دل میں ان کے متعلق اچھائی کے سوا اور کوئی چیز رکھتا ہو پھر وہ نماز کے بعد منبر پر بیٹھے درآں حالیکہ ان کی سفید داڑھی پر آنسو بہہ رہے تھے' پھر انہوں نے کھڑے ہو کر بہت بلیغ خطبہ دیا اور کہا: یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے ہم بری ہیں اس ذات کی قسم! جس نے سبزہ اگایا اور روح کو پیدا کیا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کو محبت ہوگی جو مومن متقی ہوگا اور ان سے وہی شخص بغض رکھے گا جو فاجر غوی ہوگا یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دینی) بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:66)

تیراسویں حدیث مبارکہ

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے ایک جگہ دیکھا ایک عورت گھر میں بیٹھی ہے اور اس کے اردگرد بچے بیٹھے رو رہے ہیں اور پانی سے بھری ہوئی دیگچی آگ پر رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یہ دیگچی آگ پر کیوں رکھی ہے؟ اس نے کہا بچوں کو بہلانے کے لئے تاکہ یہ سمجھیں کہ کھانا پک رہا ہے اور انتظار کرتے کرتے سو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور جا کر بیت المال سے آٹا، گھی، کھجوریں، چربی، کپڑے اور درہم وغیرہ لے کر ایک بوری میں ڈالے اور اپنے غلام سے فرمایا۔ اسلم! یہ بوری مجھ پر لاد دو۔ اسلم نے کہا: امیر المومنین اس بوری کو میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آخرت میں اس معاملہ کے متعلق مجھ سے سوال ہوگا اس لیے یہ بوری مجھے ہی اٹھانے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے گھر گئے اور خود کھانا پکا کر ان کو کھلایا۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:67)

چوراسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان سے بڑھ جائے گا لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نو حصے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں۔
(معجم الکبیر: جز:9، ص:163)

پچاسیویں حدیث مبارکہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو پسند کیا اور نہ دنیا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دنیا نے پسند کیا مگر

آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ناپسند فرمایا باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی وجہ سے اس پر پشت کے بل لیٹتے رہے۔ (الصواعق الحرقۃ:ص:263)

چھیاسویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں لپٹے ہوئے آدمی کے صحیفے میں جو نازل کیا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (الصواعق الحرقۃ:ص:263)

ستاسیویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جب صلحاء کا تذکرہ ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جلدی کیا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ (الصواعق الحرقۃ:ص:263)

اٹھاسیویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لوگوں پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت چار باتوں کی بناء پر ہے بدر کے دن قیدیوں کے تذکرہ کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (الانفال:68)

حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردے کا حکم فرمایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) آپ رضی اللہ عنہ ہم پر غیرت کرتے ہیں حالانکہ وحی کا ہمارے گھر میں نزول ہوتا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا (الاحزاب:53)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اسلام کی عمر (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے سے مدد فرما اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت فرمائی۔ (معجم الکبیر:ج:9،ص:167)

نواسیویں حدیث مبارکہ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم کہتے رہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں شیطان قیدی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کو آزاد کر دیا گیا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 264)

نوویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں جو بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔ (سنن الترمذی: جز: 13، ص: 283)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں دیگر علماء کی روایات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں دیگر علماء کی روایات درج ذیل ہیں۔

روایت نمبر: 1

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فلاں کے شہروں کو برکت دے اس نے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا۔ سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو ختم کر دیا۔ دنیا سے پاک وصاف لباس اور کم عیب میں رخصت ہوا۔ خلافت کی نیکی کو حاصل کیا اور اس کے شر سے اجتناب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالایا اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرا جو ڈرنے کا حق تھا۔ (نہج البلاغہ: ص: 887)

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

(اس روایت میں) لفظ "فلاں" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کنایہ ہے میں نے نہج البلاغۃ وہ نسخہ دیکھا جو اس کتاب کے جامع رضی ابوالحسن کا لکھا ہوا ہے اس میں فلاں کے نیچے عمر لکھا ہوا تھا۔ (شرح نہج البلاغۃ: جز: 12، ص: 3)

روایت نمبر: 2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اس امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ: ج: 12، ص: 177)

روایت نمبر: 3

روایت ہے کہ

عمر کی زبان پر وقار اور رحمت کلام کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا ہے۔
(شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:178)

روایت نمبر:4

روایت ہے کہ
عمر کی دو آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو اس کو سیدھے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:178)

روایت نمبر:5

روایت ہے کہ
اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:179)

روایت نمبر:6

روایت ہے کہ
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:179)

روایت نمبر:7

روایت ہے کہ
عمر (رضی اللہ عنہ) اہل جنت کا چراغ ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:179)

روایت نمبر:8

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے:
جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) زخمی ہوئے تو ان کو درد ہو رہا تھا اور وہ بے قراری کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے لئے پریشانی کی کوئی وجہ نہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ نے حضور کی صحبت اچھی طرح نبھائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رخصت ہوئے درآں حالیکہ وہ آپ سے راضی ہوئے پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور آپ نے ان کی صحبت بھی اچھی طرح نبھائی اور وہ بھی آپ سے راضی ہو کر رخصت ہوئے پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ نبھایا اور اب آپ سے راضی ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی صحبت کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے اور جو تم میری بے قراری کو دیکھ رہے ہو تو بخدا اگر میرے پاس تمام روئے زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے دے دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ محشر کے عذاب سے بچنے کے لئے دے دیتا۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:192)

روایت نمبر:10

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے کہا: اے امیر المومنین آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ بخدا آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کا غلبہ تھا آپ کی حکومت مسلمانوں کی فتح تھی اور آپ نے تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو؟ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے شہادت دینے میں توقف کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہو ہاں اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں پھر انہوں نے کہا ہاں۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:192)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیات کے نزول کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیات کے نزول کے بارے میں ان دیگر علماء کے اقوال درج ذیل ہیں:

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال:68)

اگر (اجتہادی خطاء پر معافی کا حکم) پہلے سے اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو (بدر کے کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) تم نے لیا تھا اس میں ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی کا قول

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا تھا حتیٰ کہ سعد بن معاذ نے آپ کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھی۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ پہلی جنگ ہے جس میں ہم نے مشرکین سے مقابلہ کیا ہے اور میرے نزدیک مشرکین کو قتل کر کے خون بہانا زیادہ پسندیدہ ہے۔ (حضرت) عمر بن خطاب نے کہا: یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن کیا۔ آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اتاریں۔ علی کو فلاں کی گردن اتارنے دیں اور مجھے فلاں کی گردن اتارنے دیں کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام ہیں۔ ابو بکر نے کہا یہ آپ کے اہل اور آپ کی قوم ہیں ان کے ساتھ نرمی کریں اور ان کو زندہ رہنے دیں۔ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی۔ ابن زید نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ تم میں سے کوئی نجات نہ پاتا۔ (مجمع البیان: جز:4، ص:859)

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ مَّاتَ اَبَدًا (توبہ:84)

اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ مَّاتَ اَبَدًا (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:55)

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗۤ اَسۡرٰی حَتّٰی یُثۡخِنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ (انفال:67)

جب تک کہ نبی زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے اس کے لئے ان کو قیدی بنانا مناسب نہیں۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر چار وجہ سے فضیلت ہے۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗۤ اَسۡرٰی حَتّٰی یُثۡخِنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ (انفال:67)

جب تک کہ نبی زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے اس کے لئے ان کو قیدی بنانا مناسب نہیں۔

(شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص:57)

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ مَتَاعًا فَسۡئَلُوۡھُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ (احزاب:53)

اور جب نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

شیخ ابن ابی الحدید کا قول

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی ازواج کے حجاب کے متعلق ان کی رائے کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (احزاب:53)

اور جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام کی دعا کی **اللھم اید الاسلام باحد الرجلین**

اے اللہ عزوجل! ان دو شخصوں میں سے کسی ایک سے اسلام کی تائید کر۔ (شرح نہج البلاغہ: جز:12، ص57 تا58)

دیگر کتب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت

دیگر کتب میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ کو بتایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ پہلے آیت مبارکہ پیش کی جاتی ہے۔

آیت مبارکہ

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ o (تحریم:3)

اور جب نبی نے اپنی ایک زوجہ کو ایک راز کی بات بتائی پھر جب اس زوجہ نے وہ راز کسی کو بتا دیا اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار کر دیا تو نبی نے اس زوجہ کو کچھ بات بتائی اور کچھ سے اعراض کیا پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبر دی تو وہ بولیں آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا قول

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

حضرت زجاج بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو یہ خبر دی کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) خلیفہ ہوں گے پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس راز کو افشاء کر دیا تو نبی ﷺ نے ان کی افشاء کی ہوئی خبر میں سے بعض کو انہیں بتایا اور بعض سے اعراض کیا اور جو بتایا وہ یہ تھا کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے بعد حکمران ہوں گے۔ (مجمع البیان: جز:10، ص:472)

شیخ ابن ابی الحدید کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا

شیخ ابن ابی الحدید متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

جب ہرمزان (بادشاہ) کو قید کیا گیا تو اس کو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس تستر سے مدینہ لایا گیا اس وقت اس کے ساتھ

مسلمان بھی تھے جن میں حضرت احنف بن قیس اور حضرت انس بن مالک بھی تھے جس وقت ہرمزان کو مدینہ لایا گیا تو وہ اس وقت اپنی پوشاک اور تاج پہنے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) مسجد کی ایک جانب سوئے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کے جاگنے کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ہرمزان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا یہ لیٹے ہوئے ہیں! ہرمزان نے پوچھا ان کے محافظ کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا: ان کا کوئی دربان اور محافظ نہیں ہے۔ ہرمزان نے کہا پھر تو اس شخص کو نبی ہونا چاہیے۔ حاضرین نے کہا یہ انبیاء کی سیرت پر عمل کرتے ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ: جز:1، ص:180)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس پہاڑ میں زلزلہ کی طرح جھٹکے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ سے لوٹے تو انہوں نے زمین پر اپنی اونٹنی بٹھائی اور اپنی چادر کا ایک پلو اونٹنی پر ڈال کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میری قوت کم ہوگئی اور میری رعیت بہت پھیل گئی اب میری روح قبض کر لے درآں حالیکہ مجھے ضائع کرنا اور نہ مجھ میں افراط کرنا۔ اس دعا کے بعد ابھی ذوالحجۃ کا ماہ ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے اور اس کے بعد شہید ہوگئے۔

حضرت ابورافع سے روایت ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو چکیاں بناتا تھا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس سے ہر روز چار درہم بطور خراج لیتے تھے۔ ابولولو کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اے امیر المومنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں ان سے کہیں اس میں کچھ تخفیف کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور اپنے مالک سے اچھا سلوک کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیت یہ تھی کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے تخفیف کے لئے کہیں گے وہ غلام غضب ناک ہوا اور اس نے (دل میں) کہا ساری دنیا میں عدل کرتے ہو اور میرے ساتھ عدل نہیں کرتے اور اپنے دل میں ان کے قتل کا منصوبہ بنایا پھر ایک دو دھاری زہر آلود خنجر تیار کیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو یہ آپ کے پیچھے جا کر کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اقیموا صفوفکم۔ اپنی صفیں درست کرو اور ابھی اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ ابولولو نے خنجر کا ایک وار کندھے پر اور دوسرا وار کوکھ پر کیا۔ ایک قول یہ ہے: چھ وار کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے وہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا اس کے خنجر سے تیرہ آدمی زخمی

ہوئے جن میں سات موقع پر شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

حضرت محمد بن سعد سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھبیس ذوالحجہ 23ھ بدھ کے دن زخمی کیا گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام 24ھ کو آپ کا وصال ہو گیا اسی دن آپ کو دفن کیا گیا۔ دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن آپ کی خلافت رہی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

جب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے آتے تو وہ آپ کی مدح اور تعریف کرتے۔ ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہو۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہوئی۔ اسلام لانے میں آپ نے سبقت کی پھر خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے عدل کیا اور اب شہادت کا مرتبہ پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے مجھے اجر ملے اور نہ مجھ سے مواخذہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سلام عرض کرتا ہے۔ دیکھو! امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اب میں مومنین کا امیر نہیں ہوں۔ ان سے کہنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنے صاحبوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں یہ پیغام سن کر فرمایا میں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا تھا لیکن آج میں عمر (رضی اللہ عنہ) کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام سن کر فرمایا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کو لے جانا اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کر کے دوبارہ اجازت طلب کرنا اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص 72 تا 77)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کب اور کیسے ہوئی

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسیب سے حاکم نے روایت کیا ہے:

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جب منیٰ سے روانہ ہوئے اور ابطح میں ٹھہرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کمر سیدھی کر کے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا۔ اے اللہ عزوجل! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور بہت کمزور ہو گیا ہوں اور میری رعایا بکھر گئی ہے مجھے اس حال ہی میں اٹھا لے کہ میں نہ ضایع کرنے والا بنوں اور نہ حد سے زیادہ بڑھنے والا۔ حال ہی میں ذوالحجہ کا ماہ گزرا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا:

مجھے تو علم ہوا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا کر قتل کیے جائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عرب کے جزیرہ میں رہ کر میں شہادت کس طرح پا سکتا ہوں۔
آپ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ عزوجل! مجھے راستے ہی میں شہادت دے دے اور میری موت تیرے رسول کے شہر مقدس میں ہو۔
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:
آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو چونچے مارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ موت مجھ تک پہنچ چکی ہے اور لوگ مجھ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہ فرمائے گا اگر مجھے جلدی سے موت آ گئی تو ان چھ اشخاص کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ نپٹا لینا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک راضی رہے۔
ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:
آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ مقرر نہیں فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارا برا کرے تو نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وجہ سے بات نہیں کی میں ایسے بندے کو خلیفہ قائم کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ اس نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اس کو کہو کہ وہ اس سے رجوع کر لے۔ آپ رضی اللہ عنہ نوجوان لڑکوں کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت نہ دیتے تھے' حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو کہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا ہے جو لوگوں کو فائدے کے لئے بہت سے اچھے کام جانتا ہے جس طرح کہ آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا اور اس کے علاوہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت عطا فرما دی۔ اس کا نام ابولؤلؤ تھا۔ اور وہ شخص مجوسی تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکوہ لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتے ہیں یعنی ہر دن کے چار درہم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ٹیکس تو زیادہ ہی نہیں تو یہ سن کر وہ غصہ میں واپس چلا گیا اور لوگوں میں اس نے یہ بات عام کر دی کہ وہ میرے علاوہ باقی تمام کے ساتھ انصاف کیا کرتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہلا بھیجا اور فرمایا کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے: اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے پیسے تو اس نے تیور بدل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہارے لئے اس طرح کی چکی بناؤں جس کے متعلق لوگ کلام کریں گے جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ اس غلام نے ابھی دھمکی دی ہے اور وہ واقعی دھمکی تھی اس نے اپنے دل کے اندر قتل کا منصوبہ بنا لیا ایک خنجر بنایا اور اس کو تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جگانے کے لئے تشریف لائے آپ رضی اللہ عنہ احرام سے قبل لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا فرمایا کرتے تھے ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس خنجر سے آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور کولہے پر تین وار

کئے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیرہ شخص بھی زخمی ہوئے جن میں چھ تو مر گئے۔ایک عراقی شخص نے اس پر کپڑا ڈالا جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچایا گیا سورج اس وقت چڑھنے والا ہی تھا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے سے باہر نکل گیا لیکن معلوم نہ ہو سکا پھر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا وہ بھی زخم کے راستے سے نکل گیا۔لوگوں نے کہا: کوئی پریشانی نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر قتل ہونا پریشانی کی بات ہے تو میں قتل ہو گیا ہوں اس پر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بے مثال تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح خروج کروں کہ میرے ذمہ کسی کا کچھ نہ ہو اور میں اپنے واسطے کچھ نہیں چاہتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کی وجہ ہو گی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس ڈر کی وجہ سے فدا کر دیتا جو بظاہر ہو چکا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم پر ایک مکمل مجلس شوریٰ بنائی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور چھ اشخاص کو تین دن کی مہلت عطا فرمائی آپ رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے اور 23ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن سورج گرہن لگ گیا اور جنات نے آپ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں نہ ہوئی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میرے قرض کا حساب کرو۔حساب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر چھیاسی ہزار روپے قرض سامنے آیا۔ارشاد فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے ورنہ بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کرو عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اس جگہ کو اپنی خاطر چھوڑا ہوا تھا مگر آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آ کر بتایا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت عطا فرما دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ وصیت فرمائیں اور خلیفہ مقرر فرمائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان چھ اشخاص سے زیادہ کسی کو خلافت کا زیادہ مستحق نہیں جانتا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک ان سے راضی تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان چھ کے نام لئے پھر ارشاد فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مشاورت میں

حاضری دیا کرے گا لیکن خلافت کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر سعد رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا حق دار ہے ورنہ جو خلیفہ بن جائے وہ اس سے مدد لے میں نے اس کو عجز اور ضیافت کی وجہ سے معزول نہیں کیا پھر ارشاد فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو خوف خداوندی اختیار کرنے اور مہاجرین وانصار اور اہل امصار سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی طرح کی باتیں تھیں جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو اندر لے آؤ اندر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رفیقوں کے ساتھ لٹا دیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پالی تو واپس آ کر (خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے) جمع ہوئے۔ (الصواعق المحرقہ: ص280 تا 283)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکوۃ کا بیان

یہ باب زکوۃ کے بیان میں ہے۔

1331 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ اِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ قَالَ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ رَبَاحُ بْنُ زَيْدٍ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عِقَالًا وَّرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ قَالَ عَنَاقًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ شُعَيْبُ ابْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ وَمَعْمَرٌ وَّالزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا وَّرَوٰى عَنْبَسَةُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ عَنَاقًا حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ حَقَّهُ اَدَاءُ الزَّكَاةِ وَقَالَ عِقَالًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا گیا تو کچھ عرب والے کافر ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے قتال کرنے کا حکم دیا گیا

حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس نے اپنے مال و جان کو مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ کا حق وحساب اس پر باقی ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے ہیں کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کے باندھنے کی رسی کو بھی روکا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو اس کے روکنے پر میں قتال کروں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور مجھے علم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو رباح بن زید نے معمر انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے۔ بعض نے عقالا کہا اور اس کو ابن وہب نے یونس سے روایت کر کے عناقا کہا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو شعیب بن ابوحمزہ، معمر اور زبیدی نے زہری سے روایت کر کے لو منعونی عناقا کہا ہے اور اس حدیث کو عنبسہ، یونس نے زہری سے عناقا کہا:

یونس نے روایت کر کے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا زکوٰۃ کی ادائیگی حق ہے اور عقالا کا فرمایا۔

(معجم الاوسط: جز: 1، ص: 288)

شرح: چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث بیان کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث: زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ

علامہ مجدالدین محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

لغت میں زکوٰۃ کا معنیٰ پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے اور ان میں سے ہر معنیٰ قرآن اور حدیث میں استعمال ہوا ہے۔ (نہایہ: جز: 2، ص: 307)

زکوٰۃ کا شرعی معنیٰ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

سال گزرنے کے بعد نصاب معین سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو نیت زکوٰۃ سے دینا۔ (عمدۃ القاری: جز: 8، ص: 223)

دوسری بحث: زکوٰۃ کب فرض ہوئی

زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ ملا علی قاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر دو ہجری کو مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اس سال فرض ہوئیں لیکن معتمد یہ ہے کہ اجمالاً زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہوگئی تھی۔(مرقات: جز:4،ص:118)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی کا قول

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ دو ہجری میں رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے فرض کی گئی ہے۔(درمختار: ج:3،ص:160)

تیسری بحث: قرآن مجید میں بیاسی جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر

قرآن مجید میں بیاسی (82) جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا فرمایا گیا ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں بیاسی (82) جگہ زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ متصل فرمایا ہے۔(درمختار: جز:3،ص:160)

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ فرض اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق ہے اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہ گار مردود الشہادۃ ہے۔

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ فرض اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہ گار اور مردود الشہادۃ ہے۔

مانعین زکوٰۃ کون تھے

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

مرتدین عرب کی دو اقسام تھیں ایک وہ لوگ تھے جو دین اسلام کے بالکلیہ مرتد ہو کر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے انہی کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے تھے۔ان لوگوں میں دو گروہ تھے ایک بنوحنفیہ میں سے مسیلمہ کذاب کے پیروکار تھے جنہوں نے اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی اسی طرح یمن کے لوگ اسود عنسی کے ساتھی اور اس کے پیروکار تھے یہ لوگ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کیا حتیٰ کہ مسیلمہ کو یمامہ میں ہلاک کر دیا اور عنسی کو صفاء میں ہلاک کر دیا ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا۔نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے اس وقت روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جا رہا تھا۔مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبدالقیس جو بحرین میں قریہ جواثا میں تھی۔مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا۔انہوں نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کیا یہ لوگ درحقیقت باغی

تھے اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے مگر ان کے سرداروں نے انہیں روک دیا یہ بنو یربوع کے لوگ تھے انہوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دینا چاہا لیکن مالک بن نویرہ نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انہی میں تقسیم کر دیا۔ انہی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شبہ لاحق تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہوا اور مباحثہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شرعیہ کو تسلیم کرے گا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں اسی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیاس سے استدلال کیا تھا انہوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

حدیث مبارکہ سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

1- اس حدیث مبارکہ میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔

2- جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلماً ہاتھ کاٹا تو اس کے بدلہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔

3- ''ان کا حساب اللہ پر ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اگر کسی کا حق مار لیا اور اس کا پتہ نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مذہب یہ ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

4- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر کسی شخص نے وہ عقال نہیں دی جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا'' اس حدیث مبارکہ میں عقال کا کیا معنیٰ ہے؟ بعض علماء کرام نے فرمایا عقال سے مراد سالانہ زکوٰۃ ہے بعض علماء کرام نے کہا: اونٹ کے گلے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوٰۃ میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے گلے کی رسی بھی دینی ہوگی۔ بعض علماء کرام نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوٰۃ نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

5- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحث کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی اللہیت کی علامت ہے۔

6- اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے اور اس پر متکلمین کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

7- اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے انہوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنان اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخل فتنے اٹھے ان کا بھی جرأت سے مقابلہ کیا اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم پر بھی دلیل ہے انہوں نے دقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کئے جن میں کسی کو ان پر سبقت نہیں ہے اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہیں۔

8- اس حدیث مبارکہ میں اہل علم کے مباحثہ اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

9- اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

10- جو شخص کلمہ پڑھ لے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

11- اس حدیث مبارکہ میں جہاد کے وجوب کا بیان ہے۔

12- اس حدیث مبارکہ میں قیاس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

13- احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ تعالیٰ مالک ہے۔

14- نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی کسی حکم پر تھوڑا سا عمل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ زکوٰۃ میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ دیں تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

15- اس حدیث مبارکہ میں عموم سے استدلال کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

16- باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔

17- پیش آنے والے مسائل میں علماء کو غور و فکر کرنا اور بحث و مباحثہ کرنا چاہئے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینی چاہئے۔

18- مسائل فرعیہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو غلط نہیں کہنا چاہئے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا تم غلط کہتے ہو۔

19- اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

20- اس حدیث مبارکہ میں لا الٰہ الا اللہ پڑھنے پر ترک قتال کا بیان ہے اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا کلمہ ہے اور

یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے یا اس لئے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا نام ہے جیسے کہتے ہیں الحمد شریف پڑھ لو یعنی سورہ فاتحہ پڑھ لو۔ یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے یہ اختصار صرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1،ص 38 تا 40)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ

باب: زکوۃ کا نصاب

یہ باب زکوۃ کے نصاب کے متعلق ہے۔

1332 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

عمرو بن یحیٰی مازنی کے والد محترم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم کے اندر کوئی زکوۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم کے اندر کوئی زکوۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم غلے کے اندر کوئی زکوۃ نہیں۔

(معجم الاوسط: جز: 5،ص: 14،معجم الصغیر: ج: 1،ص: 393)

1333 حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا اِدْرِيسُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَوْدِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ نِالْخُدْرِيِّ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ زَكَاةٌ وَّالْوَسْقُ سِتُّوْنَ مَخْتُوْمًا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَبُو الْبَخْتَرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِي سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ الْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا مَّخْتُوْمًا بِالْحَجَّاجِيِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں

ہےاور وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا ہے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوالبختری نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سماع ہی نہیں کیا۔ابراہیم سے روایت ہے وسق کے اندر حجاج کے ساٹھ مختومی صاع ہوا کرتے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:121)

1334 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا صُرَدُ بْنُ اَبِي الْمَنَازِلِ قَالَ سَمِعْتُ حَبِيْبًا الْمَالِكِيَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ يَّا اَبَا نُجَيْدٍ اِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُوْنَنَا بِاَحَادِيْثَ مَا نَجِدُ لَهَا اَصْلًا فِي الْقُرْآنِ فَغَضِبَ عِمْرَانُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ اَوَجَدْتُّمْ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَّمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا شَاةً شَاةٌ وَّمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا بَعِيْرًا كَذَا وَكَذَا اَوَجَدْتُّمْ هٰذَا فِي الْقُرْآنِ قَالَ لَا قَالَ فَعَنْ مَنْ اَخَذْتُمْ هٰذَا اَخَذْتُمُوْهُ عَنَّا وَاَخَذْنَاهُ عَنْ نَّبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ نَحْوَ هٰذَا

صرد بن ابی منازل سے روایت ہے: میں نے حبیب مالکی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو عرض کیا: اے ابونجید۔آپ ہمیں وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم قرآن مجید میں نہیں پاتے۔حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور اس شخص کو فرمایا کیا تم پاتے ہو کہ ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور اس قدر اس قدر بکریوں میں ایک بکری ہے اور اس قدر اس قدر اونٹوں میں ایک اونٹ ہے کیا تم یہ (سب) قرآن مجید میں پاتے ہو۔وہ کہنے لگا نہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو تم نے ان کو کدھر سے لیا ہے یہ تم نے ہم سے لی ہیں اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہیں اسی طرح کی کئی اشیاء ذکر فرمائیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1334)

شرح: زکوٰۃ کن اشیاء میں واجب ہوتی ہے؟

زکوٰۃ تین چیزوں میں واجب ہوتی ہے۔

1-نقدین سونا اور چاندی، 2-تجارت کا سامان، 3-سوائم، اونٹ گائے، بکریاں

غلہ اور پھلوں میں زکوٰۃ کے نصاب میں اختلاف آئمہ کرام

☆ قوله وليس فيما دون خمسة اوسق صدقه

اور پانچ وسق سے کم کے غلہ میں کچھ زکوٰۃ نہیں۔

اس مسئلہ میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے کہ غلہ اور پھلوں میں زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا موقف

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے: پھلوں اور غلہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے البتہ امام ابوحنیفہ اور مجاہد کہتے ہیں: قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے۔ ”فیما سبقت السماء العشر“ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے۔ اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة“ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ حدیث خاص ہے اور امام ابوحنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی وجہ سے اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ج:2، ص:296)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (بقرہ:267)

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی سے جو کچھ حاصل کرو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس طرح ہے کہ اس آیت کریمہ میں ”ما“ عام ہے جس کا تقاضا ہے ”زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو“ اور پانچ وسق حدیث مبارکہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

چاندی اور سونے کا نصاب

☆ ولیس فیما دون خمسة اواق صدقة

اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں۔

چاندی اور سونے کے نصاب میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

سونے اور چاندی کے نصاب میں اختلاف آئمہ کرام

فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی جو ساڑھے باون تولے ہے اور

سونے کا نصاب چالیس دینار یا بیس مثقال سونا ہے جو ساڑھے سات تولے کے برابر ہے اس سے کم مقدار میں زکوٰۃ فرض نہیں اور جب اس مقدار پر سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ دوسو درہم پر اگر زیادتی ہو تو پھر کیا نصاب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر دوسو درہم پر چالیس درہم زیادہ ہوں تو چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہوگی اسی طرح چالیس دینار پر چار دینار زائد ہوں تو ایک درہم زکوٰۃ ہوگی اور باقی فقہاء کرام کے موقف کے بارے میں اسی طرح ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

سونے اور چاندی میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر اصحاب ابی حنیفہ اور عام محدثین یہ کہتے ہیں: سونے چاندی کے نصاب پر جس قدر مقدار بھی زیادہ ہو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر یہ نظریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اسلام فرماتے ہیں: دوسو درہم پر جو مقدار زائد ہو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ زیادتی چالیس درہم کے برابر نہ ہو اور نہ بیس دینار پر زیادتی اس وقت تک معتبر ہے جب تک چار دینار نہ ہو اور جب اس مقدار کے برابر زیادتی ہو تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے اور ہر چار دینار کے بعد ایک درہم ہے۔ جمہور کا استدلال صحیح بخاری کی اس روایت پر ہے۔

''چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے'' اور یہ حدیث نصاب اور اس سے زائد دونوں کو عام ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہیں۔ (شرح للنواوی: ج:1 ص:315)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: کسر سے زکوٰۃ وصول نہ کرنا جب چاندی دوسو درہم ہو تو اس سے پانچ درہم وصول کرنا پھر اس سے زائد وصول نہ کرنا حتیٰ کہ چالیس درہم ہو جائیں اور جب چالیس درہم ہوں تو ان سے ایک درہم وصول کر لینا۔ (سنن دارقطنی: ج:2 ص:93)

دلیل نمبر: 2

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چالیسواں حصہ ادا کرو ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور تم پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک دوسو درہم نہ ہو جائیں جب دوسو درہم ہو جائیں تو اس میں سے پانچ درہم ادا کرو اور جو مقدار زائد ہو اس کو اس حساب سے ادا کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1342)

دلیل نمبر: 3

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ وہ بیس دینار نہ ہو جب بیس دینار سونا ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر نصف دینار ہے اس کے بعد اسی حساب سے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1342)

دلیل نمبر: 4

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

دوسو درہم سے زائد پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں کرتے تھے جب تک چالیس درہم نہ ہو جائے۔

(المصنف: ج:3، ص:118)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ سے بہت صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔ مترجم فقیر نے زیارت کی ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْعُرُوضِ اِذَا كَانَتْ لِلتِّجَارَةِ هَلْ فِيهَا مِنْ زَكَاةٍ

باب: جب تجارت کے لئے سامان ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ ہے

یہ باب تجارتی سامان پر زکوٰۃ واجب ہونے کے حکم میں ہے۔

1335 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِي نُعِدُّ لِلْبَيْعِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امابعد! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم فرماتے کہ ہم اس مال سے زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:146)

شرح:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے اس بارے میں ایک باب باندھا ہے اور اس کا نام رکھا ہے ''باب صدقۃ الکسب والتجارۃ'' انہوں نے باب تو باندھا مگر روایت ذکر نہیں کی اس کی وجہ ان کی شرط کے مطابق حدیث کا نہ ہونا ہے انہوں نے صرف اس آیت کریمہ پر اکتفاء کیا ''اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ'' (البقرہ:267)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے امابعد لکھنے کی وجہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حدیث مبارکہ کے روایت کرنے سے قبل سے امابعد لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام ایک احادیث مبارکہ کا مجموعہ بھیجا تھا جس کی ابتداء میں آپ رضی اللہ عنہ نے امابعد لکھا تھا اور یہاں پر بیٹوں کے نام بھیجنے کی تصریح تو نہیں مگر امابعد سے روایت کرنے کی تصریح ہے۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ نے بھی روایت کی ہے اور اسی طرح امام علی بن عمر دارقطنی متوفی 285ھ نے اپنی سنن دارقطنی میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ مگر صحاح ستہ میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت نہیں کیا۔

آئمہ اربعہ کا موقف

مال تجارت میں آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے زکوٰۃ مال تجارت میں واجب ہے۔

جمہور کا موقف

جمہور علماء کے نزدیک مال تجارت پر زکوۃ واجب ہے۔

داؤد ظاہری کا اختلاف

مال تجارت میں داؤد ظاہری نے آئمہ اربعہ اور جمہور علماء کے خلاف اپنا موقف بیان کیا ہے اور ان کے نزدیک مال تجارت میں زکوۃ واجب نہیں۔ جو حدیث اس سنن ابوداؤد میں ذکر ہے اس کو وہ ضعیف کہتے ہیں۔

علماء جمہور کا جواب

جمہور علماء کرام نے داؤد ظاہری کی بات کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی وجہ سے تقویت حاصل ہوگئی ہے اور یہ آیت کریمہ "اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ" (البقرہ: 267) جمہور کی تائید میں ہے۔

مسئلہ

سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو، جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو ان کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا زکوۃ واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اس سکے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سکوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں مگر جبکہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اشرفی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔ (درمختار: جز:3، ص270 تا272)

مسئلہ

غلہ یا کوئی مال تجارت سال تمام پر دوسو درہم کا ہے پھر نرخ بڑھ گھٹ گیا تو اگر اسی میں زکوۃ دینا چاہیں تو جتنا اس دن تھا اس کا چالیسواں حصہ دے دیں اور اگر اس قیمت کی کوئی اور چیز دینا چاہیں تو وہ قیمت لی جائے جو سال تمام کے دن تھی اور اگر وہ چیز سال تمام کے دن تر تھی اب خشک ہوگئی جب بھی وہی قیمت لگائیں جو اس دن تھی اور اگر اس روز خشک تھی اب بھیگ گئی تو آج کی قیمت لگائیں۔ (فتاوی ہندیہ: جز:1، ص179 تا180)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سمرة بن جندب رضى الله عنه

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:584)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْكَنْزِ مَا هُوَ وَزَكَاةِ الْحُلِيِّ

باب: کنز کیا ہے اور زیورات کی زکوٰۃ

یہ باب زیورات کی زکوٰۃ کے حکم میں ہے۔

1336 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْمَعْنٰى اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِيْ يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا اَتُعْطِينَ زَكَاةَ هٰذَا قَالَتْ لَا قَالَ اَيَسُرُّكِ اَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کی معیت میں اس کی ایک بیٹی بھی تھی جس نے سونے کے دو وزنی کنگن پہن رکھے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا: کیا تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات کو اچھا سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عوض تمہیں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے تو اس نے ان کو فوراً اتار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کر دیا اور اس نے عرض کیا: یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:140)

1337 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَتَّابٌ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ

عَطَاءٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰى زَكَاتُهُ فَزُكِّىَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: میں سونے کے زیور پہنتی تھی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچیں اور ان کی زکوٰۃ بھی دے دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 547، معجم الکبیر: جز: 23، ص: 281، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 83، سنن الدار قطنی: جز: 2، ص: 105)

1338 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيسَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اَنَّهُ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰى فِىْ يَدَىَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ فَقُلْتُ صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَتُؤَدِّيْنَ زَكَاتَهُنَّ قُلْتُ لَا اَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ يَعْلٰى فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَ حَدِيْثِ الْخَاتَمِ قِيْلَ لِسُفْيَانَ كَيْفَ تُزَكِّيْهِ قَالَ تَضُمُّهُ اِلٰى غَيْرِهٖ

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد سے روایت ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا پس میرے ہاتھ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھیاں ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زینت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ دیا کرتی ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں یہ جہنم کے واسطے کفایت کریں گی۔

عمر بن یعلیٰ نے حدیث کو حدیث الخاتم کی طرح ذکر کیا ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 547، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 139، سنن دار قطنی: جز: 5، ص: 208، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 8، ص: 12)

شرح: کنز کا لغوی معنیٰ

کنز کے لغوی معنیٰ اذخار یعنی ذخیرہ بنا کر رکھ دینا۔

شرعی معنیٰ

کنز کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہو اور ادا نہ کی گئی ہو۔

حلی سے کیا مراد ہے؟

حلی سے مراد زیور ہے خواہ وہ سونے چاندی کا ہو یا کسی قیمتی پتھر کا اور وہ ہیرا اور موتی ہیں مگر اس مقام پر سونے چاندی ہی مراد ہے۔

اختلاف آئمہ کرام

زیورات پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا نظریہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا راجح قول زیورات پر زکوٰۃ کے وجوب کا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

فقہاء شافعیہ کا قول

شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں استخارہ کیا اور یہ اختیار کیا کہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ علامہ شیرازی یہ بھی لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ احادیث پر مبنی ہے۔ (المہذب مع المجموع: جز: 6، ص: 32)

فقہاء حنبلیہ کا قول

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات کو عاریتاً دینا ہی ان کی زکوٰۃ ہے نیز عافیہ بن ایوب، لیث بن سعد سے وہ ابوزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں زیورات کو مباح استعمال کے لئے رکھا جاتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جس طرح کام کاج کی چیزوں میں اور استعمال کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (المغنی: جز: 2، ص: 322)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ کا دوسرا قول

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

ظاہر مذہب یہ ہے کہ عورت کے زیورات پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ مسلک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیّب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت جابر بن زید، حضرت ابن سیرین، حضرت میمون بن مہران، حضرت زہری، حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہم اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ زیورات میں زکوۃ ہے۔ (المغنی: جز:2،ص:322)

آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

آئمہ ثلاثہ نے جو دلیل پیش کی اور علامہ ابن قدامہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث پیش کی اس کے بارے میں حافظ زیلعی کا یہ قول ہے۔

حافظ جمال الدین زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب معرفت میں کہا عافیہ بن ایوب لیث سے وہ ابی الزبیر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے وہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (نصب الرایہ: جز:2،ص:374)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

☆ قوله عن ام سلمة رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے انہوں نے اور ان کے شوہر نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ان سے سلمہ، عمر، رقیہ اور زینت چار بچے پیدا ہوئے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ 4ھ میں فوت ہو گئے وہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے وہ احد کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ ہجرت کے 35 ماہ بعد وہ فوت ہو گئے تھے عدت پوری ہونے کے بعد شوال چار ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ عزوجل! مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:918)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں سوچتی تھی میرے لیے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اچھا کون ہو گا مجھے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا میں نے انکار کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا: مرحبا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا شوہر بنا دیا میں نے اپنے

بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے مستغنی کر دے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 918)

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں 61ھ یا 62ھ میں چوراسی سال کی عمر گزار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے۔

ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔

آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المومنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے 3ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (اسد الغابہ: جز:5، ص:560)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے پہلے حضرت ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں 4 چار میں جب ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا تو حضور انور ﷺ کے نکاح میں آئیں اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چوراسی سال ہوئی 59ھ انسٹھ میں وفات ہوئی۔ آپ سے آپ کی بیٹی زینب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:552)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ زَكَاةِ السَّائِمَةِ بَاب فِيْ زَكَاةِ السَّائِمَةِ

باب: چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

یہ باب چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے حکم میں ہے۔

1339 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ اَخَذْتُ مِنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ كِتَابًا زَعَمَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَهُ لِاَنَسٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا وَّكَتَبَهُ لَهُ فَاِذَا فِيْهِ هٰذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِهِ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ الْغَنَمُ فِيْ كُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْفَحْلِ اِلٰى سِتِّيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَسِتِّيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا ابْنَتَا لَبُوْنٍ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْفَحْلِ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ فَاِذَا تَبَايَنَ اَسْنَانُ الْاِبِلِ فِيْ فَرَائِضِ الصَّدَقَاتِ فَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَّعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَاَنْ يَّجْعَلَ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَّعِنْدَهُ جَذَعَةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَّعِنْدَهُ ابْنَةُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ مِنْ هَاهُنَا لَمْ اَضْبِطْهُ عَنْ مُّوْسٰى كَمَا اُحِبُّ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ لَبُوْنٍ وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اِلٰى هَاهُنَا ثُمَّ اَتْقَنْتُهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ لَبُوْنٍ وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا بِنْتُ مَخَاضٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَشَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ

صَدَقَةُ ابْنَةِ مَخَاضٍ وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا ابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ فَاِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَىْءٌ وَّمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ اِلَّا اَرْبَعٌ فَلَيْسَ فِيهَا شَىْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِى سَائِمَةِ الْغَنَمِ اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ فَفِيهَا شَاةٌ اِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا شَاتَانِ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِى كُلِّ مِائَةٍ شَاةٍ شَاةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ فِى الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فَاِنْ لَمْ تَبْلُغْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ اَرْبَعِيْنَ فَلَيْسَ فِيهَا شَىْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِى الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَالُ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَىْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا

حماد سے روایت ہے: میں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے لکھی ہوئی تحریر حاصل کی ان کا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمائی تھی اور اس کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر بھی تھی جب اس کو لکھوایا تھا اس وقت ان کو زکوٰۃ اکٹھا کرنے والا بنا کر روانہ کیا تھا اس کے اندر فرض زکوٰۃ کا حکم تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اوپر فرض فرمایا تھا اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا: جس مسلمان سے اس کی حیثیت کے مطابق زکوٰۃ طلب کی جائے تو وہ دے دے اور جس سے اس کی حیثیت سے زیادہ مانگی جائے تو وہ نہ ادا کرے ان میں پچیس سے کم اونٹ ہوں تو ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری کو دیا کرے۔ جب پینتیس کو پہنچ جائیں تو اس میں ایک سال کی اونٹنی دینی پڑے گی پس اگر وہ ایک سال کی نہ ہو تو دو سال والا اونٹ دیا کرے پس جب یہ چھتیس کو پہنچ جائیں تو دو سال والی اونٹنی پینتالیس تک دیا کرے۔ پس جب یہ چھیالیس کو پہنچ جائیں تو پھر تین سالہ اونٹنی دیا کرے وہ ایسی ہو کہ جس کے پاس نر بھی جا سکتا ہو ساٹھ تک یوں کرے۔ پس جب یہ اکسٹھ تک پہنچ جائیں تو چار سالہ اونٹنی پچھتر تک یوں دیا کرے پس جب یہ چھہتر تک پہنچ جائیں تو دو سال والی اونٹنیاں نوے تک دیا کرے جب اکیانوے تک پہنچ جائیں تو تین سال والی ایسی اونٹنیاں دے جن کے پاس نر جا سکتا ہو ایک سو بیس تک یوں دے جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو ہر چالیس کے اوپر ایک دو سال والی اونٹنی اور ہر پچاس کے اوپر ایک تین سال والی اونٹنی دیا کرے۔ اونٹ کی ایسی قسم جس پر زکوٰۃ بنتی ہے اگر وہ نہ ہو یعنی کسی پر چار سال والی اونٹنی بنتی ہے مگر اس کے پاس چار سال والی میسر نہیں بلکہ تین سال والی ہے تو وہ اس سے قبول کی جائے گی۔ اگر اس کے پاس موجود ہوں بکریاں تو دو بکریاں یا بیس درہم زیادہ لے لیے جائیں پس اگر کسی پر تین سال والی اونٹنی آتی ہے مگر اس کے پاس تین سال والی میسر نہیں بلکہ چار سال والی ہے تو وہ بھی قبول کی جائے گی اور اس کو مصدق بیس

درہم یا دو بکریاں ادا کرے گا۔ جس پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی ہے تو وہ بھی قبول کی جائے گی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں پر مجھے موسیٰ بن اسمٰعیل سے ذہن نشین نہ رہا کہ اس کے پاس موجود ہوں تو بکریاں یا بیس درہم قبول کر لیے جائیں جس پر زکوٰۃ کی دو سال والی اونٹنی بنتی ہے اور اس کے پاس تین سال والی میسر ہے تو وہ قبول کی جائے گی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مصدق اس کو قبول کر کے اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس جانب دو سال والی اونٹنی بنتی ہو جبکہ اس کے پاس صرف ایک سال والی میسر ہو تو وہ قبول کی جائے گی دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے گا جس جانب زکوٰۃ میں ایک اونٹنی بنتی ہو جبکہ اس کے پاس صرف دو سال والا اونٹ میسر ہو تو اس کو قبول کیا جائے گا لوٹانا کچھ نہیں پڑے گا جس کے پاس صرف چار اونٹ موجود ہوں تو اس کے اوپر کچھ نہیں بنتا مگر وہ چاہے تو دے دے۔ ایسی بکریاں جو چرتی ہیں چالیس کے اوپر ایک بکری ایک سو بیس تک ہے جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو دو بکریاں دو سال تک ہیں۔ جب سو سے زیادہ ہو جائیں تو تین بکریاں تین سال تک ہیں۔ جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک سو کے اوپر ایک بکری ہے بوڑھی اور عیب شدہ بکری زکوٰۃ کے اندر قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی بکرا قبول کیا جائے گا مگر مصدق چاہے تو۔ زکوٰۃ کے خوف کی وجہ سے علیحدہ مال کو اکٹھا اور اکٹھے مال کو علیحدہ نہیں کرنا ہو گا جس مال میں دو حصہ دار ہوں تو وہ اپنے حصہ کے مطابق آپس کے اندر بیٹھ کر مشاورت کر لیں۔ پس اگر کسی کی طرف سے چالیس تک نہ پہنچتی ہوں تو ان کے اوپر کچھ بھی نہیں مگر اس کا مالک چاہے دے دے اور نقد پر چالیس کا حصہ ہے پس اگر مال ایک سو نوے درہم ہو تو ان کے اوپر کچھ بھی نہیں مگر ان کا مالک چاہے تو دے دے۔

(مستدرک: ج:1،ص:548، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:86، سنن الدار قطنی: ج:5،ص:245، سنن النسائی: ج:8،ص:167)

1340 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ اِلٰى عُمَّالِهٖ حَتّٰى قُبِضَ فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهٖ فَعَمِلَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى قُبِضَ ثُمَّ عَمِلَ بِهٖ عُمَرُ حَتّٰى قُبِضَ فَكَانَ فِيْهِ فِيْ خَمْسٍ مِنَ الْاِبِلِ شَاةٌ وَّفِيْ عَشْرٍ شَاتَانِ وَفِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ وَفِيْ عِشْرِيْنَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَفِيْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَةُ مَخَاضٍ اِلٰى خَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا ابْنَةُ لَبُوْنٍ اِلٰى خَمْسٍ وَاَرْبَعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا حِقَّةٌ اِلٰى سِتِّيْنَ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا جَذَعَةٌ اِلٰى خَمْسٍ وَسَبْعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا ابْنَتَا لَبُوْنٍ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا حِقَّتَانِ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنْ كَانَتِ الْاِبِلُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَّفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ ابْنَةُ لَبُوْنٍ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ كُلِّ

اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَاِنْ كَانَتِ الْغَنَمُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٍ شَاةٌ وَّلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ حَتّٰى تَبْلُغَ الْمِائَةَ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَيْبٍ قَالَ و قَالَ الزُّهْرِيُّ اِذَا جَاءَ الْمُصَدِّقُ قُسِّمَتِ الشَّاءُ اَثْلَاثًا ثُلُثًا شِرَارًا وَّثُلُثًا خِيَارًا وَّثُلُثًا وَّسَطًا فَاَخَذَ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْوَسَطِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزُّهْرِيُّ الْبَقَرَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَكُنِ ابْنَةُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُوْنٍ وَلَمْ يَذْكُرْ كَلَامَ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهٖ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ كَتَبَهٗ فِي الصَّدَقَةِ وَهِيَ عِنْدَ اٰلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَقْرَاَنِيْهَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَوَعَيْتُهَا عَلٰى وَجْهِهَا وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاِذَا كَانَتْ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ وَحِقَّةٌ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا حِقَّتَانِ وَبِنْتُ لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّاَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّخَمْسِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ سِتِّيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا اَرْبَعُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّسِتِّيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ سَبْعِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَحِقَّةٌ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّسَبْعِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ ثَمَانِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا حِقَّتَانِ وَابْنَتَا لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّثَمَانِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ لَبُوْنٍ حَتّٰى تَبْلُغَ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا اَرْبَعُ حِقَاقٍ اَوْ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ اَيُّ السِّنَّيْنِ وُجِدَتْ اُخِذَتْ وَفِيْ سَائِمَةِ الْغَنَمِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ وَفِيْهِ وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ الْمُصَدِّقُ

سالم سے روایت ہے: ان کے والد محترم نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کے بارے میں مکتوب لکھوایا جس کو

عاملین کے پاس بھجوانے سے قبل وصال فرمالیا پس اس کو تلوار سے لگایا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر عمل فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے بھی وصال فرمالیا پھر اس کے اوپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وصال تک عمل پذیر رہے اس مکتوب میں تحریر تھا کہ ہر پانچ اونٹوں کے اوپر ایک بکری، دس کے اوپر دو بکریاں، پندرہ کے اوپر تین بکریاں، بیس کے اوپر چار بکریاں اور پچیس کے اوپر ایک اونٹنی ایک سال والی پینتیس سال تک دے گا پس اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے اس کے اوپر تو ان کے اوپر تین سال والی اونٹنی ساٹھ تک دے۔ پس ان میں ایک بھی زیادہ ہو جائے چار سال والی پچھتر تک اونٹنی دے، پس جب ان سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو نوے تک دو سال والی اونٹنیاں دے پس اس میں ایک بھی زیادہ ہو جائیں تو ایک سو بیس تک دو تین سال والی اونٹنیاں دے۔ پس اگر اونٹ اس سے بڑھ جائیں تو ہر پچاس کے اوپر تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس کے اوپر دو سال والی اونٹنی دے۔ بکریوں کے اندر ہر چالیس کے اوپر تین سو تک تین بکریاں ہیں۔ پس اگر بکریاں ان سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو کے اوپر ایک بکری ہے ایک سو پورا نہ ہونے پر ان پر کچھ بھی نہیں۔ بوجہ زکوۃ کے خوف سے جمع مال کو الگ اور الگ مال کو جمع نہیں کیا جائے۔ مال دو حصہ داروں کے ہونے پر اپنے حصہ کے تحت مشورہ کریں۔ بوڑھی اور عیب والی بکری زکوۃ میں قبول نہیں کی جائے گی۔

زہری فرماتے ہیں: جب مصدق آئے تو بکریاں تین طرح کی منقسم ہوں گی۔ گھٹیا قسم کی، بڑھیا قسم کی اور درمیانی قسم کی۔ پس مصدق درمیانی سے قبول کرے گا اور زہری نے گائے کا تذکرہ نہ کیا۔

سفیان بن حسین نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو معناً روایت کر کے کہا پس اگر ایک سال والی اونٹنی نہ ہو تو دو سال والی (دے)

اور زہری کے کلام کا ذکر نہ کیا۔

ابن شہاب سے روایت ہے: یہ وہ مکتوب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کے بارے میں تحریر کروائی اور وہ آل عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی۔ ابن شہاب فرماتے ہیں: وہ تحریر مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پڑھوائی اور میں نے اس کو اس کے سامنے ہی حفظ کر لیا۔ اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کاپی کروائی پس حدیث مبارکہ ذکر کر کے فرمایا پس جب ایک سو اکیس ہوں تو ان کے اوپر تین دو والی اونٹنیاں حتیٰ کہ ایک سو انتیس کو پہنچ جائیں پس جب ایک سو تیس تک پہنچ جائیں تو ان کے اوپر دو دو سال والی اونٹنیاں اور ایک سو انچاس تک ایک دو سال والی ہیں۔ جب ایک سو پچاس کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر تین سال والی اونٹنیاں تین حتیٰ کہ ایک سو انسٹھ کو ہوں پس جب ایک سو ساٹھ کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر چار دو سال والی اونٹنیاں ہیں حتیٰ کہ ایک سو انہتر ہوں پس جب ایک سو ستر کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر دو سال والی اونٹنیاں اور ایک

تین سال والی حتیٰ کہ ایک سوا ناسی کو پہنچ جائیں پس جب ایک سواسی کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر دو تین سال والی اور دو دو ایک سال والی اونٹنیاں ہیں حتیٰ کہ ایک سو نواسی کو پہنچ جائیں پس جب ایک سو نوے کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر تین سال والی تین اور دو سال والی ایک اونٹنی ہے حتیٰ کہ ایک سو ننانوے کو پہنچ جائیں پس جب دو سو کو پہنچ جائیں تو ان کے اوپر تین سال والی چار اونٹنیاں یا دو سال والی پانچ وہ اونٹنیاں جن کی عمر جو بھی میسر ہو جائے قبول کر لی جائیں۔ چرنے والی بکریوں کے بارے میں سفیان بن حسین کی حدیث اس طرح ذکر کر کے فرمایا بوڑھی اور عیب والی بکری زکوٰۃ میں قبول نہ کی جائے گی اور نر بھی نہ قبول کیا جائے گا مگر مصدق چاہے (تو لے لے)

(مستدرک: جز:1، ص:549، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:88، سنن الترمذی: جز:3، ص:13، مسند ابی یعلیٰ: جز:9، ص:359)

1341 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَالَ مَالِكٌ وَّقَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ لِكُلِّ رَجُلٍ اَرْبَعُوْنَ شَاةً فَاِذَا اَظَلَّهُمُ الْمُصَدِّقُ جَمَعُوْهَا لِئَلَّا يَكُوْنَ فِيْهَا اِلَّا شَاةٌ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ اَنَّ الْخَلِيْطَيْنِ اِذَا كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةُ شَاةٍ وَشَاةٌ فَيَكُوْنُ عَلَيْهِمَا فِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَاِذَا اَظَلَّهُمَا الْمُصَدِّقُ فَرَّقَا غَنَمَهُمَا فَلَمْ يَكُنْ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِلَّا شَاةٌ فَهٰذَا الَّذِيْ سَمِعْتُ فِيْ ذٰلِكَ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ علیحدہ مال کو اکٹھا نہ کریں اور اکٹھے مال کو علیحدہ نہ کریں وہ اس طرح کہ دو اشخاص میں ہر ایک کی چالیس بکریاں ہوں جب وہ مصدق کو آتے دیکھیں تو دونوں اکٹھا کر لیں تا کہ ان بکریوں میں ایک بکری ہی دینی پڑ جائے اور جمع شدہ مال کو علیحدہ نہ کریں وہ یوں کہ دو حصہ داروں میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہوں تو ان کے اوپر تین بکریاں پڑتی ہیں پس جب وہ مصدق کو آتے دیکھ کر اپنی بکریاں علیحدہ کریں تو ان پر ایک بکری پڑے گی میں نے اس بارے میں اسی طرح سنا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1341)

1342 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَعَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ زُهَيْرٌ اَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه قَالَ هَاتُوْا رُبْعَ الْعُشُوْرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَّلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلَاثُوْنَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ وَّسَاقَ صَدَقَةَ الْغَنَمِ مِثْلَ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ وَّفِي

الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَّلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ وَّفِي الْإِبِلِ فَذَكَرَ صَدَقَتَهَا كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ قَالَ وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ خَمْسَةٌ مِّنَ الْغَنَمِ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ابْنَةُ مَخَاضٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ بِنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ اِلٰى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ اِلٰى خَمْسٍ وَاَرْبَعِيْنَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ اِلٰى سِتِّيْنَ ثُمَّ سَاقَ مِثْلَ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً يَعْنِي وَاحِدَةً وَّتِسْعِيْنَ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ اِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَلَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْمُصَدِّقُ وَفِي النَّبَاتِ مَا سَقَتْهُ الْاَنْهَارُ اَوْ سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَمَا سَقَى الْغَرْبُ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ وَفِي حَدِيْثِ عَاصِمٍ وَالْحَارِثِ الصَّدَقَةُ فِي كُلِّ عَامٍ قَالَ زُهَيْرٌ اَحْسَبُهُ قَالَ مَرَّةً وَّفِي حَدِيْثِ عَاصِمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْإِبِلِ ابْنَةُ مَخَاضٍ وَلَا ابْنُ لَبُونٍ فَعَشَرَةُ دَرَاهِمَ اَوْ شَاتَانِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَسَمَّى اٰخَرَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ اَوَّلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَّحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ قَالَ فَلَا اَدْرِي اَعَلِيٌّ يَقُوْلُ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ اَوْ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ اِلَّا اَنَّ جَرِيرًا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَّزِيْدُ فِي الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زہیر نے کہا میرا گمان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیسویں حصہ کے اوپر زکوٰۃ دو مطلب یہ ہے کہ ہر چالیس درہم کے اندر ایک درہم پس جب دو سو درہم ہوں تو ان سے پانچ درہم پس زیادہ ہونے کی صورت میں اسی کے مطابق سے دے۔ اور بکریوں میں ہر چالیس کے اوپر ایک بکری ہے پس اگر انتالیس بکریاں ہوں تو ان کے اوپر کچھ بھی نہیں ہے۔

زہری کی مثل بکریوں پر زکوٰۃ کے متعلق روایت کر کے کہا گائے کے اندر ہر تیس کے اوپر ایک سال والی بچھڑی اور

چالیس کے اوپر دو سال والی۔ کام کرنے والے جانور پر کچھ نہیں۔ اونٹوں کے بارے میں یوں ہی ذکر کیا جس طرح زہری نے زہری ذکر کیا فرمایا: پچیس اونٹوں کے اوپر پانچ بکریاں جب ان میں ایک بھی بڑھ گئی تو ان کے اوپر ایک سال والی اونٹنی ہے پس اگر ایک سال والی اونٹنی نہ ہو تو دو سال والا پینتیس تک اونٹ دے پس اگر ان کے اوپر ایک بھی بڑھ جائے تو ان کے اوپر دو سال والی پینتالیس تک اونٹنی ہے۔ پس ایک بھی بڑھ جائے تو ان کے اوپر تین سال والی اونٹنی ہے جس کے قریب اونٹ جا سکتا ہو وہ ساٹھ تک ہے۔ پھر زہری کی مثل روایت کر کے آگے یوں فرمایا۔ پس جب ایک بڑھ جائے یعنی اکیانوے ہوں تو ان کے اوپر تین سال والی دو اونٹنیاں جفتی کے لائق ہوں ایک بیس تک یوں ہی دے۔ پس اگر اونٹ اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہر پچاس کے اوپر تین سال والی اونٹنی اور جمع شدہ مال کو زکوۃ کے خوف سے علیحدہ نہ کیا جائے اور علیحدہ مال کو جمع نہ کیا جائے۔ بوڑھا اور عیب والا جانور زکوۃ میں قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی نر کو مگر مصدق چاہے (تو لے لے) نباتی جن کو نہار سے پلایا گیا یا آسمان سے بارش برسنے ہونے پر دسواں حصہ ہے اور جس کو کھو (ٹیوب ویل صورت) سے پانی دیا گیا اس میں بیسواں حصہ ہے۔ حدیث عاصم اور حارث میں ہے زکوۃ ہر سال پر لی جائے گی۔ زہیر نے کہا میرا گمان ہے کہ ایک بار کا فرمایا۔ عاصم کی حدیث میں ہے ایک سال والی اونٹنی اور دو سال والا اونٹ نہ ہو تو دس درہم یا دو بکریاں لینی ہوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی حدیث کا بعض حصہ روایت کر کے کہا پس جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور اس پر سال بھی گزرا ہو تو ان کے اوپر پانچ درہم ہیں اور سونے کے اندر تمہارے اوپر کچھ بھی نہیں ہے حتیٰ کہ بیس دینار تک ہو جائیں۔ پس جب تمہارے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان کے اوپر سال بھی گزر جائے تو ان کے اوپر نصف دینار زکوۃ دینی ہو گی۔ اس سے بڑھ جائیں تو اسی حساب سے دے۔ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا فحساب ذالك حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے اور مال کے اندر زکوۃ نہیں جب تک ان پر سال نہ گزرے۔ جریر نے ابن وہب بن یزید سے روایت کر کے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کسی بھی مال پر زکوۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزرا ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1342)

1343 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا وَّلَيْسَ فِیْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَیْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ

اِسۡحٰقَ كَمَا قَالَ اَبُوۡ عَوَانَةَ وَرَوَاهُ شَيۡبَانُ اَبُوۡ مُعَاوِيَةَ وَاِبۡرَاهِيۡمُ بۡنُ طَهۡمَانَ عَنۡ اَبِیۡ اِسۡحٰقَ عَنِ الۡحَارِثِ عَنۡ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِثۡلَهُ قَالَ اَبُوۡ دَاوٗدَ وَرَوٰى حَدِيۡثَ النُّفَيۡلِيِّ شُعۡبَةُ وَسُفۡيَانُ وَغَيۡرُهُمَا عَنۡ اَبِیۡ اِسۡحٰقَ عَنۡ عَاصِمٍ عَنۡ عَلِيٍّ لَمۡ يَرۡفَعُوۡهُ اَوۡقَفُوۡهُ عَلٰى عَلِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے گھوڑے، لونڈی اور غلام میں زکوٰۃ کو معاف فرما دیا پس چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چالیس سے ایک درہم اور ایک سو نوے درہم تک کچھ بھی نہیں ہے۔ پس جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان کے اوپر پانچ درہم ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو اعمش نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے جس طرح کہ ابوعوانہ نے بیان کیا ہے اور اس کو شیبان ابومعاویہ اور ابراہیم بن طہمان، ابواسحاق، حارث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث نفیلی کو شعبہ اور سفیان وغیرہما نے ابواسحاق، عاصم (اور) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کو مرفوع نہیں کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 117)

1344 حَدَّثَنَا مُوۡسَى بۡنُ اِسۡمٰعِيۡلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخۡبَرَنَا بَهۡزُ بۡنُ حَكِيۡمٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ الۡعَلَاءِ وَاَخۡبَرَنَا اَبُوۡ اُسَامَةَ عَنۡ بَهۡزِ بۡنِ حَكِيۡمٍ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ جَدِّهِ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیۡ كُلِّ سَائِمَةِ اِبِلٍ فِیۡ اَرۡبَعِيۡنَ بِنۡتُ لَبُوۡنٍ وَلَا يُفَرَّقُ اِبِلٌ عَنۡ حِسَابِهَا مَنۡ اَعۡطَاهَا مُؤۡتَجِرًا قَالَ ابۡنُ الۡعَلَاءِ مُؤۡتَجِرًا بِهَا فَلَهٗ اَجۡرُهَا وَمَنۡ مَّنَعَهَا فَاِنَّا اٰخِذُوۡهَا وَشَطۡرَ مَالِهٖ عَزۡمَةً مِنۡ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ لَيۡسَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ مِنۡهَا شَیۡءٌ

بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چالیس چرنے والے اونٹوں کے اوپر دو سال والی اونٹنی ہے اونٹوں کو حساب سے الگ نہ کیا جائے جس نے بہ نیت ثواب زکوٰۃ دی۔ ابن العلاء فرماتے ہیں: اس کے واسطے اجر ہے اور جس نے روکا اس سے لی جائے گی اور اس کا نصف مال تاوان ہوگا یہ ہمارے رب عزوجل کے تاوان سے ہے اور آل محمد کے واسطے اس میں سے کچھ حصہ نہیں۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 554، معجم الکبیر: جز: 19، ص: 410، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 105، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 486)

1345 حَدَّثَنَا النُّفَيۡلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوۡ مُعَاوِيَةَ عَنِ الۡاَعۡمَشِ عَنۡ اَبِیۡ وَائِلٍ عَنۡ مُّعَاذٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الۡيَمَنِ اَمَرَهٗ اَنۡ يَّاۡخُذَ مِنَ الۡبَقَرِ مِنۡ كُلِّ ثَلَاثِيۡنَ تَبِيۡعًا اَوۡ

تَبِيعَةً وَّمِنْ كُلِّ اَرْبَعِينَ مُسِنَّةً وَّمِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِي مُحْتَلِمًا دِيْنَارًا اَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِ ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَالنُّفَيْلِيُّ وَابْنُ الْمُثَنّٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُّعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ ابْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ لَمْ يَذْكُرْ ثِيَابًا تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ وَلَا ذَكَرَ يَعْنِي مُحْتَلِمًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ جَرِيْرٌ وَّيَعْلٰى وَمَعْمَرٌ وَّشُعْبَةُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ يَعْلٰى وَمَعْمَرٌ عَنْ مُّعَاذٍ مِثْلَهُ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی جانب بھیجا تو ارشاد فرمایا: تیس گائے کے اندر ایک سال کا بچھیا یا بچھڑی وصول کرنا اور ہر چالیس میں سے دو سال والی اور بالغ کافر سے ایک دینار جزیہ کے طور پر وصول کرنا یا اس کے عوض یمن کے کپڑے وصول کرنا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی جانب بھیجا۔ پچھلی حدیث مبارکہ کی مثل ذکر فرمایا مگر یمن کے کپڑوں اور بالغ مرد کا ذکر نہ فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو جریر، یعلیٰ، معمر، شعبہ، ابوعوانہ، یحییٰ بن سعید، اعمش، ابووائل نے مسروق سے روایت کیا ہے۔ یعلیٰ اور معمر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 555، معجم الکبیر: جز: 20، ص: 128، سنن ابن ماجہ: جز: 5، ص: 378، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 98)

1346 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ مَيْسَرَةَ اَبِي صَالِحٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سِرْتُ اَوْ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ سَارَ مَعَ مُصَدِّقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَاْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ وَلَا تَجْمَعَ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَلَا تُفَرِّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَكَانَ اِنَّمَا يَاْتِي الْمِيَاهُ حِيْنَ تَرِدُ الْغَنَمُ فَيَقُوْلُ اَدُّوْا صَدَقَاتِ اَمْوَالِكُمْ قَالَ فَعَمَدَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اِلٰى نَاقَةٍ كَوْمَاءَ قَالَ قُلْتُ يَا اَبَا صَالِحٍ مَا الْكَوْمَاءُ قَالَ عَظِيْمَةُ السَّنَامِ قَالَ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا قَالَ اِنِّي اُحِبُّ اَنْ تَاْخُذَ خَيْرَ اِبِلِي قَالَ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا قَالَ فَخَطَمَ لَهُ اُخْرٰى دُوْنَهَا فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا ثُمَّ خَطَمَ لَهُ اُخْرٰى دُوْنَهَا فَقَبِلَهَا وَقَالَ اِنِّي اٰخِذُهَا وَاَخَافُ اَنْ يَّجِدَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِي عَمَدْتَ اِلٰى

رَجُلٍ فَتَخَيَّرَتَ عَلَيْهِ اِبِلَهُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ هُشَيْمٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ لَا يُفَرَّقُ

سوید بن غفلہ سے روایت ہے: میں گیا یا مجھے ایسے شخص نے خبر دی جو نبی کریم ﷺ کے مصدق کی معیت میں گیا تھا رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کے اندر تحریر تھا کہ دودھ پلانے والا جانور نہ وصول کیا جائے اور الگ مال کو جمع نہ کیا جائے اور نہ ہی جمع مال کو الگ کیا جائے وہ ایسے وقت میں آیا کرتا جب بکریوں نے پانی کو پی لیا ہوتا اور کہا: کرتا اپنے مال کی زکوٰۃ دو۔ فرماتے ہیں: ایک شخص نے اپنی کوماء اونٹنی کو دیا تو میں نے کہا: اے ابوصالح کوماء کس طرح کی ہوا کرتی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ اونچے کوہان والی ہوا کرتی ہے تو مصدق نے وصول نہ کیا۔ اس نے عرض کیا: میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرا اچھا اونٹ وصول کریں تو انہوں نے نہ لیا پھر زکوٰۃ کی ادائیگی والے نے اس سے ہلکا دیا تو اس کو بھی نہ لیا اس نے پھر اس سے بھی ہلکا پیش کیا تو اس کو لے لیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس کو اس وجہ سے لیا ہے کہ مجھے خوف تھا کہ یہ نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جائیں تو ارشاد فرمادیں کہ آپ نے تو اس شخص کا بہترین اونٹ چن کر وصول کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ہشیم نے ہلال بن خباب سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر انہوں نے لا یفرق نہ کہا۔

(معجم الکبیر: جز:7، ص:91، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:101، سنن الدارقطنی: جز:5، ص:202)

1347 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ اَتَانَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهِ وَقَرَاْتُ فِي عَهْدِهِ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ رَاضِعَ لَبَنٍ

حضرت سوید بن غفلہ سے روایت ہے: ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے مصدق تشریف لائے میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کے مکتوب کو پڑھا (جس میں لکھا ہوا تھا) علیحدہ مال کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھے مال کو زکوٰۃ ادا کرنے کے خوف سے علیحدہ نہ کیا جائے اور دودھ پلانے والے جانور کا ذکر نہیں تھا۔

(سنن الدارقطنی: جز:2، ص:104، سنن الدارمی: جز:1، ص:467، مسند ابن ابی شیبہ: جز:2، ص:94)

1348 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اِسْحٰقَ الْمَكِّيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ ثَفِنَةَ الْيَشْكُرِيِّ قَالَ الْحَسَنُ رَوْحٌ يَقُولُ مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ اسْتَعْمَلَ نَافِعُ بْنُ عَلْقَمَةَ اَبِي عَلَى عِرَافَةِ قَوْمِهِ فَاَمَرَهُ اَنْ يُصَدِّقَهُمْ قَالَ فَبَعَثَنِي اَبِي فِي

طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاتَيْتُ شَيْخًا كَبِيرًا يُقَالُ لَهُ سِعْرُ بْنُ دَيْسَمٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبِي بَعَثَنِي اِلَيْكَ يَعْنِي لِاُصَدِّقَكَ قَالَ ابْنُ اَخِي وَاَيَّ نَحْوٍ تَأْخُذُونَ قُلْتُ نَخْتَارُ حَتّٰى اِنَّا نَتَبَيَّنَ ضُرُوعَ الْغَنَمِ قَالَ ابْنُ اَخِي فَاِنِّي اُحَدِّثُكَ اَنِّي كُنْتُ فِي شِعْبٍ مِنْ هٰذِهِ الشِّعَابِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَنَمٍ لِي فَجَائَنِي رَجُلَانِ عَلٰى بَعِيرٍ فَقَالَا لِي اِنَّا رَسُولَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكَ لِتُؤَدِّيَ صَدَقَةَ غَنَمِكَ فَقُلْتُ مَا عَلَيَّ فِيهَا فَقَالَا شَاةٌ فَاَعْمَدُ اِلٰى شَاةٍ قَدْ عَرَفْتُ مَكَانَهَا مُمْتَلِئَةٍ مَحْضًا وَّشَحْمًا فَاَخْرَجْتُهَا اِلَيْهِمَا فَقَالَا هٰذِهِ شَاةُ الشَّافِعِ وَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَاْخُذَ شَافِعًا قُلْتُ فَاَيَّ شَيْءٍ تَأْخُذَانِ قَالَا عَنَاقًا جَذَعَةً اَوْ ثَنِيَّةً قَالَ فَاَعْمَدُ اِلٰى عَنَاقٍ مُعْتَاطٍ وَالْمُعْتَاطُ الَّتِي لَمْ تَلِدْ وَلَدًا وَّقَدْ حَانَ وِلَادُهَا فَاَخْرَجْتُهَا اِلَيْهِمَا فَقَالَا نَاوِلْنَاهَا فَجَعَلَاهَا مَعَهُمَا عَلٰى بَعِيرِهِمَا ثُمَّ انْطَلَقَا قَالَ اَبُو دَاؤدَ رَوَاهُ اَبُو عَاصِمٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ قَالَ اَيْضًا مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ كَمَا قَالَ رَوْحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحٰقَ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ فِيهِ وَالشَّافِعُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا الْوَلَدُ

مسلم بن شعبہ سے روایت ہے: نافع بن علقمہ نے میرے والدمحترم کو اپنی قوم پر عامل بنایا اوران کو زکوۃ لینے کا فرمایا۔انہوں نے ان کو ایک جماعت کی جانب روانہ فرمایا وہ فرماتے ہیں: میں ایک بوڑھے شخص کے پاس گیا جن کوسِعر سے موسوم کیا جاتا تھا۔ میں نے کہا: مجھے تمہارے پاس زکوۃ لینے کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔انہوں نے کہا بھتیجے تم کس طرح کا مال لیا کرتے ہو؟ میں نے کہا: اچھے تھنوں والے چن کر۔انہوں نے کہا بھتیجے میں تمہیں حدیث سناتا ہوں میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں بکریوں کے ساتھ ایک گھاٹی کے اندر تھا تو میرے پاس اونٹ پرسوار ہوکر دو اشخاص آئے وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو آپ سے زکوۃ لینے کے لئے روانہ کیا ہے تا کہ آپ کی بکریوں کی زکوۃ لیں۔ میں نے کہا: میرے اوپر کیا ضروری ہے؟ وہ کہنے لگے ایک بکری ہے۔تو میں ان کے پاس اس بکری کو لے آیا جس کو میں اچھی طرح جانتا تھا جو دودھ اور چربی سے بھری ہوئی تھی وہ کہنے لگے یہ بکری حاملہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حاملہ بکری وصول کرنے سے روکا ہے میں نے کہا: تم کس طرح کی وصول کرو گے وہ کہنے لگے ایک سال کی ہو یا دو سال کی۔ میں نے ایک فربہ بکری دی جس نے جنا کچھ نہ تھا لیکن گابھن تو ہو گئی تھی انہوں نے وہ لے لی اور اس کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھایا پھر چلے گئے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اس کو زکریا نے روایت کیا ہے۔مسلم بن شعبہ نے روایت کیا جس طرح روح نے روایت کیا ہے۔زکریا بن اسحاق نے اپنی اسناد سے اس حدیث کو روایت کر کے کہا مسلم بن شعبہ نے اس میں کہا الشافع وہ جانور ہے جس کے پیٹ کے

اندر بچہ ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:96، سنن النسائی: ج:8، ص:192، مسند احمد: ج:30، ص:454، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:45، ص:391)

1349 قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَرَاْتُ فِیْ كِتَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ بِحِمْصَ عِنْدَ اٰلِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْحِمْصِيِّ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَاضِرِيِّ مِنْ غَاضِرَةِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَاَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهٖ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ وَلَا يُعْطِى الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِيضَةَ وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ وَلٰكِنْ مِنْ وَسَطِ اَمْوَالِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَسْاَلْكُمْ خَيْرَهُ وَلَمْ يَاْمُرْكُمْ بِشَرِّهٖ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن سالم کی کتاب کو حمص کے اندر عمرو بن حارث حمصی کی اولاد کے پاس سے پڑھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری جو غاضرہ قیس سے ہیں سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تین افعال جن کو کسی نے کیا تو اس نے ایمان کی لذت چکھ لی۔ ایک رب تعالیٰ کی عبادت کرنا اور وہ یوں کہنا کہ لا الٰہ الا اللہ، ہر سال زکوٰۃ دینا اور بوڑھے جانور کو نہ دینا نہ ہی خارش والے کو، نہ ہی بیمار کو اور نہ ہی گھٹیا قسم کو دینا بلکہ درمیانی قسم کا دینا کیونکہ رب تعالیٰ تم سے اچھے مال کو طلب نہیں کرتا اور نہ ہی گھٹیا مال کا فرماتا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:95)

1350 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ بَعَثَنِیْ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا فَمَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمَّا جَمَعَ لِیْ مَالَهُ لَمْ اَجِدْ عَلَيْهِ فِيْهِ اِلَّا ابْنَةَ مَخَاضٍ فَقُلْتُ لَهُ اَدِّ ابْنَةَ مَخَاضٍ فَاِنَّهَا صَدَقَتُكَ فَقَالَ ذَاكَ مَا لَا لَبَنَ فِيْهِ وَلَا ظَهْرَ وَلٰكِنْ هٰذِهٖ نَاقَةٌ فَتِيَّةٌ عَظِيمَةٌ سَمِينَةٌ فَخُذْهَا فَقُلْتُ لَهُ مَا اَنَا بِاٰخِذٍ مَا لَمْ اُومَرْ بِهٖ وَهٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ قَرِيبٌ فَاِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ تَاْتِيَهُ فَتَعْرِضَ عَلَيْهِ مَا عَرَضْتَ عَلَیَّ فَافْعَلْ فَاِنْ قَبِلَهُ مِنْكَ قَبِلْتُهُ وَاِنْ رَدَّهُ عَلَيْكَ رَدَدْتُهُ قَالَ فَاِنِّیْ فَاعِلٌ فَخَرَجَ مَعِیْ وَخَرَجَ بِالنَّاقَةِ الَّتِیْ عَرَضَ عَلَیَّ حَتّٰی

قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَتَانِیْ رَسُوْلُكَ لِیَاْخُذَ مِنِّیْ صَدَقَةَ مَالِیْ وَایْمُ اللّٰهِ مَا قَامَ فِیْ مَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَسُوْلُهُ قَطُّ قَبْلَهُ فَجَمَعْتُ لَهُ مَالِیْ فَزَعَمَ اَنَّ مَا عَلَیَّ فِیْهِ ابْنَةُ مَخَاضٍ وَذٰلِكَ مَا لَا لَبَنَ فِیْهِ وَلَا ظَهْرَ وَقَدْ عَرَضْتُ عَلَیْهِ نَاقَةً فَتِیَّةً عَظِیْمَةً لِیَاْخُذَهَا فَاَبٰی عَلَیَّ وَهَا هِیَ ذِهْ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُذْهَا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ الَّذِیْ عَلَیْكَ فَاِنْ تَطَوَّعْتَ بِخَیْرٍ اٰجَرَكَ اللّٰهُ فِیْهِ وَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ قَالَ فَهَا هِیَ ذِهْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا فَخُذْهَا قَالَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْضِهَا وَدَعَا لَهُ فِیْ مَالِهِ بِالْبَرَكَةِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصدق بنا کر روانہ کیا میں ایک شخص کے پاس گیا تو اس نے میرے پاس اپنے مال کو جمع کر دیا میرے مطابق اس کے اوپر ایک سال والی اونٹنی بنتی تھی تو میں نے کہا: زکوٰۃ میں ایک سال والی اونٹنی کو دے دو انہوں نے کہا وہ کس کے کام آئے گی وہ نہ تو دودھ دینے والی ہوگی اور نہ ہی سوار ہونے کے لئے ہوگی۔ تم جوان اونٹنی ہی وصول کرلو جو فربہ ہے۔ میں نے کہا: میں اس کو کس طرح وصول کرلوں جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمہارے پاس ہی ہیں اگر تم پسند کرتے ہو تو جو مجھے کہہ رہے ہو وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہہ دو۔ اس طرح کرلو اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی تو میں بھی لے لوں گا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ لیا تو میں بھی نہیں لوں گا۔ وہ کہنے لگا میں اسی طرح ہی کرتا ہوں جو مجھے اونٹنی دینے لگا تھا اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ چلا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم پہنچ گئے اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق میرے پاس مال کی زکوٰۃ لینے کے واسطہ آیا تو اللہ تعالیٰ کی قسم اس سے قبل میرے مال کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق نے دیکھا۔ میں نے اپنے مال کو اس کے سامنے جمع کر دیا مجھ پر اسی کے مطابق ایک سال والی اونٹنی بنتی تھی جس کا نہ تو دودھ ہوتا ہے اور نہ ہی سوار ہونے کے کام کی ہے تو میں نے جوان فربہ اونٹنی دی کہ اس کو وصول کرلو اس نے نہ لیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کو لے کر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ہوں اس کو قبول فرما لیجئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرے اوپر بنتی تو وہ ہی ہے مگر اس اچھی کو اپنی خوشی سے دیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ تم کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا اور ہم اس کو قبول فرما لیتے ہیں۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ یہی ہے جس کو میں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں آیا ہوں اس کو قبول فرما لیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وصول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اس کے لئے اس کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

(مستدرک: جز: ۱، ص: 556)

1351 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں تم ان کو گواہی دینے کی دعوت دینا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور میں اس کا رسول ہوں اگر وہ آپ کی بات کو تسلیم کرلیں تو ان کو بیان کرنا کہ ان کے اوپر دن اور رات کے اندر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ پس اگر تو وہ آپ کی بات تسلیم کرلیں تو ان کو بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر فقراء کو دے دی جائے گی پس اگر تو وہ اس کو تسلیم کرلیں تو ان کے مال کو چن لینے سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوا کرتا۔

(سنن دارقطنی: جز:5،ص:326، سنن النسائی الکبریٰ: جز:2،ص:30، مسند احمد: جز:4،ص:499)

1352 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
زکوٰۃ میں متعدی کرنے والا اس کو روکنے والے جیسا ہے۔ (سنن الترمذی: جز:3،ص:38)

شرح: چند ابحاث: سائمہ جانور کی تعریف

علامہ شمس الدین تمرتاشی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:
سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گزر کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہے۔
(تنویر الابصار: جز:3،ص:232)

اگر گھر میں گھاس لا لا کر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگرچہ چر کر گزر کرتا ہو وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں یونہی اگر گوشت کھانے کے لئے ہے تو سائمہ نہیں اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں بلکہ اس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔ (درمختار: جز:3، ص:233)

دوسری بحث: تین قسم کے سائمہ جانور کی زکوٰۃ واجب

تین قسم کے سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے۔

1-اونٹ، 2-گائے، 3-بکری

تیسری بحث: ایک سو بیس کے بعد اونٹ کے نصاب میں اختلاف

جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ان کے نصاب میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد حساب تو اربعینات وخمسینات ہی پر رہے گا مگر اس حساب کی ابتداء ایک سو بیس کے بعد فوراً ایک سو اکیس نہ ہوگی بلکہ ایک سو تیس سے ہوگی وہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں زیادتی دہائی کی زیادتی مراد ہے مطلق زیادتی مراد نہیں کیونکہ ایک سو بیس میں بھی تین اربعین ہیں اور وہاں بالاتفاق حقتین واجب ہیں لہٰذا اس اجماعی حکم میں تغیر ایک دہائی کے بعد سے شروع ہوگا اسی لیے ایک سو بیس کے بعد ایک سو انتیس تک تو حقتین واجب ہوں گے اور ایک سو تیس میں جا کر دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہوگا۔

شافعیہ اور حنابلہ کا مؤقف

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد حساب اربعینات اور خمسینات پر ہوگا۔ ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور پچاس میں ایک حقہ ہے ان دونوں کے نزدیک حساب ایک سو بیس کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے لہٰذا ایک سو اکیس میں چونکہ تین اربعین ہیں اسی وجہ سے اس میں تین بنات لبون ہوں گی اور ایک سو تیس میں دو اربعین اور خمسین ہے اسی لیے دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہوگا۔

حنفیہ کا مؤقف

حنفیہ کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد از سر نو حساب ہوگا یعنی پانچ میں ایک بکری لہٰذا ایک سو پچیس میں حقتین اور ایک بکری ہوگی اور ایک سو تیس میں حقتین اور دو بکریاں ہوں گی اور ایک سو پینتیس میں حقتین اور تین بکریاں اور ایک سو چالیس میں حقتین اور چار بکریاں اور ایک سو پینتالیس میں حقتین اور ایک بنت مخاص اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے۔ ڈیڑھ سو کے بعد پھر از سر نو سے حساب شروع ہوگا چنانچہ ایک سو پچپن میں تین حقے اور ایک بکری اور ایک سو ساٹھ میں تین حقے اور دو بکریاں اور

ایک سوپینسٹھ میں تین حقے اور تین بکریاں اور ایک سوستر میں تین حقے اور چار بکریاں اور ایک سوپچھتر میں تین حقے اور ایک بنت لبون اور ایک سو چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت لبون اور ایک سو چھیانوے میں چار حقے دوسوتک اور دوسو میں اختیار ہے چاہے اربعینات کے لحاظ سے پانچ بنات لبون دے دیئے جائیں اور چاہے خمینات کے لحاظ سے چار حقے دے دیں۔

چوتھی بحث: اونٹ کے نصاب کے متعلق مسائل

یہاں پر اونٹ کے نصاب کے متعلق مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ:1

اونٹ چھ مہینے چرائی پر رہتا ہے اور چھ مہینے چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اس کو چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں حتیٰ کہ سال ختم ہو گیا تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر تجارت کے لئے تھا اور چھ مہینے یا زیادہ تک چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیت نہ کرے کہ یہ سائمہ ہے فقط چرانے سے سائمہ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:176)

مسئلہ:2

تجارت کے لئے خریدا تھا پھر سائمہ کر دیا تو زکوٰۃ کے لئے ابتدائے سال اس وقت سے خریدنے کے وقت سے نہیں۔
(درمختار: ج:3،ص:235)

مسئلہ:3

سال تمام ہونے سے پہلے سائمہ کو کسی چیز کے بدلہ میں بیچ ڈالا اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور پہلے سے اس کی نصاب اس کے پاس موجود نہیں تو اب اس کے لئے اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا۔ (درمختار: ج:3،ص:235)

مسئلہ:4

وقف کے جانور اور جہاد کے گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں یونہی اندھے یا ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے جانور کی زکوٰۃ نہیں البتہ اندھا اگر چرائی پر رہتا ہے تو واجب ہے۔ (درمختار: ج:3،ص:236)

مسئلہ:5

پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری دس ہوں تو دو۔ وعلی هذا القياس۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:177)

مسئلہ:6

زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:238)

مسئلہ:7

دونصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عضو ہیں یعنی ان کی کچھ زکوٰۃ نہیں مثلاً سات آٹھ ہوں۔ جب بھی وہی ایک بکری ہے۔ (درمختار:ج:3،ص:238)

مسئلہ:8

پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا دوسری برس میں ہو پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دس کے چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے چھیالیس سے ساٹھ تک میں حقہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو چھہتر سے نوے تک میں دو بنت لبون اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو حقہ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حقہ اور ہر پانچ میں ایک بکری مثلاً ایک سو پچیس میں دو حقہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حقہ دو بکریاں پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنت مخاض، چھتیس میں بنت لبون، یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہو گیا یعنی اتنے میں تین حقہ اور ایک بنت لبون پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک چار حقہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں پھر دو سو کے بعد وہی طریقہ برتیں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری، پچیس میں بنت مخاض، چھتیس میں بنت لبون پھر دو سو چھیالیس سے دو سو پچاس تک پانچ حقہ۔ وعلیٰ هذ القياس۔ (درمختار:ج:3،ص238 تا240)

مسئلہ:9

اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (درمختار:ج:3،ص:240)

پانچویں بحث: گائے کا نصاب

تیس سے کم گائیں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں جب تیس پوری ہو جائیں تو ایک سال کا بچھڑا یا ایک سال کی بچھڑی ہے اگر چالیس ہوں تو دو سال کا بچھڑا یا دو سال کی بچھڑی یہ حکم انسٹھ تک ہے۔ اگر ساٹھ ہو تو دو بچھڑے یا دو بچھڑیاں پھر ہر تیس میں ایک سال کا ایک بچھڑا یا بچھڑی اور ہر چالیس میں دو سال کا ایک بچھڑا یا بچھڑی۔ مثلاً ستر میں ایک ایک سال والا بچھڑا اور ایک دو سال والا بچھڑا اور اسی میں دو دو سال والے بچھڑے دیئے جائیں۔

چھٹی بحث: گائے کے نصاب کے متعلق مسائل

گائے کے نصاب کے متعلق درج ذیل مسائل ہیں۔

مسئلہ:1

تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوۃ واجب نہیں جب تیس پوری ہوں تو ان کی زکوۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبیعہ یعنی سال بھر کی بچھڑی ہے اور چالیس ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مسنہ یعنی دو سال کی بچھیا، انسٹھ تک یہی حکم ہے پھر ساٹھ میں دو تبیع یا تبیعہ پھر ہر تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ مثلاً ستر میں ایک تبیع اور ایک مسن اور اسی میں دو مسن وعلی ھذ القیاس ۔اور جس جگہ تیس اور چالیس دونوں ہو سکتے ہوں وہاں اختیار ہے کہ تبیع زکوۃ میں دیں یا مسن مثلاً ایک سو بیس میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مسن دیں۔ (درمختار: ج:3،ص:241)

مسئلہ:2

بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوۃ میں ملاوی جائیں گی مثلاً بیس گائے ہیں اور دس بھینسیں تو زکوۃ واجب ہوگئی اور زکوۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکوۃ میں وہ لیں جو اعلیٰ سے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا ہو۔

مسئلہ:3

گائے بھینس کی زکوۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھڑی اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا دیا جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:178)

ساتویں بحث

بکریوں کی زکوۃ کا نصاب

چالیس سے کم ہوں تو ان پر زکوۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ان میں ایک بکری دینا ہوگی اور یہی حکم ایک سو بیس تک ہے یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو پر ایک دینا ہوگی اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔

آٹھویں بحث

بکریوں کی زکوۃ کے متعلق مسائل

بکریوں کی زکوۃ اور ان کے نصاب کے متعلق درج ذیل مسائل بیان کیے ہیں۔

مسئلہ:1

چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس تک ہے یعنی ان میں

بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو پر ایک اور جو دو نصابوں کے درمیان میں معاف ہے۔ (درمختار: ج:3، ص:243)

مسئلہ:2

جن جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے وہ کم سے کم ایک سال کے ہوں اگر سب ایک سال سے کم کے بچے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر ایک بھی ان میں سال بھر کا ہو تو سب اس کے تابع ہیں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی یعنی مثلاً ایک بکری کے چالیس بچے سال سال بھر سے کم کے خریدے تو وقت خریداری سے ایک سال پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ اس وقت قابل نصاب نہ تھے بلکہ اس وقت سے سال لیا جائے گا کہ ان میں کوئی سال بھر کا ہو گیا یونہی اگر اس کے پاس بقدر نصاب بکریاں تھیں اور چھ مہینے گزرنے کے بعد ان کے چالیس بچے ہوئے پھر بکریاں جاتی رہیں بچے باقی رہ گئے تو اب سال پر یہ بچے قابل نصاب نہیں لہٰذا زکوٰۃ واجب نہیں۔ (جوہرۃ النیرۃ: ص:154)

مسئلہ:3

بھیڑ، دنبہ بکری میں داخل ہیں کہ ایک سے نصاب پوری نہ ہوتی ہو تو دوسری کو ملا کر پوری کریں اور زکوٰۃ میں بھی ان کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔ (درمختار: ج:3، ص:242)

مسئلہ:4

زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا جو کچھ ہو یہ ضرور ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جا سکتا ہے۔ (درمختار: ج:3، ص:243)

مسئلہ:5

جانوروں میں نسب ماں سے ہوتا ہے تو اگر ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو بکریوں میں شمار ہوگا اور نصاب میں اگر ایک کی کمی ہے تو اسے ملا کر پوری کریں گے بکرے اور ہرنی سے ہے تو نہیں یونہی نیل گائے اور بیل سے ملے تو گائے نہیں اور نیل گائے نر اور گائے سے ہے تو گائے ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:178)

مسئلہ:6

اگر اس کے پاس اونٹ، گائیں، بکریاں سب ہیں مگر نصاب سے کم ہیں یا بعض تو نصاب پوری کرنے کے لئے خلط نہ کریں گے اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (درمختار: ج:3، ص:280)

مسئلہ:7

زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا چن کر عمدہ نہ لیں ہاں اس کے پاس سب اچھے ہی ہوں تو وہی لیں اور گابھن اور

وہ جانور نہ لیں جسے کھانے کے لئے فربہ کیا ہو نہ وہ مادہ لیں جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے نہ بکرا لیا جائے۔

(درمختار وردالمختار: جز:3،ص:251)

مسئلہ:8

دو نصابوں کے درمیان جو عفو ہے اس کی زکوٰۃ نہیں ہوتی یعنی بعد سال تمام اگر وہ عفو ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کوئی کمی نہ ہوگی اور واجب ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہوگئی تو اس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہوگئی اور ہلاک پہلے عفو کی طرف پھیریں گے اس سے بچے تو اس کے متصل جو نصاب ہے اس کی طرف پھر بھی بچے تو اس کے بعد وعلیٰ ھذا القیاس۔ مثلاً اسی بکریاں تھیں چالیس مرگئیں تو اب بھی ایک بکری واجب رہی کہ چالیس کے بعد دوسرا چالیس عفو ہے اور چالیس اونٹ میں پندرہ مرگئے تو بنت مخاض واجب ہے کہ چالیس میں چار عفو ہیں وہ نکالے اس کے بعد چھتیس کی نصاب ہے وہ بھی کافی نہیں لہٰذا گیارہ اور نکالے پچیس رہے ان میں بنت مخاض کا حکم ہے بس یہی دیں گے۔ (درمختار: جز:3،ص:246)

مسئلہ:9

دو بکریاں زکوٰۃ میں واجب ہوئیں اور ایک فربہ بکری دی جو قیمت میں دو کی برابر ہے زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

(درمختار: جز:3،ص:246)

مسئلہ:10

شرکت کی مویشی میں زکوٰۃ دی گئی تو ہر ایک پر اس کے حصہ کی قدر ہے جو کچھ حصہ سے زائد گیا وہ شریک سے واپس لے مثلاً ایک کی اکتالیس بکریاں ہیں دوسرے کی بیالیس کل ایک سوتیئس ہوئیں اور دو زکوٰۃ میں لی گئیں یعنی ہر ایک سے ایک مگر چونکہ ایک ایک تہائی کا شریک ہے اور دوسرا دو کا لہٰذا ہر بکری میں دو تہائی والے کی دو تہائیاں گئیں جن کا مجموعہ ایک تہائی اور ایک بکری ہے اور ایک تہائی والے کی ہر بکری میں ایک ہی تہائی گئی کہ مجموعہ دو تہائیاں ہوا اور اس پر واجب ایک بکری ہے لہٰذا دو تہائیوں والا ایک تہائی والے سے تہائی لینے کا مستحق ہے اور اگر کل اسی بکریاں ہیں ایک دو تہائی کا شریک ہے دوسرا ایک تہائی کا اور زکوٰۃ میں ایک بکری لی گئی تو تہائی کا حصہ دار اپنے شریک سے تہائی بکری کی قیمت لے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(ردالمختار: جز:3،ص:280)

مسئلہ:11

اسی بکریوں میں اکاسی شریک ہیں یوں کہ ایک شخص ہر بکری میں نصف کا مالک ہے اور ہر بکری کے دوسرے نصف کا ان میں سے ایک ایک شخص مالک ہے تو اس کے سب حصوں کا مجموعہ چالیس کے برابر ہوا اور یہ سب صرف آدھی آدھی بکری کے حصہ دار ہوئے مگر زکوٰۃ کسی پر نہیں۔ (درمختار: جز:3،ص:281)

مسئلہ:12

اسی بکریاں ہیں تو ایک بکری زکوۃ کی ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چالیس چالیس کے دو گروہ کر کے دو زکوۃ میں لیں اور اگر دو اشخاص کی چالیس چالیس بکریاں ہیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ انہیں جمع کر کے ایک گروہ کر دیں کہ ایک ہی بکری زکوۃ میں دینی پڑے بلکہ ہر ایک سے ایک ایک لی جائے گی یونہی اگر ایک کی انتالیس ہیں اور ایک کی چالیس تو انتالیس والے سے کچھ نہ لیں گے غرض نہ مجتمع کو متفرق کریں گے نہ متفرق کو مجتمع کریں گے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:181)

مسئلہ:13

مویشی میں شرکت سے زکوۃ پر کچھ اثر نہیں پڑتا خواہ وہ کسی قسم کی ہو اگر ہر ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکوۃ واجب اور ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے دوسرے کا نہیں تو اس پر واجب ہے اس پر نہیں مثلاً ایک کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے کی تیس تو چالیس والے پر ایک بکری تیس والے پر کچھ نہیں اگر اور کسی کو بقدر نصاب نہ ہوں مگر مجموعہ بقدر نصاب ہے تو کسی پر کچھ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:181)

نویں بحث

گھوڑے کی زکوۃ

☆ قد عفوتا عن نخیل والرقیق

یہ حدیث مبارکہ زکوۃ نخیل کے بارے میں ہے اس کے اندر دو جزء ہیں ایک گھوڑے کے بارے میں دوسرا لونڈی غلام کے بارے میں۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے دونوں کے متعلق ایک باب باندھا ہے اور اس کے اندر زکوۃ کی نفی کی ہے۔ امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث متوفی 275ھ نے صدقۃ الرقیق پر تو باب باندھا ہے مگر گھوڑے کے متعلق باب نہیں باندھا۔

گھوڑے کی تین اقسام اور ان میں اختلاف

گھوڑے کی تین اقسام ہیں:

1- بار برداری یا سواری یا جہاد کے لئے گھوڑا

2- تجارت کے لئے گھوڑا

3- نسل کے لئے گھوڑا

پہلی قسم میں بالاتفاق زکوۃ نہیں دوسری قسم میں بالاتفاق زکوۃ ہے۔ تیسری قسم میں اختلاف ہے آئمہ ثلاثہ اور صاحبین قائل ہی نہیں اس کو طحاوی نے اختیار کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام زفر، حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہم

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں بشرطیکہ مذکر و مؤنث مختلط ہوں۔

مسئلہ

گھوڑے، گدھے، خچر اگرچہ چرائی پر ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیں۔ (درمختار: جز:3، ص:244)

دسویں بحث

کفار سے جزیہ

☆ **قوله ومن كل حالم يعني متهلي ديناراً**

اور بالغ کافر سے ایک دینار جزیہ لینا۔

اس حدیث مبارکہ کے جزء میں کفار سے جزیہ لینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

پہلے جزیہ کا معنیٰ بیان کیا جاتا ہے۔

جزیہ کے معنیٰ میں اقوال علماء کرام

جزیہ کے معنیٰ میں علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابو عبید القاسم بن سلام ہروی کا قول

علامہ ابو عبید القاسم بن سلام ہروی متوفی 224ھ لکھتے ہیں:

جزیہ کا لغوی معنیٰ ہے اکتفاء۔ (غریب الحدیث: جز:1، ص:43)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

جزیہ وہ رقم ہے جو اہل ذمہ سے لی جاتی ہے اور وہ رقم ان کی جان کی حفاظت کے لئے کفایت کرتی ہے۔

(المفردات: جز:1، ص:121)

امام فخر الدین رازی حنفی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی حنفی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جزیہ جزی سے بنا ہے اور اس کا معنیٰ ہے کسی واجب کو ادا کرنا اور اصطلاح میں جزیہ اس رقم کو کہتے ہیں جو ذمی اپنی حفاظت کے لئے ادا کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر: جز:5، ص:25)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جزیہ کا لغوی معنیٰ ہے الجزاء یعنی بدلہ اور یہ قتل کا بدلہ ہے کیونکہ جب کوئی ذمی جزیہ ادا کرتا ہے تو اس سے قتل ساقط ہو جاتا ہے اور الجزء سزا کو بھی کہتے ہیں اور جزیہ کی رقم ذمی کے کفر کی سزا ہے۔(در مختار: جز:6،ص:239)

جزیہ کی اقسام

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جو صلح سے لی جاتی ہے اور اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے اور نہ اس میں تغیر کیا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل نجران سے اس پر صلح کی کہ وہ ہر سال دو ہزار حلے ادا کیا کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو تغلب کے نصاریٰ سے اس پر صلح کی کہ ان کے ہر شخص سے زکوۃ سے دگنی رقم لی جائے گی اور جزیہ کی دوسری قسم وہ ہے جو اہل کتاب سے جبراً لی جاتی ہے اور اس کے عوض ان کو ان کے املاک پر برقرار رکھا جاتا ہے۔(در مختار مع رد المختار: جز:6،ص:239)

جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء

جزیہ کی مقدار میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ آزاد اور بالغ پر ہر سال ایک دینار مقرر کیا جائے گا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے مساوی کپڑا وصول کریں۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث:623)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سونا رکھنے والوں سے ہر سال چار دینار وصول کیے جائیں گے اور چاندی رکھنے والوں سے ہر سال چالیس درہم وصول کیے جائیں گے اس میں کوئی زیادتی اور کمی نہیں ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔(الجامع الاحکام القرآن: جز:8،ص:47)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ امیر آدمی سے اڑتالیس درہم سالانہ لیے جائیں گے متوسط سے چوبیس اور فقیر سے بارہ درہم۔ اور اثرم نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کی مالی حیثیت کے لحاظ سے اس میں کمی زیادتی بھی ہو سکتی ہے اور یہ امام وقت کے اجتہاد پر موقوف ہے۔(زاد المسیر: جز:3،ص:422)

حنفیہ کا مذہب

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فقیر سے بارہ درہم سالانہ لیے جائیں گے، متوسط سے چوبیس درہم سالانہ اور امیر سے اڑتالیس درہم سالانہ لیے جائیں گے اور جو شخص دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہو اور جو شخص دو سو یا اس سے زیادہ درہم کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو شخص دو سو درہم سے کم کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر ہے۔ (درمختار: جز:6،ص:240)

حنفیہ کی دلیل

محمد بن عبید اللہ الثقفی سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مردوں پر جزیہ مقرر کیا۔ غنی پر اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور فقیر پر بارہ درہم۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 32633)

جزیہ کن سے وصول کیا جائے گا

جزیہ کے وصول کرنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت 29 سورہ توبہ کی رو سے صرف اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے گا خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی ہوں اور سنت کی رو سے بھی جزیہ لیا جائے گا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:8،ص:45)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جزیہ اہل کتاب پر مقرر کیا جائے گا ان میں یہود السامرہ بھی داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مانتے ہیں اور نصاریٰ پر مقرر کیا جائے گا ان میں فرنگی اور رومی بھی داخل ہیں اور رہے الصابئہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا کیونکہ وہ یہودی ہیں یا عیسائی اس لیے وہ اہل کتاب میں داخل ہیں اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ ستارہ پرست ہیں اور اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں اس لیے ان پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا اور مجوسی پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا خواہ وہ عربی ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں پر جزیہ مقرر کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اہل بحرین میں سے اسبذیین کا ایک شخص آیا اور وہ اہل ہجر کا ایک مجوسی تھا (ہجر سے مراد یمن کی زمین) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس چند دن ٹھہر کر چلا گیا میں نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تمہارے متعلق کیا فیصلہ کیا اس نے کہا برا فیصلہ کیا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا یا اسلام لاؤ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ نے اس سے جزیہ قبول فرما لیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

پھر مسلمانوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا اور اس کے قول کو ترک کر دیا جو میں نے محوداس السبذی سے سنا تھا اور حضرت عمرو بن اوس اور حضرت ابوالشعثاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک مجوسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جب تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ وصول کیا تھا۔

اور امام ابوعبید نے زہری سے مرسلاً روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے جزیہ وصول کیا تھا اور وہ مجوسی تھے اور عجمی بت پرست پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا کیونکہ اس کو غلام بنانا جائز ہے اور عربی بت پرست پر جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اہل زبان تھے اور قرآن مجید کا معجزہ ہونا ان کے حق میں بہت ظاہر تھا اس لیے ان کا عذر مقبول نہیں ہے اور نہ مرتد سے جزیہ قبول کیا جائے گا اس سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا۔ یا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر ہم ان پر غالب آ جائیں تو ان کی عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنا لیا جائے گا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ کے مرتدین کی عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنا لیا تھا اور ان کو مجاہدوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ (درمختار مع ردالمحتار: جز:2، ص241 تا 242)

دلیل

حضرت حسن سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف یہ خط لکھا جو شخص ہماری نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ میں ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 32624)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ مرتد کے سوا ہر کافر اور مشرک سے جزیہ لیا جائے گا خواہ اس کا کفر اور شرک کسی قسم کا ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:8، ص:45)

ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مراد

☆ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الایمان

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین کام ایسے ہیں جس نے ان کو کیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

یہاں پر ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کو ایمان کی بشاشت اور انشراح حاصل ہو جاتا ہے یہ ہے تو ایک معنوی لذت مگر اس کا اثر ایسا ہوتا ہے جیسے کسی محسوس شئی کا ہوتا ہے جب کوئی مسلمان زکوۃ ادا کرتا ہے تو اس کا دل خوش ہو رہا ہوتا ہے۔

ایمان کا معنیٰ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین کام ایسے ہیں جس نے ان کو کیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل ایمان کیا چیز ہے اور اس کا معنیٰ کیا ہے؟ لہٰذا اس بارے میں علماء کرام کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنیٰ ہے نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا۔ امن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں۔ امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لئے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ (الانفال:27)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (الاحزاب:72)

بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آل عمران:97)

اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا اس کا معنیٰ ہے کہ حرم میں اس سے قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لئے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے۔

اس کے استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ (البقرہ:62)

بے شک اسلام قبول کرنے والے یہودی، عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت میں داخل ہو در آں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔ اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا تحقق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ (الحدید:19)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ (المجادلہ:22)

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت فرما دیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت سے مراد صرف تصدیق ہے قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے۔

وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ○ (یوسف:17)

اور آپ ہماری بات کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ ؕ (البقرہ:143)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں وہ (تحویل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا ایمان ہے اس حدیث مبارکہ میں چھ چیزوں کے ماننے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور

کتابوں میں ہے۔ (المفردات: ص 25 تا 26)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی کا قول

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے۔ علامہ زمخشری نے ''اساس'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے: ایمان کا حقیقی معنیٰ تصدیق ہے اور کشاف میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے بعض محققین نے کہا ہے: ایمان کا معنیٰ تصدیق ہو تو یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنیٰ اذعان ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنیٰ اعتراف ہو تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔ ازہری نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر امین بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہوگا یا جاہل۔ میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (المنافقون: 3)

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (النساء: 137)

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے پھر (زبان سے) ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

زجاج نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی کریم ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ایمان نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں ایمان تصدیق اقرار اور عمل سے مستحق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا معنیٰ ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا۔

حافظ منذری نے ابوالعباس سے روایت کیا ہے:

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کریں گے پھر نبی کریم ﷺ کو لایا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام مومن ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے۔ یہ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (تاج العروس: ج:9،ص:125)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ایمان کے شرعی معنیٰ میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے: ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریئے ہیں محققین، امام اشعری، قاضی عبدالجبار، استاذ ابواسحاق اسفرائنی، حسین بن فضل اور دیگر آئمہ کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بداہۃً علم ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لئے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو خواہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے:

ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے اس میں بھی دو نظریئے ہیں۔

غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے۔ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے اور کرامیہ کا قول یہ ہے: فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے ان کا زعم یہ ہے کہ منافق بہ ظاہر مومن ہے اور بہ باطن کافر ہے دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے:

ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں۔

1- امام ابوحنیفہ، عامۃ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفۃ بالقلب کا مجموعہ ہے۔

2- بشر المریسی اور ابوالحسن اشعری کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

3- زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنیٰ ہے اس کی دو تفسیریں ہیں۔

1- معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد جازم ہے عام ازیں کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے۔ اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں: مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

2- معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دلیل سے حاصل ہو اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے: اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوگا خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو اور بعض علماء نے یہ کہا: اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جز نہیں ہے زائد جز ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے:

ایمان تصدیق اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثین کا قول ہے۔ معتزلہ، خوارج اور زیدیہ کا بھی یہی قول ہے۔

محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں۔

1- عبداللہ بن سعید کا قول یہ ہے: معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے پھر ہر اطاعت الگ الگ ایمان ہے اور جحود اور دل سے انکار کرنا کفر ہے پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

2- فرائض اور نوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

3- ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ نوافل کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

1- واصل بن عطاء، ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

2- ابوعلی جبائی اور ابوہاشم کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

3- نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام معاصی سے اجتناب خواہ صغائر ہوں یا کبائر اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صالحین کے قریب ہے مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور خوارج کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری: جز: 1 ص 102 تا 104)

نفس ایمان اور کامل ایمان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں خلل ہو وہ منافق ہے جس کے اقرار میں خلل ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہو وہ فاسق ہے وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پا لے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کا جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟

اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ

شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔"

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنیٰ میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟" انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس ادا کرنا۔ پہلی حدیث مبارکہ میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنیٰ میں ہے اور اس دوسری حدیث مبارکہ میں ایمان، ایمان کامل کے معنیٰ میں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔

اس کی مثال یہ ہے۔

''جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔''

اس حدیث مبارکہ میں ایمان کامل کی نفی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جس شخص نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا؟ میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔ آپ نے فرمایا: ''خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔''

اس حدیث مبارکہ میں نفس ایمان مراد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنیٰ منقول شرعی ہے اور کون سا مجازی معنیٰ ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اعمال کو ایمان کا جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے اور جب وہ کسی بے عمل یا بد عمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل۔ وہ کہتے ہیں: اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ نفس ایمان کی وجہ سے نجات پائے گا۔ (عمدۃ القاری: ج۱ ص102 تا 104)

تصدیق بالقلب کا معتبر ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ایمان کی تعریف میں جو تصدیق بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی کریم ﷺ کے دعویٰ کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (البقرہ:146)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے انہوں نے فرعون سے فرمایا۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىٕرَۚ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ

مَثْبُوْرًا○ (بنی اسرائیل:102)۔

موسیٰ نے فرمایا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ان کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں اور اے فرعون! میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لئے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے یعنی اپنے قصد اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔

(عمدۃ القاری: 104 تا 105)

اسلام اور ایمان کے متحد یا متغائر ہونے کی بحث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغائر ہیں یا متحد ہیں پس ہم کہتے ہیں: لغت میں اسلام کا معنیٰ ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا) اور اسلام کا شرعی معنیٰ ہے رسول اللہ ﷺ کو مان کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اسلام کا اطلاق دین محمد (مصطفیٰ ﷺ) پر بھی کیا جاتا ہے۔

جیسے کہتے ہیں دین یہودیت دین نصرانیت۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:19)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو رب عزوجل مان لیا اور اسلام کو دین مان لیا اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔ پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا اور مومن ہر

وقت مومن ہی ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلم مومن ہوتا اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد ہے بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اچانک مر جائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے کیونکہ اس نے باطنی اور ظاہری اطاعت نہیں کی اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلمان تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں لہٰذا ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔ (عمدۃ القاری: جز: ۱ص:109)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا اور یہی ایمان کی حقیقت ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۝

(ذاریات:35تا36)

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال لیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا نہ پایا۔

اگر اسلام ایمان کا غیر ہوتو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے۔ ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے اور مشائخ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے اور واحد اور مفہوم کے لحاظ سے مغائر مانتے ہیں جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں، اس کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع کا نام اسلام ہے اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا انقیاد متحقق نہیں ہوگا اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:14)

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔

اس آیت کریمہ میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو

اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا۔

اس کا جواب یہ ہے:

اس حدیث مبارکہ میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا کیا معنیٰ ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں سب سے اعلیٰ درجہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔
(شرح عقائد نسفی: ص 94 تا 96)

نیز علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے کیونکہ ایمان کا معنیٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنیٰ ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا اور تصدیق کا متعلق ہے خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا۔ ان کی ایک دلیل تو سورہ حجرات کی آیت نمبر 14 ہے جس کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اور دوسری دلیل یہ ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (الاحزاب:35)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔

اس آیت کریمہ میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: عطف کے لئے تغائر بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہی کہتے ہیں: ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان

دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔

علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

(الحجرات:17)

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں۔ آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (نمل:81)

آپ صرف ان کو سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (بقرہ:102)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو صرف حالت اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں۔ (شرح مقاصد: ج:2،ص260 تا 261)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے۔

(مسایرہ مع المسامرہ: ج:2،ص:310)

علامہ کمال بن ابی شریف متوفی 905ھ لکھتے ہیں:

یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر مستحق نہیں ہوتا۔ (مسامرہ: ج:2،ص310 تا 311)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے کا ایمان مقبول نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ (شرح عقائد، ص:90)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن ابی بن کعب رضی الله عنه**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور بہت اچھی قرأت کرنے والے تھے۔ جس صحابی نے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے۔

علامہ محمد بن محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے اور حلال اور اور حرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ کے لئے لکھا وہ ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے۔ جب حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید جن ثابت (رضی اللہ عنہ) لکھتے تھے۔

اور امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے ایک قول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں فوت ہوئے۔ ایک قول ہے 30ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے یہ خضاب نہیں لگاتے تھے۔ (اسد الغابہ: جز:1، ص 49 تا 50)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں کاتب وحی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے۔

حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطاب دیا سید انصار، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19ھ انیس ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:515)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب رِضَا الْمُصَدِّقِ

باب: مصدق کو راضی رکھنا

یہ باب زکوۃ وصول کرنے والے کو راضی رکھنے کے حکم میں ہے۔

1353 حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ حَفْصٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ دَيْسَمٌ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ مِنْ بَنِي سَدُوسٍ عَنْ بَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي حَدِيثِهِ وَمَا كَانَ اسْمُهُ بَشِيرًا وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ بَشِيرًا قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا فَقَالَ لَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ قَالَ أَبُو دَاوُد رَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ابن عبید نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے کہ ان کا نام بشیر نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا اسم شریف بشیر رکھا تھا۔ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: ہم پر زکوۃ لینے والے متعدی کرتے ہیں کیا وہ جس قدر اضافہ کے ساتھ لیتے ہیں ہم اس کو چھپا دیا کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

معمر نے ایوب سے اس کو اپنی اسناد جیسے معناً روایت کر کے کہا:

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! زکوۃ لینے والے ہم سے زکوۃ زیادہ لے لیا کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو عبدالرزاق نے معمر سے مرفوعاً روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1353)

1354 حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ عَنْ اَبِي الْغُصْنِ عَنْ صَخْرِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَاْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ فَاِنْ جَاءُوكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ فَاِنْ عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهَا وَاَرْضُوهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوْا لَكُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُو الْغُصْنِ هُوَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ غُصْنٍ

حضرت عبدالرحمٰن بن جابر بن عتیک اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم لوگوں کے پاس وہ اشخاص آئیں گے جنہیں تم مبغوض رکھو گے پس اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کو مرحبا کہنا اور وہ جو حاصل کرنا چاہیں ان کو حاصل کرنے دینا اگر تو انہوں نے کیا انصاف تو وہ ان کی جانوں کے واسطے ہے اور اگر کیا انہوں نے ظلم تو وہ بھی ان کی جانوں کے واسطے ہے اور ان کو راضی رکھنا کیونکہ تمہاری زکوٰۃ کی تمامیت ان کو راضی کرنے میں ہے تاکہ تمہارے واسطے وہ دعا کریں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوالغصن وہ ہے جو ثابت بن قیس بن غصن ہے۔

(مسند الصحابۃ فی کتب التسعۃ: ج: 44، ص: 225)

1355 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَهٰذَا حَدِيثُ اَبِي كَامِلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ يَاْتُونَا فَيَظْلِمُوْنَا قَالَ فَقَالَ اَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ زَادَ عُثْمَانُ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ جَرِيرٌ مَا صَدَرَ عَنِّي مُصَدِّقٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ عَنِّي رَاضٍ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: چند دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: کچھ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آ کر ہمارے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ ظلم بھی کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کیا کرو۔ عثمان نے اضافہ کیا ہے کہ اگرچہ تمہارے اوپر ظلم بھی کیا جائے۔ ابوکامل نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے کہ حضرت جریر فرماتے ہیں جس وقت سے

مجھے یہ فرمان پہنچا تو میرے پاس سے سوائے زکوٰۃ وصول کرنے والے کے راضی ہونے کے نہیں گیا۔
(معجم الکبیر: ج:2،ص:344، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:137، سنن النسائی: ج:8،ص:189، صحیح مسلم: ج:5،ص:145)

شرح: امام یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی موضوع پر باب باندھنا

امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ نے اسی موضوع پر ایک باب باندھا ہے اور اس کا انہوں نے نام رکھا ہے "باب ارضاء السعاۃ"

مبغوض کہنے کی وجہ

☆ سیاتکم رکیب مبغضون

زکوٰۃ لینے والوں کو مبغوض اس لیے فرمایا وہ انسان سے ہے وہ چیز لینے آتے ہیں جو ان کو محبوب ہوتی ہے تو گویا یہ لوگ اس لحاظ سے طبعاً مبغوض ہوئے اور یہاں یہ مطلب نہیں کہ وہ شرعاً بھی مبغوض ہیں۔

عاملین کے ظلم سے مراد

☆ فقالوا ان ناساً من المصدقین یاتونا فیظلمونا

دیہاتیوں نے کہا ہمارے پاس عاملین زکوٰۃ آ کر ہم پر ظلم کرتے ہیں۔
یہاں پر عاملین کے ظلم سے مراد زکوٰۃ لینے میں ان کی شدت اور سختی مراد ہے کیونکہ عموماً جب کسی پر سختی نہ کی جائے تو آسانی سے وہ مال ہی نہیں نکالتے اور یہ ابتداءً بات تھی جس وقت لوگ ادائیگی نہیں کرتے تھے اور وہ لوگ دیہاتی ہوتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا عاملین کو راضی رکھنے سے مراد

☆ فقال ارضو مصدقیکم۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے عاملین کو راضی رکھا کرو۔
رسول اللہ ﷺ نے عاملین کو راضی رکھنے کا جو حکم دیا ہے اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ عاملین کے غلط مطالبات کو تسلیم کر کے ان کو راضی کیا جائے بلکہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ عاملین کے ساتھ خوش اخلاقی، نرمی اور محبت سے پیش آیا جائے اور ان سے حسن سلوک کیا جائے کیونکہ یہ مسلمانوں کو گناہوں سے بچانے والے ہیں کہ اگر وہ زکوٰۃ نہیں دیں گے گناہ گار ہوں گے اور یہ لوگ گھر گھر جا کر زکوٰۃ وصول کر کے ان کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر بن عتيك رضی اللہ عنه

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ 91 سال عمر ہوئی 61ھ میں وفات ہوئی۔(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:525)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن جرير بن عبدالله رضی الله عنه**

حضرت جریر بن عبداللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے چالیس دن پہلے ایمان لائے۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال آپ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔خود فرماتے ہیں: میں وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لایا۔آخر میں کوفہ میں رہے پھر بستی قرقس میں وفات پائی۔ 51 اکیاون میں وفات ہے۔
(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:526)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَاب دُعَاءِ الْمُصَدِّقِ لِاَهْلِ الصَّدَقَةِ

باب: عامل کا زکوٰۃ دینے والے کے لئے دعا کرنا

یہ باب عامل کا زکوٰۃ دینے والے کے لئے دعا کرنے کے حکم میں ہے۔

1356 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ وَاَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ اَبِيْ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ قَالَ فَاَتَاهُ اَبِيْ بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے والد محترم بیعت رضوان کرنے والوں میں سے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں جب لوگ زکوٰۃ حاضر کیا کرتے تو کہا کرتے اے اللہ عزوجل! فلاں کی آل پر

رحمت کا نزول فرمادے۔ پس میرے والد محترم بھی زکوٰۃ لے کر گئے تو کہا: اے اللہ عزوجل! اوفی کی آل پر رحمت کا نزول فرمادے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 4، ص: 157، سنن النسائی: ج: 8، ص: 187، صحیح البخاری: ج: 5، ص: 358، مسند احمد: ج: 39، ص: 405)

شرح: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کا اس موضوع پر باب باندھنا

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے عامل کی دعا زکوٰۃ دینے والے کے متعلق ایک باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے ''باب صلوٰۃ الامام ودعاء لصاحب الصدقۃ'' رکھا ہے، اس کے تحت انہوں نے یہی حدیث مبارکہ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے۔

دعا عامل اور اہل الصدقہ دونوں کے لئے مستحب

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ دعا کرنا دونوں یعنی عامل اور زکوٰۃ دینے والے کے لئے مستحب ہے۔ دینے والا دیتے وقت یوں کہے۔ اللھم اجعلھا مغنما ولا تجعلھا مغرماً

اس دعا کو امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً ذکر کیا ہے اور عامل جو دعا کرے گا وہ اسی باب میں ذکر کی گئی کہ اللھم صل علی آل فلان

اصحاب الشجرۃ سے مراد اصحاب بیعت الرضوان ہے

☆ قولہ قال کان ابی من اصحاب الشجرۃ

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد محترم اصحاب الشجرۃ میں سے تھے۔

یہاں پر اصحاب الشجرۃ سے مراد وہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان میں شرکت فرمائی تھی۔ یہ بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لی تھی جب یہ افواہ پھیل گئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار نے قتل کردیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لئے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تھی۔

بیعت رضوان کا واقعہ کیسے پیش آیا

مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت ہے اور ان میں ہر ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپ ایک مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: خالد بن ولید قریش کے چند سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں سوتم ذات الیمین کی جانب سے سفر کرو پس خالد کو مسلمانوں کے حال کا کوئی پتہ نہیں چلا پھر جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو قریش کو خبر پہنچانے گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ دستور سفر کرتے رہے حتیٰ کہ جب آپ ثنیۃ المراء پر پہنچے جس گھاٹی سے لوگ مکہ مکرمہ میں اترتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی مسلمانوں نے اس کو اٹھانے کے

لئے کہا: "حل حل"، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ مسلمانوں نے کہا قصواء اڑ گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اس کو اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک لیا تھا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کے مطالبہ کو پورا کر دوں گا پھر آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کھڑی ہوگئی پھر نبی کریم ﷺ مسلمانوں سے ایک طرف نکل گئے حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے پہنچ گئے جہاں ثمد (کم پانی کا چشمہ) تھا مسلمان اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے حتیٰ کہ پانی ختم ہوگیا پس مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے لشکر میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس کو پانی میں ڈال دیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم اس چشمہ سے پانی ابلنے لگا اور اس سے لوگ سیراب ہوگئے وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ آئے یہ تہامہ کے رہنے والے تھے اور نبی کریم ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اپنے پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیرہ پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ان کے ساتھ بہ کثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں اور ان کے ساتھ اور اونٹنیاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور وہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اور وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم یہاں پر عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں اور بے شک جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے اور اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت کا تعین کر دیتا ہوں اور اس مدت میں وہ مجھے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیں پھر اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہیں اور اگر میں اس دین کی تبلیغ میں کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھ سے مامون ہو جائیں گے اور اگر وہ میری اس پیشکش کو قبول نہیں کرتے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تو میں اس دین کی تبلیغ پر ان سے ضرور جنگ کروں گا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ فرمائے گا۔ بدیل نے کہا میں آپ کا پیغام قریش تک پہنچا دوں گا پھر وہ قریش کے پاس گئے اور کہا: میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آیا ہوں اور ہم نے ان سے ان کا پیغام سنا ہے اگر تم چاہو تو میں وہ پیغام تم کو سناؤں۔ قریش کے نادان لوگوں نے کہا: ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ان کے سمجھدار لوگوں نے کہا بتاؤ! تم نے ان سے کیا سنا ہے؟ بدیل نے کہا میں نے ان کو اس طرح اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس نے ان کو نبی کریم ﷺ کا پورا پیغام سنایا۔ پھر عروہ بن مسعود کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: کیا تم میری اولاد کے حکم میں نہیں ہو۔ قریش نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر کہا: کیا میں تمہارے باپ کے حکم میں نہیں ہوں پھر کہا: کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر کہا: کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے تمہاری خاطر اہل عکاظ کو (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی تھی اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے تمام گھر والوں کو تمہاری حمایت میں لا کر کھڑا کر دیا تھا؟ قریش نے کہا: کیوں نہیں! تمہاری

سب باتیں درست ہیں تب اس نے کہا: اس شخص نے تمہارے سامنے مناسب پیشکش کی ہے۔ تم اس کو قبول کرلو اور مجھے اجازت دو کہ میں ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں ان سے بات کروں۔ قریش نے کہا: تم جاؤ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے اسی طرح بات کی جس طرح بدیل سے بات کی تھی۔ اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! یہ فرمائیے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی پوری قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا ہو اور اگر اس کے برخلاف صورت حال ہوئی یعنی آپ کے اور قریش کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو میں آپ کے ساتھ جن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو سخت کر کے فرمایا تو لات کی فرج کو چوس کیا ہم نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تب اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک جواب نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا اور عروہ جب نبی کریم ﷺ سے بات کرتا تھا تو آپ کی داڑھی مبارک کو پکڑتا تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سراقدس کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا پس جب بھی عروہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے اور اس کے ہاتھ کو نبی کریم ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھنے سے روکتے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ نے کہا: اے عہد شکن! کیا میں اب تک تیرے بھرنے بھر نہیں رہا۔ اور حضرت مغیرہ زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جو لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیتے تھے وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا پھر عروہ کن اکھیوں سے نبی کریم ﷺ کو دیکھتے رہے پس اللہ تعالیٰ کی قسم! جب بھی نبی کریم ﷺ نے بلغم تھوکا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا پھر اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا۔ پھر جب آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے اور جب آپ وضو فرماتے تو وہ سب آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے لئے ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کو سر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ عروہ واپس اپنے اصحاب کے پاس گئے اور کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کسی بادشاہ کے اصحاب اس بادشاہ کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ جب بھی بلغم تھوکتے تھے تو وہ ان کے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور اپنے

جسم پر ملتا ہے اور جب وہ انہیں کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ سب ان کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک قابل عمل تجویز رکھی ہے تم کو چاہئے کہ تم اس کو قبول کر لو پھر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا: اچھا تم جاؤ پس جب اس نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لے آؤ پھر قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لائے گئے اور مسلمان "اللھم لبیك اللھم لبیك" کہنے لگے اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ جانے سے نہیں روکنا چاہئے پھر قریش میں سے مکرز بن حفص نام کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا اچھا تم جاؤ۔ جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مکرز ہے اور بہت برا آدمی ہے پھر وہ نبی کریم ﷺ سے بات کرنے لگا پس جس وقت وہ آپ سے بات کر رہا تھا تو سہیل بن عمرو آ گیا۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں:

جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا۔

زہری کی روایت میں ہے:

پھر سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا آپ اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھیں۔ نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: لکھو۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سہیل نے کہا رہا رحمٰن تو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے لیکن آپ لکھیں "باسمك اللھم" جیسا کہ آپ پہلے لکھتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے سوا اور کچھ نہیں لکھیں گے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم باسمك اللھم لکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا: لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔ سہیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ لیکن آپ لکھیں۔ محمد بن عبداللہ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اگر چہ تم نے مجھے جھٹلایا ہے تم محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہی لکھ دو۔

زہری فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہو گی تو میں ان کا مطالبہ پورا کر دوں گا پھر اس سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شرط پر کہ تم

ہمارے لیے بیت اللہ کو خالی کر دو گے اور ہم اس کا طواف کرلیں گے۔ سہیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم نے دباؤ میں آکر صلح کی ہے لیکن آپ آئندہ سال آکر عمرہ کریں گے سو اس کو لکھ دیا گیا اور اس شرط پر کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ ایک مسلمان کو کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آیا ہے ابھی ان میں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ ابوجندل بن سہیل بن عمرو آگئے ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ ان کو گھسیٹتے ہوئے آرہے تھے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقوں کی طرف سے بھاگ کر آئے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے گرادیا۔ سہیل نے کہا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں اس معاہدہ کے مطابق آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہماری طرف واپس کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے ابھی تک اس شرط کو معاہدہ میں درج نہیں کیا ہے۔ سہیل نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ سے کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا میں اس کو آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تم اس طرح کرلو۔ اس نے کہا: میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا: چلو ہم اس کو آپ کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کس مصیبت کا سامنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے کی پاداش میں سخت عذاب دیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جاکر اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو بے شک تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! وہ بے

شک ضرور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب عزوجل کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا پس تم ان کی رسی مضبوطی سے پکڑلو پس اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں۔ میں نے کہا: کیا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ تم اس سال بیت اللہ جا کر اس کا طواف کروگے۔ میں نے کہا: نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کروگے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی اس عجلت کی تلافی کے لئے بہت نیک اعمال کیے اور جب معاہدہ لکھنے سے فراغت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور اونٹوں کو نحر کردو پھر اپنے سر مونڈو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین بار یہ ارشاد دہرایا پس جب ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کی خبر دی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجام کو بلائیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر گئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کردیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجام کو بلایا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ دیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ نحر کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کا حال دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ وہ مارے رنج وغم کے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

(الممتحنہ:10)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انہیں آزما لیا کرو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ وہ مومن عورتیں کفار کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کفار ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں اور کفار نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ تم ان کو ادا کردو اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بہ شرطیکہ تم ان کے مہر ادا کردو اے مسلمانو! تم کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں روکے رکھو اور تم نے جو ان کے مہر پر خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ اس کو طلب کریں یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ

تعالیٰ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے۔

اسی دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی جو ابھی تک شرک کی حالت میں تھیں ان میں سے ایک نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ چلے گئے پھر قریش میں سے ایک شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے وہ حضرت ابوبصیر تھے قریش نے ان کی تلاش میں دو آدمی بھیجے اور کہا: آپ نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے اس کے مطابق ان دونوں کو واپس کر دیجئے۔ آپ نے معاہدہ کے موافق حضرت ابوبصیر کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں حضرت ابوبصیر کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو کھجوریں کھانے کے لئے سواریوں سے اترے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ ہے۔ دوسرے آدمی نے وہ تلوار میان سے نکالی اور کہا: کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تلوار بہت عمدہ ہے میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اس شخص نے وہ تلوار ان کے قبضہ میں دے دی۔ حضرت ابوبصیر نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا حتیٰ کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دوسرا آدمی فرار ہو گیا حتیٰ کہ وہ بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا ساتھی تو مارا گیا اور لگتا ہے میں بھی مارا جاؤں گا پھر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری سے بری کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں تم پر افسوس کرے! اگر اس کے ساتھ اس کا کوئی مددگار ہوتا تو تم نے تو جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پھر مشرکین کی طرف لوٹانے والے ہیں پھر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چلے گئے اور ساحل سمندر کی طرف آ گئے اور حضرت ابوجندل بن سہیل بھی اپنے گھر والوں کی قید سے چھوٹ کر ان کے ساتھ آ ملے پھر قریش کا جو شخص بھی اسلام قبول کرتا وہ مدینہ منورہ جانے کے بجائے ساحل سمندر کی طرف چلا جاتا اس طرح وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت بن گئی پس اللہ تعالیٰ کی قسم ان کو مشرکین کے جس قافلہ کے متعلق بھی یہ خبر ملتی کہ وہ شام جا رہا ہے تو وہ راستہ میں اس قافلہ پر حملہ کر کے قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کا مال و متاع بہ طور مال غنیمت کے لے آتے پھر قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نام دے کر دہائی دی اور صلہ رحم کا واسطہ دیا (اور اپنی شرطیں واپس لے لیں) اور کہا: اب جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا وہ مامون ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ (الفتح:24)

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے سرزمین مکہ مکرمہ میں تم کو کافروں کے ہاتھوں سے بچایا اور کافروں کو تمہارے ہاتھوں

سے بچایا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ آیتیں یہاں تک نازل ہوئیں۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ (الفتح:26)

جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی اور وہ زمانہ جاہلیت کا تعصب تھا۔

اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ انہوں نے یہ اقرار نہیں کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا اقرار نہیں کیا اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2731 تا 2732)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: قریش نے چالیس یا پچاس اشخاص بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تا کہ آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پکڑ لیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو مکہ مکرمہ بھیجیں اور وہ آپ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ مکرمہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں لیکن میں آپ کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں۔

امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس نے ان کو پناہ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کر لو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں میں طواف کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس قوم سے جنگ میں مقابلہ نہ کریں پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے بلایا پھر ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کی ہے یعنی تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف: جز:4، ص47 تا48)

امام محمد بن عمر بن واقد التوفی 207ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفارت کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! عثمان تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے اب وہ طواف کرلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم کو یہاں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہو اور عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچ کر ہمارے بغیر بیت اللہ کا طواف کرلیں۔ مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! جب عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے ہوں گے تو ان کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے کیا چیز مانع ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا گمان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک کہ ہم طواف نہ کرلیں۔ پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا تم نے بیت اللہ کا طواف کر کے اپنی پیاس بجھالی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے متعلق بہت برا گمان کیا ہے۔ اگر میں وہاں مکہ مکرمہ میں ایک سال بھی رہتا اور نبی کریم ﷺ یہاں حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ ﷺ کے بغیر کبھی طواف نہ کرتا مجھے قریش نے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔ تب مسلمانوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے اور ہم سب سے اچھا گمان کرنے والے ہیں۔ (کتاب المغازی: جز:2، ص601 تا602)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ بیعت رضوان کا واقعہ تفصیل سے لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں:

پھر حاضرین میں سے تمام مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی جو خبر آئی تھی وہ باطل تھی۔ (تاریخ الامم والملوک: جز:2، ص278 تا280)

عثمان بن وہب سے روایت ہے:

اہل مصر سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ کا حج کیا اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا اس نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا: یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا ان میں جو بوڑھا آدمی ہے وہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس نے کہا: اے ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آپ رضی اللہ عنہ سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتائیے۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں بھاگ گئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ وہ جنگ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس موقع پر حاضر نہیں تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اللہ اکبر۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سنو! اب میں تمہیں اس کی وجوہ بیان کرتا ہوں رہا جنگ احد میں بھاگنے کا معاملہ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی اور رہا جنگ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کو اس شخص کا اجر ملے گا جو جنگ بدر میں حاضر ہوا اور مال غنیمت میں سے ان کا حصہ بھی نکالا اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت کوئی اور شخص سرزمین مکہ مکرمہ میں اہل مکہ مکرمہ کے نزدیک معزز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سفارت کے لئے بھیج دیتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفارت کے لئے بھیج دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد بیعت رضوان منعقد ہوئی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر دوسرا ہاتھ مارا پھر ارشاد فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا اب ان جوابات کو لے کر چلا جا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3698)

بیعت رضوان کے دن صلح حدیبیہ کی شرائط

صحیح البخاری کی طویل حدیث نمبر 2731 تا 2732 میں صرف ان شرائط کا ذکر ہے۔ 1۔ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ 2۔ جو مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلا جائے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس کو مکہ مکرمہ واپس کر دیں۔ یہ شرائط اس طویل حدیث مبارکہ کے اندر تھیں ان کے علاوہ یہ شرائط بھی ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (چھ ذی الحجہ) ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو اہل مکہ مکرمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روک دیا اور اس پر صلح کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اگلے سال) مکہ مکرمہ میں صرف تین دن رہیں گے جب یہ شرائط لکھی گئیں تو مسلمانوں نے لکھا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر (سیدنا) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی ہے۔ مشرکین نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو (عمرہ کرنے سے) بالکل منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں رسول اللہ ہوں۔ اور میں محمد بن عبداللہ ہوں پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ کے لفظ کو کاٹ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں "رسول اللہ" کے لفظ کو

کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مکتوب کو اٹھایا اور آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے' پھر آپ نے لکھا یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ نے لکھا ہے۔

1- مکہ میں کوئی شخص (کھلے) ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا مگر تلوار میان میں ہوگی۔

2- اور اہل مکہ میں سے کسی شخص کو نکالا نہیں جائے گا خواہ وہ آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہو۔

3- اور اگر آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا پھر جب آئندہ سال آپ مکہ میں داخل ہوئے اور تین دن گزر گئے تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: تم اپنے نبی سے کہو کہ وہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4251)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے کہ دس سال تک لوگوں کو جنگ سے دور رکھا جائے اور ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے فتنہ کو روکیں کہ جو شخص قریش میں سے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس قریش کی اجازت کے بغیر چلا جائے گا اس کو قریش کے پاس واپس بھیجا جائے گا اور جو شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) کے پاس سے قریش کے پاس چلا جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور ہم ایک دوسرے کے خلاف عداوت ظاہر نہیں کریں گے اور جو قبیلہ چاہے وہ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کا حلیف ہو جائے اور جو چاہے وہ قریش کا حلیف ہو جائے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو جائے پھر خزاعہ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویۃ مع الروض الانف: جز: 4، ص50 تا52)

بیعت رضوان چھ ہجری میں ہوئی

بیعت الرضوان مشہور بیعت کا نام ہے جو مقام حدیبیہ میں 6 ہجری کو درخت کے نیچے ہوئی۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

غزوہ حدیبیہ (یا بیعت رضوان) چھ ہجری میں ہوا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:3، ص:330)

بیعت رضوان کے بھلا دینے اور کٹوا دینے کی تحقیق

حضرت ابوسعید بن مسیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔

ان کے والد محترم نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے اس درخت کو دیکھا پھر میں ایک سال بعد وہاں گیا تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا۔ محمود کی روایت میں ہے پھر وہ مجھے بھلا دیا گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4162)

طارق بن عبدالرحمان سے روایت ہے: میں حج کرنے گیا تو میں نے چند لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا

یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ درخت ہے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ سعید نے کہا مجھے میرے والد محترم نے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ وہ بھی ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور اس کی شناخت پر قادر نہ ہوئے۔ سعید بن مسیّب نے طنزاً کہا: سیدنا محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے اور تم لوگوں نے اس درخت کو شناخت کر لیا پھر تم ان سے بڑے عالم ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4163)

حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے:

ان کے والد محترم نے کہا: وہ اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی پھر جب ہم اگلے سال وہاں گئے تو ہم اس درخت کو شناخت نہ کر سکے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4164)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو افراد تھے نبی کریم ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: آج تم روئے زمین پر سب سے بہتر لوگ ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4729)

طارق سے روایت ہے:

سعید بن المسیب سے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور کہا: میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اس درخت کے پاس حاضر تھے۔ (صحیح البخاری 4165)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

سعید بن مسیب کا یہ کہنا کہ ان کے والد محترم اگلے سال اس درخت کو نہیں پہچان سکے اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی کو بھی اس درخت کی شناخت نہیں تھی کیونکہ مصنف (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس درخت کی شناخت تھی اور ان کو معلوم تھا کہ وہ درخت کس جگہ پر ہے اور طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کو اس درخت کی صحیح جگہ یاد تھی اور منضبط تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس جگہ کو پہچانتے تھے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ کہا: "اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو وہ جگہ دکھا دیتا" اس وقت وہ درخت سوکھ کر جھڑ چکا تھا یا کسی اور وجہ سے اس کے آثار مٹ چکے تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وقت بھی اس درخت کی خاص جگہ کو اسی طرح پہچانتے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو سزا دینے سے ڈرایا پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔ (فتح الباری: جز: 8 ص 217 تا 218)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کے ذہنوں میں اس درخت کی تعیین کو محو کرنے کی اور اس کی جگہ کی شناخت بھلا دینے کی حکمت یہ تھی کہ اس جگہ پر خیر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا نزول ہوا تھا اگر اس درخت کی جگہ کی شناخت اسی طرح لوگوں پر ظاہر اور معلوم ہوتی تو یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگیں گے تو اس درخت یا اس کی جگہ کی شناخت کو مخفی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔

امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جا کر نماز پڑھتے ہیں تو پہلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا کی دھمکی دی پھر اس درخت کو کٹوا دیا۔

(عمدة القاری: جز:17،ص293 تا294)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا اس حدیث کو صحیح کہنا ان کا تسامح ہے اس کی سند میں امام ابن سعد کے شیخ عبدالوہاب بن عطا حدیث صحیح کے راوی نہیں ہیں ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

حافظ ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

1- ابوبکر مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا آیا عبدالوہاب ثقہ ہے؟ انہوں نے کہا تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو ثقہ صرف یحییٰ القطان ہیں۔

2- یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ان کا دوسرا قول ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

3- زکریا بن یحییٰ الساجی نے کہا وہ بہت سچا ہے لیکن محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

4- امام بخاری نے کہا: وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا وہ قوی نہیں ہے۔

5- عبدالرحمان بن ابی حاتم نے کہا: اس کی وہ حدیث لکھی جائے گی جو سچی ہو اور وہ خود قوی نہیں ہے۔

(تہذیب الکمال: جز:12،ص150 تا151)

اس کے متعلق ثقاہت کے دو قول ہیں زیادہ تر اقوال یہ ہیں کہ وہ قوی نہیں یعنی ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن معین اور امام نسائی سے اس کی ثقاہت کا قول نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ روایت میں خطا کرتا تھا اور شدید وہمی تھا۔ (تہذیب التہذیب: جز:6،ص388 تا389)

شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں:

سعید بن ابی عروبہ نے کہا: یہ صدوق ہے۔ ابن معین نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ ضعیف الحدیث مضطرب ہے۔ دارقطنی نے کہا ثقہ ہے۔ ابن الجوزی نے کہا: یہ غلطی کرتا تھا۔ رازی نے کہا یہ جھوٹ بولتا تھا۔ نسائی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال: ج:4،ص:435)

نیز علامہ ذہبی نے اس کی عبادت اور گریہ وزاری کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، جز:8، ص:292)

ان علماء کرام کے اقوال کے مطابق جب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ راوی قوی نہیں، شدید وہمی تھا، روایت میں خطا کرتا تھا، ضعیف الحدیث اور مضطرب تھا، کاذب تھا اور متروک الحدیث تھا تو پھر اس کی روایت پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شجرۂ بیع رضوان کے پاس نماز پڑھنے کی وجہ سے اس درخت کو کاٹنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جبکہ خود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا کہ ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنالیں جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

تین چیزوں میں میں نے اپنے رب عزوجل کی موافقت کی ایک یہ کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں (پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط"
(البقرہ:125) (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4483)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے میں اس قدر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے سفر میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان جگہوں پر نمازیں پڑھتے تھے جن جگہوں کے متعلق ان کو علم ہوتا کہ ان جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے:

میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ راستہ میں ان جگہوں کو تلاش کرتے تھے جن جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی پھر ان ہی جگہوں پر نماز پڑھتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان جگہوں پر نماز پڑھتے تھے جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 483)

جن مفسرین نے یہ کہا: درخت کو کٹوایا نہیں گیا بلکہ بیعت رضوان کے ایک سال بعد اس درخت کی جگہ کی شناخت لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گئی تھی وہ مفسرین درج ذیل ہیں۔

- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ نے جامع البیان جز 26 ص 112 پر اس قول کو نقل کیا اور امام ابواسحاق ثعلبی متوفی 427ھ نے الکشف والبیان جز 9 ص 47 پر اس قول کو بیان فرمایا۔

امام ابوالحسن بن مسعود بغوی متوفی 516ھ نے معالم التنزیل جز 4 ص 227 پر اس قول کو بیان فرمایا اور علامہ علی بن محمد خازن متوفی 725ھ نے لباب التاویل جز 4 ص 159 پر اس قول کو بیان فرمایا اور حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی 774ھ نے تفسیر ابن کثیر جز 4 ص 208 پر اس قول کو بیان فرمایا اور علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ نے روح البیان جز 9 ص 43 پر اس قول کو بیان فرمایا اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ نے جز 26 ص 162 پر اس قول کو بیان فرمایا۔ ان

مفسرین نے درخت کے کٹوانے کی روایت کا انکار کیا ہے۔

بیعت رضوان والا درخت کیکر یا بیر کا تھا

جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی وہ درخت کیکر یا بیر کا تھا۔

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

یہ درخت کیکر کا تھا یا بیر کا تھا۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:6، ص:103)

بیعت رضوان کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

حدیبیہ میں بیعت رضوان کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیان کی ہے اور دوسری روایت میں پندرہ سو کی تعداد بیان فرمائی اور حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ نے تیرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیان فرمائی ہے۔ ان مختلف روایات میں تطبیق یوں ہوگی کہ واقع میں چودہ سو کچھ زیادہ تھے جس نے چودہ سو بیان کیے اس نے کسر کو ترک کر دیا اور جس نے پندرہ سو کی تعداد بیان کی ہے اس نے کسر کو تغلیباً ایک سو قرار دیا اور جس نے تیرہ سو کی روایت کی اس کے نزدیک یہ عدد متحقق نہیں تھا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اصل میں یہ ایک اندازہ تھا اور اندازے میں کمی اور بیشی ہو سکتی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:5، ص:207)

دیگر علماء کا بیعت رضوان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیان کرنا

دیگر علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اصحاب بیعت رضوان چودہ سو یا اس سے زائد تھے۔ ان علماء کے اقوال یہ ہیں:

شیخ فتح اللہ کاشانی کا قول

شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی 977ھ لکھتے ہیں:

اصحاب بیعت رضوان ایک ہزار پانچ سو یا ایک ہزار چار سو مرد تھے اور زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح قول یہ ہے: ایک ہزار پانچ سو پچیس افراد تھے۔ (منہج الصادقین: ج:8، ص:373)

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کا قول

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی 548ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار اور چند سو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ حدیبیہ سے نکلے۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کا روایت نقل کرنا

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی 460ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حدیبیہ میں بیعت رضوان کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا تھا ان کو دیر ہوگئی اور یہ مشہور ہوگیا کہ قریش نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے جنگ کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اصحاب بیعت رضوان پندرہ سو صحابہ تھے۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: چودہ سو صحابہ تھے۔ حضرت ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) نے کہا تیرہ سو صحابہ تھے جس درخت کے نیچے انہوں نے بیعت کی تھی وہ ببول کا درخت تھا۔

(تبیان: ج:9، ص:328)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

☆ **عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ**

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے کوفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم ابی اوفی کا نام علقمہ ابن قیس ہے آپ اسلمی ہیں۔ صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر اور ان کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے پھر کوفہ چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کوفہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ ستاسی سال عمر ہوئی۔ امام شعبی (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:563)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَفْسِيرِ اَسْنَانِ الْاِبِلِ

باب: اونٹوں کے دانتوں کی تفسیر

یہ باب اونٹوں کے دانتوں کی تفسیر کے متعلق ہے۔

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُهُ مِنَ الرِّيَاشِيِّ وَاَبِيْ حَاتِمٍ وَغَيْرِهِمَا وَمِنْ كِتَابِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ وَمِنْ كِتَابِ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَرُبَّمَا ذَكَرَ اَحَدُهُمُ الْكَلِمَةَ قَالُوْا يُسَمَّى الْحُوَارُ ثُمَّ الْفَصِيلُ اِذَا فَصَلَ ثُمَّ تَكُوْنُ بِنْتُ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ اِلٰى تَمَامِ سَنَتَيْنِ فَاِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ فَهِيَ ابْنَةُ لَبُونٍ فَاِذَا تَمَّتْ لَهٗ ثَلَاثُ سِنِيْنَ فَهُوَ حِقٌّ وَّحِقَّةٌ اِلٰى تَمَامِ اَرْبَعِ سِنِيْنَ لِاَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ اَنْ تُرْكَبَ وَيُحْمَلَ

عَلَيْهَا الْفَحْلُ وَهِيَ تَلْقَحُ وَلَا يُلْقِحُ الذَّكَرُ حَتَّى يُثْنِيَ وَيُقَالُ لِلْحِقَّةِ طَرُوقَةُ الْفَحْلِ لِأَنَّ الْفَحْلَ يَطْرُقُهَا إِلَى تَمَامِ أَرْبَعِ سِنِينَ فَإِذَا طَعَنَتْ فِي الْخَامِسَةِ فَهِيَ جَذَعَةٌ حَتَّى يَتِمَّ لَهَا خَمْسُ سِنِينَ فَإِذَا دَخَلَتْ فِي السَّادِسَةِ وَأَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ حِينَئِذٍ ثَنِيٌّ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ سِتًّا فَإِذَا طَعَنَ فِي السَّابِعَةِ سُمِّيَ الذَّكَرُ رَبَاعِيًا وَّالْأُنْثَى رَبَاعِيَةً إِلَى تَمَامِ السَّابِعَةِ فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ وَأَلْقَى السِّنَّ السَّدِيسَ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ فَهُوَ سَدِيسٌ وَّسَدَسٌ إِلَى تَمَامِ الثَّامِنَةِ فَإِذَا دَخَلَ فِي التِّسْعِ وَطَلَعَ نَابُهُ فَهُوَ بَازِلٌ أَيْ بَزَلَ نَابُهُ يَعْنِي طَلَعَ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الْعَاشِرَةِ فَهُوَ حِينَئِذٍ مُخْلِفٌ ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ وَّلَكِنْ يُّقَالُ بَازِلُ عَامٍ وَبَازِلُ عَامَيْنِ وَمُخْلِفُ عَامٍ وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ وَمُخْلِفُ ثَلَاثَةِ أَعْوَامٍ إِلَى خَمْسِ سِنِينَ وَالْخَلِفَةُ الْحَامِلُ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ وَالْجُذُوعَةُ وَقْتٌ مِّنَ الزَّمَنِ لَيْسَ بِسِنٍّ وَفُصُولُ الْأَسْنَانِ عِنْدَ طُلُوعِ سُهَيْلٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَنْشَدَنَا الرِّيَاشِيُّ إِذَا سُهَيْلٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَلَعَ فَابْنُ اللَّبُونِ الْحِقُّ وَالْحِقُّ جَذَعٌ لَمْ يَبْقَ مِنْ أَسْنَانِهَا غَيْرُ الْهُبَعِ وَالْهُبَعُ الَّذِي يُولَدُ فِي غَيْرِ حِينِهِ

ریاشی اور ابوحاتم وغیرہما نے کتاب نضر بن شمیل اور کتاب عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے اور شاید ان میں سے کسی ایک کا کلمہ ہے۔ کہا: اونٹ کے بچے کو خوار سے موسوم کیا جاتا ہے پھر فصیل جب پیدا ہو جائے پھر ایک سال سے دو سال تک کے ہونے پر بنت مخاض ہے پس جب تیسرے سال کے اندر داخل ہو جائے تو وہ بنت لبون ہے پس جب تین سال مکمل ہو جائیں تو وہ حق اور حقہ چار سال مکمل ہونے تک ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت سواری اور جفتی کے لائق جوان ہونے پر ہوگئی اور نر چھ کے ہونے پر جوان ہو جاتا ہے اور حقہ کو جفتی کے لائق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس پر چار سال تک کے ہونے پر نر چڑھتا ہے پس جب وہ پانچویں سال میں ہو جائے تو وہ جزعہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کو پانچ سال مکمل ہو جائیں پس جب وہ چھٹے سال کے اندر داخل ہو اور دانت نکالے تو وہ اس وقت ثنی ہے حتیٰ کہ چھ سال مکمل کر لے پس جب ساتویں سال کے اندر داخل ہو تو ساتوں سال پورے ہونے تک نر کو رباعیا اور مادہ کو رباعیہ کہتے ہیں پس جب وہ آٹھواں میں ہو جائے اور آٹھواں سال پورا ہونے تک سدیس دانت نکالے تو وہ سدیس اور سدس ہے جب وہ نویں سال میں ہو جائے اور اس کی نابہ بھی ظاہر ہو جائیں تو وہ بازل ہے حتیٰ کہ دسویں سال میں داخل ہو جائے تو وہ مخلف ہے پھر اس کے واسطے کوئی نام نہیں ہے اس کو ایک سال کا بازل دو سال کا بازل اور ایک سال کا مخلف دو سال کا مخلف تین سال کا مخلف پانچ سال تک یوں ہی ہے اور خلفہ حاملہ ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں: جزوعہ وقت ہے نہ کہ دانت کو کہا جاتا ہے دانتوں کی فصول سہیل کے نکلنے تک ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم کو ریاشی نے یوں بتایا۔ جب پہلی رات کو سہیل چمکا تھا حقہ اور جزعہ بنت لبون ہوگئی اس کے دانت

باقی نہ رہے سوائے ہبع کے اور ہبع وہ ہے جو اندر ہی ہو۔

شرح: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ متوفی 275ھ کا خاصہ ہے جب بھی کوئی باب باندھتے ہیں اس کی تفسیر خود ہی بیان فرماتے ہیں یہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹوں کے اسماء کی وضاحت خود ہی بیان فرمادی گویا کہ حدیث کی کتاب میں قاموس کا ایک باب باندھ دیا تا کہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

حوار اور فصیل کی تفصیل

☆ **قالوا یسمی الحوار ثم الفصیل اذا فصل**

یعنی جب اونٹنی کا بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا سب سے پہلے نام حوار ہے جب تک وہ اپنی ماں کے ساتھ چلتا پھرتا رہتا ہے جب وہ ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اپنی ماں سے الگ کر دیا جاتا ہے اس کو فصیل کہا جاتا ہے۔

بنت مخاض

اونٹنی کا بچہ جب دو سال تک کا ہو جاتا ہے تو بنت مخاض کہا جاتا ہے۔

مخاض کا معنیٰ

مخاض کے معنی حمل کے ہیں اور ماخض حامل کے معنی میں کیونکہ ایک سال مکمل ہونے کے بعد دوسرے سال وہ اونٹنی دوبارہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بنت لبون کی تفصیل

جب اونٹنی کا بچہ دو سال کا ہو کر تیسرے سال میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی ماں جو پچھلے سال حاملہ تھی اب وضع حمل کے بعد دودھ دینے لگ جاتی ہے اسی وجہ سے اس کو بنت لبون کہا جاتا ہے۔

حق اور حقہ کی تفصیل

جب اونٹنی کا بچہ پورے تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں داخل ہو جاتا ہے تو چار سال پورے ہونے تک اس کو حقہ کہا جاتا ہے یعنی اگر وہ مادہ ہو اور اگر نر ہو تو اس کو حق کہا جاتا ہے کیونکہ اس عمر میں پہنچ کر اونٹ اور اونٹنی دونوں سواری کے قابل ہو جاتے ہیں اور صرف مادہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس پر نر جفتی کر سکے مگر نر اس عمر کے اندر پہنچ کر جفتی کے قابل نہیں ہوتا۔

جزعہ اور جزع کی تفصیل

جب اونٹنی کا بچہ چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مادہ ہو تو جزعہ اور نر ہو تو جزع کہا جاتا ہے۔

جزع کمسن جانور کو کہا جاتا ہے

جزع وہ جانور ہے جو کمسن ہو۔

جزع ہر جانور کا علیحدہ ہوتا ہے

لغت میں رقم ہے کہ جزع ہر جانور کا علیحدہ ہوتا ہے۔گائے، بیل اور گھوڑے میں جزع وہ ہے جو تیسرے سال میں ہو اور اونٹ میں وہ ہے جو پانچویں سال میں ہو اور بکری میں وہ ہے جو دوسرے سال میں ہو۔

ثنی اور ثنیہ کی تفصیل

جب اونٹنی پورے پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو جائے اور اپنے دانت گرادے تو اس کو ثنیہ کہا جاتا ہے پانچ سال کے بعد جب اونٹ کے سامنے کے دانت گر جاتے ہیں تو سا وقت اس کو ثنیہ کہا جاتا ہے۔

ثنیہ ہر جانور کا علیحدہ ہوتا ہے

ثنیہ ہر جانور کا علیحدہ ہوا کرتا ہے۔گائے، بکری میں ثنیہ وہ ہے جو تیسرے سال کے اندر ہو اور گھوڑے میں وہ ہے جو چوتھے سال کے اندر ہو اور اونٹ میں وہ ہے جو چھٹے سال کے اندر ہو۔

رباعیا اور رباعیہ کی تفصیل

رباعیا دراصل اس دانت کو کہا جاتا ہے جو ثنیہ اور کچلی کے درمیان ہوتا ہے دونوں طرف اوپر، نیچے جو کل چار ہوا کرتے ہیں تو چونکہ اس عمر میں اونٹ کا یہ دانت گر جاتا ہے اس لیے اس کو رباعیا کہا جاتا ہے۔

سدیس اور سدس کی تفصیل

جب اونٹنی کا بچہ آٹھویں میں پہنچ جائے اور سن سدیس اس کا گر جائے تو اب اس کو سدیس اور سدس کہا جاتا ہے۔سدس اس دانت کو کہا جاتا ہے جو رباعیہ کے بعد اور ناب سے پہلے ہے یہ چار ہوا کرتے ہیں دو نیچے رباعیہ کے دائیں بائیں اور اسی طرح دو اوپر رباعیہ کے دائیں بائیں ان کو قوارح کہا جاتا ہے مگر انسانوں کے منہ میں رباعیہ کے بعد ناب ہی ہوتا ہے رباعیہ اور ناب کے درمیان کوئی اور دانت نہیں ہوا کرتا۔

بازل کی تفصیل

جب اونٹ نویں مال میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا کچلی نوکدار دانت نکل آتا ہے تو اس وقت اس کو بازل کہا جاتا ہے۔

بزل کا معنی اور بازل کہنے کی وجہ

بزل کے معنی چیرنا کے ہیں دراصل یہ دانت اپنی جگہ کے گوشت کو چیر کر باہر نکالتا ہے اسی وجہ سے اس کو بازل کہا جاتا ہے۔

ہر چیز کی ایک فصل اور موسم کا ہونا

☆ **وفصول الاسنان عند طلوع سهيل**

ہر چیز کی ایک فصل اور موسم ہوا کرتا ہے اسی طرح اونٹوں کی پیدائش کی بھی ایک خاص فصل ہے جس میں عموماً اونٹ بیاتے ہیں اس فصل کے آنے پر اونٹوں کے بچوں کا سال پورا ہوتا رہتا ہے ایک سال والا دو سال کا ہو جاتا ہے اور دو والا تین سال کا ہو جاتا ہے اور وہ طلوع سہیل کا موسم ہے یعنی سہیل نامی ایک ستارہ ہے جب یہ ابتداء رات میں طلوع ہونے لگ جائے تو سمجھنا کہ اونٹوں کے بیانے کا وقت آ گیا ہے اسی وقت درختوں کے پھل پکتے ہیں جس کو موسم ربیع کہا جاتا ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب اَيْنَ تُصَدَّقُ الْاَمْوَالُ

باب: اموال کی زکوٰۃ کس جگہ وصول کی جائے؟

یہ باب اس بارے میں ہے کہ اموال کی زکوٰۃ کہاں لی جائے گی آیا گھر پر یا جہاں بھی عامل موجود ہو وہاں دینی پڑے گی۔

1357 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِىْ دُوْرِهِمْ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ فِىْ قَوْلِهٖ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ قَالَ اَنْ تُصَدَّقَ الْمَاشِيَةُ فِىْ مَوَاضِعِهَا وَلَا تُجْلَبَ اِلَى الْمُصَدِّقِ وَالْجَنَبُ عَنْ غَيْرِ هٰذِهِ الْفَرِيْضَةِ اَيْضًا لَا يُجْنَبُ اَصْحَابُهَا يَقُوْلُ وَلَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ بِاَقْصَى مَوَاضِعِ اَصْحَابِ الصَّدَقَةِ فَتُجْنَبُ اِلَيْهِ وَلٰكِنْ تُؤْخَذُ فِىْ مَوْضِعِهٖ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ جلب ہے اور نہ ہی جنب ہے اور سوائے گھروں میں لوگوں سے زکوٰۃ نہ لی جائے۔ محمد بن اسحاق نے لا جلب و لا جنب کے متعلق کہا: زکوٰۃ کے جانور کو اپنے گھر پر ہی دیا جائے اور اس کو پکڑ کر عامل کے پاس نہ لے جانا پڑ جائے اس فریضہ کے اندر جنب کے متعلق بھی اسی طرح حکم ہے کہ عامل دور نہ رہیں۔ فرماتے ہیں: کوئی شخص عامل سے دور رہائش پذیر ہو اور عامل کے پاس اس کو جانا پڑ جائے لیکن اس کے گھر پر ہی زکوٰۃ وصول کی جائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:110، شرح السنۃ: جز:1، ص:618، صحیح ابن خزیمہ: جز:4، ص:26، مسند احمد: جز:13، ص:443)

شرح: جلب اور جنب کا تعلق

☆ قوله لا جلب ولا جنب

جلب اور جنب ہر ایک کے علیحدہ معنیٰ بیان کیے گئے ہیں ایک معنیٰ کا تعلق کتاب الزکوۃ سے ہے اور دوسرے معنیٰ کا تعلق کتاب الجہاد سے ہے اسی وجہ سے اس حدیث مبارکہ کو کتاب الزکوۃ میں بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کتاب الجہاد میں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

صحاح ستہ میں جلب اور جنب کا ذکر

صحاح ستہ میں امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ متوفی 275ھ نے ایک بار تو اسی کتاب الزکوۃ میں اس حدیث مبارکہ کے الفاظ جلب اور جنب کو ذکر کیا دوسری بار کتاب الجہاد میں ذکر کریں گے اور امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ نے اس حدیث مبارکہ کو انہی الفاظ کے ساتھ کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے صرف اس حدیث مبارکہ کو انہی الفاظ کے ساتھ کتاب النکاح باب الشغار کے اندر ذکر فرمایا ہے۔

جلب کا پہلا معنیٰ

جلب کے پہلے معنیٰ یہ ہیں کہ عامل جب جانوروں کی زکوۃ لینے کے لئے جائیں تو اس جگہ جا کر قیام کریں جو جانوروں سے بہت دور ہو اور بیٹھ کر جن سے زکوۃ وصول کرنی ہے ان کو کہیں کہ اپنے جانوروں کو ادھر لے آؤ ہم ان کو دیکھیں گے بعد میں زکوۃ لیں گے اور یہ زکوۃ دینے والوں کے لئے باعث تکلیف اور مشقت ہے اسی وجہ سے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

جلب کا دوسرا معنیٰ

دوسرے معنیٰ جلب کے یہ ہیں گھوڑا دوڑانے وقت دونوں گھوڑے دوڑانے والوں کا کسی اپنے شخص کو مقرر کرنا کہ جب گھوڑا دوڑ شروع ہو تو میرے گھوڑے کو بھگانے کے لئے خوب چلانا اور اکسانا تاکہ میرا گھوڑا آگے نکل جائے اور میں جیت جاؤں تو یہ صورت دیانت داری کے خلاف ہے اور گھوڑا سواری کے اصول کے خلاف ہے اور اس میں حق تلفی ہے اسی وجہ سے اس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

جنب کا پہلا معنیٰ

جنب کا پہلا معنیٰ یہ ہے کہ جب جانوروں کی زکوۃ دینے والے دیکھیں کہ عاملین کے آنے کا وقت نزدیک ہے تو وہ ان کو پریشان کرنے کے لئے اپنے جانوروں کو بہت دور لے جائیں تاکہ عاملین کو زکوۃ لینے کے لئے وہاں دور جانا پڑے اور یہ عاملین کے لئے باعث مشقت و اذیت ہے جس سے منع فرمایا گیا ہے۔

جنب کا دوسرا معنیٰ

جنب کا دوسرا معنیٰ یہ ہے گھوڑا دوڑ کے میدان میں گھوڑے دوڑانے والوں میں سے کوئی ایک جب گھوڑا دوڑ شروع ہو تو اپنے ساتھ برابر میں دوسرے گھوڑے کو بھی ملا لے تاکہ آگے چل کر جب دیکھے کہ میرا گھوڑا سست ہو رہا ہے تو فوراً وہ پہلے گھوڑے کی پیٹھ سے دوسرے برابر والے گھوڑے کی پیٹھ پر آ جائے اور یہ ممنوع ہے کیونکہ جس گھوڑے کے ساتھ گھوڑا دوڑ پر معاہدہ ہوا وہ تو ہوئی نہیں اس نے تو ہارنے کے وقت دوسرے گھوڑے کو ملا لیا لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن عمرو بن شعيب

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم حضرت شعیب، حضرت ابن مسیّب اور حضرت طاؤس سے روایات لی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر روایات ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں آپ نے اپنے والد شعیب، ابن مسیّب، طاؤس وغیرہم سے روایات لیں۔ بخاری مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر نہیں ہوئی ہے کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعیب کے دادا عمرو بن عاص مراد ہیں۔ محمد تابعی ہیں اور عبد اللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ ابن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہٰذا ان کی احادیث میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری مسلم نے ان کی احادیث نہ لیں۔

(مراۃ المناجیح: جز:8،ص544تا545)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَبْتَاعُ صَدَقَتَهُ

باب: آدمی کا اپنے صدقہ کو خریدنا

یہ باب صدقہ کرنے کے بعد متصدق کا متصدق علیہ سے چیز خریدنے کے متعلق ہے۔

1358 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنهم حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَبْتَاعَهُ

فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا پس جب اس کو بکتے ہوئے دیکھا تو خریدنے کا قصد فرمایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں استفسار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو مت لو اور اپنے صدقے کو دوبارہ واپس نہ لے آؤ۔

(شرح السنۃ: ج:1، ص:421، صحیح ابن حبان: ج:11، ص:525، صحیح البخاری: ج:10، ص:136، صحیح مسلم: ج:8، ص:359)

شرح: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کا اسی مسئلہ پر باب باندھنا

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے آدمی کا اپنے صدقہ کو خریدنے کے مسئلہ میں ایک باب باندھا ہے جس کا انہوں نے یہ نام رکھا ہے۔ "**هل يشتري الرجل صدقته**"

اور اس کے تحت یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے۔

مذاہب آئمہ کرام

متصدق کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد متصدق علیہ سے اس چیز کے خریدنے کے متعلق آئمہ کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور مالکیہ اور شوافع کا ایک قول

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متصدق کا اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنا جائز نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک بھی یہ ایک وجہ ہے اور یہی مذہب ابن المنذر شافعی کا ہے۔

جمہور علماء کا مذہب

جمہور علماء کے نزدیک متصدق کا متصدق علیہ سے صدقہ کی ہوئی چیز کا خریدنا جائز ہے اور یہ حدیث نہی تنزیہہ پر محمول ہے۔ جمہور کی حدیث وہ ہے جو آگے باب میں آئے گی جس میں ہے **لاتحل الصدقة للغنى الا لخمسة لعامل عليها او رجل اشتراها**۔ اور یہ حدیث مبارکہ باب **من يجوز له اخذ الصدقة وهو غنى** میں آئے گی۔

اپنا صدقہ کو لوٹانے کی ممانعت کی وجہ

☆ **ولا تبتعه ولا تعدفى صدقتك**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صدقہ کو لوٹانے کی ممانعت اس لیے فرمائی کہ ظاہر ہے کہ وہ شخص جب یہ خریدتے تو ضرور ان کی رعایت کرتا۔ قیمت میں کمی کر دیتا اس کے احسان کی بناء پر تو گویا وہ احسان کی بناء پر کمی کرتا اور یہ خود واپس لوٹانے والے بن جاتے اسی وجہ سے اپنے صدقہ کو لوٹانے سے منع فرمایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

☆ قوله عن عبدالله بن عمر رَضى الله عنهما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت بھی اپنے والد محترم سے پہلے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے احوال کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زینب بنت مطعون بن حبیب جمحیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ اسلام لائے اس وقت وہ کم سن اور نابالغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نہیں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

اور ایک قول یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہوتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اس قدر ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت محتاط تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت احتیاط کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت امید تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں کہا مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کثرت کے ساتھ حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وصال فرما گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو کہا: وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔ حجاج نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اس زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی۔

(اسد الغابہ: جز:3، ص227 تا 230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے۔ بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔ حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سال کے تھے۔ بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متبع سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر لیا سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی، ابن عباس (رضی اللہ عنہما) جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور تہتر 73 میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جائے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طویٰ میں دفن کیے گئے مہاجرین کے قبرستان میں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہ کرے گا وہ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا

کردوں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ایسا کرسکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کردیا گیا ہے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔اس نے ایک شخص سے کہا اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی۔چوراسی یا چھیاسی سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَدَقَةِ الرَّقِيقِ

باب: غلام،لونڈی کی زکوٰۃ کا بیان

یہ باب غلام،لونڈی کی زکوٰۃ کے حکم میں ہے۔

1359 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ اِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے اور غلام،لونڈی پر زکوٰۃ نہیں مگر غلام،لونڈی پر صدقہ فطر ہے۔

(معجم الاوسط: جز:2،ص:220)

1360 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِىْ عَبْدِهٖ وَلَا فِىْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان پر اس کے غلام،لونڈی اور گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: جز:5،ص:390،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:117،سنن الترمذی: جز:3،ص:22،سنن النسائی: جز:8،ص:198)

شرح: غلام کی تعریف

غلام وہ شخص ہوتا ہے جو غیر کا مملوک ہو اس میں مالکیت اور ولایت کی اہلیت ہوتی ہے نہ شہادت کی اور وہ از خود کسی چیز میں

تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا نہ اپنے نفس میں نہ غیر میں تصرف کرنے کا۔

تجارت کے غلام میں زکوٰۃ کے متعلق آئمہ کرام کا مذہب

تجارت کے غلام میں تمام آئمہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے۔

خدمت کے غلام میں زکوٰۃ کے متعلق آئمہ کرام کا موقف

خدمت کے غلام میں تمام آئمہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے۔

مسئلہ:1

غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب (یعنی وہ غلام جس کا آقا مال کی ایک مقدار معین کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کر لے) یا ام ولد یا مستسعی (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کر دیا اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اسے حکم دیا گیا) (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:171)

مسئلہ:2

ماذون غلام نے جو کچھ کمایا ہے اس کی زکوٰۃ نہ اس پر ہے نہ اس کے مالک پر ہاں جب مالک کو دے دیا تو اب ان برسوں کی بھی زکوٰۃ مالک ادا کرے جبکہ غلام ماذون دین میں مستغرق نہ ہو ورنہ اس کی کوئی کمائی پر مطلقاً زکوٰۃ واجب نہیں۔ نہ مالک کے قبضہ کرنے کے پہلے نہ بعد۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:314)

مسئلہ:3

مکاتب نے جو کچھ کمایا اس کی زکوٰۃ واجب نہیں نہ اس پر نہ اس کے مالک پر جب مالک کو دے دے اور سال گزر جائے اب بشرائط زکوٰۃ مالک پر واجب ہوگی اور گزشتہ برسوں کی واجب نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:214)

مسئلہ:4

تجارت کے لئے غلام قیمتی دوسو درہم کا دوسو میں خریدا اور ثمن بائع کو دے دیا مگر غلام پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ ایک سال گزر گیا اب وہ بائع کے یہاں مر گیا تو بائع اور مشتری دونوں پر دوسو کی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر غلام دوسو درہم سے کم قیمت کا تھا اور مشتری نے دوسو پر لیا تو بائع دوسو کی زکوٰۃ دے اور مشتری پر کچھ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:182)

مسئلہ:5

خدمت کا غلام ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ کر لیا۔ سال بھر بعد وہ غلام عیب دار نکلا اس بنا پر واپس ہوا قاضی نے

واپسی کا حکم دیا ہو یا اس نے خود اپنی خوشی سے واپس لے لیا ہو تو ہزار کی زکوٰۃ دے۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:182)

غلام اور لونڈی پر صدقہ فطر میں آئمہ کرام کا موقف

خدمت کے غلام میں تمام آئمہ کرام کے نزدیک صدقہ فطر ہے مگر تجارت کے غلام میں اختلاف ہے جو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ:1

خدمت کے غلام اور مدبر اور ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقہ فطر واجب ہے اگر چہ غلام مدیون ہو اگر چہ دین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجت اصلیہ کے علاوہ اتنا ہو کہ دین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔(درمختار: جز:3، ص:369)

مسئلہ:2

تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگر چہ اس کی قیمت بقدر نصاب نہ ہو۔(ردالمحتار: جز:3، ص:369)

مسئلہ:3

غلام عاریۃً دے دیا کسی کے پاس امانتاً رکھا تو مالک پر فطرانہ واجب ہے اور اگر یہ وصیت کر گیا کہ یہ غلام فلاں کا کام کرے اور میرے بعد اس کا مالک فلاں ہے تو فطرانہ مالک پر ہے اس پر نہیں جس کے قبضہ میں ہے۔(درمختار: جز:3، ص:369)

مسئلہ:4

بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں یونہی اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں مگر جبکہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا فطرہ دے مگر حربی اگر غلام کے مالک ہو گئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔(درمختار: جز:3، ص:369)

مسئلہ:5

مکاتب کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے نہ اس کے مالک پر یونہی مکاتب اور ماذون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:193)

مسئلہ:6

غلام بیچ ڈالا اور بائع یا مشتری یا دونوں نے واپسی کا اختیار رکھا عید الفطر آ گئی اور میعاد اختیار ختم نہ ہوئی تو اس کا فطرہ موقوف ہے اگر بیع قائم رہی تو مشتری دے ورنہ بائع۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:193)

مسئلہ:7

اگر مشتری نے خیار عیب یا خیار رؤیت کے سبب واپس کیا تو اگر قبضہ کر لیا تھا تو مشتری پر ہے ورنہ بائع پر ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:193)

مسئلہ:8

غلام کو بیچا مگر وہ بیع فاسد ہوئی اور مشتری نے قبضہ کر کے واپس کر دیا یا عید کے بعد قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو بائع پر ہے اور اگر عید سے پہلے قبضہ کیا اور بعد عید آزاد کیا تو مشتری پر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:193)

مسئلہ:9

مالک نے غلام سے کہا جب عید کا دن آئے تو آزاد ہے عید کے دن غلام آزاد ہو جائے گا اور مالک پر اس کا فطرانہ واجب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:193)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَدَقَةِ الزَّرْعِ

باب: زراعت کی زکوٰۃ

یہ باب زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کے حکم میں ہے۔

1361 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْاَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ وَفِيْمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِيْ اَوِ النَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

سالم بن عبداللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بارش، انہار اور چشموں سے سیراب ہو یا خود ہی ہو جائے تو اس پر دسواں حصہ ہے اور جو رہٹ اور چرسی سے سیراب کی جائے اس پر بیسواں حصہ ہے۔

(معجم الصغیر: جز:2، ص:235، سنن ابن ماجہ: جز:5، ص:397، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:130)

1362 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ عَمْرٌو عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ الْاَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ الْعُشْرُ وَمَا سُقِىَ بِالسَّوَانِىْ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے انہار یا چشموں سے سیراب کیا جائے اس پر دسواں حصہ ہے اور جسے رہٹ سے پانی دیا جائے اس پر بیسواں حصہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1362)

1363 حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِىُّ وَحُسَيْنُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْعَجَلِىُّ قَالَا قَالَ وَكِيعٌ الْبَعْلُ الْكَبُوسُ الَّذِىْ يَنْبُتُ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ قَالَ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَقَالَ يَحْيَى يَعْنِىْ ابْنَ اٰدَمَ سَاَلْتُ اَبَا اِيَاسٍ الْاَسَدِىَّ عَنِ الْبَعْلِ فَقَالَ الَّذِىْ يُسْقَى بِمَاءِ السَّمَاءِ و قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ الْبَعْلُ مَاءُ الْمَطَرِ

ہیثم بن خالد جہنی اور حسین بن الاسود عجلی دونوں نے کہا ہے: بعل الکبوس وہ ہے جو بارش کے پانی سے پیدا ہو۔ فرماتے ہیں: ابن الاسود وہ یحییٰ بن آدم ہے ابوایاس السدی سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا جس کو بارش کا پانی دیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1363)

1364 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِىْ ابْنَ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ نَمِرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ وَالْبَعِيرَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ شَبَرْتُ قِثَّائَةً بِمِصْرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شِبْرًا وَّرَاَيْتُ اُتْرُجَّةً عَلٰى بَعِيرٍ بِقِطْعَتَيْنِ قُطِّعَتْ وَصُيِّرَتْ عَلٰى مِثْلِ عِدْلَيْنِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلے سے غلہ، بکریوں سے بکریاں، اونٹوں سے اونٹ اور گایوں سے گائے لینا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مصر میں ایک ککڑی کو دیکھا جس کی میں نے پیائش کی تو وہ تیرہ بالشت تھی اور میں نے اونٹ پر نارنگی دیکھی جس کے دو ٹکڑے کر کے اونٹ پر لادا گیا تھا۔

(مستدرک: جز:1،ص:546، سنن ابن ماجہ: جز:5،ص:393، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:112)

شرح:

اس باب کا تعلق زرعی پیداوار سے ہے جس کو عشر کہا جاتا ہے اور یہاں مقصد یہ ہے کہ زمین کی کن کن پیداوار میں صدقہ واجب ہوتا ہے۔ آیا سب میں واجب ہوتا ہے یا صرف بعض میں واجب ہوتا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر تین ابواب قائم فرمائے

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ متوفی 275ھ نے زرعی پیداوار پر زکوۃ کے سلسلے میں ایک باب باندھا ہے مگر امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 279ھ نے اس موضوع پر تین ابواب قائم فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک باب کا تعلق زروع وثمار کے نصاب سے ہے اور دوسرے باب میں یہ عنوان قائم فرمایا: کس زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے اور کس میں نصف عشر واجب ہوتا ہے اور تیسرا باب سبزیوں اور ترکاریوں کے متعلق قائم فرمایا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ زمین کی کن کن پیداوار میں صدقہ واجب ہوتا ہے۔ آیا تمام میں واجب ہے یا صرف بعض میں واجب ہے۔

عشری اور خراجی زمینیں

جو زمین عشری ہو اس سے عشر (یعنی دسواں حصہ) لیا جاتا ہے اور جو زمین خراجی ہو اس سے خراج لیا جاتا ہے۔ عشر کی ادائیگی صرف مسلمانوں سے کروائی جاتی ہے اور خراج اصالۃً غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور اس کی مختلف پیداوار کے اعتبار سے ادائیگی کی مختلف شرح ہے اگر مسلمان کسی خراجی زمین کو خرید لے تب بھی اس سے حسب سابق خراج ہی وصول کیا جائے گا۔ عشری اور خراجی زمین کے بارے میں علامہ المرغینانی کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ زمین جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہو یا جس زمین کو جنگ سے فتح کر کے مال غنیمت حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا ہو وہ زمین عشری ہے اور ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور وہاں کے رہنے والوں کو اسی زمین پر برقرار رکھا گیا ہو وہ زمین خراجی ہے اور اسی طرح اس زمین کا حکم ہے جہاں کے رہنے والوں نے صلح کر کے اس پر قبضہ کیا ہو اور مکہ مکرمہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو جنگ اور غلبہ سے فتح کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہیں رہنے دیا اور ان پر خرچ مقرر نہیں کیا اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دریاؤں کا پانی پہنچتا ہو تو وہ خراجی زمین ہے اور اگر اس تک دریاؤں کا پانی نہ پہنچتا ہو اور اس سے زمین سے چشمہ نکالا جائے تو وہ عشری زمین ہے کیونکہ عشر کا تعلق اس زمین سے ہوتا ہے جس میں نشو ونما ہو اور نشو ونما کا تعلق اس زمین کے پانی سے ہے اس لیے عشر کے پانی یا خراج کے پانی سے سیرابی کا اعتبار کیا جائے گا۔ جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس

زمین کے عشری یا خراجی ہونے میں اس کے قرب کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ خراجی زمین کے قریب ہے تو خراجی اور اگر عشری زمین کے قریب ہے تو عشری ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اگر اس نے اس زمین میں کنواں کھود کر اس کے پانی کو سیراب کیا ہے یا اس زمین کے چشمہ سے اس کو سیراب کیا ہے یا ان بڑے بڑے دریاؤں سے اس کو سیراب کیا ہے جن کا کوئی مالک نہیں ہے تو وہ زمین عشری ہے اسی طرح اگر اس زمین کو بارش کے پانی سے سیراب کیا جائے تو وہ بھی زمین عشری ہے اور اگر اس زمین کو عجمیوں کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کیا ہے تو وہ زمین خراجی ہے۔ (ہدایہ اولین: ص590 تا 591)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلوگرام) اور ایک درہم مقرر کیا تھا بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو اور جس زمین میں ککڑی، خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ درہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں اس میں ہر جریب پر دس درہم مقرر کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اس لیے اس پر اجماع ہو گیا نیز اس لیے کہ کاشتکاری میں کم وبیش مشقت ہوتی ہے اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی مشقت ہے اور مشقت کے فرق کی وجہ سے وظیفہ خراج میں بھی تفریق کی گئی اور انگوروں کے بیل میں سب سے زیادہ یعنی دس درہم فی جریب وظیفہ مقرر کیا گیا اور غلہ کی کھیتی باڑی میں سب سے کم یعنی ایک صاع غلہ اور ایک درہم فی جریب مقرر کیا گیا اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی وظیفہ یعنی پانچ درہم فی جریب مقرر کیا گیا ان کے علاوہ زراعت کی دیگر اجناس مثلاً زعفران اور باغات میں کاشتکاری کی مشقت کے اعتبار سے خراج مقرر کیا جائے گا اور یہ امام کے اجتہاد پر موقوف ہے ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ان زمینوں سے پیداوار کے نصف سے زیادہ خراج نہ لیا جائے کیونکہ کاشتکار نصف پیداوار سے زیادہ ادا کرنے کا متحمل نہیں ہوگا اگر کاشتکار امام کے مقرر کردہ خراج کو ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو پھر امام کو اس کی مقدار میں کمی کر دینی چاہیے۔

(ہدایہ اولین: ص591 تا 592)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ شہر جس کے رہنے والے بہ خوشی مسلمان ہوئے اس کی زمین عشری ہے کیونکہ مسلمانوں کے مسلمانوں پر وظیفہ مقرر کرنے کی ابتداء خراج سے نہیں کی جائے گی تاکہ مسلمان کو ذلت سے محفوظ رکھا جائے لہٰذا ان پر عشر ہوگا۔ (المبسوط: جز:3، ص:7)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

زمینیں وظیفہ کی ادائیگی سے خالی نہیں ہیں اور یہ وظیفہ یا عشر ہوگا یا خراج اور مسلمانوں کے زیر تصرف زمین سے ابتداء کرنا اولیٰ ہے کیونکہ عشر میں عبادت کا معنیٰ ہے خراج میں ذلت کا معنیٰ ہے۔ (بدائع الصنائع: جز:2، ص:57)

جس زمین کو مال غنیمت حاصل کرنے والوں کے غیر میں ہماری حکومت تقسیم کرے وہ بھی عشری ہے کیونکہ مسلمان پر ابتداءً خراج مقرر نہیں کیا جاتا۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:254)

عشر کے نصاب میں مذاہب

عشر کے نصاب میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے: پھلوں اور غلہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے یہ حدیث خاص ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ج:2،ص:296)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام:141)

درخت کا پھل جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے پھلوں کا کوئی نصاب نہیں بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار کثیر ہو یا قلیل ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (البقرہ:267)

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ما عام ہے جس کا تقاضا ہے زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔ خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قاعدہ ہے اور یہ انتہائی دقت نظری اور باریک بینی پر مبنی ہے اس قاعدہ میں فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے۔ فقہ حنفی کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جب کہ دیگر آئمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن مجید کو حدیث مبارکہ کے تابع کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ کی پانچ وسق والی حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 3، ص: 110)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے۔ جس طرح کہ دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر دسواں حصہ ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 201)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار پر عشر یا نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث مبارکہ عموم قرآن کے مطابق ہے۔

دلیل نمبر: 2

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر دسواں حصہ ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سے سیراب کیا جائے اس پر بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 316)

دلیل نمبر:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ:ص:130)

دلیل نمبر:4

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوٰۃ ہے۔ (المصنف:ج:3،ص:139)

دلیل نمبر:5

حضرت حماد سے روایت ہے: ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔ (المصنف:ج:3،ص:139)

دلیل نمبر:6

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔ (المصنف:ج:3،ص:139)

دلیل نمبر:7

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (المصنف:ج:4،ص:139)

دلیل نمبر:8

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (المصنف:ج:4،ص:134)

دلیل نمبر:9

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

معمر نے کہا میں نے تمام لوگوں کے پاس نبی کریم ﷺ کو لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے۔ معمر فرماتے ہیں: میرے علم میں اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (المصنف: جز:4،ص:134)

عشر کے متعلق مسائل

عشر کے متعلق مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ نمبر:1

عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکوٰۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کو اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:185)

مسئلہ:2

جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آبپاشی چرس یا ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب اور پانی خرید کر آبپاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملک ہے اس سے خرید کر آبپاشی کی جب بھی نصف عشر واجب ہے اور اگر وہ کھیت کچھ دنوں مینہ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرس سے تو اگر اکثر مینہ کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرس سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر۔ (درمختار: جز:3،ص:316)

مسئلہ:3

عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا اس پر عشر واجب ہے یونہی پہاڑ اور جنگل کے پھلوں میں بھی عشر واجب ہے بشرطیکہ بادشاہ اسلام نے حربیوں اور ڈاکوؤں اور باغیوں سے ان کی حفاظت کی ہو ورنہ کچھ نہیں۔ (درمختار: جز:3،ص:313)

مسئلہ:4

گیہوں، جو، جوار، دھان اور ہر قسم کے غلے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی، بینگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:186)

مسئلہ:5

جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارف زراعت ہل، بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔

(درمختار: جز:3،ص:317)

مسئلہ:6

عشر صرف مسلمانوں سے لیا جائے گا حتیٰ کہ عشری زمین مسلمان سے ذمی نے خرید لی اور قبضہ بھی کر لیا تو اب ذمی سے عشر نہیں لیا جائے گا بلکہ خراج لیا جائے گا اور مسلمان نے ذمی سے خراجی زمین خریدی تو یہ خراجی ہی رہے گی اس مسلمان سے اس زمین کا عشر نہ لیں گے بلکہ خراج لیا جائے۔ (درمختار: جز:3،ص:317)

مسئلہ:7

مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنالیا اگر اس میں عشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے اور خراجی پانی دیتا ہے تو خراجی اور دونوں قسم کے پانی دیتا ہے جب بھی عشری اور ذمی نے اپنے گھر کو باغ بنایا تو مطلقاً خراج لیں گے آسمان اور کنویں اور چشمہ اور دریا کا پانی عشری ہے اور جو نہر عجمیوں نے کھودی اس کا پانی خراجی ہے کافروں نے کنواں کھودا تھا اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا یا خراجی زمین میں کھودا گیا وہ بھی خراجی ہے۔ (درمختار: جز:3،ص:318)

مسئلہ:8

مکان یا مقبرہ میں جو پیداوار ہو اس میں نہ عشر ہے نہ خراج۔ (درمختار: جز:3،ص:320)

مسئلہ:9

جو چیز زمین کے تابع ہو جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:186)

مسئلہ:10

عشر اس وقت لیا جائے جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوئے ہوں۔ (جوہرۃ النیرۃ: ص:162)

مسئلہ:11

خراج ادا کرنے سے پیشتر اس کی آمدنی کھانا حلال نہیں یونہی عشر ادا کرنے سے پیشتر مالک کو کھانا حلال نہیں کھائے گا تو ضمان دے گا یونہی اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے کے عشر کا تاوان دے اور اگر یہ ارادہ ہے کہ کل کا عشر ادا کر دے گا تو کھانا حلال ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:187)

مسئلہ:12

کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا ٹیری کھا گئی یا پالے اور لو سے جاتی رہی تو عشر و خروج دونوں ساقط ہیں جبکہ کل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر لیں گے اور اگر چوپائے کھا گئے تو ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت تیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے

پہلے ہلاک ہو ورنہ ساقط نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:323)

مسئلہ: 13

تیار ہونے سے قبل زراعت بیچ ڈالی تو عشر مشتری پر ہے اگرچہ مشتری نے یہ شرط لگائی کہ پکنے تک زراعت کاٹی نہ جائے بلکہ کھیت میں رہے اور بیچنے کے وقت زراعت تیار تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر زمین و زراعت دونوں یا صرف زمین بیچی اور اس صورت میں سال پورا ہونے میں اتنا زمانہ باقی رہے کہ زراعت ہو سکے تو خراج مشتری پر ہے ورنہ بائع پر۔

(درمختار: جز:3، ص:324)

مسئلہ: 14

عشری زمین عاریۃً دی تو عشر کاشتکار پر ہے مالک پر نہیں اور کافر کو عاریت دی تو مالک پر عشر ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:187)

مسئلہ: 15

عشری زمین بٹائی پر دی تو عشر دونوں پر ہے اور خراجی زمین بٹائی پر دی تو خراج مالک پر ہے۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:328)

مسئلہ: 16

زمین جو زراعت کے لئے نقدی پر دی جاتی ہے امام صاحب کے نزدیک اس کا عشر زمیندار پر ہے اور صاحبین کے نزدیک کاشتکار پر ہے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قول صاحبین پر عمل ہے۔

(ردالمحتار: جز:3، ص:325)

مسئلہ: 17

عشر لینے سے پہلے غلہ بیچ ڈالا تو مصدق کو اختیار ہے کہ عشر مشتری سے لے یا بائع سے اور اگر جتنی قیمت ہونی چاہئے اس سے زیادہ پر بیچا تو مصدق کو اختیار ہے کہ غلہ کا عشر لے یا ثمن کا عشر اور اگر کم قیمت پر بیچا اور اتنی کمی ہے کہ لوگ اتنے نقصان پر نہیں بیچتے تو غلہ ہی کا عشر لے گا اور وہ غلہ نہ رہا تو اس کا عشر قرار دے کر بائع سے لیں یا اس کی واجبی قیمت۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:187)

مسئلہ: 18

انگور بیچ ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کر کے بیچا تو اس کی قیمت کا عشر لے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:187)

مسئلہ: 19

عشر واجب ہونے کے لئے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں مجنوں اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا وار ہو اس میں عشر واجب

ہے۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:185)

مسئلہ:20

جس پر عشر واجب ہوا اس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:185)

مسئلہ:21

عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔
(درمختار: جز:3،ص:313)

مسئلہ:22

اس میں نصاب بھی شرط نہیں ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو حتیٰ کہ مکاتب و ماذون نے کاشت کی تو اس پیداوار پر بھی واجب ہے بلکہ وقفی زمین میں زراعت ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے خواہ زراعت کرنے والے اہل وقف ہوں یا اجرت پر کاشت کی۔
(درمختار: جز:3،ص:313)

مسئلہ:23

جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی پیداوار سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہو ان میں عشر نہیں جیسے ایندھن، گھاس نرکل، سفیٹھا، جھاؤ، کھجور کے پتے، خطمی، کپاس، بینگن کا درخت، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی کے بیج، یونہی ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ ان کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں بیج مقصود نہیں ہوتے یونہی جو بیج دوا ہیں مثلاً کندر، میتھی، کلونجی اور اگر نرکل گھاس، بید، جھاؤ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لئے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے۔(درمختار: جز:3،ص:315)

مسئلہ:24

زفت اور نفط کے چشمے عشری زمین میں ہوں یا خراجی میں ان میں کچھ نہیں لیا جائے گا البتہ اگر خراجی زمین میں ہوں اور آس پاس کی زمین قابل زراعت ہو تو اس زمین کا خراج لیا جائے گا چشمہ کا نہیں اور عشری زمین میں ہو تو جب تک آس پاس کی زمین میں زراعت نہ ہو کچھ نہیں لیا جائے گا فقط قابل زراعت ہونا کافی نہیں۔(درمختار: جز:3،ص:321)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن معاذ بن جبل رضى الله عنه

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ متقی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں۔ بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ ابن جراح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا حاکم بنایا۔ اڑتیس سال عمر پائی 18ھ اٹھارہ ہجری میں طاعون عمواس میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 598)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب زَكَاةِ الْعَسَلِ

باب: شہد کی زکوۃ

یہ باب شہد کی زکوۃ کے بارے میں ہے۔

1365 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اَعْيَنَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْمِصْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ هِلَالٌ اَحَدُ بَنِي مُتْعَانَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشُورِ نَحْلٍ لَهُ وَكَانَ سَاَلَهُ اَنْ يَحْمِيَ لَهُ وَادِيًا يُقَالُ لَهُ سَلَبَةُ فَحَمَى لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَادِي فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْاَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم اِنْ اَدَّى اِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُورِ نَحْلِهِ فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ وَاِلَّا فَاِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَاْكُلُهُ مَنْ يَشَاءُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ وَنَسَبَهُ اِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ شَبَابَةَ بَطْنٌ مِنْ فَهْمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ مِنْ كُلِّ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ وَكَانَ يَحْمِي لَهُمْ

وَادِيَيْنِ زَادَ فَاَدَّوْا اِلَيْهِ مَا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمٰى لَهُمْ وَادِيَيْهِمْ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ بَطْنًا مِنْ فَهْمٍ بِمَعْنَى الْمُغِيْرَةِ قَالَ مِنْ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ وَّقَالَ وَادِيَيْنِ لَهُمْ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی متعان کا ہلال اپنے شہد کا عشر لے کر حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ وادی کا ٹھیکہ عطا فرما دیجئے جس کو سلبہ کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو وادی کا ٹھیکہ عطا فرما دیا۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سفیان نے مکتوب لکھ کر اس کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر فرمایا اس کو ٹھیکہ پر دے دو جس طرح رسول اللہ ﷺ کو عشر حاضر کرتا تھا ویسے ہی کرتا رہے ورنہ وہ جنگل کی مکھیاں وہاں سے جو چاہے ان کے شہد کو کھائے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں: بنی فہم کی ایک شاخ شبابہ۔ پس سابقہ حدیث ذکر کر کے فرمایا ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک ہے۔ سفیان بن عبداللہ ثقفی فرماتے ہیں: ان کے ذمے دو وادیوں کی حفاظت تھی اور فرمایا: وہ دیتے بھی رہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر کیا کرتے تھے اور دونوں وادیوں کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں: بنی فہم کی شاخ معناً مغیرہ جیسا فرمایا: دس مشکوں میں سے ایک مشک ہے اور فرمایا ان کے ذمے دو وادیاں تھیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 126، سنن دار قطنی: جز: 10، ص: 436، سنن النسائی: جز: 8، ص: 239، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 31، ص: 468)

شرح: آئمہ کرام کا اختلاف

شہد کے عشر کے بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

مالکیہ اور شافعیہ کا موقف

شہد کے عشر کے بارے میں مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ شہد قوت مدخر نہیں ہے۔

حنابلہ اور صاحبین کا موقف

حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک شہد میں عشر ہے کیونکہ شہد مکیل مدخر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد میں عشر ہے کیونکہ پیداوار میں عموم ہے اور جب عموم ہے تو شہد میں عشر ہے۔ امام

اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل اسی باب کی احادیث مبارکہ ہیں۔

شہد کا نصاب

شہد کے عشر میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد کا نصاب دس قرب مشکیزے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد کا نصاب دس فرق ہے (ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد کا نصاب پانچ فرق ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی نصاب نہیں قلیل وکثیر سب میں واجب ہے۔

مسئلہ

عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہو اس پر عشر واجب ہے۔ (درمختار: جز: 3، ص: 313)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي خَرْصِ الْعِنَبِ

باب: انگوروں کے اندازہ کا بیان

یہ باب انگوروں کے نصاب کو اندازہ سے دینے کے حکم میں ہے۔

1366 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ السَّرِيِّ النَّاقِطُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ وَتُؤْخَذُ زَكَاتُهُ زَبِيبًا كَمَا تُؤْخَذُ زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ

بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَعِيدٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَتَّابٍ شَيْئًا

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا: انگوروں کا اندازہ کھجوروں کے اندازہ کی طرح کیا کرو اور خشک پر جس طرح کھجوروں کی زکوٰۃ لیتے ہو ویسے ان کی بھی لیا کرو۔

(سنن الصغریٰ للبیہقی: ج:3، ص:176، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:121)

شرح: اختلاف آئمہ کرام

اندازہ کرنا جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف کھجور اور انگور میں ہو گا زیتون میں اندازہ نہیں کیا جائے گا اگرچہ زیتون میں زکوٰۃ واجب مگر اندازہ سے دینا مشروع نہیں مگر امام زہری، امام اوزاعی اور امام لیث کے نزدیک اس میں بھی اندازہ کیا جائے گا۔

انگور کی دو اقسام

انگور دو قسم کا ہوتا ہے۔

1- ایک چھوٹا انگور ہوتا ہے یہ جب خشک ہو جائے تو اس کو کشمش کہتے ہیں اور بڑا انگور جب خشک ہو جائے تو اس کو منقیٰ کہتے ہیں۔

مسئلہ

گیہوں، جو، جوار، باجرا، دھان اور ہر قسم کے غلے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی، بینگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:3، ص:317)

مسئلہ

انگور بیچ ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کر کے بیچا تو اس کی قیمت کا عشر لے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:187)

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عتاب بن اسيد رضى الله عنه

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ مکرمہ کے سال اسی مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک مکہ مکرمہ کے حاکم رہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی مکہ مکرمہ کے حاکم قائم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سرداران قریش میں سے تھے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی اموی ہیں فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر فرمایا یعنی حنین کی طرف روانگی کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے حاکم رہے۔ خلافت صدیقی میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ 13 تیرہ میں خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ سرداران قریش میں سے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:534)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الْخَرْصِ

باب: پھلوں کے اندازہ کرنے کا بیان

یہ باب پھلوں کے اندازہ کرنے کے بارے میں ہے۔

1367 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ سَهْلُ بْنُ اَبِیْ حَثْمَةَ اِلٰی مَجْلِسِنَا قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَصْتُمْ فَجُذُّوا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوْا اَوْ تَجُذُّوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ الْخَارِصُ يَدَعُ الثُّلُثَ لِلْحِرْفَةِ

حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود روایت کرتے ہیں: حضرت سہل بن ابوحثمہ ہماری مجلس میں آئے فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم ارشاد فرمایا: جب تم پھلوں کا اندازہ کرو تو وصولی کے دوران ایک تہائی کو چھوڑ دیا کرو اگر تم نے نہ چھوڑا اور لے بھی لیے تو چوتھائی حصہ چھوڑ دیا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اندازہ کرنے والا تہائی کو حرفہ کے پیش نظر چھوڑ دے۔

(مستدرک: ج:1،ص:560، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:123، سنن الترمذی: ج:3،ص:44، سنن الدارمی: ج:2،ص:351)

شرح: تہائی چھوڑنے میں اختلاف آئمہ کرام

☆ **قولہ ودعوا الثلث**

اندازہ کے دوران ایک تہائی مالک کے پاس چھوڑ دو جن کے نزدیک ایک تہائی چھوڑنا ہے وہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور

جن کے نزدیک ایک تہائی نہیں چھوڑنی وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہاں پر ان کی مراد تخفیف فی الزکوۃ نہیں بلکہ اس سے مقصد یہ ہے کہ چونکہ باغ والوں کے پاس فقراء بھی لینے کے لئے آتے ہیں اس لیے ایک تہائی یا چوتھائی مالک کے باغ میں رہنے دو تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بھی کچھ زکوۃ ادا کر سکے۔

جمہور اور احناف کے نزدیک اندازہ کا مطلب

اس بات کا اندازہ لگانا کہ درختوں پر جو پھل وہ کس قدر ہیں اور کھجور وزبیب بننے کے بعد کتنے ہوں گے تا کہ ابھی ہی یہ پتہ چل جائے کہ اس باغ میں اس قدر عشر لینا ہے جس کی مقدار بعد الجفاف متعین ہوگی اندازہ کا یہ مطلب احناف کے مؤقف کے مطابق ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا مطلب مقدار عشر کا فیصلہ کرنا ہے۔ جس کا مالک باغ کو ابھی سے ذمہ دار بنا دیا جاتا ہے کہ عشرہ کے لینے کے وقت تم سے ہم اس قدر زکوۃ لیں گے۔

اشکال

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو چاہئے تھا کہ پہلے اندازہ کرنے کا باب باندھتے بعد میں انگور کے اندازہ کا باب باندھتے کیونکہ مطلق مقدم ہوتا ہے مقید پر تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیوں کیا؟

جواب

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں مقصود صرف نص اندازہ کرنے کو بیان کرنا نہیں بلکہ اندازہ کرنے کے بارے میں بعض دوسرے احکام کو بیان کرنا بھی مقصود ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَتٰى يُخْرَصُ التَّمْرُ

باب: کھجوروں کا اندازہ کب کیا جائے گا؟

یہ باب اس بارے میں ہے کہ کھجوروں کا اندازہ کب کیا جائے گا آیا ظاہر ہونے پر اندازہ کرنا ہے یا پکنے پر اندازہ کرنا ہے۔

1368 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ وَهِيَ تَذْكُرُ شَأْنَ خَيْبَرَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ

يُؤْكَلَ مِنْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے خیبر کے احوال بیان فرماتے وقت فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کے یہود کے پاس بھیجتے تو وہ کھجور کھانے سے قبل ظاہر ہونے پر ان کا اندازہ لگا آتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:123، سنن الدارقطنی: جز:5،ص:320، شرح السنۃ: جز:1،ص:535، مسند احمد: جز:51،ص:299)

شرح: جمہور کا مسلک

یہ حدیث مبارکہ جمہور کے مسلک کے مطابق ہے کہ پھلوں کا اندازہ بدو صلاح کے بعد ہونا چاہئے اس سے پہلے نہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہود خیبر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ کھجوروں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے اور محنت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیبر بھیجتے تھے کیونکہ وہ اندازہ لگانے کے ماہر تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ان یہود سے فرمایا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے۔ (مراۃ المناجیح: جز:3،ص:47)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

☆ قولہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت سے دو سال پہلے نکاح ہوا۔ بعض سے تین سال پہلے کا قول بھی نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی اور رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 9 سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا محدثہ، مفسرہ، فقیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر

بن عویمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے دوسال پہلے ان سے نکاح کیا۔ ایک قول تین سال پہلے کا ہے۔ یہ واحدوہ کنواری خاتون تھیں جو آپ ﷺ کے عقد میں تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ ایک قول سات سال کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کرتے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ ﷺ چاہیں تو بیوہ سے کرلیں آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے کرلیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

بیوہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نے

آپ کے گھر میں کیسی برکت نازل فرمائی ہے۔

انہوں نے کہا:

وہ کس طرح؟

انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا:

اس کا حضور انور ﷺ سے کس طرح نکاح ہو سکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟

تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا:

وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر یہ واقعہ ذکر کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔ حضور انور ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال کی تھی۔

عروہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیر لیا میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا میں نے واپسی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا۔

مردوں میں (کون)؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا والد محترم۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

عطاء بن رباح فرماتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 5، ص 501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ماں حضرت ام رومان بنت عامر ابن عویمر رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو برس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے:

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچہ گواہ مگر محبوبہ، محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں۔ اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 688)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔
میں نے کہا:
وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3768)

حدیث مبارکہ:2

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا:
تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔ پھر میں یہ کہتا۔ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5125)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3769)

حدیث مبارکہ:4

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ
(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3770)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے، پھر وہ آ کر میرے

پاس کھیلتی تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6130)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عرض کیا گیا! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

عرض کیا:

مردوں میں کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کے باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) (سنن الترمذی: رقم الحدیث 3890)

حدیث مبارکہ: 7

مسروق سے روایت ہے: مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں باتیں کررہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ! یہ کون تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا۔

میں نے کہا:

(حضرت) دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا:

وعلیہ السلام داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔ (معجم الکبیر: ج:16، ص:95)

حدیث مبارکہ:8

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ بستر پر آرام فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اجازت دی۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابوقحافہ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔

میں خاموش رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

اے میری بیٹی! کیا تو ان سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا:

کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔

پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے پھر کہا:

آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ ﷺ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ

کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی، صلہ رحم کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی، تواضع اور انکساری کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی، ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمادی۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت عطا فرماتے ہیں یا نہیں۔ پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے۔ پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

آخر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2442)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عروہ سے روایت ہے:

مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنے کے لئے اس دن کے انتظار میں رہتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پس میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ کی قسم! مسلمان اپنے ہدیے بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح اچھائی چاہتی ہیں جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اچھائی چاہتی ہیں پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں یا جس زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہوں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ہدیہ پیش کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف مڑے تو میں نے دوبارہ یہی عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا جب میں نے تیسری بار عرض کیا:

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ بے شک تم میں سے کسی زوجہ کے بستر پر میری طرف وحی نازل نہیں ہوئی سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5125)

حدیث مبارکہ: 10

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتہ چلتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو! رب محمد کی قسم (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم)

اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ رب ابراہیم کی قسم (عزوجل وعلیہ السلام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ! میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے استفسار کیا۔

اور مردوں میں کون؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کے والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

پھر میں نے استفسار کیا۔

پھر کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ عنہ)

پھر آپ نے کئی اشخاص کے نام لیے پھر میں اس خوف سے خاموش رہا کہ میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4358)

حدیث مبارکہ: 12

عمرو بن غالب سے روایت ہے:

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا:

تو انہوں نے اس سے کہا:

تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں۔ تم رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 3858)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبدالرحمٰن بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عبداللہ بن صفوان اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک کو کہا:

اے فلاں! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تمہیں معلوم ہے؟

اس نے کہا:

ہاں! اے ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف عطا نہیں فرمائے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ نو اوصاف کیا ہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1- فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

2- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

3- نو سال کی عمر میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخصتی کی گئی۔

4- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف میں ہی کنواری خاتون تھی۔

5- میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے' پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

6- میرے بارے میں قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی (مثلاً تیمّم اور حد قذف کی مشروعیت)

7- میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8- میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی۔

9- جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ (مستدرک: ج:2،ص:191)

حدیث مبارکہ:14

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑو وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ جب وہ آ گئے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت کریں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہی تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ رضی اللہ عنہا کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الالواء میں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خیر رکھ دی پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما دی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(مسند احمد: جز: 1، ص: 220)

حدیث مبارکہ: 15

زہری سے روایت ہے:

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 243)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال وحرام، علم وشعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(مستدرک: رقم الحدیث 6793)

حدیث مبارکہ: 17

مسلم سے روایت ہے:

مسروق سے پوچھا گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی: رقم الحدیث 2859)

حدیث مبارکہ:18

احنف بن قیس سے روایت ہے:

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں۔ میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (مستدرک: رقم الحدیث 6792)

حدیث مبارکہ:19

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچالیا میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اگر تم پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: جز:2، ص:47)

حدیث مبارکہ:20

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 3883)

حدیث مبارکہ:21

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور انہوں نے عرض کیا:

ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما۔ ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو جزاء خیر دے آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3737)

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دسویں سال میں ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ (12) ربیع الاول پیر کے دن ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور ہجرت کے آٹھ مہینے بعد میری رخصتی ہو گئی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا گیا اس دن میری عمر نو سال کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5134)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی۔ (الطبقات الکبریٰ: جز: 8، ص: 50)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا:

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:8،ص:49)

حدیث مبارکہ:26

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے کہا: وہ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ (الاحزاب:28 تا 29)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ میں اللہ عزوجل اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4785)

حدیث مبارکہ:27

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ

کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3772)

حدیث مبارکہ: 28

قاسم بن محمد سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا آپ تو ان کے پاس جا رہی ہیں جو بہت سچے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3771)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت عروہ سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے اور فرماتے۔ میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے پر حریص تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3774)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں گمان کر رہے تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3773)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے کان لگا کر سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ اے اللہ عزوجل مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4440)

حدیث مبارکہ: 32

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو یہ فرما رہے تھے کسی نبی کی اس وقت روح قبض نہیں کی گئی جب تک کہ اس کو جنت

میں اس کا ٹھکانہ دکھا نہیں دیا گیا پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت طاری ہوا تو آپ ﷺ کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ آپ پر ایک ساعت غشی طاری ہوئی پھر آپ کو ہوش آ گیا۔ پھر آپ کی نظر چھت کی طرف جا لگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

الرفیق الاعلیٰ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

پھر میں نے دل میں سوچا! اب ہمیں اختیار نہیں کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کی وہ یہی تھی۔

اللھم! الرفیق الاعلیٰ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4463)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور آپ ﷺ کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں میں نے جان لیا کہ آپ مسواک کو پسند کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ

آیا میں آپ ﷺ کے لئے یہ مسواک لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا۔ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی آپ ﷺ کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا:

آیا میں اس کو آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں! پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا۔ آپ ﷺ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے "لا الہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا:

الرفیق الاعلیٰ میں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4449)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کون کون جنت میں ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7096)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت عروہ سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6781)

حدیث مبارکہ: 36

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کر دینا پھر آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6777)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مجھے سات ایسی صفات عطا فرمائی ہیں جو حضرت مریم بنت عمران کے سوا دنیا کی کسی عورت کو عطا نہیں کیں اور میں یہ بات دیگر ازواج پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لئے نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ کیا صفات ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1- فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا۔

2- سات سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور میرے سوا آپ کی کوئی کنواری بیوی نہیں تھی۔

3- میں آپ کے بستر میں ہوتی تھی اس وقت بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

4- میں سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھی اور میں اس شخص کی بیٹی تھی جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

5- اور میرے متعلق قرآن مجید میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں امت ہلاک ہو رہی تھی۔

6- میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ اور کسی زوجہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

7- میرے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی آپ ﷺ کے قریب نہیں تھا۔ (معجم الکبیر: جز: 22، ص: 31)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے سو میں نے نبی کریم ﷺ سے مرض الموت میں یہ سنا اس وقت آپ ﷺ بھاری آواز سے یہ فرما رہے تھے۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ۝ (النساء: 69)

''ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔''

اس وقت میں نے یہ گمان کیا کہ اب آپ کو اختیار دے دیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4436)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں اور حضور انور ﷺ ایک برتن میں غسل کرتے تھے اور آپ ﷺ کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ: ج: 2، ص: 545)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان تھا۔ حضور انور ﷺ مجھ سے سبقت و جلدی فرماتے حتیٰ کہ میں عرض کرتی میرے لئے تو پانی یا برتن چھوڑ دیجئے تا کہ میں بھی پانی لوں حالانکہ حضور انور ﷺ اور وہ دونوں جنبی ہوتے۔

یہ روایت بھی کمال اتحاد و اختلاط اور الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔ (مدارج النبوۃ: جز:2، ص:545)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت

حضرت عروہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے جس کا قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ (غزوہ بنو مصطلق) میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جانے کی قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکل آیا۔ پس میں پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی۔ مجھے کجاوہ میں بٹھایا اور کجاوہ سے اتارا جاتا۔ ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف بڑھی۔ اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سیپوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک دیا اور وہ لوگ جو میرے کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے کجاوے کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے کجاوے کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا یہ گمان تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے اور وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تا کہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے دیکھا تو مجھے پہچان لیا۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا انا للہ

وانا الیہ راجعون یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ پس ہلاک ہوا وہ جو ہلاک ہو گیا اور جس نے اس پر تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں کسی بات کا پتہ نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ اب رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ نہیں دیکھی تھی جیسی آپ ﷺ بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے۔ تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتہ نہیں تھا حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے۔ اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہا کی ماں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔ انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا کہتا ہے تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب میں اپنے گھر لوٹی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔ میں نے ماں سے پوچھا: اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے بیٹی حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہو گی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا لوگ واقعی

ایسی باتیں کررہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہوگئی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہوگئی تھی اور آپ ﷺ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے مشورے کررہے تھے رہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں اور جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ ﷺ کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں اور آپ ﷺ ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ ﷺ کو سچ سچ بتائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بریرہ رضی اللہ عنہا! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہے وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن سلول کی شکایت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت میرے گھر تک پہنچ گئی ہے سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے کوئی اور چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ گیا ہے تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اس معاملہ میں یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا۔ اگر (قبیلہ) اوس میں سے آپ ﷺ کو کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو میں اس کی گردن اڑادوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں میں سے (قبیلہ) خزرج میں سے کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو آپ ﷺ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور اس سے پہلے وہ نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کرسکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن

عبادہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔

اور انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اس پورے دن میں میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے۔ میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اس کو اجازت دی وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جس وقت ہم اسی کیفیت میں تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے متعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ برأت نازل فرما دے گا اور اگر بالفرض تم گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنے والد محترم سے کہا:

آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا:

آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں؟

انہوں نے بھی کہا:

میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہوگئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس (تہمت) سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی کام کا اعتراف کرلوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی مثال دیکھتی ہوں انہوں نے فرمایا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف:18)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی اس وقت مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر فرمادے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میرے نزدیک میری حیثیت اس سے بھی کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو لیکن میرا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو نیند میں ایسا خواب دکھادے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمادے گا پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا آپ ﷺ پر وحی نازل ہوگئی پھر جس طرح آپ ﷺ پر پسینہ آتا تھا اسی طرح آپ ﷺ پر پسینہ آگیا۔ وہ سخت سردی کا دن تھا۔ پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ ﷺ پر نازل ہو رہی ہیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے پھر جو پہلی بات آپ ﷺ نے کہی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری فرمادیا ہے۔

میری ماں نے کہا:

تم حضور انور ﷺ کی طرف کھڑی ہو۔

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ الخ (النور: 11 تا 20)"

جب اللہ عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمادیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچ دیا کرتے تھے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص صلے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور: 22)

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا:

کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ عزوجل کی قسم! میں مسطح پر اس خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھتے تھے۔ اے زینب رضی اللہ عنہا! کیا تم کو اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ! میں اپنے کانوں کی اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے خائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4750)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ کبھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ ﷺ کو محفوظ فرمایا ہے تو آپ ﷺ کو اس فاحشہ کے ساتھ ملوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ ﷺ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آپ ﷺ کو یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنے مقدس پاؤں سے وہ جوتی اتار دیں تا کہ آپ ﷺ کے مقدس پاؤں میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ ﷺ کی زوجہ اس فاحشہ سے ملوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا:

کیا تمہیں اس چیز کی خبر ہے؟

ان کی بیوی نے کہا:

یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟

انہوں نے کہا:

ہرگز نہیں۔

انہوں نے کہا:

اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔

(مدارک التنزیل: ج:3، ص:343)

اللہ تعالیٰ کا خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر گواہی دینا

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو پاک دامنی کی گواہی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے ایک شاہد نے گواہی دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر ایک پتھر نے گواہی دی مگر میری جان و مال، ماں باپ فدا ہوں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کہ جب آپ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تو آپ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر خود خالق باری تعالیٰ نے گواہی دی اور پاک دامنی پر مسلسل اٹھارہ آیات کریمہ نازل فرمائیں جن کی تلاوت قیامت تک ہر مسلمان کرتا رہے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

یہ اٹھارہ مسلسل روایات ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقٌ کَرِیْمٌ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزمخشری نے کہا:

کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جس قدر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے عتاب بلیغ ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری: ج:9،ص:419)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے روانہ ہونا اور جنگ جمل وقوع پذیر ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں مگر جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور برسر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی

قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ۔ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان سے قصاص لے سکیں اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا بہت زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔ (تاریخ ابن خلدون: جز:2، ص493 تا 494)

قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تاکہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہمراہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تاکہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا:

اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے بیٹے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:

تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز: 1، ص: 500)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں ان سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے پر سوار تھا؟

انہوں نے کہا:

حضرت القعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (الاصابہ: رقم الحدیث: 7142)

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس واپس گئے اور ان کو مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تاکہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف

سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بدعہدی کی سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز:1، ص503 تا504)

جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اوجب طلحة، آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے۔

اور کہا:

اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:5، ص:344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں جب عمرو بن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا:

اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔

اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کو دور کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: جز:5، ص346 تا347)

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء کرام نے کہا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے حج کی

نذر مان لی تھی اور انہوں نے نذر پوری نہ کرنے کو جائز نہیں سمجھا اور اگر وہ فتنہ کی اس آگ سے بچ جاتیں تو بہتر ہوتا۔ باقی رہا ان کا جنگ کی طرف جانا تو وہ جنگ کرنے نہیں گئی تھیں مگر مسلمانوں نے اس عظیم فتنہ کی ان سے شکایت کی کہ لوگ حرج میں مبتلا ہیں وہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی برکت سے فریقین میں صلح کروادیں اور لوگوں کو امید تھی کہ فریقین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام کا احترام کریں گے اور ان کے حکم پر عمل کریں گے کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق وہ تمام مومنوں کی ماں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات پر عمل کیا۔

لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ (النساء:114)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا کسی اور نیک کام کرنے کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:9)

''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔''

مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا جو حکم ہے اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام، سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس حکم کے موافق مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے حکم کی مکلف تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی سابق تقدیر اور اس کے علم ازل میں یہ مقرر تھا کہ یہ صلح نہیں ہوگی دونوں فریقوں کے درمیان بصرہ میں زبردست جنگ ہوئی جس سے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دونوں فریق فنا ہو جاتے۔ پھر کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور جب وہ اونٹ پہلو کے بل گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنبھال لیا اور ان کو بصرہ لے گئے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اونٹ کے گرنے کے بعد ان کے لشکر کو شکست ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی تیس معزز خواتین کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیکوکارہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی تھیں، پرہیزگار تھیں، مجتہدہ تھیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں جو اجتہاد کیا تھا وہ اس اجتہاد میں برحق اور صحت اور صواب پر تھیں اور اس اجتہاد کے موافق انہوں نے جو کچھ کاروائی کی وہ اس میں اجر وثواب کی مستحق تھیں۔ (احکام القرآن: جز:3، ص569 تا 570)

غم افسوس

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر بہت زیادہ غم اور افسوس ہوا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان واقعات کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ رضی اللہ عنہا کا دوپٹہ آنسوؤں سے

بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے:

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آجاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنی پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور آپ کا یہ افسوس ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہو گئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔

(تاریخ طبری: جز:3، ص:542)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الثَّمَرَةِ فِي الصَّدَقَةِ

باب: جن پھلوں میں زکوٰۃ جائز نہیں

یہ باب ان پھلوں کے متعلق ہے جن میں زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔

1369 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجُعْرُورِ وَلَوْنِ الْحُبَيْقِ أَنْ يُؤْخَذَا فِي الصَّدَقَةِ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَوْنَيْنِ مِنْ تَمْرِ الْمَدِينَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَسْنَدَهُ أَيْضًا أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

حضرت ابوامامہ بن سہل اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرور اور لون الحبیق کو زکوٰۃ میں لینے سے روکا تھا۔ زہری فرماتے ہیں: یہ مدینہ طیبہ کی خراب کھجوریں تھیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند یہ بھی ہے کہ اس کو ابوالولید سلیمان ابن کثیر نے زہری سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:559، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:136، سنن الدارقطنی: جز:5، ص:305، صحیح ابن خزیمہ: جز:4، ص:39)

1370 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي الْقَطَّانَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ

جَعْفَرٍ حَدَّثَنِی صَالِحُ بْنُ اَبِی عَرِیبٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَبِيَدِهِ عَصًا وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ قَنَا حَشَفًا فَطَعَنَ بِالْعَصَا فِي ذٰلِكَ الْقِنْوِ وَقَالَ لَوْ شَآءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِاَطْيَبَ مِنْهَا وَقَالَ اِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَاْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد میں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اقدس میں عصا مبارکہ تھا اور کسی شخص نے حشف کا گچھا لٹکایا ہوا تھا اس گچھے کو لاٹھی مار کر فرمایا: اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اچھا صدقہ بھی کر سکتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس صدقہ والا بروز حشر حشف کو ہی کھائے گا۔

(مستدرک: ج:2، ص:313، سنن الترمذی: ج:5، ص:403، سنن النسائی: ج:8، ص:232)

شرح: جعر وراور لون الحبیق گھٹیا کھجوروں کے نام

☆ قوله عن الجعرور ولون الحبيق

جعر ورا اور لون الحبیق ایک گھٹیا قسم کی کھجور کا نام ہے۔

زکوٰۃ وعشر میں ضابطہ

زکوٰۃ وعشر میں ضابطہ یہ ہے کہ نہ تو عمدہ قسم کی چیز دی جائے نہ گھٹیا قسم کی چیز بلکہ متوسط درجے کی چیز دی جائے یہ تب ہے کہ جب چیز ایک ہی ہو مثلاً کھجوریں ہیں تو ان کے تین درجے بنالیں 1-اچھا، 2-متوسط، 3-اور گھٹیا تو کھجور وہ دیں جو متوسط درجے کی ہو۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عوف بن مالك رضی اللہ عنہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بنی اشجع کا جھنڈا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اشجعی ہیں غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے۔ بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھا۔ آخر میں شام میں رہے وہاں ہی 73 تہتر میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:538)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب زَكَاةِ الْفِطْرِ

باب: صدقہ فطر

یہ باب صدقہ فطر کے متعلق ہے۔

1371 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَزِيْدَ الْخَوْلَانِيُّ وَكَانَ شَيْخَ صِدْقٍ وَكَانَ ابْنُ وَهْبٍ يَرْوِي عَنْهُ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَحْمُودٌ الصَّدَفِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَّمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض فرمایا ہے جو روزوں کی لغویات اور بیہودہ باتوں سے طہارت ہے۔ مساکین کے لئے دیکھ بھال ہے جس نے عید کی نماز سے قبل اس کو ادا کیا تو یہ مقبول زکوۃ ہے اور جس نے اس کو عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو یہ دوسرے صدقات کی مانند صدقہ ہوگا۔

(مستدرک: جز:1،ص:568، سنن ابن ماجہ: جز:5،ص:491)

شرح: زکوۃ کی دو اقسام

زکوۃ کی دو اقسام ہیں۔ 1- زکوۃ مالیہ، 2- اور زکوۃ بدنیہ جس کو صدقۃ الفطر کہا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کے اسماء

صدقۃ الفطر کے کئی اسماء ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

صدقہ رمضان، صدقۃ الصوم، صدقۃ الراس، صدقۃ النفوس، صدقۃ البدن۔

فطرہ کہنے کی وجہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرۃ سے چونکہ یہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اس لیے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے لہٰذا فطرہ ہے اصطلاح شریعت میں عید کے دن جو مالدار پر رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ فطرہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:51)

صدقہ فطر کی مشروعیت کا سال

صدقہ فطر کی مشروعیت کا سال 2ھ ہے۔

صدقہ فطر کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف

صدقہ فطر کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

جمہور شافعیہ اور جمہور مالکیہ وحنابلہ کا موقف

جمہور شافعیہ اور جمہور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔(اکمال اکمال المعلم: ج:3، ص:116)

بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے داؤد ظاہری کا بھی یہی آخری قول ہے۔

حنفیہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے۔(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:2، ص:218)

مسئلہ

صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگر چہ مسنون قبل نماز عید ادا کرنا ہے۔(درمختار: ج:3، ص:362)

صدقہ فطر کے وجوب کا سبب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان المبارک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب عید کا دن ہے حتیٰ کہ جو شخص عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

علامہ ہمام مولانا نظام رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔(فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:192)

صدقہ فطر واجب ہونے کی شرائط

صدقہ فطر کے واجب ہونے کی تین شرائط ہیں: 1-اسلام، 2-آزاد ہونا، 3-صاحب نصاب ہونا۔

مسئلہ

صدقہ فطر ہر مسلمان، آزاد، مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل، بالغ

اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (درمختار: جز:3،ص:365)

مسئلہ

صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا شرط نہیں مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا بخلاف زکوٰۃ وعشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ (درمختار: جز:3،ص:366)

مسئلہ

صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:367)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَتٰی تُؤَدّٰی بَاب مَتٰی تُؤَدّٰی

باب: صدقہ فطر کب ادا کیا جائے

یہ باب صدقہ فطر کے ادا کرنے کے وقت کے متعلق ہے۔

1372 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم ارشاد فرمایا: صدقہ فطر لوگوں کے نماز عید پڑھنے کے نکلنے سے قبل ادا کیا جائے۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو ایک یا دو دن پہلے دے دیا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1372)

شرح: آئمہ کرام کا اختلاف

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صدقہ فطر واجبات غیر موسعہ میں سے ہے چنانچہ ان کے نزدیک تاخیر یوم عید سے حرام ہے مگر اس وقت ادا نہ کرنے سے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد میں دینا قضاء شمار ہوگا اور مالکیہ

کے نزدیک یہ دینا تو ادا ہی ہوگا لیکن تاخیر کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک صدقہ فطر واجبات موسعہ میں سے ہے اس کے ادا کرنے کا وقت عمر بھر ہے یعنی عید سے قبل ادا نہ کیا تو عمر بھر میں اس پر ادا کرنا واجب ہوگا۔

مسئلہ

صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔ (درمختار: ج:3، ص:362)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَمْ يُؤَدَّى فِيْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

باب: صدقہ فطر کتنا ادا کیا جائے

یہ باب صدقہ فطر کی مقدار کے متعلق ہے۔

1373 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَّقَرَاَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ اَيْضًا عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ قَالَ فِيْهِ فِيْمَا قَرَاَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ زَكَاةُ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا فَذَكَرَ بِمَعْنٰى مَالِكٍ زَادَ وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ نَّافِعٍ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَرَوَاهُ سَعِيْدٌ الْجُمَحِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمَشْهُوْرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ لَيْسَ فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے اس میں فرماتے ہیں: رمضان المبارک کا صدقہ ہر صاحب نصاب پر واجب ہے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دے ہر مسلمان خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا ہے ایک صاع۔ آگے مالک کی طرح معناً ذکر کر کے اضافہ فرمایا: چھوٹا ہو یا بڑا (سب پر واجب ہے) اور حکم ارشاد فرمایا: اس کو لوگوں کے عید کی نماز کے نکلنے سے قبل دے دیا جائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ عمری نے نافع سے روایت کیا ہے: انہوں نے اس میں فرمایا ہر مسلمان پر۔ اور سعید جمحی نے نافع سے روایت کیا ہے: انہوں نے اس میں فرمایا: مسلمین سے اور عبیداللہ سے روایت مشہور ہے اس میں من المسلمین نہیں ہے۔

(سنن الصغریٰ للبیہقی: جز:3، ص:212، سنن ابن ماجہ: جز:5، ص:410)

1374 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح و حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ زَادَ مُوْسٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ فِيْهِ اَيُّوْبُ وَعَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِى الْعُمَرِيَّ فِىْ حَدِيْثِهِمَا عَنْ نَّافِعٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى اَيْضًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا۔ ایک صاع یا کھجوریں ہیں بچہ، بڑا، آزاد اور غلام پر موسیٰ نے اضافہ کیا کہ مرد اور عورت۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں ایوب اور عبداللہ یعنی عمری نے اپنی دونوں احادیث کو نافع سے روایت کیا ہے مرد ہو یا عورت۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1374)

1375 حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ رَوَّادٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُوْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْ تَمْرٍ اَوْ سُلْتٍ اَوْ زَبِيْبٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُم وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعٍ حِنْطَةً مَّكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْاَشْيَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدقہ فطر نکالتے تھے ایک صاع جو یا کھجوریں سلت یا زبیب۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب زمانہ عمر رضی اللہ عنہ کا آیا اور گندم میں اضافہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان اشیاء کو ایک صاع کے عوض نصف صاع گندم مقرر فرمائی۔

(مستدرک: جز:1، ص:568، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:165، سنن الدارقطنی: جز:2، ص:145، سنن النسائی: جز:8، ص:268)

1376 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَعَدَلَ النَّاسُ بَعْدُ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ التَّمْرَ عَامًا فَأَعْطَى الشَّعِيرَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لوگ اس کے بعد نصف صاع گندم دینے لگ گئے۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھجوریں دیتے تھے۔ اہل مدینہ میں ایک سال کمی کے باوجود آپ نے جو دیئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4 ص: 160، صحیح البخاری: جز: 5 ص: 385، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 14 ص: 250)

1377 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدَةُ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ وَذَكَرَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ أَوْ صَاعًا مِنْ حِنْطَةٍ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْحِنْطَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ أَوْ مِمَّنْ رَوَاهُ عَنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے ہم صدقہ فطر ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے۔ ہم یوں ہی نکالتے رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو آپ نے منبر پر لوگوں سے کلام فرمایا۔ اس میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مجھے علم ہے کہ شام کی دو مد گندم ایک صاع کھجوروں کے مساوی ہے پس لوگوں نے اسی کو ہی اختیار کیا۔ ابوسعید فرماتے ہیں: میں ہمیشہ اسی طرح نکالتا رہا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ابن علیہ اور عبدہ وغیرہما نے ابن اسحاق، عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان بن حکیم ابن

حزام، عیاض، ابوسعید سے معناً روایت کیا ہے اور ان میں ایک شخص نے ابن علیہ سے او صاع حنطۃ روایت کیا ہے اور یہ محفوظ نہیں ہے۔

مسدد نے اسماعیل سے روایت کیا ہے اس میں انہوں نے گندم کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو معاویہ بن ہشام نے ثوری، زید بن اسلم، عیاض، ابوسعید سے نصف صاع گندم کا ذکر فرمایا ہے اور معاویہ بن ہشام یا ان سے جس نے روایت کیا ہے ان کو وہم ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:5، ص:413، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:160، سنن الترمذی: جز:3، ص:89، سنن دارقطنی: جز:5، ص:367)

1378 حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ سَمِعَ عِيَاضًا قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ لَا اُخْرِجُ اَبَدًا اِلَّا صَاعًا اِنَّا كُنَّا نُخْرِجُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ اَوْ شَعِيرٍ اَوْ اَقِطٍ اَوْ زَبِيبٍ هٰذَا حَدِيثُ يَحْيَى زَادَ سُفْيَانُ اَوْ صَاعًا مِنْ دَقِيقٍ قَالَ حَامِدٌ فَاَنْكَرُوْا عَلَيْهِ فَتَرَكَهُ سُفْيَانُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَهْمٌ مِّنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ

ابن عجلان سے روایت ہے کہ انہوں نے عیاض سے سنا انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہمیشہ ایک صاع نکالوں گا کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں ایک صاع کھجوریں یا جو یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے یہ یحییٰ کی حدیث ہے سفیان نے یہ اضافہ کیا کہ ایک صاع آٹا۔ حامد کہتے ہیں: اس پر نکیر ہوئی تو سفیان نے اس کو ترک کر دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ زیادتی ابن عیینہ سے ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:172)

شرح: اختلاف آئمہ کرام

صدقۃ الفطر کی مقدار میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گندم اور انگوروں میں ایک صاع صدقہ کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصف صاع گندم دینی واجب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر میں ہر شخص کی طرف سے گندم اور انگوروں کے علاوہ ایک صاع ادا کرنا بالاجماع واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک گندم اور انگوروں میں بھی ایک صاع صدقہ کرنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے نصف صاع گندم واجب ہے۔ جمہور کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من اقط او صاعا من

زبیب ، وجہ دلالت یہ ہے کہ عرف حجاز میں طعام کا لفظ گندم کے ساتھ خاص ہے خاص طور پر جب طعام کا ذکر باقی اجناس کے ساتھ کیا گیا ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تمام اجناس کے ساتھ صاع کو واجب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں معتبر صاع ہی ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین اعتماد کرتے ہیں اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زیادہ زمانہ گزارا ہے اور وہ آپ کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انہوں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں ہے صرف ان کی رائے ہے اس لیے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔
(شرح للنواوی: جز:1،ص317 تا318)

احناف کے مؤقف پر دلائل

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا: عرف حجاز میں طعام صرف گندم کے ساتھ خاص ہے محض ایک دعویٰ ہے جو بغیر دلیل ہونے کی وجہ سے غیر مسموع ہے اور یہ ان کا اپنا قول ہے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے طعام کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ ہمارا طعام: جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھے۔

جیسا کہ روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صاع طعام صدقہ کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارا طعام جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھے۔ (صحیح البخاری: جز:1،ص:205)

مزید دلائل

گندم کے نصف ادا کرنے پر مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی والا بھیجا کہ سنو ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے ہر مرد اور عورت پر آزاد اور غلام پر اور چھوٹے اور بڑے پر گندم کا نصف صاع اور باقی چیزوں سے صاع۔ (سنن دار قطنی: جز:2،ص:141)

دلیل نمبر:2

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہر شہری اور دیہاتی پر ہر چھوٹے اور بڑے پر اور ہر آزاد اور غلام پر۔ (سنن دار قطنی: جز:2، ص:143)

دلیل نمبر:3

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاح جو یا نصف صاع گندم ہے جو ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے ہے۔ (سنن دار قطنی: جز:2، ص:143)

دلیل نمبر:4

حضرت ثعلبہ بن صُعیر سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صدقہ فطر، کھجور سے ایک صاع یا جو سے ایک صاع یا گندم سے نصف صاع ادا کرو ہر چھوٹے یا بڑے ہر مرد یا عورت، ہر آزاد یا غلام کی طرف سے۔ (سنن دار قطنی: جز:2، ص:147)

دلیل نمبر:5

حضرت عبداللہ بن ابی صعیر سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے دیا جائے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مالداروں کو پاک فرمادے گا اور جو فقیر ہیں تمہارے تو جو ان کو دیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے گا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1379)

دلیل نمبر:6

حضرت حسن سے روایت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں آخر رمضان میں منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ دو لوگ اس بات کو نہیں سمجھے تو آپ نے فرمایا: یہاں شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے ایک صاع کھجور، یا صاع جو یا نصف صاع گندم ہر آزاد یا غلام پر، ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1381)

صدقہ فطر کی مختلف اشیاء کی مقدار کے متعلق مسائل کثیرہ

صدقہ فطر کی مختلف اشیاء کی مقدار کے متعلق مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ:1

صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع کھجور یا منقیٰ یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1 ص:191)

مسئلہ:2

گیہوں، جو، کھجوریں، منقیٰ دیئے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں مثلاً نصف صاع عمدہ جو جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا باقی اس کے ذمہ باقی ہے ادا کرے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1 ص:192)

مسئلہ:3

نصف صاع جو اور چہارم صاع گیہوں دے یا نصف صاع جو اور نصف صاع کھجور تو بھی جائز ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1 ص:192)

مسئلہ:4

گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑے پوری کرے۔ (ردالمحتار: جز:3 ص:373)

مسئلہ:5

ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرا ادا کرنا چاہے مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو حتیٰ کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جو کی ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1 ص:191)

صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کا موقف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نصف صاع گندم دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن

ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما کا مذہب تھا اور تابعین میں سے حضرت سعید بن میتب، حضرت عطا، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت طاؤس، حضرت نخعی، حضرت شعبی، حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت عروہ، حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوقلابہ، حضرت عبدالملک بن محمد رضی اللہ عنہم وغیر ہم کا موقف تھا۔ (عمدۃ القاری: ج:9، ص:113)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ رَوٰی نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ

باب: جس نے نصف صاع گندم روایت کیا

یہ باب نصف صاع گندم فطرانہ کے متعلق ہے۔

1379 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ صُعَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ صُعَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى اَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيْهِ اللّٰهُ وَاَمَّا فَقِيْرُكُمْ فَيَرُدُّ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطٰى زَادَ سُلَيْمَانُ فِىْ حَدِيْثِهٖ غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ

حضرت عبداللہ بن ابوصعیر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے دیا جائے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہو یا غلام، مرد ہوں یا عورت جو تمہارے اغنیاء ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پاک فرما دے گا اور جو تمہارے فقراء ہیں ان کو جو دیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے کثیر عطا فرمائے گا۔ سلیمان نے اپنی حدیث میں غنی یا فقیر کا اضافہ فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:163؛ سنن دار قطنی: ج:5، ص:375)

1380 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّرَابِجَرْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا بَكْرٌ هُوَ ابْنُ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ قَالَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ بَكْرٍ الْكُوْفِيِّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى هُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ اَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعِ تَمْرٍ اَوْ صَاعِ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ رَاْسٍ زَادَ عَلِيٌّ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَوْ صَاعِ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ قَالَ ابْنُ صَالِحٍ قَالَ الْعَدَوِيُّ وَاِنَّمَا هُوَ الْعُذْرِيُّ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ الْمُقْرِءِ

عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دینے کے لئے قیام فرمایا تو آپ ﷺ نے صدقہ فطر کا حکم دیا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو وہ بھی ہر نفر سے۔ علی نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے کہ دو اشخاص کی طرف سے ایک صاع گندم یا گیہوں پھر دونوں نے چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام پر اتفاق کر لیا۔ عدوی نے کہا حالانکہ وہ عذری ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے دو دن قبل پہلے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا مقرء کی حدیث کی طرح معناً روایت کیا۔

(معجم الکبیر: جز:2، ص:87)

1381 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حُمَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ اٰخِرِ رَمَضَانَ عَلٰى مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا فَقَالَ مَنْ هَاهُنَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قُوْمُوْا اِلٰى اِخْوَانِكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم رَاٰى رُخْصَ السِّعْرِ قَالَ قَدْ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَلَوْ جَعَلْتُمُوْهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَالَ حُمَيْدٌ وَّكَانَ الْحَسَنُ يَرٰى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلٰى مَنْ صَامَ

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں آخر رمضان میں منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ دو لوگ اس بات کو نہیں سمجھے۔ آپ نے فرمایا: یہاں شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا صاع جو نصف صاع گندم ہر آزاد یا

غلام پر، ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر۔ پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور غلے کے اندر کثرت دیکھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم کو وسعت عطا فرمائی ہے پس تم ہر چیز کا ایک صاع بنالو۔ حمید فرماتے ہیں: حسن روزے رکھنے والے پر صدقہ کو ضروری قرار دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1381)

شرح: باب احناف کی دلیل

امام ابوداؤد سلمان بن اشعث متوفی 275ھ نے یہ باب احناف کی دلیل کے موافق بیان کیا ہے وہ یوں کہ احناف کے نزدیک صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گندم ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نصف صاع گندم کی احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

☆ اس مسئلہ پر مفصل کلام پچھلے باب میں ہو گیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ کے لئے روزہ رکھنا شرط قرار دینا

☆ **وكان الحسن سيرى صدقة رمضان على من صام**

یعنی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ صدقۃ الفطر کے وجوب کے صرف اس شخص پر قائل تھے جس نے رمضان کے روزے رکھے ہوں۔ اسی طرح حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی روزہ رکھنے والے کے متعلق ہے۔

مسئلہ

صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:367)

آزاد پر فطرانہ

☆ **هذه الصدقه...... على كل حرا و مملوك ذكر او انثى صغير او كبير**

یہاں پر آزاد، غلام مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے کے اوپر صدقہ فطر کو واجب قرار دیا گیا ہے لہٰذا پہلے آزاد کے بارے میں صدقہ فطر کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

مسئلہ

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد صاحب نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (درمختار: ج:3، ص:365)

نابالغ اور مجنون پر صدقہ فطر کا حکم

نابالغ یا مجنون اگر صاحب نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے اگر ولی نے ادا نہ

کیا اور نابالغ بالغ ہو گیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کر دیں اور اگر خود صاحب نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ (درمختار: ج:3، ص:365)

مرد مالک نصاب پر بچہ کی طرف صدقہ واجب ہونے کی صورت

مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے بچے کی طرف سے فطرانہ واجب ہے جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگر چہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اس کا صدقہ اس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔
(درمختار: ج:3، ص:368)

نابالغہ منکوحہ لڑکی کے صدقہ فطر کا حکم

نابالغ لڑکی جو اس قابل ہے کہ شوہر کی خدمت کر سکے اس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے یہاں اس کو بھیج بھی دیا تو کسی پر اس کی طرف سے صدقہ واجب نہیں نہ شوہر پر نہ باپ اور اگر قابل خدمت نہیں یا شوہر کے ہاں اس کو بھیجا نہیں تو بدستور باپ پر ہے پھر یہ سب اس وقت ہے کہ لڑکی خود صاحب نصاب نہ ہو ورنہ بہر حال اس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے۔
(درمختار: ج:3، ص:367)

ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر کا حکم

ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ واجب نہیں۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:368)

مسئلہ

اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اگر چہ اپاہج ہو اگر چہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔
(درمختار: ج:3، ص:370)

مسئلہ

عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔
(فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:193)

مسئلہ

ماں باپ، دادا دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔
(فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:193)

مسئلہ

ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے یونہی ایک مسکین کو چند اشخاص کا فطرہ دینا بھی بلا خلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔ (درمختار: جز:3،ص:377)

مسئلہ

شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا اس نے شوہر کے فطرہ کے گیہوں اپنے فطرہ کے گیہوں میں ملا کر فقیر کو دے دیئے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا شوہر کا نہیں مگر جبکہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔ (درمختار: جز:3،ص:378)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ

باب: زکوٰۃ جلدی دینا

یہ باب زکوٰۃ کے جلدی دینے کے متعلق ہے۔

1382 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَمَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ اِلَّا اَنْ كَانَ فَقِيرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهُ وَاَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ الْاَبِ اَوْ صِنْوُ اَبِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ لینے کے لئے روانہ فرمایا تو حضرت ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے انکار فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن جمیل کو اسی بات کا برا لگا کہ وہ فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی فرما دیا۔ اور رہے خالد تو تم ان کے اوپر ظلم کرتے ہو کیونکہ انہوں نے اپنی زرہوں اور ہتھیار کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دیا ہے بہرحال عباس یعنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی ذمہ داری میرے

اوپر ہے اور اس کی مثل پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کسی شخص کا چچا والد محترم کی مانند یا اس کے والد محترم جیسا ہوتا ہے۔

(سنن دار قطنی: جز:2، ص:123، شرح السنۃ: جز:3، ص:129)

1383 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ حُجَيَّةَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ قَالَ مَرَّةً فَأَذِنَ لَهُ فِي ذٰلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ هُشَيْمٍ أَصَحُّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ دینے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے ان کو رخصت عطا فرمائی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، منصور بن زاذان، حکیم، حسن بن مسلم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور حدیث ہشیم اصح ہے۔

(سنن ابوداؤد 1383)

شرح: مذاہب آئمہ کرام

زکوٰۃ کو جلدی ادا کرنے کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک ملک نصاب کے بعد حولان حول سے پہلے زکوٰۃ نکالنا جائز ہے۔ حسن بصری، داؤد ظاہر اور سفیان ثوری کے نزدیک جلدی زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں۔ ان کے قول کی علت یہ ہے کہ زکوٰۃ کا ایک وقت متعین ہے جس طرح نماز کا وقت متعین ہے وقت سے پہلے وہ جائز نہیں ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی وقت سے پہلے جائز نہیں ہے۔ مالکیہ کا مذہب بھی اسی طرح ہے مگر ایک قول کے مطابق تقدیم یسیر جائز ہے اور تقدیم یسیر کے متعلق ان کے اقوال یہ ہیں، ایک ماہ، پانچ دن، تین دن۔ بعض حنابلہ کے نزدیک صرف دو سال کی تقدیم جائز لکھی ہے۔

☆ ماينقم ابن جميل الا ان كان فقيراً فاغناه الله

یعنی نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن جمیل رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: اس کے واسطے زکوٰۃ ادا کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اس کے پاس اور تو کوئی عذر نہیں سوائے اس کہ وہ شروع میں فقیر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کو غنی کر دیا۔ یہاں پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کو غنی بنانا منع زکوٰۃ کا سبب اور عذر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی بھی سبب اور عذر منع زکوٰۃ اس کے پاس نہیں ہے۔ فصحاء عرب بعض دفعہ کسی شئی کی نفی میں مبالغہ اس طور پر کرتے ہیں کہ بجائے اسی شئی کی نفی کرنے کے اس کی جگہ

ایسی شئی رکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں جس میں اس کی صلاحیت بالکل نہیں ہوتی پس اگر ایسا کرنا مقام مدح میں ہو تو علم بیان میں اس کو تاکید المدح بما یشبہ الذم سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر مقام مذمت میں ہو تو اس کو تاکید الذم بما یشبہ المدح کہتے ہیں۔

☆ قوله واما خالد بن الوليد فانكم تظلمون خالداً......

یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تو اپنا جنگی سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا ہے پھر ان پر زکوۃ واجب کہاں سے ہوتی ہے لہٰذا تمہارا ان سے زکوۃ کا مطالبہ کرنا یہ ان پر ظلم کرنا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ بنتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا جب یہ حال ہے تو پھر وہ زکوۃ واجبہ دینے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں بلکہ تمہیں کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے۔

تیسرا مفہوم یہ بنتا ہے کہ

☆ واما العباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلم فهى على و مثلها......

یہاں پر دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی ضرورت یا بیت المال کی ضرورت سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوۃ پہلے ہی لے لی تھی اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زکوۃ میرے ذمہ کرم پر ہے میں ہی اس کو ادا کروں گا۔ امام دار قطنی متوفی 285ھ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ انا كنا احتجنا فتعجلنا من العباس صدقة ماله سنتين۔ خود اسی باب میں بھی تصریح ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلدی زکوۃ ادا کرنے کے بارے میں پوچھا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت عطا فرما دی تھی یہی بات اس قول کے مناسب ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الزَّكَاةِ هَلْ تُحمَلُ مِنْ بَلَدٍ اِلٰى بَلَدٍ

باب: زکوۃ ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جانا

یہ باب زکوۃ کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جانے کے حکم میں ہے۔

1384 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا اَبِیْ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَطَاءٍ مَوْلٰى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ زِيَادًا اَوْ بَعْضَ الْاُمَرَاءِ بَعَثَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لِعِمْرَانَ اَيْنَ الْمَالُ قَالَ وَلِلْمَالِ اَرْسَلْتَنِيْ اَخَذْنَاهَا مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَاْخُذُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعْنَاهَا حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابراہیم بن عطاء مولیٰ عمران بن حصین اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں: زیاد یا کسی حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ لینے کے لئے روانہ فرمایا وہ لوٹے تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو کہا: مال کدھر ہے انہوں نے فرمایا کیا مجھے مال لے کر آنے کے واسطے روانہ کیا تھا۔ ہم نے اس کو وصول کیا جدھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وصول کرتے تھے اور وہاں صرف کر دیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خرچ کرتے تھے۔

(مستدرک: جز:3، ص:535، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7، ص:9، مستدرک: جز:35، ص:247)

شرح:

باب فی زکوٰۃ السائمہ میں بیان فرمایا گیا تھا کہ توخذ من اغنیاء ھم وترد فی فقراء ھم یعنی جہاں تم جا رہے ہو وہاں اغنیاء سے لے کر وہاں کے فقراء کو دے دینا جس کا تقاضا یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے میں منتقل نہ کی جائے اسی وجہ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لیتے تھے وہاں ہی فقراء میں خرچ کر دیتے تھے۔

مسئلہ

دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے مگر جب کہ وہاں اس کے رشتے والے ہوں تو ان کے لئے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیزگار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا طالب علم کے لیے بھیجے یا زاہدوں کے لئے یا دارالحرب میں ہے اور زکوٰۃ دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے ہی بھیج دے ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:190)

مسئلہ

شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں مال ہو اگر خود ایک شہر میں ہے اور مال دوسرے شہر میں تو جہاں مال ہو وہاں کے فقراء کو زکوٰۃ دی جائے اور صدقہ فطر میں وہ شہر مراد ہے جہاں خود ہے اگر خود ایک شہر میں ہے اس کے چھوٹے بچے اور غلام دوسرے شہر میں تو جہاں خود ہے وہاں کے فقراء پر صدقہ فطر تقسیم کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:190)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ يُّعْطِي مِنَ الصَّدَقَةِ وَحَدُّ الْغِنٰى

باب: زکوٰۃ کس کو دے اور غنی کی حد

یہ باب زکوٰۃ کے مصارف کے متعلق ہے۔

1385 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ وَلَهٗ مَا يُغْنِيهِ جَائَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشٌ اَوْ خُدُوشٌ اَوْ كُدُوحٌ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْغِنٰى قَالَ خَمْسُونَ دِرْهَمًا اَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ قَالَ يَحْيَى فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ لِسُفْيَانَ حِفْظِي اَنَّ شُعْبَةَ لَا يَرْوِي عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ سُفْيَانُ حَدَّثَنَاهُ زُبَيْدٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سوال کیا اور وہ غنی ہو تو بروز حشر اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ پر طرح طرح کے زخم ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! غنی کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا۔ یحیٰی فرماتے ہیں: عبداللہ بن عثمان نے سفیان کو کہا: مجھے یاد ہے کہ شعبہ حکیم بن جبیر سے روایت کرتے ہی نہیں تو سفیان نے کہا ہم نے اس کو زبید سے اور انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:565، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:7، ص:24، سنن الترمذی: ج:3، ص:55، سنن دارقطنی: ج:5، ص:264)

1386 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ اَنَّهٗ قَالَ نَزَلْتُ اَنَا وَاَهْلِيْ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَقَالَ لِيْ اَهْلِيْ اذْهَبْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَاْكُلُهٗ فَجَعَلُوْا يَذْكُرُوْنَ مِنْ حَاجَتِهِمْ فَذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُّ عِنْدَهٗ رَجُلًا يَسْاَلُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا اَجِدُ مَا اُعْطِيكَ فَتَوَلَّى الرَّجُلُ عَنْهُ وَهُوَ مُغْضَبٌ وَّهُوَ يَقُوْلُ لَعَمْرِيْ اِنَّكَ لَتُعْطِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْضَبُ عَلَيَّ اَنْ لَّا اَجِدَ مَا اُعْطِيهِ مَنْ سَاَلَ مِنْكُمْ وَلَهٗ اُوقِيَّةٌ اَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَاَلَ اِلْحَافًا قَالَ الْاَسَدِيُّ فَقُلْتُ لَلِقْحَةٌ لَنَا خَيْرٌ مِّنْ اُوقِيَّةٍ وَالْاُوقِيَّةُ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا قَالَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَسْاَلْهُ فَقَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَعِيرٌ وَّزَبِيبٌ فَقَسَمَ لَنَا مِنْهُ اَوْ كَمَا قَالَ حَتّٰى اَغْنَانَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ كَمَا قَالَ مَالِكٌ

عطاء بن یسار بنی اسد کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں: میں اور میری اہلیہ کا بقیع غرقد میں نزول ہوا۔ میری اہلیہ نے مجھے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہواور ہمارے لیے کھانے کے واسطے کوئی چیز مانگ کر آؤ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا وہاں ایک سوال کرنے والے شخص کو آپ ﷺ کے پاس پایا اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے میرے پاس تو کچھ نہیں جو آپ کو عطا کروں تو وہ شخص واپس چلا گیا اور غصہ کی حالت میں یہ کہہ رہا تھا میری عمر کی قسم آپ ﷺ جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اوپر وہ ناراض ہورہا ہے کہ میرے پاس تو اس کو عطا کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں جو تم میں سے سوال کرے اور اس کے پاس ایک اوقیہ چاندی یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے لپٹے ہوئے سوال کیا۔ اسدی فرماتے ہیں: میں نے کہا: میرے پاس ایک اوقیہ سے تو زیادہ اونٹنی موجود ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا ہے تو میں واپس آ گیا اور آپ ﷺ سے سوال نہ کیا بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جو اور کشمش آئے اور اس سے ہمیں بھی تقسیم فرمایا یا جیسے فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح ثوری نے روایت کیا جس طرح کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7، ص:24، سنن النسائی: جز:8، ص:397)

1387 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الرِّجَالِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَالَ وَلَهُ قِيمَةُ اُوقِيَّةٍ فَقَدْ اَلْحَفَ فَقُلْتُ نَاقَتِى الْيَاقُوتَةُ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ اُوقِيَّةٍ قَالَ هِشَامٌ خَيْرٌ مِّنْ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا فَرَجَعْتُ فَلَمْ اَسْاَلْهُ شَيْئًا زَادَ هِشَامٌ فِىْ حَدِيْثِهِ وَكَانَتِ الْاُوقِيَّةُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا

عبدالرحمن بن ابی سعید خدری اپنے والد محترم حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سوال کیا حالانکہ اس کے ایک اوقیہ کا مال بھی ہے تو اس نے گڑگڑاتے ہوئے سوال کیا۔ میں نے کہا: میری یاقوتہ اونٹنی تو اس سے زیادہ کی ہے۔ ہشام فرماتے ہیں: چالیس درہم سے زیادہ کی ہے تو میں واپس آ گیا پس آپ ﷺ سے کوئی سوال نہ کیا۔ ہشام نے اپنی حدیث مبارکہ میں یہ اضافہ کیا کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں اوقیہ چالیس درہم کا تھا۔

(مسند احمد: جز:22، ص:167، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:21، ص:126)

1388 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ قَدِمَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ وَالْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَسَاَلَاهُ فَاَمَرَ لَهُمَا بِمَا سَاَلَا وَاَمَرَ مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ لَهُمَا بِمَا سَاَلَا فَاَمَّا الْاَقْرَعُ فَاَخَذَ كِتَابَهُ فَلَفَّهُ فِي عِمَامَتِهِ وَانْطَلَقَ وَاَمَّا عُيَيْنَةُ فَاَخَذَ كِتَابَهُ وَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَتُرَانِي حَامِلًا اِلٰى قَوْمِي كِتَابًا لَا اَدْرِي مَا فِيهِ كَصَحِيفَةِ الْمُتَلَمِّسِ فَاَخْبَرَ مُعَاوِيَةُ بِقَوْلِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَاِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِي لَا تَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْاَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَكُونَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَكَانَ حَدَّثَنَا بِهِ مُخْتَصَرًا عَلٰى هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ الَّتِي ذَكَرْتُ

حضرت سہل ابن حنظلیہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ کے پاس عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس آئے اور انہوں نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کے سوال پر دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا: ان کے سوال کے موافق مکتوب تحریر کردیں۔ اقرع نے مکتوب کو لے کر اپنے عمامہ میں لپیٹ دیا اور روانہ ہو گئے اور رہے عیینہ تو وہ مکتوب لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمد مصطفیٰ ﷺ! کیا میں وہ مکتوب لے کر اپنی قوم کے پاس جاؤں جس کی کیفیت کو جانتا ہی نہیں جس طرح صحیفہ قتل ہے، تو اس قول کی خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سوال کیا حالانکہ وہ غنی ہے تو اس نے دوزخ کی آگ کو اکٹھا کیا۔ اور نفیلی نے دوسری جگہ پر جہنم کی چنگاری کا فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! غنی کون ہے؟ نفیلی نے دوسری جگہ پر فرمایا: غنا کیا ہے؟ جس سے سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: جس کے پاس صبح اور شام کا کھانا موجود ہو۔ نفیلی نے دوسری جگہ کہا اس کے پاس ایک دن اور رات پیٹ بھر کر کھانا یا ایک رات اور دن کا ہو اور ہم نے جس کو بیان کیا ہے اس کو نفیلی نے ہمیں مختصراً الفاظ میں بیان کیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج46:6، ص135)

1389 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ اَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ اَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا قَالَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ

فَقَالَ اَعْطِنِی مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ فَجَزَّاهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ

عبدالرحمٰن بن زیاد سے روایت ہے کہ انہوں نے زیاد بن نعیم حضرمی سے سنا انہوں نے حضرت زیاد بن حارث صدائی سے سنا انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے بیعت کی آگے لمبی حدیث ذکر فرمائی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا مجھے زکوٰۃ سے عطا فرما دیجئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ زکوٰۃ میں کسی نبی کے حکم پر رضا مند نہیں ہوا حتیٰ کہ اس کے بارے میں ہی حکم ارشاد فرمایا اس کو آٹھ اجزاء کے لوگوں پر منقسم فرمایا پس اگر تم ان اجزاء سے تو میں تمہیں تمہارا حق عطا فرما دیتا ہوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 6)

1390 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَالْاُكْلَةُ وَالْاُكْلَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِي لَا يَسْاَلُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلَا يَفْطِنُوْنَ بِهِ فَيُعْطُوْنَهُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْمَعْنٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الْمُتَعَفِّفُ زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيْثِهِ لَيْسَ لَهُ مَا يَسْتَغْنِي بِهِ الَّذِي لَا يَسْاَلُ وَلَا يُعْلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ فَذَاكَ الْمَحْرُوْمُ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي لَا يَسْاَلُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ وَجَعَلَا الْمَحْرُوْمَ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ اَصَحُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسکین ایسا آدمی نہیں جو ایک اور دو کھجوروں اور ایک لقمہ اور دو لقمے کے واسطے پھرتا ہے لیکن مسکین وہ ہے جو کسی چیز کا بھی لوگوں سے سوال نہ کرے اور وہ اس کی کیفیت کا علم نہیں رکھتے کہ وہ اس کو دے دیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی کی مثل مسکین ایسا آدمی ہے سوال کرنے سے محفوظ رہے۔ مسدد نے اپنی حدیث مبارکہ میں یہ اضافہ کیا کہ اس کے پاس اتنی مالیت نہیں ہے وہ لوگوں سے اس کو مانگنا نہ پڑ جائے اور اپنی حاجت کو بھی ظاہر نہیں کرتا کہ اس پر صدقہ کریں۔ پس یہی محروم ہے اور

مسدد نے ذکر نہیں کیا کہ متعفف وہ ہے جو نہ مانگے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو محمد بن ثور اور عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے دونوں نے المحروم کو کلام زہری بنایا۔ اور وہ اصح ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:2، ص:248)

1391 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ فَسَاَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِينَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ اِنْ شِئْتُمَا اَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ

عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے: دو اشخاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حجۃ الوداع کے دن حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ بانٹ رہے تھے تو انہوں نے اس سے کچھ طلب کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس نگاہ کو اٹھا کر پھر جھکا دیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ہٹے کٹے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم دونوں چاہو تو تم کو عطا فرمادوں ورنہ اس میں غنی قوی اور کمانے والوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: جز:3، ص:137، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7، ص:14، سنن دارقطنی: جز:5، ص:256، مسند احمد: جز:47، ص:38)

1392 حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْاَنْبَارِيُّ الْخُتَّلِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ كَمَا قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ لِذِيْ مِرَّةٍ قَوِيٍّ وَالْاَحَادِيثُ الْاُخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهَا لِذِيْ مِرَّةٍ قَوِيٍّ وَبَعْضُهَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ زُهَيْرٍ اَنَّهُ لَقِيَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِقَوِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ غنی اور قوی کے لئے حلال نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو سفیان نے سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابراہیم نے فرمایا ہے اور اس کو شعبہ نے سعد سے روایت کر کے لذی مرۃ قوی فرمایا ہے اور دوسری احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ بعض میں لذی مرۃ قوی اور بعض میں لذی مرۃ سوی ہے۔ عطاء بن زہیر فرماتے ہیں: ان کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: صدقہ قوی، کمانے والے تندرست کے لئے حلال نہیں ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7، ص:13، سنن الترمذی: جز:3، ص:57، سنن دارمی: جز:1، ص:472، شرح السنۃ: جز:1، ص:395)

شرح:

زکوۃ کے مصارف فقراء اور مسکین ہیں نہ کہ غنی لوگ ہیں۔ فقراء اور مساکین پر خرچ کرنے کے بیان سے قبل ان کے معانی بیان کیے جاتے ہیں۔

فقیر کا معنیٰ

فقیر کا لفظ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

1- حاجت ضروریہ کا وجود مثلاً جن کو غذا، لباس اور مکان کی حاجت ہو اور اس معنیٰ میں ہر شخص فقیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (فاطر:15)

اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

2- جس شخص کے پاس مال جمع نہ ہو۔ فقہی اصطلاح میں جو شخص دوسو درہم یعنی باون اعشاریہ 5 تولہ چاندی کا مالک نہ ہو یا اس کے پاس اس کی حاجت اصلیہ سے زائد سو درہم کے مساوی رقم نہ ہو اور وہ مستحق زکوۃ ہو فقہاء احناف کے نزدیک فقیر کا یہی معنی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ:273)

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے ناواقف حال ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے۔

3- نفس کا بہت زیادہ حریص ہونا اس حدیث مبارکہ میں فقراء اسی معنیٰ میں ہے۔

یزید بن ابان قاضی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب ہو جائے۔ (مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث:5051)

اور اس فقر کے مقابل غنی کا یہ معنیٰ ہے غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو۔

4- اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص:24)

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے اپنی طرف محتاج کر کے (دنیا سے) مستغنی کر دے اور اپنے آپ سے مستغنی کر کے مجھے (دنیا کا) محتاج نہ کر۔ (المفردات: جز:2، ص495 تا496)

مسکین کا معنیٰ

مسکین کا معنیٰ ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور یہ فقیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ دست ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ (الکہف:79)

رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لئے تھی۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسکین کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: کشتی چھن جانے کے بعد ان کو مسکین فرمایا ہے دوسرا جواب یہ ہے: ان پر اس قدر زیادہ غربت اور مسکینی تھی کہ اس کے مقابلہ میں اسی کشتی کا ہونا لائق شمار تھا۔ (المفردات: جز:1، ص:312)

علامہ طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

مسکین کا معنیٰ ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور ایک قول یہ ہے: اس کے پاس تھوڑی سی چیز ہو۔ نبی کریم ﷺ نے دعا کی ہے کہ اے اللہ عزوجل! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما۔

آپ نے اس سے تواضع کا ارادہ فرمایا اور یہ کہ آپ جبارین اور متکبرین میں سے نہ ہوں۔ (مجمع بحار الانوار: جز:3، ص:96)

فقیر اور مسکین کے معنیٰ میں آئمہ کرام کا موقف

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فقیر وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور مسکین وہ ہے جو سعی کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مساکین گھومنے پھرنے والے ہیں اور فقراء فقراء مسلمین ہیں۔

حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فقراء وہ ہیں جو سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں۔ حضرت زہری اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فقیر اپاہج ہے اور مسکین وہ ہے جو تندرست اور محتاج ہو۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فقراء کا اطلاق فقراء مسلمین پر ہوتا ہے اور مساکین کا اطلاق اہل کتاب کے مساکین پر ہوتا ہے۔

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہ ہے کہ

جو سوال نہیں کرتے وہ فقراء ہیں اور جو سوال کرتے ہیں وہ مساکین ہیں۔ (جامع البیان: جز:10، ص202 تا 205)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن وہ نصاب زکوٰۃ سے کم ہو اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے برعکس ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقیر اور مسکین مساوی ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مثل ہے۔ (عنایت القاضی: جز:4، ص585 تا 586)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مسکین کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ''رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لئے تھی۔'' (الکھف: 79) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسکین کے پاس کچھ مال ہوتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب یہ ہے: وہ کشتی ان کی ملکیت نہیں تھی وہ اس کو کرائے پر چلاتے تھے یا انہوں نے اس کشتی کو عاریتاً لیا ہوا تھا دراصل وہ فقیر تھے ان کو از راہ ترحم مجازاً مسکین فرمایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا استدلال

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ عزوجل! مجھے بحالت مساکین زندہ رکھ اور بحالت مسکین مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کیوں کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مساکین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا مسکین کو رد نہ کرو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دو۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مساکین سے محبت رکھو اور ان کو قریب رکھو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں قریب رکھے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2359)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی دعا کی ہے اور ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! میں فقر، قلت اور ذلت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ

عزوجل! میں ظلم کرنے یا ظلم سہنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6368)
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر مسکین مالی طور پر فقیر سے کم ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقر سے پناہ مانگیں اور مسکین ہونے کی دعا فرمائیں جو کہ فقیر سے زیادہ ابتر حال ہے اور یہ تناقض کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

جواب

اس کا جواب کہ جس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے اس حدیث مبارکہ میں فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فقر النفس ہے یعنی وہ شخص جو مال پر بہت حریص ہو اور اس فقر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، سوال سے بچنے اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث 4389)
اس حدیث مبارکہ میں غنی سے مراد کثرت مال نہیں ہے بلکہ اس سے غنی النفس مراد ہے یعنی نفس کا مستغنی ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی جو دعا کی ہے اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار ہے۔

مصارف ثمانیہ کا بیان

قوله ان الله تعالى لم يرض بحكم نبي ولا غير في الصدقات حتى حكم فيها هو فجزاها ثمانية اجزاء

اس حدیث مبارکہ میں مصارف ثمانیہ کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مصارف ثمانیہ وہ ہیں جس کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا گیا۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط (التوبہ: 60)
"زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصولیوں پر مامور لوگ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافرین۔"
اس مقام پر فقیر اور مسکین کا معنیٰ سابقہ اوراق میں بیان کر دیا ہے اب یہاں مصارف ثمانیہ میں بقیہ کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

عاملین زکوٰۃ کا معنیٰ اور حکم

جو لوگ زکوٰۃ اور صدقات کو وصول کر کے لاتے ہیں ان کو ان کی محنت اور مشقت کے مطابق مال زکوٰۃ سے اجرت دی

جائے لیکن یہ اجرت اتنی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ زکوۃ کی وصول کردہ تمام رقم یا اس کے نصف پر محیط ہو۔

(عنایت القاضی: جز:4،ص:587)

اگر عامل کو اس مہم کے دوران کوئی شخص ذاتی طور پر کچھ ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ اس کے لئے جائز نہیں ہے وہ اس کو بھی وصول شدہ زکوۃ کی مد میں شامل کر دے۔

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب لیا تو اس نے کہا یہ وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیا گیا ہے اور یہ وہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھے رہے حتیٰ کہ تمہارے پاس ہدیے آتے اگر تم سچے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر عامل بناتا ہوں جس کام کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ولی بنایا ہے پھر تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آ کر کہتا ہے: یہ حصہ تمہارے لیے ہے اور یہ حصہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے پس وہ شخص کیوں نہ اپنے باپ کے گھر میں یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر بیٹھا حتیٰ کہ اس کے پاس ہدیہ آتا اگر وہ سچا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم تم اس مال میں سے جو چیز بھی ناحق لو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چیز کو اس کے اوپر لاد دے گا۔ سنو! میں اس شخص کو قیامت کے دن ضرور پہچان لوں گا جس کے اوپر اللہ تعالیٰ بلبلاتا ہوا اونٹ لاد دے گا اور جس کے اوپر ڈکراتی ہوئی گائے لاد دے گا یا منمناتی ہوئی بکری لاد دے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:7197)

حضرت عدی بن عمیر کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم میں سے جس شخص نے ہمارے لیے کوئی عمل کیا پھر اس میں سے کوئی چیز چھپالی خواہ وہ سوئی ہو یا اس سے بھی کمتر چیز تو وہ خیانت ہے اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا تب ایک سیاہ فام انصاری اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اپنا عمل مجھ سے لے لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں! اس نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اس طرح فرماتے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ کہا ہے کہ جس کو ہم کوئی کام سونپیں تو وہ قلیل اور کثیر ہر چیز لے کر آئے پھر اس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جو نہ دیا جائے وہ نہ لے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1833)

مؤلفۃ القلوب کی تعریف

زکوۃ کی ادائیگی کا چوتھا مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ وہ آزاد اور معزز لوگ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں عطا فرمایا تھا یہ پندرہ آدمی ہیں۔

1-ابوسفیان، 2-اقرع بن حابس

3-عینہ بن حصن، 4-حویطب بن عبدالعزی

5-سہل بن عمرو، 6-حارث بن ہشام

7-سہیل بن عمرو بن عمرو الجہنی، 8-ابوالسنابل

9-حکیم بن حزام، 10-مالک بن عوف

11-صفوان بن امیہ، 12-عبدالرحمٰن بن یربوع

13-صد بن قیس، 14-عمرو بن مرداسی

15-اور العلاء بن حارث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر شخص کو سو اونٹ دیئے اور ان کو اسلام کی ترغیب دی ماسوا عبدالرحمٰن بن یربوع کے اس کو آپ نے پچاس اونٹ دیئے اور حکیم بن حزام کو آپ نے ستر اونٹ دیئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کا مجھ سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی سو اونٹ پورے کر دیئے۔

مؤلفۃ القلوب کی دو اقسام

مؤلفۃ القلوب کی دو اقسام ہیں۔

1-مسلمان، 2-کفار

مسلمانوں کو صدقات میں سے اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان کا ایمان قوی رہے یا ان کے مماثل لوگوں کو اسلام کی طرف کرنے کے لئے۔

اور کفار کو اسلام کی ترغیب دینے کے لئے یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کو زکوۃ اور صدقات سے دیا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو عطا فرمایا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام کی طرف میلان دیکھا۔

علامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کے قلوب کی تالیف سے مستغنی کر دیا ہے اگر مسلمانوں کا سربراہ یہ دیکھے کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ ہے اور ان کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو نفع پہنچے گا تو ان کو مال فئے سے عطا کرے زکوۃ سے نہ دے۔

مذاہب اربعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مؤلفۃ القلوب کا معرف، مصارف زکوٰۃ سے اب ساقط ہو چکا ہے اور یہی شعبی کا قول ہے۔ امام مالک، امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ ان کا حصہ اب بھی ثابت ہے۔ زہری، ابوجعفر محمد بن علی اور ابوثور کا یہی مذہب اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کی ضرورت ہو تو ان کو دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (اللباب فی علوم الکتاب: ج:10،ص125تا126)

علامہ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی کا قول

علامہ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

مؤلفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام قبول کرنے میں ان کی نیت ضعیف تھی تو ان کے قلوب کو اسلام پر قائم اور برقرار رکھنے کے لئے ان کو عطا کیا جاتا ہے یا ایسے معزز لوگ کہ اگر ان کو عطا کیا جائے تو ان کو دیکھ کر ان جیسے دوسرے معزز لوگ اسلام لے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصین، اقرع بن حابس اور عباس بن مرداسی کو اسی وجہ سے عطا فرمایا تھا اور ایک قول یہ ہے: معزز لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے عطا کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عطا کرتے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خمس کے اس پانچویں حصہ سے عطا فرماتے تھے جو خالص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا اور کفار اور مانعین سے قتال کرنے کی طرف مائل کرنے کے لئے جن کو عطا کیا جائے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ایک قول یہ ہے: مؤلفۃ القلوب کو اسی لیے دیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت ہو اور اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی ہے تو ان کا حصہ ساقط ہو گیا۔ (انوار التنزیل مع عنایت القاضی: ج:4،ص:587)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی کا قول

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

مصارف زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب ساقط ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور ان سے مستغنی کر دیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:204)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رد کر دیا تھا۔ عیینہ اور اقرع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک زمین کو طلب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خط لکھ دیا۔ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پھاڑ دیا اور کہا: یہ وہ چیز ہے جو تمہیں رسول اللہ ﷺ عطا کرتے تھے تا کہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور تم سے مستغنی کر دیا ہے اب اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہتے ہو تو ٹھیک ورنہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے برحق نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر ضرور انکار کرتے اور یقیناً ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس سے ان کو علم ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے اس حکم کو منسوخ کر دیا تھا یا یہ حکم آپ ﷺ کی حیات کے ساتھ مقید تھا یا یہ حکم کسی علت کے ساتھ معلل تھا اور اب وہ علت نہیں تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:29)

آپ فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی جانب سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(فتح القدیر: جز:2،ص:265)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی کا قول

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

علامہ علاؤ الدین عبد العزیز نے کہا ان کی تالیف قلوب سے مقصود دین کا اعزاز اور غلبہ تھا کیونکہ غلبہ کفر کے زمانہ میں اسلام کمزور تھا اس وقت تالیف قلوب کے لئے عطا کرنے میں دین کا اعزاز تھا اور جب حال بدل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اب دین کا اعزاز ان کو نہ دینے میں ہے اور اصل مقصد دین کا اعزاز ہے وہ اپنے حال پر باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ جب پانی نہ ہو تو طہارت کے حصول کے لئے مٹی سے تیمم کرنا ضروری ہے اور جب حال بدل جائے اور پانی مل جائے تو اب مٹی سے تیمم کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا اور پانی کا استعمال کرنا ضروری ہوگا کیونکہ اب طہارت کے حصول کے لئے پانی کا استعمال کرنا متعین ہے اسی طرح دین کا اعزاز پہلے مؤلفۃ القلوب کو دینے میں تھا اور اب نہ دینے میں ہے اور اصل حکم دین کا اعزاز ہے وہ منسوخ نہیں ہوا۔ (العنایۃ: جز:2،ص265 تا 266)

غلام کو آزاد کرنے کے لئے زکوۃ دینا

جس غلام کے بارے میں مالک نے یہ کہا ہو کہ اگر اس نے اتنے روپے مجھے ادا کر دیئے تو یہ آزاد ہے اس غلام کو مکاتب کہا جاتا ہے اور اس کی آزادی میں تعاون کرنے کے لئے زکوۃ میں سے اس کو حصہ دینا مشروع کیا گیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک مکاتب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر لوگوں کو میرے لیے برانگیختہ کیجئے۔ تو حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو برانگیختہ کیا پس لوگ ...

اس کو کپڑے اور انگوٹھیاں دیں حتیٰ کہ بہت مال جمع ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مال کو جمع کر کے فروخت کیا اور اس کی مکاتبت ادا کر دی اور باقی مال بھی غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کر دیا اور لوگوں کو یہ رقم واپس نہیں کی اور یہ کہا: لوگوں نے یہ رقم غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے دی ہے۔ (جامع البیان: جز:10 ص:210)

علامہ ابو حفص عمر بن علی الدمشقی الحنبلی متوفی 880ھ لکھتے ہیں:

غلاموں کو آزاد کرانے میں کئی اقوال ہیں۔

1- اس سے مراد مکاتب ہیں تاکہ ان کو زکوٰۃ کے مال سے آزاد کرایا جائے۔

2- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ کہا: مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر ان کو آزاد کر دیا جائے۔

3- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد نہ کرایا جائے بلکہ مال زکوٰۃ سے کچھ رقم غلام کے لئے دی جائے اور اس سے مکاتب کی گردن آزاد کرانے میں مدد کی جائے کیونکہ وفی الرقاب فرمانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مال زکوٰۃ میں کچھ دخل ہونا چاہئے اور یہ اس کے منافی ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد کیا جائے۔

کیا تملیک ضروری ہے؟

بعض علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ مکاتب کی اجازت سے زکوٰۃ میں اس کا حصہ اس کے مالک کو دے دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے چار مصارف کا ذکر لام تملیک کے ساتھ کیا ہے اور جب رقاب کا ذکر کیا تو لام کی بجائے فی کا ذکر کیا اور فرمایا وفی الرقاب اور اس فرق کا کوئی فائدہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں زکوٰۃ میں سے ان کا حصہ ان کو دے کر ان کو ان حصص کا مالک بنا دیا جائے اور باقی مصارف میں زکوٰۃ میں ان کا حصہ ان کے مصالح اور ان کی بہتری اور ان کے فوائد میں خرچ کیا جائے اور ان کو ان کا مالک نہ بنایا جائے۔

زمخشری نے کہا ہے: آخری چار مصارف میں لام کے بجائے فی کا ذکر آیا ہے اور اس میں یہ بتانا ہے کہ آخری چار مصارف پہلے چار مصارف سے صدقہ اور زکوٰۃ دیئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ وہ صدقات کا ظرف اور محل ہیں اور فی سبیل اللہ و ابن السبیل میں جو فی کا تکرار کیا ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ان دو مصرفوں کو یعنی فی سبیل اللہ اور ابن السبیل کو پہلے دو مصرفوں پر زیادہ ترجیح ہے اور غلام کو آزاد کرنے اور مقروض کا قرض ادا کرنے کی بہ نسبت مال زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنا زیادہ راجح ہے۔ (اللباب فی علوم الکتاب: جز:10 ص:126)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

پہلے چار مصارف کے ساتھ لام اور آخری چار مصارف کے ساتھ فی ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ سے ان کا حصہ ادا کر کے ان کو ان حصوں کا مالک بنا دیا جائے اور آخری چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ میں سے ان کے حصہ کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کا حصہ ان کی فلاح اور ان کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ مکاتب کا مال اس کے مالک

کو دیا جائے گا اور مقروض کا مال اس کے قرض خواہ کو دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا بالکل واضح ہے اور مسافر بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں داخل ہے اس کو علیحدہ اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ اس کی خصوصیت پر تنبیہ ہو۔
(عنایت القاضی: ج:4،ص:588)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ سے ان کا حصہ دے کر ان کو مالک بنا دیا جائے گا کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے ان کا حصہ ان کو نہیں دیا جائے گا اور نہ ان کو اس پر تصرف کی قدرت دی جائے گی کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں بلکہ ان کی طرف سے ان کو قیمت ادا کر دی جائے گی اسی طرح مقروضوں کی زکوٰۃ کا حصہ ان کے قرض خواہوں کو دے دیا جائے گا اسی طرح مجاہدین کی زکوٰۃ کا حصہ ان کی ضرورت کا اسلحہ خریدنے میں خرچ کیا جائے گا اور اسی طرح مسافروں کی ضرورت کی چیزوں میں ان کا حصہ خرچ کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کو ان کے حصص نہیں دیئے جائیں گے بلکہ جس جہت سے وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں اس جہت میں ان کے حصہ کی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر: ج:6،ص86 تا 87)

علامہ خازن شافعی متوفی 725ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے پہلے چار مصارف میں تملیک ضروری ہے اور آخری چار مصارف میں تملیک کے بجائے ان کی ضروریات اور مصالح میں زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ (تفسیر خازن: ج:2،ص:253)

فقہاء احناف کے دلائل

زکوٰۃ کے تمام مصارف میں تملیک ضروری ہونے پر فقہاء احناف کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی کا قول

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ نصاب میں سے ایک چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف نکالا جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور فقیر کو مالک بنا کر اس کے سپرد وہ مال کر کے مالک کا قبضہ اس چیز سے منقطع ہو جائے یا فقیر کے نائب کے سپرد کر دے جو زکوٰۃ وصول کرنے والا ہے اور ملک فقیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہوگی اور صاحب مال فقیر کو مالک بنانے اور اس کے سپرد کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نائب ہوگا۔

اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ (التوبہ:104)

کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات لیتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

فقیر کی ہتھیلی پر آنے سے پہلے صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں آتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فقیر کو مالک بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اتو الزکوۃ زکوۃ دو اور الا تیاء تملیک ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے۔ انما الصدقات للفقراء اور تصدق کا معنیٰ تملیک ہے۔ پس نصاب کا مالک زکوٰۃ کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کی طرف نکالنے والا ہوتا ہے۔ ہم نے یہ کہا: فقیر کو زکوٰۃ سپرد کرتے وقت اس سے زکوٰۃ کی نسبت منقطع ہو جائے گی اور یہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف زکوٰۃ نکالنے کا معنیٰ عبادت اس وقت بنے گا جب فقیر کو مالک بنا کر وہ اس سے اپنی ملک کو باطل کر دے بلکہ حقیقت میں مالک اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور صاحب مال تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نائب ہے۔

اس قاعدہ کے مطابق مساجد، سرائے اور پانی کی سبیلیں بنانے، پلوں کی مرمت کرنے، مردوں کو دفن کرنے اور دیگر نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں تملیک بالکل نہیں پائی جاتی اسی طرح اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ سے طعام خریدا اور فقراء کو صبح اور شام کھانا کھلایا اور ان کو بعینہ طعام نہیں دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہوئی اور اگر اس نے مال زکوٰۃ سے کسی زندہ فقیر کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں بھی فقیر کو مالک نہیں بنایا گیا اور اگر فقیر کے حکم سے اس کا قرض ادا کیا گیا ہے تو جائز ہے کیونکہ اب فقیر کے لئے تملیک پائی گئی گویا کہ فقیر نے مال زکوٰۃ پر قبضہ کیا اور اس کو قرض کی ادائیگی کے لئے وکیل بنا دیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور قرآن مجید میں جو ہے وفی الرقاب، ان کے نزدیک اس کا یہی معنیٰ ہے کہ مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے اور ہمارے نزدیک تملیک واجب ہے اور آزاد کرنا مالک کو زائل کرنا ہے اور ہمارے نزدیک وفی الرقاب کا معنیٰ یہ ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکاتبین کی امداد کی جائے۔ (بدائع الصنائع: جز:2، ص456 تا457)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

مال زکوٰۃ سے مسجد بنائی جائے گی اور نہ میت کو کفن دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہے اور وہ رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ فقیر کو مال کا مالک بنا دیا جائے۔ (فتح القدیر: جز:2، ص:272)

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا

آئمہ ثلاثہ نے زکوٰۃ کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں تملیک کا ذکر نہیں کیا ان کے نزدیک تملیک زکوٰۃ کا رکن ہے نہ شرط۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی شافعی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:
کسی مخصوص چیز کو مخصوص مال سے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ جماعت مخصوصہ کے لئے لینا شرعاً زکوٰۃ ہے۔
(الحاوی الکبیر: جز:4،ص:3)

علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی مالکی کا قول

علامہ ابن العربی نے کہا ہے: زکوٰۃ کا اطلاق صدقہ واجبہ، صدقہ مستحبہ پر، نفقہ پر، عفو پر اور حق پر کیا جاتا ہے اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے سال گزرنے کے بعد نصاب کے ایک جز کو فقیر اور اس کی مثل کو دینا وہ فقیر غیر ہاشمی اور غیر مطلبی ہو اس کا رکن اخلاص ہے اس کا سبب ایک سال تک نصاب کا مالک ہونا ہے اس کی شرط عقل، بلوغ اور حریت ہے اس کا حکم یہ ہے کہ دنیا میں واجب ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب ملتا ہے اور اس کی حکمت مال کو میل کچیل سے پاک کرنا ہے۔
(شرح الزرقانی علی الموطا امام مالک: جز:4،ص:135)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا قول

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
(علامہ ابن العربی کی تعریف کو لکھ کر فرماتے ہیں) یہ بہت عمدہ تعریف ہے لیکن وجوب کی شرط میں اختلاف ہے۔
(فتح الباری: جز:3،ص:264)

علامہ منصور بن یونس بہوتی کا قول

علامہ منصور بن یونس بہوتی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:
زکوٰۃ کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ یہ وہ حق ہے جو مال مخصوص میں جماعت مخصوصہ (فقراء وغیرہ) کے لئے وقت مخصوص میں واجب ہے یعنی نصاب پر سال گزرنے کے بعد اور مال مخصوص سے مراد مویشی، سونا چاندی اور مال تجارت ہے۔
(کشاف القناع: جز:2،ص:5 تا 6)

جہاد کرنے والوں کے لئے زکوٰۃ کا حصہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جہاد کرنے والوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے اور ان کے لئے اسلحہ، گھوڑے اور کھانے پینے کی چیزیں خریدی جائیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو مسلمان حج کے لئے جائیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں اور ان کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غازی اور مجاہد کو اسی وقت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جب وہ محتاج ہو باقی آئمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

فی سبیل اللہ کے الفاظ صرف غازیوں اور مجاہدین میں منحصر نہیں ہیں اسی وجہ سے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ فقہاء نے زکوٰۃ کو نیکی کے تمام راستوں میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے مثلاً مردوں کو کفن دیا جائے، قلعے بنائے جائیں اور مساجد بنائی جائیں ان تمام امور میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا جائز ہے کیونکہ فی سبیل اللہ کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔
(تفسیر کبیر: ج:6،ص:87)

مسافروں کے لئے زکوٰۃ

مسافر سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس سفر میں مال اور اسباب نہ ہوں اور اس کو مدد کی ضرورت ہو اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس مال نہ ہو وہ زکوٰۃ قبول کرنے کے بجائے قرض مانگ لے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ مسافر کے لئے اپنی ضرورت سے زیادہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور مسافر کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جس کے پاس مال نہ ہو خواہ اس کے شہر میں اس کے پاس مال ہو اور محیط میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کی رقوم لوگوں کے پاس قرض ہوں اور وہ ان سے قرض وصول کرنے پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر کی طرح اس حال میں فقیر ہے اور خانیہ میں اس کی تفصیل ہے اس میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کا لوگوں پر میعادی قرض ہو اور وہ کھانے پینے میں محتاج ہو تو اس کے لئے قرض وصول ہونے کی مدت تک زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے اور اگر قرض غیر میعادی ہو لیکن مقروض تنگ دست ہو تب بھی اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر کی طرح ہے اور اگر مقروض امیر ہو تو پھر اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور اگر گواہ عادل نہیں ہیں پھر بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں مگر یہ کہ مقروض قاضی کے سامنے حلف اٹھا لے کہ اس نے اس تاجر کا قرض نہیں دینا پھر وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اس مسئلہ میں قرض کی رقم نصاب سے کم نہیں ہونی چاہئے۔
(روح المعانی: ج:10،ص:124)

حد غنی میں مذاہب فقہاء کرام

حد غنی میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

مالکیہ کا مذہب

مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ قوت عام یعنی سال بھر کی روزی کا حاصل ہونا یعنی جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لئے کافی ہو۔

شافعیہ کا مذہب

شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر روز کی آمدنی وکمائی کا بقدر کفایۃ حاصل کرنا یا بقیہ عمر غالب کی کفایۃ کا حصول ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

حنبلیہ کے نزدیک بقدر کفایہ مستقل معاش اور روزی کا حصول خواہ وہ نقد مال کے ذریعہ ہو یا بطریق کسب کے ہو۔ لہٰذا ایسا شخص غنی ہے نہ اس کے لئے سوال جائز ہے نہ زکوٰۃ کو لینا اگرچہ وہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو۔

حنفیہ کا مذہب

حنفیہ کے نزدیک غنی کی حد متعین ہے یعنی نصاب نامی کا مالک ہونا لہٰذا جو شخص صاحب نصاب ہوگا وہ ان کے نزدیک غنی ہے۔

مصارف زکوٰۃ کے متعلق مسائل

مصارف زکوٰۃ کے متعلق مسائل حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ:1

فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو مثلاً رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، خدمت کے لئے لونڈی، غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں یوں ہی اگر مدیون ہے اور دین نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو فقیر ہے اگرچہ اس کے پاس ایک تو کیا کئی نصابیں ہوں۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:333)

مسئلہ:2

فقیر اگر عالم ہو تو اسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:187)

مسئلہ:3

مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو حتیٰ کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے فقیر کو سوال ناجائز ہے کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:187)

مسئلہ:4

عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اس کو اور اس کے مددگاروں کا متوسط طور پر کافی ہو مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔

(درمختار: جز:3، ص:336)

مسئلہ:5

عامل اگرچہ غنی ہو اپنے کام کی اجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مال زکوٰۃ میں سے دینا بھی ناجائز اور اسے لینا بھی ناجائز ہاں اگر کسی اور مد سے دے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:188)

مسئلہ:6

غارم کو بھی دے سکتے ہیں غارم سے مراد مدیون ہے یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو مگر شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ (درمختار: جز:3،ص:339)

مسئلہ:7

راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے سواری اور زادراہ اس کے پاس نہیں تو اسے مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہ خدا عزوجل میں دینا ہے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہو یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس مال نہیں اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مگر اسے حج کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ یا طالب علم کہ علم دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہ خدا عزوجل میں دینا ہے بلکہ طالب علم سوال کر کے بھی مال زکوٰۃ لے سکتا ہے جبکہ اس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لئے فارغ کر رکھا ہو اگرچہ کسب پر قادر ہو یونہی ہر نیک بات میں زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے جبکہ بطور تملیک ہو کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ (درمختار: جز:3،ص:339)

مسئلہ:8

مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکوٰۃ لے سکتا ہے اگرچہ اس کے گھر مال موجود ہو مگر اسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے زیادہ کی اجازت نہیں یونہی اگر مالک نصاب کا مال کسی میعاد تک کے لئے دوسرے پر دین ہے اور ہنوز میعاد پوری نہ ہوئی اور اب اسے ضرورت ہے یا جس پر اس کا آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں یا موجود ہے مگر نادار ہے یا دین سے منکر ہے اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو تو ان سب صورتوں میں بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرض ملے تو قرض لے کر کام چلائے۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:188)

مسافر یا اس مالک نصاب نے جس کا اپنا مال دوسرے پر دین ہے بوقت ضرورت مال زکوٰۃ بقدر ضرورت لیا پھر اپنا مال مل گیا مثلاً مسافر گھر پہنچ گیا یا مالک نصاب کا دین وصول ہو گیا تو جو کچھ زکوٰۃ میں باقی ہے اب بھی اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔

(ردالمحتار: جز:3،ص:340)

مسئلہ:9

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے کر یا ان میں کسی ایک کو دے خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا

ایک کو یا مال زکوٰۃ اگر بقدر نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدر نصاب دے دینا مکروہ مگر دے دیا تو ادا ہو گئی ایک شخص کو بقدر دینا مکروہ اس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیون نہ ہو اور مدیون ہو تو اتنا دے دینا کہ دین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں یونہی اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگر چہ نصاب یا زیادہ ہے مگر اہل وعیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔ (فتاوی عالمگیری: جز: 1، ص: 188)

مسئلہ: 9

1- اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے۔

2- اور اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسی، نواسا وغیرہم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ یونہی صدقہ فطر و نذر و کفارہ بھی انہیں نہیں دے سکتا۔ رہا صدقہ نفل تو وہ دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔ (ردالمحتار: جز: 3، ص: 344)

مسئلہ: 10

بہو، داماد اور سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ یا زوجہ کی اولاد کو دے سکتا ہے اور رشتہ داروں میں جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اسے زکوٰۃ دے سکتا ہے جبکہ نفقہ میں محسوب نہ کرے۔ (ردالمحتار: جز: 3، ص: 344)

مسئلہ: 11

ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کر کے زکوٰۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر انہیں دے یہ مکروہ ہے۔
(ردالمحتار: جز: 3، ص: 344)

مسئلہ: 12

اپنے یا اپنی اصل یا اپنی فرع یا اپنی زوج یا اپنی زوجہ کے غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا اس غلام کو جس کے کسی جز کا یہ مالک ہو اگر چہ بعض حصہ آزاد ہو چکا ہو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ (فتاوی عالمگیری: جز: 1، ص: 189)

مسئلہ: 13

عورت شوہر کو اور شوہر عورت کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اگر چہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو جب تک عدت میں ہے اور عدت پوری ہو گئی تو اب دے سکتا ہے۔ (درمختار: جز: 3، ص: 345)

مسئلہ: 14

جو شخص مالک نصاب ہو (جبکہ وہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان، سامان، خانہ داری، پہننے کے کپڑے، خادم، سواری کا جانور، ہتھیار، اہل علم کے لئے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں کہ یہ سب حاجت اصلیہ سے ہیں اور وہ چیز ان کے علاوہ ہو اگر چہ اس پر سال نہ گزرا ہو اگر چہ وہ مال نامی نہ ہو) ایسے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اور نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس

کی قیمت دوسودرہم ہواگرچہ وہ خود اتنی نہ ہوکہ اس پرزکوٰۃ واجب ہومثلاً چھ تولے سونا جب دوسودرہم قیمت کا ہوتو جس کے پاس ہے اگرچہ اس پرزکوٰۃ واجب نہیں کہ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے مگراس شخص کوزکوٰۃ نہیں دے سکتے یااس کے پاس تیس بکریاں یابیس گائیں ہوں جن کی قیمت دوسودرہم ہے اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتا اگرچہ اس پرزکوٰۃ واجب نہیں یااس کے پاس ضرورت کے سوااسباب ہیں جوتجارت کے لئے بھی نہیں اوروہ دوسودرہم کے ہیں تواس کوزکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

(ردالمحتار: ج:3،ص:346)

مسئلہ:15

غنی مرد کے نابالغ بچے کوزکوٰۃ نہیں دے سکتا اورغنی کی بالغ اولاد کو دے سکتا ہے جبکہ فقیر ہوں۔(درمختار: ج:3،ص:348)

مسئلہ:16

غنی کی بی بی کو دے سکتے ہیں جبکہ مالک نصاب نہ ہو یونہی غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جبکہ فقیر ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:189)

مسئلہ:17

جس عورت کا دین مہراس کے شوہر پر باقی ہے اگرچہ وہ بقدر نصاب ہواگرچہ شوہر مالدار ہوادا کرنے پر قادر ہواسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔(جوہرۃ النیرۃ:ص:167)

مسئلہ:18

جس بچہ کی ماں مالک نصاب ہے اگرچہ اس کا باپ زندہ نہ ہواسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔(درمختار: ج:3،ص:349)

مسئلہ:19

جس کے پاس مکان یادکان ہے جسے کرایہ پر اٹھاتا ہے اوراس کی قیمت مثلاً تین ہزار ہومگر کرایہ اتنا نہیں جواس کی اور بال بچوں کی خورش کو کافی ہوسکے تواس کوزکوٰۃ دے سکتے ہیں یونہی اس کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں جوسال بھر کی خورش کے لئے کافی ہواس کوزکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ کھیت کی قیمت دوسودرہم یازائد ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:189)

مسئلہ:20

جس کے پاس کھانے کے لئے غلہ ہو جس کی قیمت دوسودرہم ہواوروہ غلہ سال بھر کو کافی ہے جب بھی اس کوزکوٰۃ دینا حلال ہے۔

(ردالمحتار: ج:3،ص:346)

مسئلہ:21

سردی کے کپڑے جن کی گرمیوں میں حاجت نہیں پڑتی حاجت اصلیہ میں ہیں وہ کپڑے اگر چہ بیش قیمت ہوں زکوٰۃ لے سکتا ہے جس کے پاس رہنے کا مکان حاجت سے زیادہ ہو یعنی پورے مکان میں اس کی سکونت نہیں یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے۔
(ردالمحتار: جز:3،ص:347)

مسئلہ:22

عورت کو ماں کے یہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کے سامان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن اس قسم کی چیزیں کتنی قیمت کی ہوں ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں دوسری وہ چیزیں اصلیہ سے زائد ہیں زینت کے لئے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ اسباب اور برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت بھاری جوڑے ان چیزوں کی قیمت اگر بقدر نصاب ہے عورت غنی ہے زکوٰۃ نہیں لے سکتی۔
(ردالمحتار: جز:3،ص:347)

مسئلہ:23

جو شخص مرض الموت میں ہے اس نے زکوٰۃ اپنے بھائی کو دی اور یہ بھائی اس کا وارث ہے تو زکوٰۃ عند اللہ ادا ہوگئی مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سے اس زکوٰۃ کو واپس لیں کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لئے بغیر اجازت دیگر ورثہ وصیت صحیح نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:344)

مسئلہ:24

جس نے تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور زکوٰۃ دے دی بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہے یا کچھ حال نہ کھلا تو ادا ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا اس کے والدین میں کوئی تھا یا اپنی اولاد تھی یا شوہر تھا یا زوجہ تھی یا ہاشمی یا ہاشمی کا غلام تھا یا ذمی تھا جب بھی ادا ہوگئی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اس کا غلام تھا یا حربی تھا تو ادا نہ ہوئی اب پھر دے اور یہ بھی تحری ہی کے حکم میں ہے کہ اس نے سوال کیا اس نے اس کو غنی نہ جان کر دے دیا یا وہ فقیروں کی جماعت میں انہیں کی وضع میں تھا اسے دے دیا۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:189)

مسئلہ:25

اگر بے سوچے سمجھے دے دی یعنی یہ خیال بھی نہ آیا کہ اسے دے سکتے ہیں یا نہیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اسے نہیں دے سکتے تھے تو ادا نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اگر دیتے وقت شک تھا اور تحری نہ کی یا کی مگر کسی طرف دل نہ جما یا تحری کی اور غالب گمان یہ ہوا کہ یہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں اور دے دیا تو ان سب صورتوں میں ادا نہ ہوئی مگر جبکہ دینے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ واقعی وہ مصرف زکوٰۃ

تھا تو ہوگئی۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:196)

مسئلہ:26

زکوۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھران کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھیوں کو پھران کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھران کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:190)

مسئلہ:27

مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اس دن اسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے اس کے کھانے، بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کر کے دے۔ (درمختار: جز:3، ص:358)

مسئلہ:28

جس کے پاس آج کھانے کو ہے یا تندرست ہے کما سکتا ہے اسے کھانے کے لئے سوال حلال نہیں اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز اور کھانے کو اس کے پاس ہے مگر کپڑا نہیں تو کپڑے کے لئے سوال کر سکتا ہے یونہی اگر جہاد یا طلب علم دین میں مشغول ہے تو اگرچہ صحیح تندرست کمانے پر قادر ہو اسے سوال کی اجازت ہے جسے سوال جائز نہیں اس کے سوال پر دینا بھی ناجائز دینے والا بھی گناہ گار ہوگا۔ (درمختار: جز:3، ص:357)

مسئلہ:29

بدمذہب کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ (درمختار: جز:3، ص:356)

مسئلہ:30

جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انہیں زکوۃ دے سکتے ہیں ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے سوا عامل کے کہ اس کے لئے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن السبیل اگرچہ غنی ہو اس وقت حکم فقیر میں ہے باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکوۃ نہیں دے سکتے۔

(درمختار: جز:3، ص:341)

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله سهل بن حنظليه رضى الله عنه

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ دنیا سے کنارہ کش اور عبادت وریاضت میں مصروف عمل رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حنظلیہ یا تو آپ رضی اللہ عنہ کی دادی یا والدہ محترمہ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے کنارہ کش عبادات و ریاضات میں مشغول تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ يَجُوزُ لَهُ اَخْذُ الصَّدَقَةِ وَهُوَ غَنِيٌّ

باب: جسے غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لینا جائز ہے

یہ باب اس غنی کے بارے میں ہے جسے غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

1393 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ اَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَاهَا الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدٍ كَمَا قَالَ مَالِكٌ وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الثَّبْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غنی کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں مگر پانچ کے واسطے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا، یا زکوٰۃ کا عامل، یا غارم یا اپنے مال سے زکوٰۃ کے مال کو خرید لے یا ایسا شخص جس کا پڑوسی مسکین تو مسکین پر صدقہ کرے اور مسکین نے غنی کو ہدیہ دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1393)

1394 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عِمْرَانَ الْبَارِقِيِّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ابْنِ السَّبِيْلِ اَوْ جَارٍ فَقِيْرٍ يُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ فَيُهْدِي لَكَ اَوْ يَدْعُوكَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ فِرَاسٌ وَابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا مسافر یا فقیر پڑوسی کو زکوٰۃ دے اور وہ آپ کو ہدیہ دے یا آپ کی دعوت کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو فرسی اور ابن ابی لیلیٰ، عطیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7 ص: 22، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 22 ص: 16، مسند عبد بن حمید: جز: 1 ص: 281)

شرح: آئمہ کرام کا مؤقف

زکوٰۃ کا مال غنی کے واسطے حلال نہیں ہے مگر پانچ غنی وہ ہیں جن کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ ایک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس شخص کے واسطے غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ مالکیہ کے نزدیک یہ عام ہے ہر مجاہد کے حق میں ہے اگرچہ دیوان میں اس کا نام ہو یا نہ ہو (مال فئی سے اس کو حصہ ملتا ہو جو مجاہدین کو ملا کرتا ہے) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو تطوعاً جہاد میں جانا چاہتا ہے یعنی از خود دیوان میں اس کا نام نہ ہو اور مال فئی سے اس کو حصہ نہ ملتا ہو۔ احناف کے نزدیک اس سے وہ مجاہد غنی مراد ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے کی صورت میں تو غنی ہو لیکن جہاد میں شرکت اور اس کی تیاری کے لئے سامان جہاد خریدنے کی وجہ سے اس کو فقر اور حاجت ہو گئی ہو تو یہ اپنی حالت سابقہ کی وجہ سے غنی ہے مگر اس حالت میں جو ابھی پیش ہوئی ہے اس لحاظ سے محتاج ہے۔ دوسرا وہ غنی ہے جس کو عامل کہا جاتا ہے اس پر تمام کا اتفاق ہے زکوٰۃ کے عامل کے لئے زکوٰۃ کو لینا جائز ہے اور اس کا غنی ہونا زکوٰۃ کو لینے سے مانع نہیں۔ وہ جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے زکوٰۃ پر عامل ہونے کی وجہ سے حاصل کرتا ہے۔ تیسرا وہ غنی مراد ہے جو مدیون ہو لہٰذا وہ مدیون جس کا دین اس مال سے زائد ہو جو اس کے پاس ہے یا اس کے برابر ہو یا کم ہو لیکن ادائے دین (یعنی قرض) کے بعد جو مال باقی رہے وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ چوتھا غنی وہ ہے جو مال زکوٰۃ کو فقیر سے خرید لے اس کے لئے بھی یہ مال زکوٰۃ جائز ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ مال زکوٰۃ کو خریدنے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ کس دوسرے کی دی ہوئی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دی ہوئی زکوٰۃ فقیر سے جمہور کے نزدیک جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ پانچواں وہ غنی ہے کہ اگر کسی غنی شخص کو فقیر مال زکوٰۃ ہدیہ کر دے تو یہ مال اس غنی کے لئے لینا جائز ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عطاء بن يسار رضى الله عنه

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مشہور تابعی

ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشہور تابعی ہیں۔ چوراسی سال عمر ہوئی۔ 97 ستانوے میں وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:547)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَمْ يُعْطِي الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِنَ الزَّكَاةِ

باب: ایک ہی آدمی کو کس قدر مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں

یہ باب اس بارے میں ہے کہ ایک ہی آدمی کو کس قدر مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

1395 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ زَعَمَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ اَبِي حَثْمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ يَعْنِي دِيَةَ الْاَنْصَارِيِّ الَّذِي قُتِلَ بِخَيْبَرَ

حضرت بشیر بن یسار سے روایت ہے: ان کا خیال ہے کہ ایک انصار کے ایک شخص جس کو سہیل بن ابی حثمہ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ دیت کے طور پر دیئے یعنی انصاری کی دیت جس کو خیبر میں قتل کیا گیا تھا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:46، ص:98)

شرح: مذاہب آئمہ کرام

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کو کتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ احناف کے نزدیک ایک ہی شخص کو مادون النصاب دی جاسکتی ہے اور بقدر نصاب دینا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہ شخص مدیون ہو تو پھر اس صورت میں اتنی دے سکتے ہیں کہ ادائے دین کے بعد اس کے پاس مادون النصاب باقی رہے ایسے ہی اگر کوئی شخص عیال دار ہے تو اس کو اس قدر دے سکتے ہیں کہ اگر وہ ان سب پر تقسیم کی جائے تو ہر ایک کے حصہ میں نصاب سے کم آئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک شخص کو کفایت کی مقدار دے سکتے ہیں۔ یعنی اتنی مقدار جو اس کو عیال کے ساتھ پورے سال کے لئے کفایت کر جائے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتنی مقدار دی جائے جو اس کی بقیہ عمر غالب تک کے لئے کفایت کر جائے اور عمر غالب ساٹھ سال ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ بقدر الحاجۃ دے سکتے ہیں۔

مسئلہ

مستحب یہ ہے کہ ایک ہی شخص کو اتنا دیں کہ اس دن اسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے اس کے کھانے، بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کر کے دے۔ (درمختار: ج:3،ص:358)

مسئلہ

مال زکوٰۃ اگر بقدر نصاب نہ ہو تو ایک شخص کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدر نصاب دے دینا مکروہ ہے مگر دے دیا تو ادا ہو گئی ایک شخص کو بقدر نصاب دینا مکروہ اس وقت ہے جبکہ وہ فقیر مدیون نہ ہو اور مدیون ہو تو اتنا دے دینا کہ دین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں یونہی اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے مگر اہل وعیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:188)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا تَجُوزُ فِيهِ الْمَسْأَلَةُ

باب: کس وقت سوال کرنا جائز ہے؟

یہ باب اس بارے میں ہے کہ سوال کس وقت کرنا جائز ہے؟

1396 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوال کرنا زخم ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو زخمی کر دیتا ہے تو جو چاہے اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے ترک کر دے مگر یہ کہ کوئی شخص سلطان سے سوال کرے یا اس وقت جب اس کی کوئی ظاہری صورت نہ پائی جاتی ہو۔

(معجم الکبیر: ج:7،ص:182، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:197، سنن النسائی: ج:8،ص:402، مسند احمد: ج:41،ص:183)

1397 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ رِيَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ

الْعَدَوِيُّ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِمْ يَا قَبِيصَةُ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ فَسَاَلَ حَتّٰى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَاجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ فَسَاَلَ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٍ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهٖ قَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا الْفَاقَةُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ فَسَاَلَ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ اَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ ثُمَّ يُمْسِكُ وَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں قرضے کی ضمانت کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اے قبیصہ حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے تو ہم اس سے تیرے لیے حکم عطا فرمائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوال کرنا تین اشخاص کے علاوہ حلال نہیں ہے ایک تو وہ شخص جس کے اوپر ضمانت کا وزن ہو تو اس کے واسطے حلال ہے تو اس نے سوال کر کے اس کو اس قدر حاصل کر لیا پھر ٹھہر جائے۔ ایک وہ شخص جس کے اوپر کوئی مصیبت آن پڑی جس کی وجہ سے اس کا مال ہلاک ہو گیا تو اس کے لئے سوال حلال ہے حتیٰ کہ اس قدر حاصل کر لے کہ جس سے گزارا کر سکے۔ ایک وہ شخص جس کے اوپر کوئی مصیبت آن پڑی حتیٰ کہ اس کی قوم سے تین شخص یہ کہیں کہ فلاں پر قوی آفت آن پڑی ہے تو اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے وہ سوال کر کے اتنا ہی حاصل کر لے جس سے گزارا کر سکے پھر وہ ٹھہر جائے ان کے علاوہ اے قبیصہ اوروں کو سوال کرنا حرام ہے جو اس کے واسطے سے کھائے وہ بھی حرام ہے۔

(معجم الکبیر: ج:18، ص:371، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:7، ص:21، سنن دارقطنی: ج:5، ص:258، سنن دارمی: ج:1، ص:487)

1398 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْاَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِي بَكْرٍ الْحَنَفِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهُ فَقَالَ اَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ ائْتِنِي بِهِمَا قَالَ فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِي هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ وَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُومًا فَاْتِنِي بِهٖ

فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُودًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهُ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَدْ اَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَّبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيءَ الْمَسْاَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار میں سے ایک شخص آیا اس نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ ایک کمبل ہے اس کا بعض حصہ لیتے ہیں بعض حصہ نیچے بچھایا کرتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونوں لے کر آؤ۔ راوی فرماتے ہیں: وہ دونوں اشیاء لے کر حاضر ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کو اپنے مقدس ہاتھوں میں لے کر ارشاد فرمایا: ان کو کون لیتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں ان کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون لیتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں ان دونوں کو دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اس کو عطا فرما دیں اور دو درہم لے لیے وہ دونوں انصاری کو عطا فرما دیں اور ارشاد فرمایا: ان سے راشن لے کر اپنے اہل وعیال کو دے دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی لے کر میرے پاس لے کر آؤ تو وہ لے کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھ سے دستے کو ڈالا۔ پھر اس کو ارشاد فرمایا: جا کر لکڑیاں کاٹو اور فروخت کر دو اور میں تم کو پندرہ دن نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتا رہا وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ کچھ کا کپڑا اور کچھ کا طعام خریدا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے اچھا ہے کہ تیرے چہرے پر قیامت کے دن سوال کرنے والا دھبہ ہو بے شک سوال کرنا ٹھیک نہیں مگر تین کے واسطے ایک اس کے لئے جو مٹی کے اوپر سلا دینے والے فقیر کے اندر ہو ایک اس کے لئے جو پریشان کرنے والے قرضہ کے اندر دب گیا ہو ایک اس کے واسطے جو حالت اکراہ کے خون میں پھنسا ہو۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 6، ص: 439)

شرح

☆ قوله ان المسئلة لاتحل الا لاحد ثلاثة رجل تحل حمالة

یعنی سوال کرنے کی گنجائش صرف تین لوگوں کو ہے ایک وہ شخص جس نے دو اشخاص کے درمیان صلح کرانے کے لئے اپنے ذمہ کسی کا حق لے لیا ہو کہ وہ اس کو ادا کرے گا۔ دوسرا وہ شخص جس کے مال پر کوئی ناگہانی آفت آن پڑی ہو جس کی وجہ سے اس

کا سارا کا سارا مال ہلاک ہو گیا ہو تو وہ شخص سوال کر سکتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس کی پہلے تو مالی صورت حال اچھی تھی مگر بعد میں تنگی میں پھنس گیا اور اس کی قوم کے تین اشخاص یہ شہادت دیں کہ ہاں واقعی فلاں شخص فاقہ میں مبتلا ہے۔

حدیث حمالہ کی تشریح

قولہ قال تحملت حمالة فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم...... الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں درج ذیل نکات لکھتے ہیں:

1- حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قوموں میں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔

☆ (فاتيت......)

2- تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں۔

☆ **حتى تاتينا الصدقه......**

3- صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنی اے قبیصہ اتنا توقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا زر ضمانت ادا کر دیا جائے گا۔

4- اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لیے نہیں بلکہ مقروض فقیر کے لئے ہے جس کا یہ ضامن ہے رب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہی مقروض ہیں۔

☆ **ورجل اضابته فاقة......**

5- یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کر دیا اگر یہ تندرست ہے کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔

☆ **سديداً......**

6- سداد یا سدیس کے فتح سے بمعنی رکاوٹ و آڑ یا تدلیس کے کرہ سے ہے بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے غرضیکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔

☆ حتی یقوم ثلثه من ذوی الحجی......

7- یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلاضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت وغنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی عادتوں کے بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوادی تا کہ عبرت پکڑیں اور قرض حتی الامکان نہ لیں۔

8- خیال رہے کہ تین کا یہ حصہ اضافی ہے حقیقی نہیں ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو وہ طالب جس نے اپنے کو طلب علم کے لئے وقف کر دیا اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں۔ مرقات نے فرمایا: خانقاہوں کے وہ مجاہد جنہوں نے اپنے کو ریاضت ومجاہدات کے لئے حقیقی معنی میں وقف کر دیا ہو ان کے لئے ان ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ تین سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3، ص65 تا66)

حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تشریح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

☆ المسائل كدوح بكدح بها الرجل وجهه

منہ کے کھرونچوں سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے۔

☆ الا ان يسال الرجل ذا سلطان...... الخ

یعنی یہ دو سوال جائز ہیں مستحق کا حاکم وقت سے اپنے وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس مالدار پر حج فرض ہوا اور بلا وجہ حج نہ کرے پھر غریب ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے جب مجبوراً بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لئے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3، ص:71)

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی تشریح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ ان رجلا من الانصار .

1-حضور انور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض وسوال میں گھرے ہوئے تھے چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں، جائیدادیں، مال، مکان وغیرہ گروی پڑے تھے سوال کر لینے کا عام رواج تھا کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب ونادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے۔

☆ بقال اما فی بیتك .

2-سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور ﷺ اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا۔ حضور انور ﷺ نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اس کی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے تو یہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی کو سنبھال دینا مشکل، حضور انور ﷺ نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جس کی مثال نہیں ملتی۔

☆ بلی حلس نلبس بعضه و نسیط بعضه

3-حس ح کے کسرہ سے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے یہاں دونوں معنیٰ کا احتمال ہے بھلا غیر نبی کی حد ہوگئی کہ اس اللہ تعالیٰ کے بندے کے بارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں حالت ہی کہ ایک ہی کمبل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اوڑھ لیتے جیسا کہ جمع متکلم ہے معلوم ہو رہا ہے حضور انور ﷺ نے ان غریبوں کو تخت وتاج کا مالک بنایا ہے۔

☆ من یشتری......

4-اگر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سرکار ﷺ اس مسکین سے فرما دیتے کہ یہ دونوں چیزیں بیچ کر کلہاڑی خرید لو جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چلاؤ مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور ﷺ کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی اس کے لئے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے۔ مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔

5-اس سے نیلامی کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں۔ اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں۔

6-خیال رہے کہ جس حدیث مبارکہ میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے یہاں یہ صورت نہیں یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کر رہا ہے لہٰذا احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں اس حدیث مبارکہ سے بیع معاطات (جسے بیع تعالی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب وقبول نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کر دینا جیسا کہ آج کل عام طور پر ہوتا ہے دیکھو حضور انور ﷺ نے یہاں

نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کر دی۔

☆ وقال اشتر باحمد هما طعاما فانبذه الى اهلك واشتر بالا خر قدوماً

7-یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تا کہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے کیونکہ حضور انور ﷺ نے یہ نہ فرمایا: بیوی سے بھی کمائی کرا۔دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر کہ حضور انور ﷺ نے کلہاڑی صرف مرد کو دی۔دو کلہاڑیاں لے کر مرد وعورت میں تقسیم نہ فرمائیں اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لئے بی اے،ایم اے کرا رہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھنا فرض ہے ان سے بالکل بے خبر ہیں۔

☆ فشد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عوداً بيده

8-اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے دیکھو حضور انور ﷺ نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی اب اسے عبرت ہوگئی کہ جب سرکار ﷺ خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں۔

☆ ثم قال اذهب فاحتطب وبع

9-اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کر لے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اس کو بیچ بھی سکتا ہے۔دوسرے یہ کہ نبی کریم ﷺ بہ فرمان الٰہی مالک احکام ہیں دیکھو حضور انور ﷺ نے اس کے لئے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرما دی حتیٰ کہ درمیان میں جملہ بھی آیا وہ بھی اس کے لئے معاف رہا اسی دوران میں اسے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھوں نہیں اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر میں پڑھی۔

10-اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار ﷺ ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے یہ ان کی خصوصیت میں سے ہے اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کر دے۔

☆ هذا خير لك......

11-یعنی حلال پیشہ خواہ کتنا بھی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے۔افسوس آج بہت سے لوگ اس کی تعلیم کو بھول گئے مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں۔

☆ ان المسالة لا تصلح الا لثلثة لذى فقر مدقع او لذى عزم......

تکلیف دہ فقیری میں فاخر اور فقیر کی معذوری یعنی بے دست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرض خواہ مہلت نہ دے مقروض کی آبروریزی پر تیار ہو تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا ہو جس کی دیت اس پر لازم ہو، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:3، ص74 تا 76)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارکہ تھا۔ ہجرت کے وقت دس سال کے تھے اور دس سال ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح کے بارے میں درج ذیل علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضمہ بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلب بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اپنے آپ کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ ایک قول ہے مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے اور ایک قول ہے ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ ایک قول نو سال کا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی ان کے باغ میں سال میں دو بار پھل لگتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ ان کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کا 91ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کا 92ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کا 93ھ میں وصال ہوا۔

اور ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 90ھ میں ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ایک سو تین سال تھی۔ ایک قول ایک سو دس کا ہے اور ایک قول ایک سو سات سال کا ہے۔

(اسد الغابہ: جز:1، ص:128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن مضر کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے۔ دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وفات ہوئی ایک سو تین سال عمر ہوئی۔ بعض نے فرمایا 99 سال عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے۔ اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی اکہتر 71 مسلم کی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:514)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ الْمَسْاَلَةِ

باب: بھیک مانگنے کی کراہت

یہ باب بھیک مانگنے کی کراہت کے متعلق ہے۔

1399 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْاَمِينُ اَمَّا هُوَ اِلَيَّ فَحَبِيبٌ وَّاَمَّا هُوَ عِنْدِي فَاَمِينٌ عَوْفُ ابْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ تِسْعَةً فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ قُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَاهُ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوا وَتُطِيعُوا وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً قَالَ وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا قَالَ فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ اُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا اَنْ يُّنَاوِلَهُ اِيَّاهُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ حَدِيثُ هِشَامٍ لَمْ يَرْوِهِ اِلَّا سَعِيدٌ

ابومسلم خولانی روایت کرتے ہیں: مجھے امین دوست نے حدیث بیان فرمائی۔ بہرحال وہ میرے دوست ہیں اور وہ میرے نزدیک امین بھی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات یا آٹھ یا نو اشخاص تھے۔ پس ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہو؟ جبکہ کچھ عرصہ قبل بیعت ہو چکے تھے۔ ہم نے عرض کیا: تینوں نے ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔ کسی کہنے والے نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم پہلے بیعت ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب کس کے متعلق بیعت فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور پانچ نمازوں کو ادا کرو اور سنتے ہوئے اطاعت کرو اور ایک کلمہ آہستہ فرمایا (اور وہ یہ ہے کہ) لوگوں سے کوئی شے طلب نہ کرو گے۔ راوی فرماتے ہیں: بعض کی حالت یہ تھی کہ ان کا کوڑا اگر بھی جاتا تو کسی سے مانگتے نہیں تھے کہ اس کو دے دو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہشام کی حدیث مبارکہ کو سوائے سعید کے کسی نے روایت نہیں کیا۔

(معجم الکبیر: جز:18، ص:39، سنن ابن ماجہ: جز:8، ص:403، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:196، شعب الایمان: جز:3، ص:271)

1400 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ

ثَوْبَانَ قَالَ وَكَانَ ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفُلُ لِىْ اَنْ لَّا يَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا وَّاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَكَانَ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ سوال نہ کرے گا تو میں اس کو جنت کا ضامن بناتا ہوں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر کسی سے کچھ سوال نہ کرتے تھے۔

(شعب الایمان: جز:3،ص:272)

شرح:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلاضرورت مانگنا ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے۔

(مرآۃ المناجیح: جز:3،ص:64)

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر لوگ جو صحیح وسالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے جی چرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی، اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جا کر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں اور بعض مشائخین کی شکل بنا کر کماتے ہیں اور بعضے مسافر بن کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کر کے سوال کرتے ہیں اور بہ سبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاج سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے اس کی تصدیق اور شناخت بھی ہوتی ہے۔ علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلّہ میں پہنچے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کر کے جس کسی کو اہل شہر یا محلّہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جا گھیرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے واسطے تم اپنے محلّہ یا شہر سے آگاہ کرا دو۔ بعض لوگ ان کی باتوں میں آ کر ان کی طرف سے لوگوں سے مانگ مانگ کر ان کے واسطے کچھ فراہم کرا دیتے ہیں ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کر کے کچھ دلوا دے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفاعلہ ثواب پائے گا اور یہ فعل اس کا موجب اجر ہوگا یا بحکم و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان (گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو) کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہوگا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گناہ گار ہوگا۔

بینوا و توجروا؟

الجواب

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کران کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ذکر کی۔ لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو۔ سید عالم ﷺ نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور انور ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رازق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا۔ امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص302 تا303)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ زید مالدار ہے چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم وبیش کی زمین رکھتا ہے اور اس کو پانچ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر شرعاً اس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کے ذریعہ رزق اس زمین کے سوا اور نہیں نہ وہ کسی پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ جدا کرکے باقی لائف کفایت بچے یا کوئی ایک حصہ لینے پر راضی نہ ہو غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں تو بحکم ضرورت بقدر ضرورت سوال حلال ورنہ حرام۔

ضرورت ممنوعات کو مباح کردیتی ہے اور ضرورت کے پیش نظر اتنی ہی مقدار جائز ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص304 تا305)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ بازار میں پھرتا ہے اور ہر ایک سے سوال کرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے روٹی یا کپڑا یا پیسہ دو بعض دیتے ہیں اور اکثر نہیں دیتے اول اکثروں کے واسطے جو نہیں دیتے کیا حکم ہے؟

الجواب

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ملعون ہے جو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جبکہ اس سے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو۔

اور فرماتے ہیں ﷺ

جس سے خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ دے دے تو اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جائیں۔

اور فرماتے ہیں ﷺ

یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور اگر نہ دینا چاہتا ہو تو اس کا بھی اختیار ہے۔

اور فرماتے ہیں ﷺ

اللہ تعالیٰ کے واسطے سے سوائے جنت کے کچھ نہ مانگا جائے۔

علماء کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث یہ حکم منع فرمایا: اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی دینی شئی کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شئی کے دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و مؤکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے یعنی تا کہ یہ عادت چھوڑ دے۔ اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہو گیا جو خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح واصلح کا لحاظ اس بیباک سے اہم واعظم ہے اور روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ سائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے کہ اسے سوال حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرتا ہے دینے والا گناہ گار ہوگا اور اگر صاحب حاجت ہے اور جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی حاجت مند ہے اور اس کے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے تو اقربا کی تقدیم لازم ہے ورنہ بقدر طاقت و وسعت ضرور دے اور روگردانی نہ کرے۔ (فتاوی رضویہ: ج:20، ص213 تا 216)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست و توانگر کھاتے پیتے ہیں انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا مقرر کیا ہے اور در بدر شہر بہ شہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت و مزدوری نہیں کرتے اگر چہ مالدار آسودہ حال ہیں ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمۃ حرام اور ممنوع ہے یا

نہیں جبکہ مسجد میں سوال اور اس عطا کو کتب فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے مسجد میں مانگنا حرام اور دینا مکروہ ہے۔ کتاب سے بیان کرو اور یوم حساب اجر پاؤ؟

الجواب

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کسب پر قادر ہے اسے سوال حرام ہے اور جو اس مال سے آگاہ ہو اسے دینا حرام اور لینے اور دینے والا دونوں گناہ گار مبتلائے آثام۔

صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لئے نہ کسی تندرست کے لئے۔

نیز صحاح میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شئے ہو جو اسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئے گا کہ اس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو۔

نیز فرماتے ہیں ﷺ

جو اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے ان کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت۔

نیز فرماتے ہیں ﷺ

جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے۔

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو (یعنی وہ تندرست وتوانا ہو تو) اس کے لئے روزی کا سوال جائز نہیں اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کر رہا ہے۔ (فتاوی رضویہ: ج:10، ص307 تا 308)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قوی تندرست قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے کہ ان کا بھیک مانگنا حرام ہے اور ان کو دینے میں اس حرام پر مدد اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی پیشہ حلال کریں۔

درمختار میں ہے:

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو جیسے تندرست، کمائی کرنے والا اور اسے دینے والا گناہ گار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے کیونکہ

حرام پر اس نے اس کی مدد کی۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:23، ص463 تا464)

حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی تشریح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ **من یکفل لی......**

یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں زندگی، تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر ضمانت کسی یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے نہ نفس امارہ قابو پائے جسے وہ اپنے دامن میں چھپا لیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے۔

شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا: انبیاء کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتیٰ کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے لئے جنت کے کفیل ہو گئے تھے۔

☆ **انا فکان لا یسأل احدًا شیئًا......**

یعنی سب سے پہلے اس حدیث مبارکہ پر خود حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:3، ص78 تا79)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن ثوبان رضی اللہ عنہ**

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا تھا پھر آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں غم کی وجہ سے دل نہ لگا اور آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ابن بجدد ہیں کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر وحضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہا وہاں سے حمص چلے گئے۔ 54 چون میں وہاں ہی وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت لوگوں نے احادیث لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:524)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ثوبان ابن وجد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر وحضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کبھی جدا نہ ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں دل نہ لگا شام چلے گئے مقام رملہ میں کچھ دن رہے پھر مقام حمص میں رہے وہیں 54ھ میں وفات پائی۔ بہت مخلوق نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:78)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الِاسْتِعْفَافِ

باب: سوال سے پرہیز کرنا

یہ باب سوال سے پرہیز کرنے کے متعلق ہے۔

1401 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى اِذَا نَفَدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدًا مِنْ عَطَاءٍ اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند انصار اشخاص نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرما دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بھی میرے پاس مال ہو میں اس کو جمع نہیں کرتا ہوتا اور جو سوال کرنے سے محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے گا اور غنایت کو پکڑے رہے اللہ تعالیٰ اس کو غنی فرما دے گا اور جو صبر

کرے تو اس کو صبر عطا ہوگا اور صبر سے وسیع کسی کو کچھ عطا نہیں فرمایا گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 195، سنن الترمذی: جز: 7، ص: 321، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 474، سنن النسائی: جز: 7، ص: 384)

1402 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ اَبُوْ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَهٰذَا حَدِيْثُهُ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ سَيَّارٍ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ اَوْ غِنًى عَاجِلٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو فاقہ پہنچے تو وہ لوگوں کو بتاتا پھرتا رہے اس کا فاقہ (بتانے سے) نہیں ہٹے گا اور جو اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنا عطا فرمائے گا اگرچہ جلدی موت دے کر یا جلدی غنی بنا کر۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 566، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 196، سنن الترمذی: جز: 8، ص: 310، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 979)

1403 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مَخْشِيٍّ عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ اَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ فَاسْاَلِ الصَّالِحِيْنَ

حضرت ابن الفراسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فراسی رضی اللہ عنہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ کیا میں یارسول اللہ! سوال کرلیا کروں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں اور اگر سوال کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو تو صالحین سے سوال کرنا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 197، سنن النسائی: جز: 8، ص: 382)

1404 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِىْ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهم عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَ لِىْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِىْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَاِنِّىْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِىْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَهُ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ

حضرت ابن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقہ پر عامل بنایا پس جب میں نے اس سے فراغت پائی اور مال آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کام کا بدل دینے کا حکم ارشاد فرمایا: میں نے عرض کی میں نے کام اللہ تعالیٰ کے لئے کیا اور وجہ بھی اللہ تعالیٰ پر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو میں عطا کر رہا ہوں اس کو حاصل کرلو کیونکہ میں بھی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کام کا بدلہ عطا فرمانے لگے تو میں نے بھی آپ کی مثل کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب بغیر سوال کے تم کو کچھ عطا کیا جائے تو کھالو اور صدقہ کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6،ص:354، مسند احمد: جز:1،ص:353، صحیح ابن خزیمہ: جز:4،ص:67، مسند ابی عوانہ: جز:2،ص:146)

1405 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ مِنْهَا وَالْمَسَالَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اخْتُلِفَ عَلٰى اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُتَعَفِّفَةُ و قَالَ اَكْثَرُهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ و قَالَ وَاحِدٌ عَنْ حَمَّادٍ الْمُتَعَفِّفَةُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہو کر صدقہ لینے اور سوال سے پرہیز کرنے کا تذکرہ فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے اور اوپر والا ہاتھ دینے والے کا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والے کا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں نافع سے ایوب پر اختلاف کیا گیا ہے۔ عبدالوارث نے کہا الید العلیا المنفقة اور اکثر نے حماد بن زید انہوں نے ایوب سے الید العلیا المنفقة کہا اور ایک نے حماد سے المتعففة کہا ہے۔

(شعب الایمان: جز:3،ص:268)

1406 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزَّعْرَاءِ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَيْدِىْ ثَلَاثَةٌ فَيَدُ اللّٰهِ الْعُلْيَا وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِيْ تَلِيْهَا وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلٰى فَاَعْطِ الْفَضْلَ وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَّفْسِكَ

حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاتھ تین (قسم کے) ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جو سب سے بلند ہے، دینے والے کا ہاتھ جو اس کے قریب ہے اور سائل کا ہاتھ جو نیچے ہے پس

زیادہ چیز کو دے دیا کرو اور اپنے نفس کا کہنا نہ مانو۔

(مستدرک: جز:1،ص:566، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:198، صحیح ابن حبان: جز:8،ص:148)

شرح:

☆ ومن یستعفف یعفه الله ومن یستغن یغنه الله

یعنی جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال سے بچنے کی عرض کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کو سوال سے محفوظ فرمائے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو بچا لیتا ہے اور جو شخص اپنی غنایت ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو واقعی غنی بنا دیتا ہے یا تو مال کے ذریعے یا قلب کو غنی بنا کر۔

☆ ومن یتصبر یصبر الله

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق طلب کرتا ہے یا جو شخص اپنے آپ کو صبر پر آمادہ کرتا ہے اور اس کو اختیار بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ صبر کرتا رہتا ہے۔

☆ وما اعطی احد من عطاء اوسع من الصبر

یعنی صبر سے زیادہ وسیع کوئی چیز کبھی کسی کو نہیں ملی کیونکہ صبر ایک ایسی نعمت ہے جس کی ضرورت انسان کو پوری زندگی میں پڑتی ہے اس کو پوری زندگی میں کوئی نہ کوئی مشکل پڑتی ہی رہتی ہے لہٰذا ان مشکلات کا حل صبر ہی ہے جو قدم قدم پر ساتھ دے گا۔

حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ ان ناسًا من الانصار سالوا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

1- ظاہر یہ ہے کہ مانگنا بلاضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورت مانگنے والوں کو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دوسروں سے بھی دلواتے تھے۔

☆ ثم سالوا فاعطاهم حتی اذا نفد ما عنده ۔

2- یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگر چہ انہیں مانگنا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جوان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے پھر جب تولے تو اتنی ہی ہے مگر تولنے سے ختم ہو گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ساڑھے چار سیر کی جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرما دی جیسا کہ باب المعجزات میں آئے گا لہٰذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ یار کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے اور اگر

خوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں۔

3-خیر سے مراد مال ہے چونکہ حضور انور ﷺ مال حلال ہی لیتے تھے اسی لیے اس کو خیر فرمایا اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی مال جمع نہ کیا اور نہ بعد وفات کچھ ورثہ چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف رہے۔

4-یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے **انا عند ظن عبدی لی** ۔یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہوگا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مر جائے انشاء اللہ اسے معافی ہی ملے گی اکثر دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا تعالیٰ کے بھروسے پر پورا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ تعالیٰ اسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے مگر یہ فقط زبانی دعویٰ نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے خرچ درمیانہ رکھے گھبرے نہ اڑائے اللہ تعالیٰ (اور) رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق غلطی ہم کر جاتے ہیں۔

☆ **ومن یتصبر یصبرہ**

5-یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا: **استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ** اور صابر کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کر لیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: **انا وجدنہ صابرا** ۔ہم نے انہیں بندہ صابر پایا۔ صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:3:ص69 تا70)

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ **من اصابتہ فاقۃ فانزلھا بالناس**

1-یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

☆ **وما انزلھا باللہ اوشك اللہ لہ......**

2-یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اپنے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور اگر دولت مندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اس کی کمائی میں برکت دے گا۔ ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے۔ خیال رہے کہ آدمی مر کر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگر چہ ان کے

ایصال ثواب کا منتظر رہتا ہے یہاں مالی غنا مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3،ص:76)

حدیث حضرت ابن الفراسی رضی اللہ عنہ کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث حضرت ابن الفراسی رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وان کنت سائلا لابد......

مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی سے کچھ مانگو مت جب سخت مجبور ہو جاؤ جس سے شرعاً مانگنا درست ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ ان کی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہیں کریں گے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کریں گے جس سے تمہاری فقیری دور ہو جائے گی۔ یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف، تہبند، فضالہ پانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا ہے۔ بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے۔ حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا دلیہ سلاطین دکن مانگ مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانہ غوث رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3،ص:77)

حدیث حضرت ابن الساعدی رضی اللہ عنہ کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی حدیث حضرت ابن الساعدی رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ استعملنی عمر علی الصدقۃ......

1-حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال، جانور، زرعی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمالہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والتملین علیھا ۔

☆ قولہ فقلت انما عملت اللہ واجری علی اللہ

2-حضرت ابن الساعدی رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ اجرت لے لینے سے ثواب جاتا رہے گا اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اس لیے قبول سے انکار کیا۔

☆ قولہ قال خذما اعطیت فانی قد عملت علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب تعالیٰ دے اسے نہ لینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا یہ ضرور لے لو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اعمال کی اجرت لینا جائز ہے چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین حتیٰ کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت

المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ سے لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو۔ تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں پھر لے کر خود بھی کھا سکتا ہے اس سے خیرات بھی کر سکتا ہے۔ خیال رہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث مبارکہ کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے۔ مرقات نے فرمایا: سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء مفتیوں مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3،ص:77)

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے کیسے بہتر ہے؟

قولہ الید العلیا خیر من الید السفلی

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اٹھائے مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا انصار کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ جان کے تسمے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑوں حصہ ادا نہ ہوا اس حدیث مبارکہ سے بعض لوگ کہتے ہیں: غنا فقر سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے ہماری اس تقریر سے یہ حدیث مبارکہ غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں: یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری تب تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:3،ص:68)

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ **قال وهو على المنبر وهو يذكر الصدقة......**

1- یعنی مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقیروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے۔

قولہ الید العلیا خیر من الید السفلی

2- الحمد للہ عزوجل اس حدیث مبارکہ نے فقیر کی گزشتہ شرح کی تائید فرما دی یعنی بھکاری دینے سے نہیں ہے ہر لینے والا نیچا نہیں بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم جس کی مثالیں بھی عرض کی جا چکیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ تفسیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا۔ مرقات نے یہاں فرمایا: بھکاری اس لیے

مفضول ہوا کہ وہ اس مانگنے سے مائل بغنی ہے اور سخی اس لیے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقر ہے یعنی فقیر مال لے رہا ہے اور سخی مال دے کر کم کر رہا ہے لہٰذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنا سے فقر افضل۔ (مرأۃ المناجیح: ج:3، ص:69)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ عن ابن مسعود رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین مبارکہ پہناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے۔ میں نے کہا: ہاں لیکن میں امین ہوں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک شش ماہہ بکری لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دودھ پیو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے فرمایا: سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اس کلام کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور

ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین پہناتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ نساء پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سناؤں حالانکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں:

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس شخص کے متعلق بتایئے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔

(اسد الغابہ: جز:3، ص256 تا 260)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا: میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات، طور طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے جلتے تھے۔ دبلے، دراز قد، گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32 میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث لیں۔ مترجم کہتا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:567)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کی تحقیق

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قرأت متواترہ میں یہ آیت اس طرح ہے "وما خلق الذکر والانثی" اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے "والذکر والانثی" اور اس سے پہلے "وما خلق" نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت علقمہ بیان فرماتے ہیں:

ہم شام میں گئے تو ہمارے پاس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا تم میں سے کوئی ہے جو اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے موافق پڑھتا ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ میں ہوں۔ انہوں نے کہا: تم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے۔ "واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اس طرح پڑھوں "وما خلق الذکر والانثی" اور میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔

حضرت ابوبکر الانباری نے کہا:

اس قسم کی ہر حدیث مبارکہ مردود ہے اور اجماع کے خلاف ہے اور امام حمزۃ اور امام عاصم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی ایسی قرأت روایت کی ہے جو اجماع کے موافق ہے اور جو سند اجماع کے موافق ہو اس کو قبول کرنا اس سند سے اولیٰ

ہے جو اجماع کے مخالف ہو اور جس نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے ہو سکتا ہے وہ بھول گیا ہو یا غافل ہو اور اگر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہو اور اس کی سند مقبول اور معروف ہو تب بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی مخالفت کرتے تھے لہٰذا اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنا چاہئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت سے ثابت ہو اور اس کو چھوڑ دینا چاہئے جو کسی ایک صحابی کی روایت ہو کیونکہ ایک شخص کو تو نسیان ہو سکتا ہے لیکن پوری جماعت اور پوری ملت کو نسیان نہیں ہو سکتا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:20،ص:72 تا 73)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یہ قرأت صرف حضرت علقمہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ان کے علاوہ لوگوں نے "وما خلق الذکر والانثی" کی تلاوت کی ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے حالانکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تک سند بہت قوی ہے اور ہو سکتا ہے کہ "والذکر الانثی" کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو اور یہ نسخ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور علقمہ تک نہ پہنچا ہو۔ تعجب اس پر ہے کہ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی لیکن کسی نے بھی اس کے موافق قرأت نہیں کی اور نہ اہل شام نے اس سے بھی یہ بات قوی ہو جاتی ہے کہ "والذکر والانثی" کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

(فتح الباری: جز:9،ص:724)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے کہا ہے: اس معاملہ میں اور ایسے دوسرے امور میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ پہلے یہ قرأت تھی پھر منسوخ ہو گئی اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی ان کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے "والذکر والانثی" کی قرأت اس وقت کی ہو جب ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نہیں پہنچا تھا اور اس پر اجماع ہے کہ اس میں سے ہر منسوخ التلاوت آیت کو حذف کر دیا گیا ہے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ظاہر ہو گیا تو پھر کسی کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (عمدۃ القاری: جز:19،ص:426)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف جمہور کے مصحف کے مخالف تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے پاس بھی ان کا مصحف تھا۔ لوگوں نے ان کے مصحف پر اعتراض کیا اور ان سے یہ کہا: وہ اس مصحف کو ترک کر کے جمہور کے مصحف کی موافقت کریں اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مصاحف کو جلا دیں جیسا کہ دوسرے مصاحف کو جلا دیا گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور اپنے شاگردوں سے یہ کہا: تم لوگ اس مصحف کو چھپا دو اور جب تم اس کو چھپاؤ گے تو قیامت کے دن اس کو لے کر حاضر ہو گے اور اس میں تمہاری فضیلت ہوگی پھر بطور انکار فرمایا اور مجھے اس مصحف کے مطابق قرأت سے کون روکتا

ہے؟ جس کو میں نے نبی کریم ﷺ کی مقدس زبان سے سنا ہے۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:293)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بناء پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لغت قریش پر جمع کیا گیا تھا اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوادیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلا دیا تاکہ امت میں اختلاف نہ ہو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھی انہوں نے اپنے مصحف کو چھپالیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہو گئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ترک کر دیا گیا اور وہ چھپا رہا حتیٰ کہ جب مصر میں بنوعبید کی حکومت ختم ہوگئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں وہ مصحف پایا گیا اور صدرالدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا ہم نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:6،ص:291)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّدَقَةِ عَلٰى بَنِىْ هَاشِمٍ

باب: بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا

یہ باب بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے متعلق ہے۔

1407 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ رَافِعٍ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِىْ مَخْزُوْمٍ فَقَالَ لِاَبِىْ رَافِعٍ اصْحَبْنِىْ فَاِنَّكَ تُصِيْبُ مِنْهَا قَالَ حَتّٰى اٰتِىَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَاَتَاهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ لینے کے لئے ایک شخص کو بنومخزوم کے پاس بھیجا تو اس نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کہا میرے ساتھی بیٹے تجھے اس سے کچھ حصہ ملے گا۔ کہا نبی کریم ﷺ کے پاس جا

کر پوچھتا ہوں تو میں نے حاضر ہو کر پوچھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قوم کا مولیٰ انہی میں سے گنا جاتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:561،معجم الکبیر: جز:1،ص:316،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:151،سنن النسائی: جز:3،ص:63)

1408 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِالتَّمْرَةِ الْعَائِرَةِ فَمَا يَمْنَعُهُ مِنْ أَخْذِهَا إِلَّا مَخَافَةَ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ گری ہوئی کھجور کے پاس گزرتے تو مالک نہ ہونے کی وجہ سے اس خوف سے نہ لیا کرتے کہ وہ صدقہ نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1408)

1409 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ هٰكَذَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے ایک کھجور پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی نہ ہو تو میں اس کو تناول فرمالیتا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو قتادہ سے ہشام نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6،ص:195،شعب الایمان: جز:5،ص:51،صحیح البخاری: جز:7،ص:208،صحیح مسلم: جز:5،ص:318)

1410 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَنِي أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِبِلٍ أَعْطَاهَا إِيَّاهُ مِنَ الصَّدَقَةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ زَادَ أَبِي يُبَدِّلُهَا لَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: مجھے نبی کریم ﷺ کی طرف میرے والد محترم نے صدقہ کے اونٹ لینے کے لئے بھیجا جو آپ ﷺ نے عطا فرمائے تھے۔

کریب مولیٰ ابن عباس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل روایت کر کے اضافہ فرمایا میرے والد محترم

نے اس کے بدلے میں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7،ص:30)

شرح: مذاہب اربعہ

آئمہ اربعہ کے نزدیک بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے اور بنو مطلب کے بارے میں اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنی مطلب زکوٰۃ لے سکتے ہیں البتہ بعض مالکیہ منع کرتے ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:3،ص:212)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنی مطلب کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول مثل شافعیہ کے دوسرا قول مثل حنفیہ کے۔ (المغنی: جز:2،ص:274)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنی مطلب کے لئے بھی زکوٰۃ جائز نہیں۔ (شرح للنووی: جز:1،ص:344)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنی مطلب کے لئے زکوٰۃ جائز ہے صرف بنی ہاشم کے لئے جائز نہیں اور ان سے بھی آل ابی لہب مستثنیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دی ہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:90)

بنو ہاشم اور بنو مطلب میں فرق

ہاشم بن عبد مناف جن کی اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے تین بھائی اور تھے جن کے نام 1-مطلب، 2-نوفل، 3-عبد شمس لہٰذا ان چاروں کے چار خاندان ہوئے ان میں بنو ہاشم کا مرتبہ و مقام سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان سے ہیں پھر باقی تین خاندانوں میں بنو المطلب کو یہ خصوصیت و شرف حاصل ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت و اسلام دونوں میں بنو ہاشم کی نصرت و حمایت کی چنانچہ بزمان مقاطعہ قریش شعب ابی طالب ہی بنو ہاشم کے ساتھ صرف بنی عبد المطلب ہی تھے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خمس غنیمت کی تقسیم میں سہم ذوی القربیٰ کو بنو ہاشم اور بنو المطلب دونوں پر تقسیم فرماتے تھے جس پر بنو نوفل اور بنو عبد شمس کے بعض افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا شکوہ بھی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے ساتھ صرف بنو المطلب کو شامل فرمایا باقی دو قبیلوں کو چھوڑ دیا حالانکہ جو رشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو مطلب کا ہے وہی ہمارا بھی ہے

سب ایک دادا کی اولاد ہیں اس پر آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے فرمایا: ہم اور وہ ہمیشہ اس طرح رہے ہیں یعنی یہ توضیح ہے کہ تینوں خاندان میرے ساتھ قرابت میں برابر ہیں لیکن تصرف وتعاون کے لحاظ سے برابر نہیں اس لحاظ سے صرف بنومطلب ہمارے ساتھ ہیں۔

اب یہاں پر بنی ہاشم پر مال خمس مین اور مال خمس کی تقسیم میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

مال خمس میں فقہاء کرام کا اختلاف

مال خمس کی تقسیم میں فقہاء کرام کا اختلاف درج ذیل ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور ایک حصہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کا ہے، ایک حصہ یتیموں کا ہے، ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے ''تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور رسول اللہ کے لئے ہے اور رسول کے قرابت داروں کے لئے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔'' (انفال: 41) اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ مصالح المسلمین میں صرف کیا جائے گا کیونکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کے پہلو سے ایک بال پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو مال تم پر لوٹایا ہے اس میں سے اس بال کے برابر بھی میرے لیے جائز نہیں ہے سوا خمس کے اور وہ بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 4149)

نبی کریم ﷺ نے خمس کو تمام مسلمانوں کے لئے قرار دیا اور تمام مسلمانوں کے لئے خمس کو صرف کرنے کا یہی معنیٰ ہے کہ اس کو ان کے مصالح میں صرف کیا جائے ان کی سرحدوں کی حفاظت پر اور گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر اس مال کو خرچ کیا جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حصہ انتظامیہ کے ساتھ مختص ہے اور دوسری روایت ہے کہ گھوڑوں اور ہتھیاروں پر اس رقم کو خرچ کیا جائے۔

خمس کا دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں پر خرچ کیا جائے اور آپ ﷺ کے قرابت دار بنو ہاشم اور بنوالمطلب ہیں کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ نے خمس کو بنی ہاشم اور بنوالمطلب میں تقسیم فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ہمارے بھائیوں میں سے بنو مطلب میں خمس کو تقسیم فرمایا اور ہمیں کچھ بھی نہیں دیا حالانکہ آپ ﷺ سے ان کی قرابت اور ہماری قرابت واحد ہے پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صرف بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک چیز ہیں۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے اس خمس میں سے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو بالکل عطا نہیں فرمایا جیسا کہ آپ ﷺ نے بنو ہاشم اور بنوالمطلب کے درمیان خمس کو تقسیم فرمایا

تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق خمس کو تقسیم فرماتے تھے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابت داروں کو جو عطا فرماتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو وہ عطا نہیں کرتے تھے لیکن ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو خمس میں سے عطا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی نے یہ جملہ روایت نہیں کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو نہیں دیتے تھے۔ الخ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ اضافہ زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے اور ان کے درمیان بر طریق عموم تقسیم کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر فرمایا ہے اور قرابت داروں کے لئے۔ (انفال: 41) اور اس لیے کہ اس حق کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے لہٰذا اس میں عموم ہوگا جس طرح میراث میں عموم ہوتا ہے پس اس میں سے غنی اور فقیر اور مرد اور عورت سب کو دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا اور وہ غنی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا تھا اور مردوں کو دو حصے اور عورتوں کو ایک حصہ دیا جائے گا۔ جہاں تک یتیموں کے حصہ کا تعلق ہے تو یتیم اس کم سن بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: احتلام کے بعد کوئی یتیم نہیں ہوتا اور اس میں اس کے فقیر ہونے کا بھی اعتبار کیا جائے گا کیونکہ غنی بالمال غنی بالاب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور مسکینوں کے حصہ میں مسکین سے وہ مراد ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہوتے ہیں اسی طرح مسافروں کے حصہ میں بھی وہی مسافر مراد ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ (الکافی: جز: 4، ص: 154)

فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت (انفال: 41) کا تقاضا یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس لیا جائے گا اور اس خمس کی تقسیم کی کیفیت میں مشہور قول یہ ہے: اس خمس کے پھر پانچ حصص کیے جائیں گے ان میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایک حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا ہے جو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ہیں نہ کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل سے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بنو ہاشم ہیں ان کی فضیلت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کی نسل سے ہیں آپ یہ بتائیے کہ آپ نے ہمارے بھائیوں میں سے بنو عبد المطلب کو عطا فرمایا اور ہم کو محروم کر دیا حالانکہ ہم اور وہ بہ منزلہ واحد ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جاہلیت اور اسلام میں مجھ سے بالکل الگ نہیں ہوئے اور صرف بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں یہ فرما کر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

اور بقیہ تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا اور اس کو مصالح المسلمین میں صرف کیا جائے گا جہاں اس حصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے مثلاً مجاہدوں کے لئے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری کے لئے اور

ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لئے خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر اس کی تقسیم ان میں اس طرح ہوگی کہ مردوں کو دو حصے ملیں گے اور عورتوں کو ایک حصہ ملے گا اور خمس کے باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیے جائیں گے۔
(تفسیر کبیر: جز:5،ص:485)

فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المالکی المعروف بابن العربی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس آیت (انفال: 41) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور رسول کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کے حصہ کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا حصہ اور رسول کا حصہ واحد ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے فرمانا کلام کے استفتاح کے لئے ہے دنیا اور آخرت اور ساری مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور دوسرا قول ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کو لایا جاتا اس غنیمت کے چار حصے آپ لشکر اسلام میں تقسیم فرماتے پھر آپ بقیہ خمس میں سے ایک مٹھی بھر کر اٹھا لیتے اور اس کو کعبہ کے لئے وقف کر دیتے پھر بقیہ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے اس میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتا ایک حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لئے، ایک حصہ یتیموں کا، ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:33287)

اور رسول کے حصہ کے متعلق بھی دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے: رسول کے حصہ کا ذکر استفتاح کلام کے لئے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے حصہ کا ذکر ہے اور خمس میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نہ رسول کے لئے اور خمس کے چار حصے کیے جائیں گے ایک حصہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے لئے اور ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک حصہ مسکینوں کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے: خمس میں سے ایک حصہ رسول کے لئے ہے اور اس کی کیفیت میں چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے: یہ آپ کے قرابت داروں کو بہ طور وراثت ملے گا۔ دوسرا قول یہ ہے: یہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کو ملے گا۔ تیسرا قول یہ ہے: اس کو گھوڑوں اور ہتھیاروں میں صرف کیا جائے گا۔ چوتھا قول یہ ہے: اس کو عامۃ المسلمین کے مصالح میں صرف کیا جائے گا۔ (احکام القرآن: جز:4،ص:401)

فقہاء احناف کا نظریہ

فقہاء احناف کا نظریہ ان علماء کرام سے ثابت ہوتا ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی کا قول

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے۔ ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، ایک حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لئے، ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک حصہ مسکینوں کے لئے

اور ایک حصہ مسافروں کے لئے جیسا کہ الانفال: 41 میں تفصیل سے ہے۔ اس آیت کریمہ کے شروع میں مذکور ہے کہ خمس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ خمس عبادت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خمس کی تعظیم کے لئے ہو جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں اضافت تعظیم کے لئے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے حصہ میں اور ذوی القربیٰ کے حصہ میں علماء کا اختلاف ہے ہمارے علماء احناف نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ خلفاء راشدین کی طرف منتقل ہو گیا کیونکہ اب وہ مصالح المسلمین میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ خمس رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی جیسا کہ آپ کی زندگی میں صفی (مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ جو چاہتے اپنے لیے چن لیتے مثلاً تلوار، زرہ یا باندی) اور فئے آپ کی خصوصیت تھی پھر آپ کے بعد صفی اور فئے میں کسی کی خصوصیت نہ تھی اس لیے واجب ہے کہ خمس میں بھی کسی کی خصوصیت نہ ہو اس لیے آپ کے بعد آپ کا حصہ خلفاء راشدین کے لئے نہیں ہوگا اور آپ کے قرابت داروں کے حصہ کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ اب بھی باقی ہے اور وہ اولاد بنو ہاشم کو ملے گا اس میں فقیر اور غنی برابر ہیں اور ہمارے نزدیک بنو ہاشم کے اغنیاء کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا البتہ بنو ہاشم کے فقراء کو خمس میں سے دیا جائے گا اور ان کے لئے علیحدہ حصہ وضع لانے کی ضرورت نہیں ہے وہ فقراء کے حصے میں داخل ہیں بلکہ دوسرے فقراء پر مقدم ہیں ہمارے نزدیک خمس کے تین حصے کیے جائیں گے ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لئے۔ (بدائع الصنائع: جز: 9، ص: 500)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی کا قول

ہماری دلیل یہ ہے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کے اسی طرح تین حصے کیے تھے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور ان کی اقتداء کرنا کافی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنو ہاشم کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کے دھون اور میل کچیل کو ناپسند کیا ہے اور اس کے عوض میں تمہیں خمس کا حصہ عطا کیا ہے اور معوض یعنی زکوٰۃ اغنیاء کے لئے جائز نہیں ہے تو چاہیے کہ اس کا عوض یعنی خمس بھی بنو ہاشم کے اغنیاء کے لئے جائز نہ ہو۔ (ہدایہ اولین: ص: 577)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف نے از کلبی از ابو صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ایک حصہ تھا اور رسول کے قرابت داروں کا ایک حصہ تھا اور یتیموں کا ایک حصہ تھا اور مسکینوں کا ایک حصہ تھا اور مسافروں کا ایک حصہ تھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس کے تین حصے کیے ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک حصہ

مسکینوں کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلفاء راشدین کے اس فعل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اسی بناء پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کلبی سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ کلبی آئمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے ماسوا اس کے کہ وہ دوسرے راویوں کی موافقت کرے۔

(فتح القدیر: جز:5، ص:494)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو خلفاء راشدین کا فعل نقل کیا ہے کہ وہ خمس کے تین حصے کیا کرتے تھے اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے۔

امام عبد الرزاق صنعانی متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

حسن بن محمد بن علی ابن الحنفیہ نے وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال:41) کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور تمہید ہے دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور خمس رسول کے لئے ہے اور ان کے قرابت داروں کے لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان دو حصوں میں اختلاف ہوا کسی نے کہا قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے اور کسی نے کہا قرابت داروں کا حصہ خلیفہ کی قرابت کی وجہ سے ہے اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ ان دو حصوں کو گھوڑوں میں اور فی سبیل اللہ جہاد میں خرچ کیا جائے اور یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تھا۔ (المصنف: رقم الحدیث:9482)

ابو جعفر سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس کی تقسیم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل کیا۔

(المصنف: رقم الحدیث:9479)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسن نے اس آیت (انفال:41) کی تفسیر میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بیت کو کسی نے نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کسی اور نے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ یہ معاملہ امام المسلمین کی طرف مفوض ہے وہ اس کو فی سبیل اللہ اور فقراء میں جہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو وہاں خرچ کرے۔ (المصنف: رقم الحدیث 33444)

بنو ہاشم میں کون کون داخل ہیں

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1157ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم میں آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث بن عبد المطلب شامل ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:189)

مسئلہ: 1

بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے نہ غیر انہیں دے سکتے نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ بنی ہاشم سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولادیں ہیں ان کے علاوہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی اعانت نہ کی مثلاً ابولہب کہ اگرچہ کافر بھی حضرت عبد المطلب کا بیٹا تھا مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:189)

مسئلہ: 2

بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو بھی نہیں دے سکتے تو جو غلام ان کی ملک میں ہیں انہیں دینا بطریق اولیٰ ناجائز۔

(درمختار: جز:3، ص:351)

مسئلہ: 3

ماں ہاشمی بلکہ سیدانی ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے لہٰذا اس شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔ (بہار شریعت: جز:1، ص:931)

مسئلہ: 4

صدقہ نفل اور اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہیں۔

(درمختار: جز:3، ص:352)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی رافع رضی الله عنه

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت مقدسہ میں دے دیا تو جب آپ رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور حضور انور ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسلم ہے۔ حضور انور ﷺ کے آزاد کردہ ہیں کنیت میں مشہور ہیں قبطی تھے۔ اولاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں دے دیا یعنی مالک کر دیا۔ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے انہوں نے ہی حضور انور ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان کی خبر دی تو حضور انور ﷺ نے خوشی میں آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ پہلے وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:577)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْفَقِيرِ يُهْدِي لِلْغَنِيِّ مِنَ الصَّدَقَةِ

باب: غنی کو فقیر کا صدقہ دینا

یہ باب فقیر کا غنی کو صدقہ دینے کے متعلق ہے۔

1411 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَحْمٍ قَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا شَيْءٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کس طرح کا ہے؟ انہوں نے عرض کی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ دیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ صدقہ اس کے لئے ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7 ص: 33، سنن النسائی: جز: 12 ص: 53)

شرح:

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ فقیر کے صدقہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ شئی صدقہ نہیں رہتی اب اگر وہ کسی کو وہ شئی ہدیہ کرنا چاہے تو وہ ہدیہ ہی ہوگی صدقہ نہ ہوگی۔

صدقہ اور ہدیہ میں فرق

صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ میں متصدق کی نیت اور مقصود صرف ثواب آخرت ہوتا ہے فقیر کی ذات اس میں مقصود نہیں ہوتی اور ہدیہ وہ عطیہ ہے جس سے مقصود مہدیٰ الیہ کا تقریب حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کا اکرام مقصود ہوتا ہے۔ ہدیہ میں حصول ثواب دوسرے درجہ میں ہوتا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ثُمَّ وَرِثَهَا ـ

باب: جس نے صدقہ دیا پھراس کا وارث ہو گیا

یہ باب کسی کے صدقہ دینے کے بعد پھر وارث ہونے کے حکم میں ہے۔

1412 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ بُرَيْدَةَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّي بِوَلِيْدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيْدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِي الْمِيْرَاثِ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی میں نے لونڈی اپنی والدہ محترمہ کو صدقہ میں دی تھی اور اس وقت وہ فوت ہو گئی ہیں اور لونڈی کو چھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اجر واجب ہو گیا اور تیری جانب میراث میں پلٹ آئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ؟؟)

شرح:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ کی چیز اگر متصدق کے پاس میراث میں لوٹ کر آئے تو اس کے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ عود فی الصدقہ نہیں ہے کیونکہ میراث غیر اختیاری امر ہے اور بعض علماء نے کہا اس طرح کی کو لینے کے بعد پھر دوبارہ کسی کو صدقہ کر دینا چاہئے کیونکہ پہلے اس کو صدقہ کرنے کی وجہ سے حق اللہ اس سے وابستہ وہ گیا ہے۔ مگر یہ بات ان کی حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ حُقُوْقِ الْمَالِ

باب: حقوق المال کا بیان

یہ باب مال کے حقوق کے متعلق ہے۔

1413 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُوْدِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ

اللّٰہِ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْمَاعُوْنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَوَرَ الدَّلْوِ وَالْقِدْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم ماعون گنا کرتے تھے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ ڈول اور ہانڈی عاریتاً دیں۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:26، ص:71)

1414 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سُھَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ صَاحِبِ کَنْزٍ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّہُ اِلَّا جَعَلَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جَبْھَتُہُ وَجَنْبُہُ وَظَھْرُہُ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَ عِبَادِہٖ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ثُمَّ یَرٰی سَبِیْلَہُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا اِلَّا جَائَتْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ فَیُبْطَحُ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَنْطَحُہُ بِقُرُوْنِھَا وَتَطَؤُہُ بِاَظْلَافِھَا لَیْسَ فِیْھَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ کُلَّمَا مَضَتْ اُخْرَاھَا رُدَّتْ عَلَیْہِ اُوْلَاھَا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَ عِبَادِہٖ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ثُمَّ یَرٰی سَبِیْلَہُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا اِلَّا جَائَتْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ فَیُبْطَحُ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُہُ بِاَخْفَافِھَا کُلَّمَا مَضَتْ عَلَیْہِ اُخْرَاھَا رُدَّتْ عَلَیْہِ اُوْلَاھَا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَ عِبَادِہٖ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ثُمَّ یَرٰی سَبِیْلَہُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ عَنْ ھِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہُ قَالَ فِیْ قِصَّۃِ الْاِبِلِ بَعْدَ قَوْلِہٖ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا قَالَ وَمِنْ حَقِّھَا حَلَبُھَا یَوْمَ وِرْدِھَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ عُمَرَ الْغُدَانِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ھٰذِہِ الْقِصَّۃِ فَقَالَ لَہُ یَعْنِیْ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَمَا حَقُّ الْاِبِلِ قَالَ تُعْطِی الْکَرِیْمَۃَ وَتَمْنَحُ الْغَزِیْرَۃَ وَتُفْقِرُ الظَّھْرَ وَتُطْرِقُ الْفَحْلَ وَتَسْقِی اللَّبَنَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ سَمِعْتُ عُبَیْدَ بْنَ عُمَیْرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْاِبِلِ فَذَکَرَ نَحْوَہُ زَادَ وَاِعَارَۃُ دَلْوِھَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مال والا شخص مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا بروز

حشر اس مال کو جہنم میں تپایا جائے گا پس اس سے اس کی پیشانی، کروٹوں اور پشت پر داغ لگائے گا حتیٰ کہ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمادے اس دن میں جس کی مقدار اس دور کے حساب سے پچاس ہزار برس ہے پھر وہ اپنے راستے کو دیکھے گا کہ جنت کی جانب جانا چاہتا ہے یا دوزخ کی جانب، جو صاحب بکریاں ان کا حق ادا نہیں کرتا بروز حشر اس کو اس کے روبرو کھلے میدان کے اندر پھینک دیا جائے گا جو اس کو سینگوں سے مارتے رہیں گے اور کھروں سے کچلتے رہیں گے ان کے اندر نہ ٹیڑھے سینگوں والی نہ ہی سینگوں کے علاوہ ہوں گی جب ترتیب سے سب مار چکی ہوں گی تو وہ پھر مارنے لگیں گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے مابین فیصلہ فرمائے اس دن جس کا شمار آج کے لحاظ سے پچاس ہزار سال ہے وہ اپنے پھر راستے کو دیکھے گا کہ جنت کی جانب جاتا ہے یا دوزخ کی طرف صاحب اونٹ جو ان کا حق ادا نہیں کرتا بروز حشر تمام اونٹ اکٹھے ہو کر آئیں گے اور ان کے روبرو ان کو کھلے میدان کے اندر ڈال دیا جائے گا جس کو وہ اپنے پیروں سے کچلتے رہیں گے ایک بار سب کے گزرنے کے بعد وہ پھر شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے اس دن جس کا شمار آج کے لحاظ سے پچاس ہزار سال ہے پھر اپنے کو تکے کہ جنت کی جانب جاتا ہے یا جہنم کی جانب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی کی مثل روایت کر کے اونٹ کے قصہ میں لا یو دی حقها کے بعد کہا یہ ان کے حق سے ہے کہ ان کو پانی پلانے کے دن دودھ لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آگے اسی قصہ کو ذکر کر کے فرمایا آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اونٹوں کا حق کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اچھے والے اونٹ دینا، زیادہ دودھ دینے والے اونٹ کو دینا، سواری کے واسطے دینا اور جفتی کے واسطے نہ دینا اور دودھ پلانا۔

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اونٹ کا کیا حق ہے؟ آگے اسی کے مثل ذکر کر کے اضافہ کیا اس کے ڈول کو عاریتاً دینا۔ (شعب الایمان: ج:3، ص:190)

1415 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ عَشْرَةِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ بِقِنْوٍ يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِيْنِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا: ہر دس وسق کھجور اتارنے والا ایک خوشہ مسجد کے اندر مساکین کے لئے معلق کر دے۔

(مسند ابی یعلیٰ: ج:3، ص:317، مسند احمد: ج:29، ص:386، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:24، ص:391)

1416 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ وَمُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰى نَاقَةٍ لَهُ فَجَعَلَ يُصَرِّفُهَا يَمِينًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهُ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِي الْفَضْلِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر پر تھے اونٹ پر سوار ہو کر ایک شخص حاضر ہوا وہ اس کو سیدھے الٹے پھرانے لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس کوئی زیادہ سواری ہے تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس کے پاس زیادہ زادِ سفر ہے وہ اس کو دے دے جن کے زادِ سفر نہیں حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ کسی کو زیادہ رکھنے کا حق نہیں ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:10 ص:3، شعب الایمان: ج:3 ص:224، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:21 ص:418)

1417 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا غَيْلَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اِيَاسٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) قَالَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهُ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب یہ آیت "جو سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں" نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ دشوار دکھائی دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے دشواری کا حل نکالتا ہوں چل کر عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس آیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عمل کرنا دشوار دکھائی دیتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض نہیں کیا مگر بقیہ اموال کو طیب کرنے کے واسطے اور بے شک میراث کو فرض قرار دیا ہے تا کہ تمہارے بعد والوں کے لئے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر فرمائی پھر ان کو فرمایا۔ کیا میں تم کو کسی شخص کا بہترین خزانہ نہ بیان کروں؟ ایسی نیک عورت جس کو اس کا مرد دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب اس کو حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو جائے تو وہ اس کی حفاظت کرے۔

(مستدرک: ج:1 ص:567، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4 ص:83)

شرح:

اس باب کی روایات سے معلوم ہوا کہ مال کا حق یہ ہے کہ ان کی زکوٰۃ نکالی جائے جس طرح کہ گزشتہ ابواب میں بحث کر دی گئی ہے۔

☆ **قوله انما فرض المواریث لتکون لمن بعدکم**

یعنی وراثت کو فرض فرمایا تا کہ بعد والوں کے لئے ہو جائے۔

یہاں پر وراثت کو فرض فرمایا گیا ہے۔ جبکہ وراثت کا معنیٰ یہ ہے۔

وراثت کا معنیٰ

وراثت کے معنیٰ میں علماء کرام کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

امام خلیل بن احمد فراہیدی کا قول

امام لغت خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 175ھ لکھتے ہیں:

الامیراث الابقاء للشیء کسی چیز کو باقی رکھنا **یورث الی یبقی میراثا** کسی چیز کو بطور میراث باقی رکھنا کہا جاتا ہے **اورثة العشق هما** عشق نے غم کا وارث بنا دیا **اورثته الحمی ضعفا** بخار نے اس کو کمزوری کا وارث بنا دیا۔

(کتاب العین: جز: 3، ص: 1942)

علامہ الحسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ الحسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

وراثت کی تعریف یہ ہے "غیر کی کمائی کا تمہاری طرف بغیر کسی عقد یا قائم مقام عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا، اسی وجہ سے میت کی جو کمائی وارثوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اس کو میراث کہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تم اپنے مشاعر (میدان عرفات) پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کے وارث ہو۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 883)

قرآن مجید میں ہے "وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ" (مریم: 6) یعنی وہ نبوت، علم اور فضیلت کا وارث ہو گا نہ کہ مال کا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نزدیک مال کی قدر و قیمت نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اس میں رغبت کریں وہ بہت کم مال جمع کرتے ہیں اور اس کے مالک ہوتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام مورث نہیں بنائے جاتے ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے اور آپ کا ارشاد ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی وارث فرمایا ہے کیونکہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتی ہیں "وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ" (آل عمران:

180) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام آسمانوں اور زمینوں کی میراث ہے اور کوئی شخص جب کسی سے علم کا استفادہ کرے تو کہا جاتا ہے میں اس سے وارث ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَرِثُوا الْكِتٰبَ" (الاعراف:169) بعد کے لوگوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا۔ "اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ" (الشوریٰ:14) بے شک جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ" (فاطر:32) پھر ہم نے ان لوگوں کو الکتاب کا وارث بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا کیونکہ وراثت حقیقیہ یہ ہے کہ انسان کو کوئی چیز حاصل ہو جس میں اس کے ذمہ نہ کوئی معاوضہ ہو نہ اس میں اس کا کوئی محاسبہ ہو اور جو اس طریقہ سے اس دنیا کو حاصل کرے گا اس سے نہ کوئی حساب لیا جائے گا نہ اس کو کوئی سزا دی جائے گی بلکہ اس کے لئے اس میں معافی اور درگزر ہو گا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ قیامت کے دن اس شخص پر حساب آسان ہو گا جو دنیا میں اپنا حساب کرے گا۔ (المفردات: ج:2، ص672 تا 673)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

الوارث اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کا معنیٰ ہے باقی اور دائم۔ "وَاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝" (الانبیاء: 89) یعنی تمام مخلوق کے فنا ہونے کے بعد تو باقی رہنے والا ہے کہا جاتا ہے "ورثت فلانا مالا" میں فلاں کے مال کا وارث ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:5 تا 6)

تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میرا (بھی) وارث ہو اور یعقوب کی آل کا بھی وارث ہو۔

ابن سیدہ نے یہ کہا: وہ ان کا اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث ہو اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ خوف تھا کہ ان کے رشتہ داران کے مال کے وارث ہو جائیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام مورث نہیں بنائے جاتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ" (النمل:16) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ الزجاج نے کہا وہ ان کے ملک اور ان کی نبوت کے وارث ہوئے۔ روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے ان میں سے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی نبوت اور ان کے ملک کے وارث ہوئے اور حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے "اے اللہ عزوجل! میرے کانوں اور میری آنکھوں سے مجھے نفع دے اور ان کو میرا وارث بنا دے۔"

ابن شمیل نے کہا: اس کا معنیٰ ہے کہ میرے کانوں اور میری آنکھوں کو تا حیات صحیح اور سلامت رکھ اور ایک قول یہ ہے: جب بڑھاپے میں قویٰ نفسانیہ مضمحل ہو جاتے ہیں تو میری سماعت اور بصارت کو باقی رکھنا پس سماعت اور بصارت تمام قوتوں

کے بعد باقی رہیں اور ان کی وارث ہو جائیں۔ (لسان العرب: جز: 2، ص 199 تا 200)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب حَقِّ السَّائِلِ

باب: سائل کا حق

یہ باب سائل کے دینے یا نہ دینے کے حکم میں ہے۔

1418 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلَ حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ أَبِي يَحْيَى عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ شَيْخٍ قَالَ رَأَيْتُ سُفْيَانَ عِنْدَهُ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهَا عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر ہی کیوں نہ آئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

(معجم الکبیر: جز: 3، ص: 130، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 23)

1419 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ بُجَيْدٍ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ إِنَّ الْمِسْكِينَ لَيَقُومُ عَلَى بَابِي فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِينَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ

عبدالرحمٰن بن بجید عن جدتہ ام بجید سے روایت کرتے ہیں کہ
یہ ان میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک مسکین میرے دروازے کے اوپر کھڑا رہتا ہے تو میرے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو؟ تو رسول

اللہ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا: اگر تیرے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو جلے ہوئے کھر کو ہاتھ میں تھما دو۔

(سنن الترمذی: ج:3،ص:75،سنن النسائی: ج:8،ص:361،شرح السنۃ: ج:1،ص:415،شعب الایمان: ج:3،ص:252)

شرح:

کسی سائل کو دینا ہے اور کسی سائل کو نہیں دینا اس کی بحث پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے یہاں پر اتنا سمجھ لیں کہ آج کل اکثر سائل پیشہ ور ہوتے ہیں ان کو نہیں دینا چاہئے مگر جو ضرورت مند ہو تو اس کو دے دینا چاہئے۔

☆ **للسائل حق وان جاء علی فرس**

سوال کرنے کا حق ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر ہی سوار ہو کر کیوں نہ آئے یعنی اس کی ظاہری حالت کے پیش نظر اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ گھوڑے پر سوار ہونے کا مقتضی اگر اس کی عدم حاجت ہے تو اس کا سوال کرنا یہ تو احتیاج کا قرینہ اور اس کی دلیل ہے ظاہر ہے کہ جب وہ سوال کی ذلت برداشت کر رہا ہے تو غالب یہی ہے کہ اس کو کوئی ضرورت ہوگی یا تو وہ کثرت عیال کی وجہ سے سوال کر رہا ہے یا کسی اور حاجت کے لئے اور گھوڑا لازمی نہیں کہ اس کا اپنا ہو کسی غیر کا بھی ہوسکتا ہے۔

☆ **قولہ ان لم تجدی لا شیأ تعطینہ ایاہ الا ظلفًا محرقًا فادفعیہ الیہ فی یدہ**

یہ بطور مبالغہ کے ہے مراد معمولی اور حقیر شے ہے مقصد یہ ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ جانے دے۔

حدیث حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ **قولہ ام بجید**

1- آپ رضی اللہ عنہا کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں۔

☆ **ان المسکین لیقف علی بابی**

(یہاں پر مشکوۃ کی روایت میں علی بابی کے آگے حتی استحیی ہے جس کی شرح میں ہے)

2- یعنی میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اسے خالی ہاتھ لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں اس کشمکش میں کیا کروں اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں میں اسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں۔

☆ **قولہ ظلفًا محرقًا فادفعیہ الیہ فی یدہ**

3- جلی کھری فقط مثال کے لئے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز ہو تو ہی دوں بلکہ ادنیٰ چیز بھی دے ڈالو۔ خیال رہے کہ خود حضور انور ﷺ نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا وہ تعلیم مسئلہ کے لئے تھا کہ بلا ضرورت

سوال جائز نہیں یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہو گیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا۔ حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا کو یہ ارشاد فرمایا: چونکہ اب مجبور معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں نہ محروم پھیرا کرو لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں اب پیشہ ور سائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج:3،ص:96)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

☆ عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ونواسے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بچپن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں گزرا حتیٰ کہ یزید کے سپاہیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کئی دن پیاسا بھوکا رکھ کر شہید کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

نام ونسب

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔ (اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ (اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

سینہ اقدس سے نیچے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبودار پھول تھے اور سینہ سے نیچے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

(اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے وقت کان میں اذان دی

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی۔ (اسد الغابہ: ج:2،ص:18)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ رکھا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوا تو میں نے ان کا نام "حرب" رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: حرب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ حسن رضی اللہ عنہ ہے پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا: حرب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ حسین رضی اللہ عنہ ہے پھر جب میرا تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ارشاد فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: حرب۔ نہیں وہ محسن ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد پر ان کے نام رکھے ہیں شبر وشبیر ومبشر۔

(اسد الغابہ: جز:2، ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چار ہجری میں پیدا ہوئے

لیث بن سعد سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شعبان کی آخری تاریخوں میں 4ھ میں پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:18)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال دس ماہ بعد پیدا ہوئے

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے ایک سال دس ماہ بعد پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:19)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والا

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے جو حسین (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھتا ہو۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:19)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا وہ اس کو طشت میں رکھ کر کریدنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کے متعلق تنقیدی کلمہ کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کے سر میں وسمہ سے خضاب لگا ہوا تھا۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:20)

جنتی نوجوانوں کے سردار

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) حسن و (حضرت) حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ص:238)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے یہ دونوں بیٹے (حضرت) حسن و (حضرت) حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والدان دونوں سے بہتر ہیں۔ (معجم الاوسط: جز:2، ص:347)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے اس بادل کو ملاحظہ نہیں کیا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے رب عزوجل سے مجھے سلام فرمانے اور یہ خوشخبری دینے کے لئے اجازت مانگی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ (سنن نسائی: ص:80)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری جرأت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ میری ہیبت اور سرداری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری جرأت اور سخاوت کی علامت ہے۔
(معجم الکبیر: ص:423)

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما میری دنیا کی خوشبو ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:495)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔ (سنن الترمذی: ص:240)

نبی کریم ﷺ کی دعا مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری صاحبزادی کے فرزند ہیں۔ اے اللہ عزوجل! میں ان سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ان سے محبت کر اور جوان دونوں سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کر۔ (سنن الترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص:239)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے و حضرت حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ہیں

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:496)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صفت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری خالہ کے بیٹوں کے علاوہ حضرت عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہما اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

(معجم الکبیر: مناقب حسن بن علی رضی اللہ عنہما: ص:38)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما عرش کی تلواریں ہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما عرش کی تلواریں ہیں۔ (معجم الاوسط: اول الکتاب: ص:108)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سبطین ہیں

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سبطین ہیں۔ (سنن الترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص:245)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: فضل الحسن والحسین ابن علی رضی اللہ عنہما: ص:164)

صاحبزادوں کا نام حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما رکھنے کی وجہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ارشاد فرمایا:

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا شبر اور شبیر نام رکھا اور میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ رکھا ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:498)

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء میں سے دو اسم ہیں

حضرت عمران بن سلیمان سے روایت ہے:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء میں سے دو اسم ہیں۔ عرب جاہلیت میں یہ دونوں اسم رکھا کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:192)

شہادت کی خبر

شہادت کی خبر کے متعلق یہ روایات ہیں۔

روایت: 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بعد طف کی زمین میں شہید کیا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لائے اور بتایا کہ اس مقام پر وہ شہید ہوں گے۔ (معجم الکبیر: باب الحسین بن علی بن طالب رضی اللہ عنہما:107)

روایت: 2

حضرت ام فضل بنت حرث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آ کر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جلد ہی شہید کر دے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے۔ (مستدرک: اول فضائل ابی عبد اللہ الحسین ابن علی رضی اللہ عنہما: ص:194)

روایت: 3

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی نہیں آیا اس نے مجھ سے کہا: تیرا یہ بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں اس مقام کی مٹی آپ ﷺ کو دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔ (مسند احمد: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ: ص: 477)

روایت: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرما دی اس دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دروازے کی دیکھ بھال کرنا تا کہ کوئی شخص اندر داخل نہ ہو جائے ابھی آپ رضی اللہ عنہا دروازہ پر ہی تھیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اندر آ گئے اور چھلانگ لگا کر آپ ﷺ پر سوار ہو گئے اور نبی کریم ﷺ ان کو بوسہ دینے لگے تو فرشتے نے آپ ﷺ سے کہا: کیا آپ ﷺ کو ان سے محبت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! فرشتے نے کہا جلد آپ ﷺ کی امت اس کو شہید کر دے گی۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں آپ ﷺ کو وہ مقام دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید ہوں گے۔ اس نے آپ ﷺ کو وہ مقام دکھایا اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو لے کر کپڑے میں باندھ دیا۔ ثابت نے کہا ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی اسی طرح کی ایک روایت کی ہے مگر اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ بھی اضافہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اس مٹی کو سونگھا اور ارشاد فرمایا: کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔

سہلہ بکسرۃ الاول سخت ریت کو کہا جاتا ہے جو باریک اور نرم نہ ہو۔

الملا کی روایت اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی المسند میں ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

پھر آپ ﷺ نے وہ مٹی مجھے عطا فرما دی اور ارشاد فرمایا: یہ اس زمین کی مٹی ہے جس زمین میں ان کو شہید کیا جائے گا وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ (الصواعق المحرقہ: 499 تا 500)

خبر کیسے صادق ہوئی؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن میں نے اس کو لیا تو وہ خون ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شہید ہونے کی جگہ کی مٹی دکھاؤں وہ کچھ مٹھیاں لے کر آئے جس کو میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا۔ اے حسین رضی اللہ عنہ کو جہالت سے شہید کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو تم پر ابن داؤد، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت ہو گئی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو مٹی خون ہو کر بہہ گئی۔ (الصواعق المحرقۃ: ص: 500)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کربلا سے گزرتے ہوئے رونا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد سے شعبی نے روایت کیا ہے: صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کربلا سے گزر ہوا یہ فرات کے کنارے نینویٰ بستی کے برابر ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام استفسار فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس کو کربلا کہا جاتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے ایک مقام پر شہید ہو گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک مٹھی میں مٹی لے کر مجھے سنگھوائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکا۔

(الصواعق المحرقۃ: ص: 501)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قافلہ کی جگہ بتانا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

الملا نے روایت کیا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان کی سواریوں کے بیٹھنے کا مقام ہے اور یہ ان کے کوچ کرنے کا مقام ہے۔ یہ آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوانوں کے خون بہنے کا مقام ہے وہ اس میدان میں شہید کیے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر رو دیں گے۔ (الصواعق المحرقۃ: ص: 501)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا شہادت کی خبر دینا

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

نبی کریم ﷺ کا ایک کمرہ تھا جس کی سیڑھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھی جس سے آپ ﷺ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے جب آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ارادہ فرماتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اوپر نہ آئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم نہ ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھ گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھایا تو آپ ﷺ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: جلد ہی آپ ﷺ کی امت اس کو شہید کر دے گی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بیٹے کو (شہید کر دے گی) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں آپ ﷺ کو اس علاقہ کے بارے میں بتاؤں جس میں اس کو شہید کیا جائے گا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عراق کے علاقہ طف کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ فرمایا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ ﷺ کو دکھائی اور کہا: یہ اس مقام کی مٹی ہے جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔ (الصواعق المحرقۃ: ص:502)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے تو بکثرت اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے ولی عہد ہونے کی بیعت لی تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مکہ مکرمہ آپ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط پہنچے۔ آپ نے کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کی تو ایک جماعت نے آپ کو منع کیا۔ ان میں آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ ﷺ نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے میں وہی کروں گا جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق گئے تو اس وقت یزید عبیداللہ بن یزاد کو کوفہ کا گورنر بنا چکا تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص کو بنا دیا اور اس سے رے (طہران) کی گورنری کا وعدہ کیا۔ اس لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت کر لیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا۔

ایک قول یہ ہے:

شمر بن ذوالجوشین نے قتل کیا۔ خولی بن یزید اصبحی نے زخمی کیا۔

ایک قول یہ ہے:

عمر بن سعد نے کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ سنان بن انس اصحی نے قتل کیا تھا اور عمر بن سعد اور شمر قتل پر برانگیختہ کرنے والے تھے اور خولی بن زیاد آپ کا سر کاٹ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر گیا تھا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنی فوج کو ان کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کو گھوڑوں سے روندا۔ کل افراد جو آپ کے ساتھ شہید کیے گئے ان کی تعداد بہتر تھی۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ کے ہونٹوں کو کرید رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی چھڑی ہٹاؤ۔ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہونٹوں کو چوم رہے تھے' پھر رونے لگے۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے رلائے اگر تو سٹھیایا ہوا بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت سلمٰی سے روایت ہے:

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا در آں حالیکہ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی خواب میں دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی پر گرد و غبار تھا میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہوا؟ فرمایا: میں ابھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کے موقع پر موجود تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے خواب میں دیکھا کہ نصف النہار کا وقت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کیسا خون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے ہیں اور میں اس کا خون جمع کر رہا ہوں۔

حضرت عمارہ بن عمیر سے روایت ہے:

جب عبید اللہ بن زیاد کا سر لا کر اس کو مسجد میں رکھا گیا تو ایک سانپ لوگوں کے سر پھلانگتا ہوا آیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد نکلا اور غائب ہو گیا اور دو یا تین بار اسی طرح اس کے نتھنوں میں گھسا۔

(اسد الغابہ: جز: 2، ص 20 تا 23)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ سے نکلنے سے لے کر بعد تک کے واقعات

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب 60ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ منورہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے میری بیعت لے تو آپ رضی اللہ عنہ جان کے خوف سے مکہ مکرمہ چلے آئے۔ کوفیوں

نے جب اس بات کو سنا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آ جائیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور جو ظلم ہم سے ہو گئے ہوں ان کو معاف فرما دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ یہ لوگ دھوکہ کرنے والے ہیں انہوں نے ہی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کو شہید کیا ہے اور بھائی کو اکیلے چھوڑ دیا مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو نہ مانا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کو اپنی معیت نہ لے جائیں اس سے بھی آپ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رو دیئے اور کہا: ہائے میرے پیارے! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہ مانے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور کہا: اے مقتول! میں آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ مکرمہ کی حرمت کو ختم کیا جائے گا میں نہیں پسند کرتا کہ میں وہ مینڈھا بن جاؤں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پہلے بیان ہو گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کوفہ کے بیوقوفوں کے ورغلانے سے محفوظ رہنا وہ آپ رضی اللہ عنہ کو گھر سے نکال دیں گے اور پھر اکیلا چھوڑ دیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کو پچھتاوا ہو گا مگر اس وقت کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی جس رات آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے رحم کی دعا فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک تھالی میں وضو فرما رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے رو رو کر اس تھالی کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ مکرمہ میں کوئی آدمی اس طرح نہ تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے اس سفر سے غم میں نہ ڈوبا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے سے پہلے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں متنبہ کیا۔ سفر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے ملے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ لوگوں کا کوئی حال سناؤ۔ اس نے جواب دیا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لال! احوال سے واقف شخص کے لئے موت کا وقت آ پہنچا ہے۔ لوگوں کے دل آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے کرتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے رہے آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ قادسیہ کے مقام پر تین دن کے فاصلے پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن یزید تمیمی نے بتایا اور کہا: واپس تشریف لے جائیں میں اپنے پیچھے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا جس امید میں آپ رضی اللہ عنہ آگے جانا چاہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو سب واقعہ اور ابن زیاد کا آنا اور اس کی تیاریوں کے بارے میں پوری خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرما لیا تو مسلم کے بھائی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم بدلہ لیے بغیر واپس ہرگز نہیں جائیں گے یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کے بعد جینے میں کوئی مزہ باقی نہیں ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ آگے چلے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کا پہلا دستہ ملا تو آپ رضی اللہ عنہ آٹھ محرم کو کربلا کی طرف پھر گئے جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے قرب وجوار میں داخل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ وہاں کا امیر عبیداللہ بن زیاد ہے جس کے بارہ ہزار جنگ کرنے والے اشخاص کو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف تیار کر کے روانہ کیا ہے جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے حکم کو تسلیم کر کے یزید کی بیعت کر لیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد اکثریت خارجی تھی جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطوط پر خطوط تحریر کیے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ خلافی کی اور بھلائی کے باوجود فوراً حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے مل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے اہل و بھائیوں میں سے اسی (80) سے تھوڑا زیادہ مقدس نفوس تھے اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچ رہے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر ان پر حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو پڑھا۔

''میں علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں جو ہاشم کی اولاد میں سے ایک عالم تھے اور فخر سے مجھے یہ بات بہت کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انسانوں سے عزت والے تھے اور لوگوں کے مابین ہماری روشن چراغ کی طرح ہے اور میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل ہیں اور میرے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ذوالجناحین کہتے ہیں اور ہم میں ہی کتاب اللہ اتری ہے اور ہم ہی میں ہدایت وحی اور بھلائی کا تذکرہ موجود ہے۔'' اگر وہ لوگ تدبیر کی رو سے آپ کے اور پانی کے مابین حائل نہ ہو جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ پر کبھی بھی قابو نہ پا سکتے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جا سکتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روک لیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دشمنوں میں سے ایک دشمن سے کہا: میں اس کو دیکھ رہا ہوں گویا اس نے بادل کو پریشانی میں کر دیا ہے کہ اس سے پانی پینے کے باوجود سیر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی منگوایا تو ایک شخص نے درمیان میں حائل ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے تالو پر لگا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کو پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا اس کے پیٹ میں گرمی اور اس کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے اور اس کے پیچھے کافور رکھا ہوا تھا پھر بھی وہ پیاس سے چلا رہا تھا اس کے پاس ستو، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اس کو پانچ بار بھی پی لیتا تو ان کے لئے کفایت کرتا وہ اس کو پیتا اور چلاتا اور اس کو دوبارہ پلایا جاتا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے اہل سے جنگ بڑھ گئی تو ان میں ایک کے بعد ایک مرتا رہا حتیٰ کہ پچاس سے زائد اشخاص قتل ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا۔ کیا کوئی حریم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے والا نہیں۔ اس وقت یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور کہا: اے ابن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلنے والا پہلا آدمی ہوں مگر اب میں آپ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ ہو سکتا ہے

کہ مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جان کی شفاعت نصیب ہو جائے پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لڑا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء ختم ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ اکیلے بچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے ان کے کثیر بہادروں کو قتل کر دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ پر کافی اشخاص نے حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اور آپ رضی اللہ عنہ کے حریم کے مابین حائل ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا۔ اپنے بے وقوفوں کو عورتوں اور بچوں سے روک لو پھر آپ رضی اللہ عنہ مسلسل قتال فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے زخموں سے آپ رضی اللہ عنہ کا خون بہادیا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے تو انہوں نے عاشورہ کے دن 61ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ لیا جب اس کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے نے یہ اشعار پڑھے۔

"میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے پر کر دو میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا مارا ہے جس کو چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز پڑھتا تھا اور سب میں سب سے بہتر شخص تھا میں نے اس کو قتل کر دیا ہے جو لوگوں سے باپ اور ماں کی وجہ سے بہتر شخص تھا۔"

ابن زیاد نے ان اشعار کو سن کر غصے میں کہا:

جب تو اس کو اس طرح کا شخص جانتا تھا تو پھر تم نے اس کو قتل کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا اور میں تجھے ضرور اس کے ساتھ ملا دوں گا پھر اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے انیس 19 اشخاص اور ایک کے مطابق بیس اشخاص کو قتل کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس وقت روئے زمین پر ان کا کوئی برابر نہیں تھا جب آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس کو ایک تھالی میں رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس طرح کا کوئی شخص نہیں دیکھا اگر چہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے اس وقت اس کے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود تھے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

اس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام ابن الدنیا نے روایت کیا ہے:

وہاں پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا۔ اپنی چھڑی کو اٹھا لو۔ میں نے کثیر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے مابین بوسہ دیتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے تو ابن زیاد نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو رلائے اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہارے قول پر تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے قیام فرمایا۔ اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تمہارے بہترین اشخاص کو قتل کر دے گا اور تمہارے برے اشخاص کو غلام بنائے گا لہٰذا اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو ذلت اور عار سے رضا مند رہے۔ پھر فرمایا: اے ابن زیاد! میں تمہیں وہ بات ضرور بتاؤں گا جو اس سے بھی زیادہ تمہیں غصہ میں ڈال دینے والی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بٹھایا پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں کو تیرے اور نیک مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کی کیا حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس کے سر کو لایا گیا تو اس کے رفقاء کے سروں کے ساتھ مسجد میں لگایا گیا تو ایک سانپ آ کر سروں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آ کر دو تین بار اسی طرح ہی کیا اور اس کے سر کو بھی وہیں پر لگایا گیا جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو رکھا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑنے کی وجہ سے نادم تھا اور چاہتا تھا کہ اس داغ کو دھویا جائے اور مختار کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے چھ ہزار اشخاص کو بری طرح قتل کیا اور اس کا سردار عمر بن سعد بھی قتل ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کے مطابق زیادہ عذاب دیا گیا اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا اس لیے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کیا تھا۔ لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا مگر آخر میں اس نے خباثت سے کام لیتے ہوئے کہا اور اس کو یہ خیال آیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں اور جب ابن زیاد نے تین ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ ڈالا تو مختار نے 69ھ میں اس کے لئے ایک گروہ کو تیار کیا جس نے اس کو اور اس کے رفقاء کو عاشورہ کے دن فرات پر اور ان کے سر مختار کو بھجوا دیئے تو اس نے ان کو وہیں پر نصب کر دیا جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر نصب کیا گیا تھا پھر اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا حتیٰ کہ سانپ اس میں داخل ہوا جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے۔

عبدالملک بن عمر نے کہا:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف تشریف فرما تھا پھر میں مختار کے پاس اس قصر امارت میں گیا تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پر دیکھا اور لوگ اسی طرح اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے ہوئے دیکھا میں نے اس کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو پانچواں سر وہاں پر نہ دکھائے اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کے سروں کو اتارا تو ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے قیدیوں کے ساتھ یزید کی طرف بھیج دیا۔ جب یہ یزید کی جانب پہنچے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے

آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ابن زیاد سے جاہلیت کے ساتھ پیش آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھجوایا۔

سبط ابن الجوزی نے کہا ہے:

مشہور بات یہ ہے کہ وہ شام والوں کو جمع کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا اور اس نے پہلی کو ظاہر کیا اور دوسری بات کو خفیہ رکھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بلند کرنے کے لئے مبالغہ سے کام لیا ہے اس کو اپنی عورتوں کے قریب لے گیا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

یہ بات اس آدمی پر ڈالنا تعجب کی موجب نہیں جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قید کر کے اور عورتوں کو ننگا منہ اونٹوں پر بٹھا کر لے گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

سر اس کے خزانے میں موجود تھا کیونکہ سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملاطفت کرتے اور خوشخبری دیتے ملاحظہ فرمایا اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں! میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے خزانہ میں دیکھا تو میں نے اس کو پانچ کپڑے پہنائے اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ ادا کی اور اس کو قبر میں دفن کر دیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے اس دوران اس کے پاس قیصر کا قاصد موجود تھا اس نے تعجب کا اظہار کیا کہ ہمارے پاس ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھر ہے ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آ کر اس کا حج کرتے ہیں اور نذریں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم اپنے خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہو لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔

اور ایک ذمی نے کہا:

میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر (70) آباء کرام کا فاصلہ ہے اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر پہرہ لگایا گیا جب بھی وہ کسی مقام پر ڈیرہ ڈالتے اس کو نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے اس کو ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا تم تو بہت برے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اس کو دھویا، خوشبو لگائی اور اس کو اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی اونچائی کی طرف دیکھنے لگا اور صبح

تک روتا رہا اور پھر مسلمان ہوگیا اس لیے اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور کو ملاحظہ کیا پھر وہ دیر سے تمام کچھ ترک کر کے نکل گیا اور اہل بیت کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔ ان پہرہ داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حاصل کیے تھے انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تا کہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئی ہیں۔

اور ایک طرف یہ تحریر تھا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ (ابراہیم:42)

اور دوسری طرف یہ لکھا ہوا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (الشعراء:227)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا تو اہل کوفہ رو پڑے۔ حضرت زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! یہ لوگ اگر ہمارے لئے روتے ہیں تو ہم کو کس نے قتل کیا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے بدلے میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کیا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے خون کے بدلہ میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کرنے والا ہوں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں اس تعداد کا آپ کی وجہ سے قتل ہو جانا اس بات کو لازم نہیں کہ یہ تعداد آپ رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے والوں کی مانند ہے اس لیے کہ اس فتنہ نے پرہیزگار لوگوں سے تعصّبات اور قتل کرنے کی نوبت کو پہنچا دیا تھا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص509 تا 517)

صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح و کربلا کے منظر پر تحقیق

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

ولادت مبارکہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے برادر معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند بنایا۔ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا عزوجل میں اپنی جوانی میں راہی جنت ہوئے حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص کو بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی کہ آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے اسی طرح بمعنی فتوت و جوانمردی بھی لفظ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر ہمت مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بسالت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اگرچہ وقت وصال پچاس سے زائد تھی مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام و خلفائے راشدین کے سوا امامین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ جوانان جنت سے تمام اہل جنت مراد ہیں اس لیے کہ جنت میں بوڑھے جوان کا فرق نہ ہوگا وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی عمر ایک ہی ہوگی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا هما ريحاني من الدنيا وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینہ سے لپٹاتے۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنت الحارث حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا۔ عرض کیا وہ بہت ہی شدید ہے ان کو اس خواب کے بیان کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ان شاء اللہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور اقدس پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں! اور میرے پاس اس کے سرخ مقتل کی مٹی بھی لائے۔ (سوانح کربلا: ص 61 تا 62)

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی شیر خوارگی کے ایام میں نبی

کریم ﷺ نے ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتون جنت نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خون جگر (دودھ) پلایا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا۔ یہ آغوش کرامت ورحمت فردوستی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جبکہ اس فرزند ارجمند کی ولادت کی مدت کے ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہو گی سید عالم ﷺ کی چشمہ رحمت نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثار اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دل ہلا دیئے۔ اس درد کی لذت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔ حضرت خاتون جنت کی خاک زیر قدم پاک پر قربان جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے ماں کی گود میں کھیل کر شفقت مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے جہاں یہ چہیتا نازوں کا پالا بھوکا پیاسا بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، عزیز واقارب برادر وفرزند قربان ہو چکے ہیں تنہا یہ نازنین ہیں تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے کربلا کی زمین مصطفیٰ ﷺ کے پھول سے رنگین ہوتی ہے وہ شمیم پاک جو حبیب خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے خاتون جنت کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے حضرت ہاجرہ اس منظر کو دیکھیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند کے جد کریم حبیب خدا (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہیں حضرت حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے **ولسوف یعطیك** ایک فقہ منیٰ بر و بحر میں ان کا حکم نافذ ہے شجر وحجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع فرمان ہیں چاند اشاروں پر چلا کرتا ہے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی حکومت ہے اولین وآخرین سب کی عقدہ کشائی اشارہ چشم پر موقوف منحصر ہے ان کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام بنتے ہیں مددیں ہوتی ہیں روزی ملتی ہے۔

هل تنصرون و ترزقون الا بصعفائكم

باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبر شہادت پا کر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ کریم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے بارگاہ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے امن وسلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! علیک وسلم۔ اس خبر نے تو دل وجگر پارہ پارہ کر دیئے۔ آپ کے قربان بارگاہ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمایئے نہ خاتون جنت التجا کرتی ہیں کہ اے

سلطان دارین آپ کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا کیجئے نہ اہل بیت نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہن) سب خبر شہادت سنتے ہیں شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ مقام امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے۔ یہ محل عذر و تامل نہیں ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں۔ اخلاص سے جانثاری عین تمنا ہے دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ فرزند مقام صفا و وفا میں صادق ثابت ہو توفیق الٰہی عزوجل مساعد ہے۔

مصائب کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم پیچھے نہ ہٹا سکے۔

احادیث میں اس شہادت کی خبریں وارد ہیں۔

امام ابن سعد و طبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے انہوں نے عرض کیا: یہ (حسین رضی اللہ عنہ) کی خواب گاہ (مقتل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا اس نے عرض کیا: آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ عنہ) قتل کئے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہے کسی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خاک کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کی علامت شہادت امام قرار دینے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام کی عہد طفولیت سے خوب مشہور ہو چکی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مشہد کا کربلا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا اور اہل بیت باتفاق جانتے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

امام ابو نعیم نے یحییٰ حضرمی سے روایت کیا ہے:

وہ سفر صفین میں حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے جب نینویٰ کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ندا دی کہ اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔

میں نے عرض کیا: کس لیے فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبغ میں نباتہ سے روایت کی کہ

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے۔ حضرت مولی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے یہاں ان کے خون بہیں گے جوانان آل محمد ﷺ اسی میدان میں شہید ہوں گے۔ آسمان وزمین ان پر روئیں گے۔

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم زمین کربلا کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اونٹ کہاں باندھیں گے کہاں سامان رکھا جائے گا کہاں خون بہیں گے یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہو اپنے پرائے سب جائیں مقام بتا دیا گیا ہو وہاں کی خاک شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوق شہادت میں کمی نہ آئے جذبہ جانثاری روز افزوں پر ہوتا رہے تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر واستقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربانی کی جائے یہ مردان کامل اور فرزندان مصطفیٰ ﷺ کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

طعمہ ہر مرغ کے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو درخت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے مگر طالب رضائے حق مولیٰ کی مرضی پر فدا ہوتا ہے اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے کبھی وحشت و پریشانی اس کے پاس نہیں بھٹکتی کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا۔ اور انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے۔ اور وقت موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔ (سوانح کربلا:63 تا 66)

واقعات شہادت

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ یہ بدباطن، سیاہ دل، ننگ خاندان 25ھ میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر میسون بنت بحدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔ جب کہ عنان سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں ہوئی 59ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

''یارب عزوجل! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں 60ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔''

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ 60ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے 59ھ میں بمقام مدینہ منورہ رحلت فرمائی۔

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں عدل وانصاف قائم رہے گا حتی کہ پہلا رخنہ اندرونی ستم بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔ (سوانح کربلا: ص 67 تا 68)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب 60ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراش ہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار شریف وردائے مبارک وقمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز تھا اور دم آخر تمام زر و مال ثروت وحکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے۔ یہ مقام غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آل پاک جو بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے مگر

بد نصیبی اور شقاوت کا کیا علاج امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف وممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے۔ مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق وظلم کی بناء پر اس کو نااہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی۔

حضرت امام جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعمال کا باعث ہوگا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا لیکن امام کے دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع واحکام کی بے حرمتی اور دین کی عفرت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا۔ اور آپ کی عافیت وراحت میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا۔ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ وملت حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا تقیہ کا تصور بھی خاطر مبارک پر نہ گزرا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کے لئے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون وقت ہو سکتا تھا۔ حضرت امام وابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی درخواست اس لیے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتش عناد بھڑک اٹھی اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا یہ واقعہ چوتھی شعبان 60ھ کا ہے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ سے روانگی

مدینہ سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے کیسے رنج واندوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنا کریں دربار رسالت کی حاضری کا شوق، دشوار گزار منزلیں اور بحر وبر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لئے بے قرار بنا دے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جوار رسول سے رحلت کرنے پر مجبور ہوں۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بارادۂ رخصت آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدہ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی دل دردمند غم مجبوری سے گھائل ہوگا جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا اہل مدینہ کی مصیبت کا بھی کیا اندازہ ہو سکتا ہے دیدار حبیب کے فدائی اس فرزند کی روایات سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا۔ آہ! آج یہ قرار دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام نے مدینہ طیبہ سے بہ ہزار غم واندوہ بادل ناشاد رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مسل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔ اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام رضی اللہ عنہ نے صاف انکار فرما دیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اور یزیدی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیازمندی و جذبات عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔ اس طرح کہ التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بند ہو گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں کہاں تک اغماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام رضی اللہ عنہ کے اخلاق خشک جواب کی اجازت دیتے ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی تجویز فرمائی۔ اگرچہ امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں ان حالات سے کوفیوں کا بہ پاس ملت یزید کے بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ سے طالب بیعت پر راضی ہونا اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرنا۔ اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ قوم کو اس جابر کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہم کو یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابو سعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و مواثیق کا اعتبار نہ تھا امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا: تمہاری استدعاء پر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت و حمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے عراق کی گرویدگی و عقیدت دیکھ کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کیا کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تاکہ بندگان خدا ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو۔ مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف و فیض یاب ہو سکیں۔ اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اطلاع دے کر ضابطہ کی کاروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔ مسلم یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دمبدم بڑھ رہا ہے۔ ہزار ہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اب تک کوئی کاروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ انسدادی تدابیر عمل میں لائے۔ یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن زیاد بہت مکار و کیا دتھا وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں بہت جوش ہے ایسے دور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابن زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تاکہ وہ بے خطر اور اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو ہر لحہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا انہوں نے دھوکہ کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے گرد و پیش مرحبا کہتے چلے۔ مرحبا بک یا ابن رسول اللہ! قدمت خیر مقدم کا شور مچا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ کوفیوں کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تاکہ ان پر اس کا مکر نہ کھل جائے حتی کہ دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پرواہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید

مخالفت سے ڈرایا دھمکایا طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار کر کے منگایا اور قید کر لیا۔ کوفہ کے تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں بند کر دیا۔ حضرت مسلم یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی ندا کی جوق در جوق آدمی آنے شروع ہو گئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت حملہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنان قدرت ہے بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجود یہ کہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ داد گستر کے نائب کی حیثیت آپ نے انتظار فرمایا پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہاء درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے اپنے انجام پر نظر ڈالو ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں پر چلے جاؤ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا حتی کہ تا بوقت شام حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہاء ہیں اور ان کی رفاقت ان کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پروانہ ہوئی کہ قیامت تک عالم میں ان کا بے ہمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے کدھر جائیں کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کہ کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم

مہمانوں کو مدعو کرنے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ نادان بچے ساتھ ہیں کہاں انہیں لٹائیں کہاں سلائیں کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی اس وقت حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجاء کی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے یقیناً حضرت امام رضی اللہ عنہ میری التجاء رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑیں گے یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہراء کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔ اسی حالت میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی ایک گھر پر سامنے نظر پڑی جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے پانی مانگا اس نے پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کا گرگا تھا اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس طرح پر مطلع کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا اور ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے اور بناچاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر گلہ گوسپند پر حملہ آور ہو آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے بعض مارے گئے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردان کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہو سکتی اب یہ تجویز کہ کوئی چال چلنی چاہئے اور کسی فریب سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں نہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کرلیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خود قصد جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی مشکل مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ دروازے میں داخل ہوں ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس مکاری اور کیادی سے کیا واقف تھے آپ آیہ کریمہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا الایۃ پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے داخل ہونا تھا کہ اشقیاء نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دیق کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں صاحبزادے آپ رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تھے انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا ہے اور اس کی سرمگیں آنکھوں میں خونی اشک جاری ہے لیکن اس معرکہ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ یہ واقعہ (3) تین ذی الحجہ 60ھ کا ہے اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس وقت مسطورہ ذیل حضرات تھے۔ تین فرزندار جمند حضرت امام علی جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور مریض تھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحب زادے حضرت علی اکبر جو یعلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ قبیلہ بنی قضاء سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ ہے اور جن کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی روایت ہے۔ وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لئے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ کی وفات بھی راہ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے۔

حضرت امام کا شعر ہے۔

بعمری انی لاحب ارضا

تحمل بها سکینة والرباب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔ حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحاق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام کے ازواج میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم،

حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عبداللہ بن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن حضرت ابن علی حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل کے فرزندوں میں حضرت مسلم تو حضرت امام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد وابراہیم کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ وحضرت عبدالرحمٰن وحضرت جعفر برادران حضرت مسلم امام کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں ان کی والدہ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبہ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی ہمشیرہ اور شہربانو حضرت امام کی زوجہ اور حضرت سکینہ حضرت امام کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائے عذر باقی نہیں رہتی تھی ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے۔ شہادت کا وقت نزدیک آ چکا تھا۔ جذبہ شوق دل کو کھینچ رہا تھا۔ فداکاری کے ولولوں نے دل کو بے تاب کر دیا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا۔ نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی اگرچہ ظاہر کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت اور ہزار آدمیوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی تھی عذر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سفر کو کسی طرح گوارہ نہ کرتے تھے اور وہ حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر امام ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرض داشتیں پذیرنہ فرمانا اہل بیت کے اخلاق کے شایان نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخل حلقہ غلامی ہو جانا۔ اس پر بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ کا ان کی طرف سے اغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض پاس داری کے لئے ہیں ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام کو کسی طرح گوارہ نہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواست تشریف آوری کو رد فرمانا بھی حضرت امام رضی اللہ عنہ پر بہت شاق تھا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے امام کو سفر عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید

خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کارآمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے 3 ذی الحجہ 60ھ کو اپنے اہل بیت موالی و خدا کل بیاسی نفوس کو ہمراہ لے کر راہ عراق اختیار کی مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ حرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں۔ ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا۔ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلے کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے امیر لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ حکمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں ذات عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی علیہ الرحمہ مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا۔ عرض کیا کہ ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یفعل اللہ ما یشاء۔ حضرت امام نے فرمایا سچ ہے ایسی ہی گفتگو فرزدق شاعر سے ہوئی لطن الرمہ (نام مقام ہے) سے روانہ ہونے کے بعد عبید اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور انہوں نے اندیشے ظاہر کئے۔ حضرت امام نے فرمایا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرمادی۔ راہ میں حضرت امام عالی مقام کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگوؤں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔ حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا حتیٰ کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا۔ حر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے۔ حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے۔ حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام نے حر سے فرمایا: میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لئے کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے۔ اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔ حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام ہی کی اقتداء کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرا بھی فروگذاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمایا۔

یہ محرم 61ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کربلا سے واقف تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت رسالت کو راہ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی۔ اللھم اعطا الحسین صبراً و اجراً۔ عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صد ہا تمناؤں سے مہمان بن کر بلایا ہے عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں۔ قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادل مغموم واپس جاتی ہیں لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے حتیٰ کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رخت اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنان حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا یہاں تو ان مسافران بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمان کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی آب فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ستم ہے بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقتیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عجیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارہ نہیں کر سکتا نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لیے آپ نے فرمایا: میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا اور اس نے مزید عساکر و افواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمرو بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دار السلطنت ہے اور اس کو تہران کہتے ہیں۔ ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت ومرتبت کا ہر دل معترف تھا اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلوتہی کی وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے خون سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو

ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دستبردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیاوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور ابن زیاد بن نہاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا حتیٰ کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔ حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو آدمی ہیں ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی باارادہ جنگ نہیں آئے تھے اور انتقام حرب کافی نہ رکھتے تھے ان کے لئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے آخر وہ ان بیاسی نفوس کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لئے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا۔ بے اندازہ لشکر بھیج دیئے فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے اس پر بھی خوفزدہ ہیں اور جنگ آزماؤں دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیران حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں ضعف انتہاء کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت — کریں صبر و تحمل میر کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کے لئے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت و غیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خوردسال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ دھان تھے۔ نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لئے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا۔ آل رسول کو لب آب میسر نہ آتا تھا۔ سرچشمہ (تیمم) سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اس طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب و تواں ہو گئے اس معرکہ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سرنیاز جھکا دیتا مگر فرزندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ اور ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا۔ حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوئی۔ دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیں اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا آپ کا کمال احترام کیا جاتا۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دل حب دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتون ہوتا ہے۔ جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے

دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے راحت دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی اور راہ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا۔ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارہ نہ فرمائی اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی غیرت میں فرق آنا برداشت نہ ہوسکا۔

دسویں محرم اکسٹھ ہجری کے دلدوز واقعات

جب کسی طرح مشکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی مشکل سے جفاشعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کردی گئیں لیکن تشنگان خوان اہل بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ اب کوئی شکل اخلاص کی باقی نہیں ہے نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلادی گئی تا کہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذاء سے محفوظ رہیں۔ دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق وشوق تضرع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لیے، زبانوں نے قرأت وتسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام رفقاء اہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک قطرہ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا بھوک وپیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے اس کا لوگ کچھ اندازہ کرسکتے ہیں یعنی کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں انہوں نے ناز پروردگان آغوش رسالت کو کیسا پژمردہ کردیا ہوگا ان غریبان وطن پر جور وجفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وتر تیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود جنگ کا نقارہ بجادیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عرصہ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا: خون ناحق حرام اور غضب الٰہی کا موجب ہے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں تمہارے درپے آزاد نہیں۔ تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہوسکتے ہو۔ روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہ رسالت میں کس چشم کرم کا منظور نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں۔ میں انہیں بتول وزہراء کا نور دیدہ ہوں جن

کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرور عالم ﷺ نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائیے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر نہ رہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو مجبوری و ناچاری میں مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔ ہنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدظن نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی۔ حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام نے فرمایا کـذبـت یـا عـدو اللہ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن خدا تو کاذب ہے تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر و تحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت و انصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب جنگ کے لئے مجبور کئے گئے تھے خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمال بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضے میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں: خبردار میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تا کہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحت قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوز جگر کی تشفی کی تدبیر رکھتا ہوں اب تو دیکھ یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یارب عزوجل! عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتش عذاب میں مبتلا کر۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کی اور فرمایا ''اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔''

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صف اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا: آپ کو پیغمبر خدا ﷺ سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام کے لئے بہت تکلیف دہ تھا آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا: یارب اس بدزبان کو فوری

عذاب میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا کی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلان بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا: اے امام دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فرمایا۔

یارب عزوجل اس کو پیاسا مار۔

امام رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا، مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب آئی۔ اس شدت کی غالب ہوئی کہ العطش العطش پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا حتیٰ کہ اسی شدت پیاس میں مرگیا۔ فرزند رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ اس کی مقبولیت بارگاہ حق پر اور ان کے قرب ومنزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیث شہیرہ شاہد میں ایسے ہی ان کے خوارق وکرامات بھی گواہ ہیں اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنا دیا اور نیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر وتبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام سے مبارز کے طالب ہوئے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے۔

انہوں نے اصرار کئے حضرت کے درپے ہو گئے۔ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان اہل بیت کا کوئی بچہ میدان میں نہ جائے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے شجاعت وبسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جاندار فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا ونیک خو گلرخ جوان تھے اٹھتی جوانی اور عنفوانی شباب، امنگوں کا وقت اور بہادروں کے دن تھے، صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساط عشرت ونشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک

نوجوان بیٹا تھا اس مشفق ماں نے پیارے بیٹے کو گلے میں بانہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج وملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت وفرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع فرمانبردار رہوں گا آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا۔ میری پیاری ماں میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔ اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی اے فرزند دلبند میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول میں نے اپنی عمر گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے ایک دم تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چو در خواب باشم توئی در خیالم چو بیدار گردم تو در ضمیرم

اے جان مادر میں نے تجھے اپنا خون جگر پلایا ہے آج مصطفیٰ کریم ﷺ کا جگر گوشہ خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت وجفا ہے۔ پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم ﷺ کا لاڈلا ظلم وجفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول تو حسین کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا: اے مادر مہربان! خوبی نصیب یہ جان شہزادہ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کر لیں میں دل وجان سے آمادہ ہوں ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس بی بی سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی زندگی کے عیش وراحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ وہب نے کہا پیاری ماں! امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا ہے یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول میدان کربلا میں بے یار ومددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی اے میرے آرام جان افسوس ہے کہ اس جنگ میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس اس سعادت میں میرا حصہ نہیں تیرے ساتھ میں بھی ان جان جہاں پر جان قربان کروں۔ ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی مجھ سے عہد کر جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لیے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے

حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔ یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزند رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہیں حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور بہشتی حسین کمال اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جان نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام رضی اللہ عنہ! اگر حضور سید عالم ﷺ کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔ وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر وسوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آ رہا ہے۔

امیر حسین و نعم الامیر   له لمعة کاسراج المنیر

امس چہ ذوفست کہ جاں می بازو   وہب کلمی لبسگ کوئے حسین

دست او تیغ زند تا کہ کنند   روئے اشرار چو گیسوئے حسین

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا۔ گرد وپیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور ناکسوں کے تن خون وخاک میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبان حال کہتی تھی۔

جاں زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ   دل بدرد آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کوئی مبارز ہے وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تعجیل کناں رفت   دل نعرہ برآورد کہ جان رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزہ جان شکار لے کر معرکہ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔ وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹخ دیتا حتیٰ کہ نیزہ پارہ پارہ

ہو گیا۔ تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملادیں جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دلان بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی۔ اے بیٹا! بہادر بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لاکر رکھ دیا۔ دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائر روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا۔

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اسكنكما الله فراديس الجنان واغرقكم في بحار الرحمة والرضوان روضة الاحباب

ان کے بعد اور سعادت مند جان نثار داد جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حر بن یزید رباحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بے قراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی کبھی وہ عمرو بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ عمرو بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں بدن کانپ رہا ہے چہرہ زرد ہے پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے۔ ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور شجاع ہیں آپ کے لئے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں۔ بارہا جنگ کے خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خوں آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے۔ حر نے کہا: اے برادر یہ مصطفیٰ کے فرزند سے جنگ ہے اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔ دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے اسی اثناء میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی آواز آئی فرماتے ہیں:

''کوئی ہے جو آج آل رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے۔''

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں۔ کریم نے کرم سے بشارت دی ہے جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقوں پر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول فرزند بتول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مبارزت پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر نہیں آنے دیتی آپ کی کرمانہ صدا سن کر

امیدوں نے ہمت باندھی تو حاضر خدمت ہوا ہوں آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفو جرم فرمائیں اور غلامان با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا ''اے حر بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب عذر خواہ محروم نہیں جاتے۔ ''وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ'' شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔''

حر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا گھوڑا اچکار کر صف اعداء پر پہنچا، حر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرص دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا اور اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمرو بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے جب میدان میں پہنچا بھائی سے کہنے لگا بھائی تو میرے لیے خضر راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی۔ میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمرو بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے لئے بھیجا اور کہا: رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بھکا کر حر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہاء کو پہنچا دے پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے وہ شخص چلا اور حر سے آکر کہنے لگا۔ اے حر! اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔

حر نے کہا:

اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہئے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم کو ترجیح دی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا پھول فرمایا ہے میں اس گلستان پر جان قربانی کی تمنا رکھتا ہوں۔ رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے۔

وہ کہنے لگا:

اے حر! یہ تو میں خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔

حر نے کہا:

اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت!

اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ چرب زبانی حر پر اثر نہیں کر سکتی۔ اہل بیت کی محبت اس کے قلب پر اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولا سے مملو ہے کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر

کھینچ مارا۔ حر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے یکبارگی حر پر دوڑ پڑے۔ حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینک کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا اور وہ سینہ سے نکل گیا اب حر نے لشکر ابن سعد کے خیمہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جان باز صادق داد شجاعت دے کر فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔ حضرت امام عالی رضی اللہ عنہ حر کو اٹھا کر لائے اور اس کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے ابھی رمق جان باقی تھی ابن زہراء کے پھول کی مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی۔ مشام جاں معطر ہو گیا آنکھیں کھول دیں دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت داد شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بد باطن کی انہیں پر نظر ہے یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام رضی اللہ عنہ پر نثار ہیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جاں نثاران امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کا ان کو موقع دیا جائے عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے۔ تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدل ازمنہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے علمبرداران شجاعت کو خاک و خون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے شیران حق کا موقع آیا اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولانگاہ بنایا۔ ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے۔ اسد الٰہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش باری۔ بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان نظر آنے لگا نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوک سناں قضا کا فرمان تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں و

ہراساں ہوگئے کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی میرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ ساعقہ کی طرف چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھاد کھا کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر جان قربان کرتے چلے جارہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو بل احیاء عند ربھم کے چمنستان کی دلکش فضاان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندان امام حسین رضی اللہ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے۔ ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا جب وہ مقابلہ کے لئے اٹھتے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہر الٰہی آرہا ہے ان کا ایک ایک ہنر ور صف شکنی ومبارز شکنی میں فرد تھا الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمہ ناحق زبان پر نہ آنے دیا نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے اب حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں میدان کی اجازت چاہتے ہیں منت وسماجت ہو رہی ہے عجیب وقت ہے۔ چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو کبھی پدر مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی اجازت دیں تو کس بات کی گردن کٹانے اور خون بہانے کی نہ دیں تو چمنستان رسالت کا وہ گل شاداب کملایا جاتا ہے مگر اس آرزومند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار و ناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے فولادی مغفر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ و برادر و فرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔ ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، مشکیں کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکہ کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب — صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب
بخت دل امام حسین ابن بوتراب — شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب — گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا جبھی نقاب — مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب

کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب | سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبر جمیل | بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں | شرمندہ اس کی ناز کی سے شیشہ حباب
صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا | چمکا جو رن میں فاطمہ زہراء کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشت سمندر پر | یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز نواں | جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے لی رکاب
چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھک گئیں | دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو مضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے | غیض وغضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں | یا اژدھا تھا موت کا یا اسوء العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا | اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں | ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کار لرزہ براندام ہو گئے | شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کر دیا | کی ضرب خود پر تو اڑا ڈالا تارکاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق بار تھا | یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا | آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کر دیا | اس جود پر ہے آج تیری تیغ زہر آب
میلان میں اس کے حسن عمل دیکھ کے نعیم | حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شباب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشت سمندر پر جلوہ آرا تھا چہرہ کی تابش ماہ وتاباں کوشرما رہی تھی سروقامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستان حسن بنادیا ہے جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں سنبل کاکل سے خجل برگ گل اس کی نزاکت سے منفعل حسن کی تصویر مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی یہ چہرہ تاباں اس روئے درخشاں کی یاددلاتا تھا۔ ان سنگ دلوں پر حیرت جو اس گل شاداب کے مقابلے کا ارادہ رکھتے تھے ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے یہ اسد الٰہی شیر میدان میں آیا صف اعداء کی طرف نظر کی ذوالفقار حیدری کو چمکایا اوراپنی زبان مبارک سے رجز شروع کی انا علی ابن حسین علی نحن اھل البیت اولی بالنبی جس وقت شاہزادہ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیان ایمان کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور

کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمرو بن سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل ہرساں ہیں۔ شان شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے۔ کہنے لگا یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں صورت وسیرت میں اپنے جد کریم علیہ السلام سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقا زادے کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا سفلہ پن اور بد باطنی ہے لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام طمع ودولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر وشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ شاہزادہ عالی قدر نے مبازر طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا: اے ظالمان جفا کیش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ مگر کسی کو ہمت تھی جو آگے بڑھتا کسی کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا: دشمنان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہ بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند باد پا کی باگ اٹھائی اور توسن صبا رفتار کے مہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ جس طرف زد کی پرے کے پرے ہٹا دیئے ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے ہر طرف شور برپا ہو گئے دلاوروں کے دل چھوٹ گئے بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب تھی کبھی تلواروں کا وار تھا شہزادہ اہل بیت کا حملہ نہ تھا عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستان اہل بیت کے گل شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا "یا ابتاہ العطش" اے پدر بزرگوار پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند تھے تیز دھوپ اور اس میں جان بازانہ دوڑ دھوپ گرم ریگستان لوے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا۔ دست شفقت سے چہرہ گلگوں کا گرد وغبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزند ارجمند کے دہان اقدس میں رکھ دی پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا پھر صدا دی۔ "اھل من مبازر" کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔ عمرو بن عاص نے طارق سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارزت

طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کا کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے، خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبداللہ ابن زیاد سے تجھے موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول اور اولاد بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم اٹھائی اور پختہ قول وقرار کیا۔ اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لیے چلا۔ سامنے پہنچتے ہی شہزادہ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا، شاہزادہ عالی جہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمال ہنرمندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اس کو روند ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھا لیا اور زمین پر اس زور سے پٹخا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا۔ ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادہ پر یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ شاہزادہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک پہنچا دیا اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے کتنے پیچھے ہٹے آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا العطش العطش بابا پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے نور دیدہ حوض کوثر سے سیراب کا وقت قریب آ گیا ہے دست مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔"

یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے اس مرتبہ لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک وخون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمن فاطمہ کا گل رنگین اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ پیہم تیغ وسنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہ سوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاک کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی "یا ابتاہ

ادر کنی" اے پدر بزرگوار مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں جا پہنچے اور جاں باز نونہال کو خیمہ میں لائے اس کا سر گود میں لیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا۔

"جان ما نیاز مندان قربان تو باد" اے پدر بزرگوار میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہیں بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل بیت کا صبر وتحمل اللہ اکبر! امید نے گل نوشگفتہ کو کملایا ہوا دیکھا اور الحمد للہ کہا: ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجا لائے مصیبت واندوہ کی کچھ نہایت ہے فاقہ پر فاقے ہیں پانی کا نام ونشان نہیں۔ بھوکے پیاسے فرزند تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں۔ جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم وجفا سے ذبح کیے گئے۔ عزیز واقارب، دوست واحباب، خادم، موالی، دل بند، جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دو پہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے جن کا کلمہ تسکین دل وراحت جان تھا وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں آل رسول نے رضا وصبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔ حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کم سن ہیں شیر خوار ہیں پیاس سے بے تاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے اس چھوٹے بچے کی ننھی زبان باہر آتی ہے بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھاتے ہیں نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی والدہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمان سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا: اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور وجفا کی نذر کر چکا اب اگر آتش بغض وعناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔ جفا کاران سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بد بخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا۔ بچہ نے تڑپ کر جان دی۔ باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا خون میں نہا رہا ہے اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلان بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔ لیکن جب امام اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری۔ گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا فرمایا وہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت وکرم کے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔

الحمد لله علی احسانه و نواله .

رضاو تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہوگا "انی اعلم مالاتعلمون" کاراز ان پر منکشف ہوگیا ہوگا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جانثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر جانیں قربان کر گئے اب تنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وہ بھی بیمار وضعیف باوجود اس ضعف وناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو تنہا دیکھ کر مصاف کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" جان پدر لوٹ میدان جانے کا قصد نہ کرو کنبہ، قبیلہ، عزیز واقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں نثار کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سر راہ خدا میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں بےلسان اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا، جدو پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلے گی، حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا، یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دودمان رسالت ونبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستفید ہوگی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار وتجلیات کی زیارت کریں گے اے نور نظر لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ

میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش ورحم کرم میں پہنچے میں تڑپ رہا ہوں مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ نے کچھ پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر باندھا سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدر کرار کی ذوالفقار آمدار حمائل کی اہل خیمہ نے اس منظر کو کن آنکھوں سے دیکھا امام میدان جانے کے لئے

گھوڑے پر سوار ہوئے اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہاء کو پہنچتی ہے اوران کا سرداران سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہوتا ہے۔ ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلا رہی ہے ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں، حسرت ویاس کی تصویریں کھڑی ہوئی ہیں نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ خاندان مصطفیٰ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت وکرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین فرمائی رضائے الٰہی پر صابر وشاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپرد خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر وعثمان وعون وجعفر وعباس جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصول شہادت کی تمنا میں بے چین تھے تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعداء کے مقابل جانا ہے۔ خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا۔ امید زندگانی وتمنائے زیست کا گرد وغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا۔ حب دنیا وآسائش حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتاب حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں کا نور ہو گئی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گراں نبرد آزما لشکر گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پر کاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی وناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

''اے قوم خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے جان دینا جان لینا سب اس کی قدرت واختیار میں ہے اگر خداوند جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم ہوگی اعمال کا حساب کیا جائے گا میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت گناہ گاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے ناحق خون کا بدلہ چاہیں گے تم میرے اہل وعیال اعزہ واطفال، اصحاب موالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری وقیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے در پے آزاد ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔

الاحکم اللہ و رضینا بقضاء اللہ"

حضرت امام کی زبان گوہرفشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت رو پڑے۔دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسر ظلم و جفا ہیں اور حمایت باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنان حق کے لئے آخرت کی رسوائی و خواری کا موجب ہے اس لیے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمان بد باطن نے بھی ایک لحہ کے لئے اس سے اثر لیا ان کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی اور ان کے دلوں میں ایک بجلی سی چمک گئی لیکن شمر وغیرہ بدسیرت و پلید طبیعت رذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے کہنے لگے آپ قصد کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔حضرت امام رضی اللہ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اقامت حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر، خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا لخت جگر بے کسی بھوک و پیاس کی حالت میں آل و اصحاب کی مفارقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے۔تمام حجتیں قطع کر دی گئیں۔اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔جب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اطمینان فرمایا: سیاہ دلان بد باطن کے لئے عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خون ناحق و ظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا: تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ایک بے حیاء ابن زہراء آپ کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے۔امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔غرور و قوت میں سرشار ہے کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہے آتے ہی حضرت امام رضی اللہ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام نے ضرب فرمائی سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرور و شجاعت خاک میں مل گیا۔دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلے میں ہنرمندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کوہ شکن شام و عراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر و روم میں میں شہرہ آفاق ہوں۔دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں آج تم میرے زور قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے جب سپاہ شام کا گستاخ جفا جو سرکشانہ گھوڑا کودتا سامنے آیا۔

تو حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے ہوش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ حسین کو کمزور و بے کس دیکھ کر حوصلہ بندیوں کا اظہار کر رہے ہو مردود میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔''

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری۔ معلوم ہوتا تھا کہ کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا کہاں تک نہ تھکیں گے پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی تھی بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے تو کوئی کامیاب ہوگا اس طرح نئے نئے ومبدم شیر صولت پیل پیکر تیغ زن حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلم تراش دیا خود و مغفرت کاٹ ڈالے جوش و آئینے قلع کر دیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔ زمین کربلا میں بہادران کوفہ کا کھیت بو دیا۔ ناموران صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا۔ نعشوں کے انبار لگ گئے بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آ گئے۔ لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جا سکے گا۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرومائیگان روباہ سیرت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں نوجوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام رضی اللہ عنہ کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے اور دشمنوں کے سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح باد خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور ان کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی تمام ناموران کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تن نازپرور نشانہ بنا ہوا ہے۔ نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو

رہا ہے۔ بے شرم کوفیوں نے سنگ دلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا یہ پیشانی مصطفیٰ ﷺ کی بوسہ گاہ تھی یہ سیمائے نور حبیب خدا کے آرزو مندان جمال کا قرار دل ہے بے اویان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور اس جبین پر ضیا کو تیر سے گھائل کیا۔ حضرت کو چکر آیا اور گھوڑے سے نیچے آئے اب مردان سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔

ان لله وانا اليه راجعون ۔

ظالمان بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں کیا دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی بن یزید پلید نے یا شبل یا ابن یزید نے بڑھ کر سر اقدس کو تن مبارک سے جدا کیا۔ صادق جاں باز نے عہد وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی۔ سرو تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم کے دین حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستان کوفہ کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے لئے نقوش ثبت فرمائے۔

اعلى الله تعالى مكانه و اسكنه بحبوحة و امطر عليه شابيب رحمة ورضوانه ۔

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادسوم کی نذر ہو گئے۔ خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ کونین کے متاع بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے۔ فرزندان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بیکس بیبیاں گرفتار کئے گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن زیاد بد نہاد نے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء کے سروں کو اسیران اہل بیت کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی یزید کے پاس دمشق بھیجا۔ یزید نے سر مبارک اور اہل بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔ اس واقعہ ہائلہ سے حضور سید عالم ﷺ کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ پہنچا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔

امام بیہقی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا میں نے عرض کیا: اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: حسین اور ان کے رفیقوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کئے گئے۔
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ
انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک و ریش اقدس پر گرد و غبار ہے عرض کیا جان ما کنیزان نثار تو باد یارسول اللہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔
بیہقی ابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کیا ہے:
جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔
بیہقی ابونعیم نے زہری سے روایت کیا ہے:
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔
بیہقی نے ام حبان سے روایت کیا ہے:
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔
بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کیا ہے:
یزید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک اونٹ پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندرائن کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی کھا نہ سکا۔
ابونعیم نے سفیان سے روایت کیا ہے:
انہوں نے کہا: مجھے میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے دیکھا رس (کسم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔
بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کیا ہے:
میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں جوان لڑکی تھی کئی روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔
بعض مؤرخین نے کہا ہے:
سات روز تک آسمان خون سے رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس

کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے:

میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا۔

مسح النبی جبینه　　فله بریق فی الخدود

اس جبین کو نبی نے چوما تھا

ہے وہی نور اس کے چہرے پر

ابو اہ من علیا قریش　　جدہ خیر الجدود

اس کے ماں باپ برترین قریش

اس کے نانا جہلاں سے بہتر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کے کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا میں نے اپنی لونڈی کو بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے۔

الا یاعین فابتھلی بحھد　　ومن یبکی علی الشهداء بعدی

ہو سکے جتنا رو لے تو اے چشم

کون روئے گا پھر شہیدوں کو

علی رھط تقودھم المنایا　　الی متجبر فی ملك عهدی

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی

موت ان بے کسوں غریبوں کو

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے:

وہ کہتے ہیں واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کو لوگ نیزے پر لے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجباً

اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی بزبان فصیح فرمایا۔

اعجب من اصحاب الکهف قتلي و حملي

اصحاب کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے۔

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ان کی جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا۔ آل واصحاب کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے۔ یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابونعیم نے بطریق ابن الہیعہ ابی حنبل سے روایت کیا ہے:

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرمہ پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اترجوا امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

یہ بھی منقول ہے کہ

ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دیر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا، غسل دیا، عطر لگایا، ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمت الٰہی کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیاء نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے۔

ولا تحسبن الله غافلاً عما يعمل الظلمون

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے۔

وسيعلم الذين ظلموا الى منقلب ينقلبون

اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا تمام دنیا رنج وغم میں گرفتار تھی۔ شہادت امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا۔ ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے۔ آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی۔ راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے۔ فرزند رسول جگر گوشۂ بتول، سردار قریش امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے طشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے

جائیں اور وہ خوش ہو اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا اس پر اس نابکار نے اظہار ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کے لئے تھی دل تو اس ناپاک کا اہل بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے صبر و رضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ راہ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت و جانبازی ہے اور اس میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق وصداقت پر استقامت و استقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

واقعات بعد از شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قاعدگیوں کے لئے ایک زبردست محتسب تھا وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آئے گا اور اس کی کج روی اور گمراہی پر حضرت امام رضی اللہ عنہ صبر نہ فرمائیں گے اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر گھوم رہا ہے اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لئے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت اس کے لئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کر کھیلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی، زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی، تمرد وسرکشی انتہاء کو پہنچی، شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بائیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا۔ یہ 62ھ کا واقعہ ہے اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائگان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وبارک وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے، سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے تمام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا، لڑکوں کو قید کر لیا، ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک لوگ مسجد شریف میں نماز سے مشرف نہ ہو سکے صرف حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ بن غسیل نے فرمایا: یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں پھر یہ لشکر شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں اس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے پانچ 5 ربیع الاول 64ھ کو جس روز اس پلید

کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتل جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ندا دی کہ اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہ ناحق پژدہ خائب و خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دست مبارک پر بیعت کی، اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول 64ھ میں معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ ہوا۔ 65ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ برادر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روند دیا جس سے اس کے سینے اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر مظالم کے طوفان توڑے۔ آج ان ظالمان ستم شعار و مغروران نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنان امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی — ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی — کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگان خون جوانان اہلبیت — دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا گئے — گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے — مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا بوستان
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
دنیا پرستو! دیں سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دن سزا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو شخص عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سور ما بصیرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لئے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

عبد اللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو دے کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھی بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج کے مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کیے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ 67ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا: اے اہل کوفہ دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ وہی جگہ ہے خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا اسی کوفہ اور اسی دار الامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ

جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اور اس کی ہیبت

سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا پھر جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، نستان ابن انس نخعی، عبداللہ ابن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیاء جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ حدیث شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ خون حضرت امام رضی اللہ عنہ کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے وہ پورا ہوا دنیا پرستاران سیاہ باطن اور مغروران تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لئے عیش دنیا سے مانع ہے یہ نہ ہوں تو تمام کرہ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کے لئے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان اہل بیت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے انہیں نہیں معلوم تھا کہ خون شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے ایک ایک شخص جو قتل امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا وہی فرات کا کنارہ ہو گا وہی عاشورہ کا دن وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی، دنیا میں ہر شخص تفاتف کرے گا۔ اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہو گی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہو گی جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت میں ان پر نفرت وملامت کی جائے گی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت حمایت حق کے لئے ہے اس راہ کی تکلیفیں عزت ہیں اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا مقابل سے ان کی نظر نہ جھپکی دم آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اس کے پائے ثبات استقلال کو لغزش نہ ہوئی اس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا۔ حق وصداقت کا ناقابل فراموش درس دیا اور ثابت کر دیا کہ فیوض نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں ان باطنوں کے رگ وپے میں ایسی جاگزیں ہو گئی ہیں کہ تیر وتلوار اور تیر وسنان کی ہزار گہرے گہرے زخم بھی ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دل کش منظر ان کی چشم حق بین کے سامنے اس طرح روشن ہے کہ آسائش حیات کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کیے گئے اور لوہے کی بھاری قید وبند کا بار گراں ان کے تن نازنین پر ڈالا

گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے زہری اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا: مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بار مصائب دل کو گوارا نہیں ہے۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذاب الٰہی کی یاد ہے یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائش وجود گھربار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و عترتہ اجمعین۔ (سوانح کربلا: 68 تا 120)

یزید کی عبرتناک موت

یزید پلید کا دل چونکہ دنیا ناپائیدار کی محبت سے سرشار تھا اس لئے وہ شہرت و اقتدار کی ہوس میں گرفتار ہو گیا۔ اپنے انجام سے غافل ہو کر اس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگ لیا جس اقتدار کی خاطر اس نے کربلا میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلائیں وہ اقتدار اس کے لئے کچھ زیادہ ہی ناپائیدار ثابت ہوا۔ بدنصیب یزید صرف تین برس چھ ماہ تخت حکومت پر شیطنت (شرارت و خباثت) کر کے ربیع النور شریف 64ھ کو ملک شام کے شہر حمص کے علاقے حوارین میں 39 سال کی عمر میں مر گیا۔ (الکامل فی التاریخ: جز: 3، ص: 464)

یزید کا لڑکی کے عشق میں گرفتار ہونا اور اس کا خنجر سے مارنا

یزید پلید کی موت کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک رومی النسل لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا مگر وہ لڑکی اندرونی طور پر اس سے نفرت کرتی تھی ایک دن رنگ رلیاں منانے کے بہانے اس نے یزید کو دور ویرانے میں تنہا بلایا وہاں کی ٹھنڈی ہواؤں نے یزید کو بدمست کر دیا اس دوشیزہ نے یہ کہتے ہوئے کہ جو بے غیرت و نابکار اپنے نبی کے نواسے کا غدار ہو وہ میرا کب وفادار ہو سکتا ہے خنجر آبدار کے پے در پے وار کر کے چیر پھاڑ کر اس کو وہیں پھینک دیا۔ چند روز تک اس کی لاش چیل کوؤں کی دعوت میں رہی بالآخر ڈھونڈتے ہوئے اس کے رہالی موالی وہاں پہنچے اور گڑھا کھود کر اس کی سڑی ہوئی لاش کو وہیں داب آئے۔ (اوراق غم: ص: 550)

یزید پر لعنت کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی کا قول

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے: یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے ہم یہ کہتے ہیں: وہ مسلمان تھا لیکن فاسق، شریر اور ظالم تھا۔

یزید کے فسق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب ''الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید'' میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا: نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں انہوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو۔ پھر علامہ ابن جوزی نے کہا: قاضی ابویعلیٰ الفراء نے اپنی کتاب ''المعتمد فی الاصول'' میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا: اے بیٹے! کیا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کرسکتا ہے اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے تو انہوں نے کہا: اس آیت میں ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝'' (محمد: 22،23) پھر تم سے بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور قتل اور خونریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابویعلیٰ نے جس حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے اس لشکر نے بہت قتل اور خونریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا لوگوں کو قید کیا اور مدینہ منورہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی تقریباً تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے کئی دن تک مدینہ منورہ مباح رہا مسجد نبوی میں کئی دن تک جماعت معطل رہی کسی شخص کے لئے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیئے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ و انا الیہ راجعون) اور اس

لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کرلیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچ دے اور چاہے تو ان کو آزاد کردے اور جن مسلمانوں نے یہ کہا: ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑادی یہ واقعہ حرا تھا پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لئے گیا اور انہوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگادی ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہوگی؟

علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے:

یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی چیز ہمارے آئمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہوجائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کردیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہوجائے اور یہ چیز اسی کے لئے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہوجائے نیز انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم "وعلیہ لعنة الله والملائكة والناس اجمعین" سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا اور گفتگو اسی میں ہے البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لئے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا: یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو اور یہی چیز آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لئے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو اسی طرح حدیث مبارکہ میں نام لئے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اس آیت کریمہ سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ پس واضح ہوگیا کہ بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص 221 تا 223)

امام محمد بن محمد غزالی کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا: یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔ (احیاء العلوم: جز: 7، ص: 490)

علامہ سید محمد زبیدی کا قول

علامہ سید محمد زبیدی متوفی 1305ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لئے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگر چہ وہ خبیث فاسق تھا۔ ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کو بہت ایذاء پہنچائی اور واقعہ حرہ میں مدینہ منورہ کو مباح کر دیا اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا۔

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ

اور ہر عناد رکھنے والا متکبر نا کام ہو گیا۔

تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن) بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا۔

نفلق هاما من رجال اعزة　　　علينا و كانوا هم الحق و اظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو ہم پر غالب تھے دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔
اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے۔

ليت اشياخي ببدر شهدوا　　　جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ منورہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے۔ اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں۔ بعض عراقین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ علامہ تفتازانی، آئمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور وہ حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدالمعالی نے کہا ہے۔

ولم يلعن يزيد بعد موت　　　سوى المكثار في الاغراء غالي

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت و عداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہاء پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہئے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔ یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا۔ اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے انہوں نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "من حسن اسلام امرء ترك مالا يعنه" کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔

اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت ہے خواہ ادنی نسبت ہو اور اس کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں۔
(اتحاف السادۃ المتقین: جز:7،ص488 تا489)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی کا قول

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:
شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے۔
یایکون المومن لعانا
مومن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں۔
لاتلعنوا بلعنۃ اللہ
اللہ تعالیٰ کی لعنت نہ دو۔
اور جامع ترمذی میں ہے:
من لعن شیئاً لیس لہ باھل رجعت لعانا۔
جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے۔
ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسا کہ **لعنۃ اللہ علی الکذبین**) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے (جیسے ابوجہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا ہے "**سباب المسلم فسوق**" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔
اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا ہے۔
لعن المومن کقتیلہ
مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بناء پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنیٰ فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں ہاں! اس کے افعال کا قبح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا، اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرع کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ (نبراس:ص:555)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت (محمد:22) سے یزید علیہ ما یستحقہ پر لعنت کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ علامہ برزنجی نے الاشاعۃ میں اور علامہ ہیتمی نے الصواعق میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے یزید پر لعنت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر لعنت کرنا کیوں کر جائز نہیں ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔

عبداللہ نے کہا:

میں نے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی ہے مجھے تو اس میں یزید پر لعنت کرنے کا ذکر کہیں نہیں ملا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

(محمد:22 تا 23)

تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

اور یزید نے جو کچھ آل رسول کے ساتھ کیا اس سے بڑھ کر فساد اور رشتوں کو توڑنا اور کیا ہوگا؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اس پر متفق ہیں کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی، زندہ ہو یا مردہ جس کی کفر پر موت دلیل سے معلوم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اسلام لے آئے بہ خلاف اس شخص کے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل وغیرہ۔

شیخ الاسلام السراج البلقینی کا مذہب یہ ہے کہ

فاسق معین پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور اس کا شوہر اس پر غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ

یہ ہوسکتا ہے کہ ملائکہ علیہم السلام خصوصیت سے اس عورت پر لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ وہ بالعموم لعنت کرتے ہوں کہ جو عورت اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کرکے رات گزارے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ ابن حجر مکی نے الزواجر میں لکھا ہے کہ

اگر شخص معین پر لعنت کے جواز میں درج ذیل حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جائے تو زیادہ واضح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرہ پر لوہا گرم کر کے داغ لگایا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس پر داغ لگایا ہے۔

بہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اس معین شخص پر لعنت کی ہے جس نے اس گدھے پر داغ لگایا تھا تاہم اس میں یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ آپ کی مراد وہ معین شخص نہیں تھا بلکہ جانوروں کے منہ پر داغ لگانے والے بالعموم لوگ مراد تھے۔ اور اس قول کی بناء پر کہ فاسق معین پر لعنت کرنی جائز ہے یزید پر لعنت کرنے کے مسئلہ میں زیادہ توقف نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں بہ کثرت اوصاف خبیثہ تھے اور وہ بہت کبائر کا ارتکاب کرتا تھا۔

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے اے اللہ عزوجل! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو دھمکائے تو اس کو دھمکا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا فرض قبول نہیں کیا جائے گا نہ نفل۔

اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ منورہ پر ظلم کیا اور ان کو دھمکایا۔ اہل مدینہ کو قتل کیا ان کے اموال لوٹ لئے، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور تین دن اذان نہ ہو سکی اور سب سے بڑی قیامت یہ ہے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور ان کے گھر والوں کی اہانت کی اور یہ خبر تواتر سے ثابت ہے اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں اس سلسلہ میں ایک اور حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں چھ اشخاص پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

1- جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرے۔

2- جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرے۔

3- جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جائے تا کہ ان کو عزت دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔

4- جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس کو حلال کرے۔

5- اور میری اولاد پر ان کاموں کو حلال کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔

6- اور میری سنت کو ترک کرے۔

اور یزید کے کفر اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے ان میں سے حافظ ابن جوزی ہیں اور ان سے پہلے امام ابویعلیٰ ہیں۔

اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے۔

ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں اس پر اور اس کے حامیوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس پر لعنت کے جواز کی تصریح کی ہے اور ابن الوردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی میں بھی یہ تصریح ہے اور جب اہل بیت قید کر کے عراق میں یزید کے پاس لائے گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اور خواتین سے ملا۔ اس وقت شہداء کربلا کے مبارک سر نیزوں پر تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی میں تھے۔ یزید نے ان کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

لما بدت تلك الجمول واشرفت تلك الروؤس على شفا جيرون

نعب الغراب فقلت قل اولم تقل فقد اقتضبت من الرسول ديونی

جب اونٹوں کا یہ قافلہ ظاہر ہوا

اور جیرون کے کنارے پر ان کے سر نیزوں پر بلند ہوئے

کوا بولنے لگا تو میں نے کہا: تو بول یا نہ بول

میں نے تو رسول اللہ سے اپنے قرضے وصول کر لئے۔

یزید کی مراد یہ تھی کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نانا عتبہ کو اور اس کے ماموں ولید بن عتبہ کو اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور نواسے کے بیٹوں، بھانجوں اور بھتیجوں کو قتل کر کے بدلہ لے لیا اور پرانے قرضے وصول کر لیے اور یہ کفر صریح ہے پس جب یہ اشعار اس سے صحت کے ساتھ ثابت ہوں تو اس کا کفر ثابت ہو جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا کہ یزید پر لعنت کرنا حرام ہے اور علامہ سفارینی حنبلی اور ابن جوزی حنبلی نے ان کی مخالفت کی اور کتاب الفروع میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے حجاج کو اسلام سے خارج کر دیا۔ ان پر اعتراض ہوا کہ پھر یزید کو کیا کہا جائے گا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح اس کے خلاف ہے اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

مختار وہ ہے جو علامہ ابن جوزی، ابو حسین قاضی اور ان کے موافقین نے کہا یعنی یزید پر لعنت کرنی جائز ہے۔

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب اسرا المصون میں لکھا ہے کہ

عام لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یزید کا موقف صحیح تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی اور

اگر وہ تاریخ کی کتابوں کو پڑھتے کہ اس کی بیعت کس طرح کر لی گئی تھی اور کس طرح لوگوں کو مجبور کیا گیا اور اس نے اس دور میں ہر قسم کے قبیح کام کیے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ اس کی بیعت صحیح تھی تو بعد میں اس نے ایسے کام کیے کہ ان میں سے ہر کام اس کی بیعت کے فسخ کو واجب کرتا ہے اور یزید کی طرف وہی مائل ہوگا جو جاہل ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے: وہ مسلمان تھا اور اس نے اہل بیت کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے وہ گناہ گار رہا لیکن اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

اور بعض نے کہا:

وہ اسی طرح تھا لیکن اس پر لعنت کرنا مکروہ ہے یا بغیر کراہت کے جائز ہے۔

اور بعض نے کہا:

وہ کافر ملعون ہے۔

اور بعض نے کہا:

اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس قول کا قائل یزید کے حامیوں کے سلسلہ میں منسلک ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ

میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی کریم ﷺ کی رسالت کا مصدق نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کے حرم (کعبہ مکرمہ) اور رسول اللہ ﷺ کے حرم کے ساتھ اس کے افعال کا مجموعہ اور آپ کی عترت طاہرہ کے ساتھ جو اس کا سلوک رہا اس سے اس کا اتنا ایمان بھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا اس کا ایمان ہو جو قرآن مجید کو گندگی میں ڈال دے (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اس کا حال اکابر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ حضرات مجبور اور مقہور تھے اور صبر کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا اور اگر مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ اتنے زیادہ گناہ ہائے کبیرہ کے ساتھ مسلمان تھا جن کا شمار بیان میں نہیں آسکتا اور میرا مذہب یہ ہے کہ اس جیسے شخص پر معین کر کے لعنت کرنا جائز ہے اور یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ فاسقوں میں اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنے افعال پر توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابن زیاد، ابن سعد اور ان کے متبعین بھی اسی کے ساتھ لاحق ہیں اللہ تعالیٰ کی ان سب پر لعنت ہو اور ان کے انصار و اعوان پر اور ان کی جماعت پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور جو ان پر شخصی لعنت کرنے سے احتیاط کی وجہ سے گریز کرتا ہو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ جو شخص قتل حسین سے راضی ہو اور جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی عترت طاہرہ کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس شخص نے ان کا حق غصب کیا ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو اور اب وہ یزید اور اس کے موافقین پر صراحت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہوگا اور ان الفاظ کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا سوا

علامہ ابوبکر ابن العربی اور ان کے موافقین کے جیسا کہ ان سے منقول ہے وہ اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور یہ ایسی گمراہی ہے جو یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔ (روح المعانی: جز: 26، ص108 تا 111)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی کا قول

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

فقیہ کہیر اسی آئمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم وفضل میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھا کیا اس پر لعنت جائز ہے انہوں نے جواب دیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس کے بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا، چیتوں کا شکار کرتا تھا، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔

نیز راقم ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے؟ اور کیا یزید کے لئے دعاء رحمت صحیح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔

جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گناہ گار ہوگا کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث مبارکہ کے بموجب مسلمان کی عزت کعبہ سے زیادہ ہے۔ یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرانے کا امر کیا: یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے معصیت ہے اور اس کے لئے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کہیر اسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابوالحسن نے بھی لعنت کی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے:

مجھے اس کے اسلام میں شک ہے نہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (انسان العیون: ج: 1، ص 266 تا 267)

حافظ ابوالفداء ابن کثیر کا قول

حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابوسفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا: میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبد اللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہوگئی تھیں وہ سب دوگنی چوگنی کر کے اس نے واپس کر دیں اور انہیں تعظیم و تکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ منورہ پہنچا دیا جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتے رہے۔

اور ایک قول یہ ہے:

یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر وہ نادم ہوا۔

ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انہیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انہیں واپس جانے دیں یا میرے پاس آنے دیں یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کی بات نہیں مانی اور انہیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

مزید راقم ہیں۔

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنا دیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انہوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر تہمت لگاتے ہیں بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تا کہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو۔ جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لئے مدینہ منورہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:232)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء یزید شقی پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی (نعوذ باللہ) **من هذا القول و من هذا الاعتقاد** ۔ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا؟ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کرہاً اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انہوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ منورہ واپس آ گئے اور کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے، زانی، فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے۔

اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں:

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۝

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لئے

اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں:

اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ اخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کرلی ہو۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً امام احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء کرام نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ منورہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اور اس کی توبہ اور رجوع کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

(تکمیل الایمان:ص70 تا71)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اسی قدر پر آئمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اس کو کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ○ (محمد:22،23)

کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں وحجاز میں ہزاروں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔سر انور کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے

گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جوان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں او ربحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔

لقولہ تعالیٰ "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا o اِلَّا مَنْ تَابَ" (مریم:59 تا 60)

اور توبہ تادم غررہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط اور اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ o (الشعراء:227) (فتاویٰ رضویہ: جز:6،ص107 تا 108)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

کنویں کے پانی کا ابلنا

حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت سیدنا ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے عرض کیا: میرے کنویں میں پانی بہت ہی کم ہے برائے کرم دعائے برکت سے نواز دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کا پانی طلب فرمایا جب پانی کا ڈول حاضر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منہ لگا کر اس میں سے پانی نوش کیا اور کلی کی پھر ڈول کو واپس کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہوگیا۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:5،ص:110)

دعائے امام حسین رضی اللہ عنہ سے شدت پیاس میں یزیدی فوجی کا تڑپ تڑپ کر مرنا

یزیدی فوج کا ایک سخت دل مزنی شخص امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر یوں بکنے لگا۔ دیکھو تو سہی دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے خدا کی قسم! تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم یوں ہی پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ امام تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب الانام عزوجل میں عرض کی: یا اللہ عزوجل! اس کو پیاسا مار۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دعا مانگتے ہی اس بے حیا مزنی کا گھوڑا بدک کر دوڑا مزنی پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگا۔ پیاس کا غلبہ ہوا اس شدت کی پیاس لگی کہ العطش العطش یعنی ہائے پیاس! ہائے پیاس پکارتا تھا مگر پانی جب اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدت پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (سوانح کربلا: ص:90)

دعائے امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزیدی فوجی کا آگ میں جل کر بھسم ہونا

امام عالی مقام امام عرش مقام، امام ہمام، امام تشنہ کام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یوم عاشوراء یعنی بروز جمعۃ المبارک 10 محرم الحرام 61ھ کو یزیدیوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے جس وقت میدان کربلا میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے مظلوم قافلے کے خیموں کی حفاظت کے لئے خندق میں روشن کردہ آگ کی طرف دیکھ کر ایک بدزبان یزیدی (مالک بن عروہ) اس طرح بکواس کرنے لگا۔ ''اے حسین (رضی اللہ عنہ) تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی۔'' حضرت سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کذبت یا عدو اللہ'' اے دشمن خدا! تو جھوٹا ہے کیا تجھے یہ گمان ہے کہ معاذ اللہ عزوجل! میں دوزخ میں جاؤں گا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قافلے کے ایک جاں نثار جوان حضرت سیدنا مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اس منہ پھٹ بدلگام کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ ہماری طرف سے حملے کا آغاز نہیں ہونا چاہئے پھر امام تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے دست دعا بلند کر کے عرض کی۔ اے رب قہار عزوجل! اس نابکار کو عذاب نار سے قبل بھی اس دنیائے ناپائیدار میں آگ کے عذاب میں مبتلا فرما۔ فوراً دعا مستجاب (قبول) ہوئی اور اس کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے ایک سوراخ پر پڑا جس سے گھوڑے کو جھٹکا لگا اور بے ادب و گستاخ یزیدی گھوڑے سے گرا اس کا پاؤں رکاب میں الجھا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دوڑا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا اور بدنصیب آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ حمد الہی بجا لائے اور عرض کیا: یا اللہ عزوجل! تیرا شکر ہے کہ تو نے آل رسول کے گستاخ کو سزا دی۔ (سوانح کربلا: ص:88)

سیاہ بچھو کے ڈنک مارنے سے تڑپتا مرنا

گستاخ و بدلگام یزیدی کا ہاتھوں ہاتھ بھیانک انجام دیکھ کر بھی بجائے عبرت حاصل کرنے کے اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتے ہوئے ایک بے باک یزیدی نے بکا۔ آپ کو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ سن کر قلب امام کو سخت ایذاء پہنچی اور تڑپ کر دعاء مانگی اے رب جبار عزوجل! اس بدگفتار کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔ دعا کا اثر ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوا اس بکواسی کو ایک دم قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی فوراً گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور برہنہ ہو کر بیٹھا ناگاہ ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا نہایت ہی ذلت کے ساتھ اپنے لشکریوں کے سامنے اس بدزبان کی جان نکلی مگر ان سنگ دلوں اور بے شرموں کو عبرت نہ ہوئی اس واقعہ کو بھی ان لوگوں نے اتفاقی امر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ (سوانح کربلا:89)

نور کا ستون اور سفید پرندے

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے قافلے کے بقیہ افراد 11 محرم الحرام کو کوفہ پہنچے جبکہ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے مبارک سر ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور رسوائے زمانہ یزیدی بدبخت ''خولی بن یزید'' کے پاس تھا یہ مردود رات کے

وقت کوفہ پہنچا۔ قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ سرانور کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ ظالم نے سرانور کو بے ادبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر الٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی "نوار" کے پاس جا کر کہا: میں تمہارے لیے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں وہ دیکھ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کا سر تیرے گھر پر پڑا ہے وہ بگڑ کر بولی تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سیم وزر لائیں اور تو فرزند رسول کا مبارک سر لایا ہے خدا عزوجل کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔ "نوار" یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اٹھی اور جدھر سرانور تشریف فرما تھا ادھر آ کر بیٹھ گئی اس کا بیان ہے۔ خدا عزوجل کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا اور سفید پرندے اس کے اردگرد منڈلا رہے تھے جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سرانور کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے گیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج:3، ص:434)

نیزہ پر سر اقدس کی تلاوت قرآن مجید

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یزیدیوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اس وقت میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر پاک نے تلاوت فرمائی۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ ۙ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ○ (الکہف:9)

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (شواہد النبوۃ: ص:231)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب یزیدیوں نے سر مبارک کو نیزہ سے اتار کر ابن زیاد بدنہاد کے محل میں داخل کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبان مقدس پر پارہ 13 سورہ ابراہیم کی آیت نمبر 42 کی تلاوت جاری تھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ پ:13، ابراہیم:42)

اور ہرگز اللہ عزوجل کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔ (روضۃ الشہداء: ج:3، ص:385)

سر مبارک سے بزبان فصیح کلام فرمانا

منہال بن عمرو کہتے ہیں:

واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر 9 پر پہنچا۔

اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ ۙ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ○ (الکہف:9)

پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی بخشی تو سر انور نے بزبان فصیح فرمایا۔ اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی۔ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔ (شرح الصدور: ص:212)

مناسبت دینے کی وجہ

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے مہمان بنا کر بلایا پھر بیوفائی سے پانی تک بند کر دیا۔ آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کو حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا پھر خود حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو اسیر (یعنی قیدی) بنایا۔ سر مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضرور عجیب ہے مگر سر انور کا تن مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔ (سوانح کربلا: ص:118)

خون سے لکھا ہوا شعر

حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وہ نبیذ یعنی کھجور کا شیرہ پینے لگے ایک اور روایت میں ہے:

وھم یشربون الخمر یعنی وہ شراب پینے لگے اتنے میں لوہے کا قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اترجو امۃ قتلت حسینا　　　شفاعۃ جدہ یوم الحساب

(یعنی کیا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روز قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟)

بعض روایات میں ہے کہ

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریف سے تین سو برس پیشتر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص:194)

راہب کا اسلام قبول کرنا

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک راہب نصرانی نے دیر (یعنی دیر گرجا) سے سر انور دیکھا تو پوچھا بتایا کیا تم برے لوگ ہو کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔ ان لالچیوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سر مبارک دھویا، خوشبو لگائی رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی صبح اسلام لایا اور گرجا گھر، اس کا مال

متاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہل بیت کی خدمت میں گزار دی۔ (الصواعق المحرقہ: ص199)

درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لیے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور ان کے ایک طرف پارہ 13 سورہ ابراہیم کی آیت: 42 "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط" اور دوسری طرف پارہ 19 سورۃ الشعراء کی آیت: 227 تحریر تھی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (الصواعق المحرقہ: ص199)

سرانور سے مشک کی خوشبو

علامہ قرطبی اور حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید نے اسیران کربلا اور سرانور کو مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً روانہ کر دیا اور مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں سرانور کو تجہیز و تکفین کے بعد جنت البقیع شریف میں حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یا حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا بعض کہتے ہیں: اسیران کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آ کر سرانور کو جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو شہروں میں پھراؤ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سرانور لینے کی اجازت حاصل کی اور مع فوج و خدام ننگے پاؤں وہاں سے 8 جمادی الآخر 548ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وقت بھی سرانور کا خون تازہ تھا اور اس سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی پھر اس نے سبز حریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنوسی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا چنانچہ قریب خان خلیل کے مشہد حسینی مشہور ہے۔ (شام کربلا: ص246)

تربت سرانور کی زیارت

حضرت سیدنا شیخ عبدالفتاح بن ابی بکر بن احمد شافعی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نور العین" میں نقل فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام شمس الدین لقانی قدس سرہ الربانی جو کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ مالکیہ تھے ہمیشہ مشہد مبارک میں سرانور کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرانور اسی مقام پر ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مشہد حسینی کی زیارت کی مگر مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ سر مبارک اس مقام پر ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ کو نیند آ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورت نقیب سر مبارک کے پاس سے نکلا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم شافع یوم

النشور ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! احمد بن حلبی اور عبدالوہاب نے آپ کے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرمبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم تقبل منھما و اغفر لھما

اے اللہ عزوجل! ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور دونوں کو بخش دے۔

حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس دن سے مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرانور یہیں تشریف فرما ہے پھر میں نے مرنے تک سرکرم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (شام کربلا: ص: 247)

سرانور سے سلام کا جواب

حضرت سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تمارسی رحمۃ اللہ علیہ سرانور کی زیارت کے لئے جب مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوتے تو عرض کرتے۔

السلام علیکم یا ابن رسول اللہ

اور فوراً جواب سنتے۔

وعلیك السلام یا ابا الحسن

ایک دن سلام کا جواب نہ پایا حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آگئے دوسرے روز پھر حاضر سلام ہوئے تو جواب پایا عرض کیا: یا سیدی کل جواب مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! کل اس وقت میں اپنے نانا جان رحمت عالمیان ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔ (شام کربلا: ص: 247)

سرانور کی برکت سے موت نہ آئی

منقول ہے کہ مصر کے سلطان ملک ناصر کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس محل میں خزانہ کہاں دفن ہے مگر بتاتا نہیں۔ سلطان نے اگلوانے کے لئے اس کی تعذیب یعنی اذیت دینے کا حکم دیا۔ متولی تعذیب نے اس کو پکڑا اور اس کے سر پر خنافس لگائے اور اس پر قرمز (کپڑے ریشمی) ڈال کر کپڑا باندھ دیا یہ وہ خوفناک اذیت وعقوبت ہے کہ اس کو ایک منٹ بھی انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے اور وہ فوراً راز اگل دیتا ہے اگر نہ بتائے تو کچھ ہی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مرجاتا ہے یہ سزا اس شخص کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خنافس مرجاتے تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ جب حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرمبارک یہاں مصر میں تشریف لایا تھا الحمدللہ عزوجل میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اٹھایا تھا یہ اسی کی برکت اور کرامت ہے۔ (شام کربلا: ص: 248)

سرانور کے پاس مقدس نفوس کا تشریف لانا

حضرت سیدنا ابومحمد سلیمان الاعمش کوفی تابعی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوا دوران طواف ایک شخص کو دیکھا کہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا کہہ رہا تھا یا اللہ عزوجل مجھے بخش دے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا میں اس کی اس عجیب سی دعا پر بہت متعجب ہوا کہ سبحٰن اللہ العظیم آخر اس کا ایسا کون سا گناہ ہے جس کی بخشش کی اس کو امید نہیں مگر میں طواف میں مصروف رہا دوسرے پھیرے میں بھی سنا تو وہ یہی کہہ رہا تھا میری حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ میں نے طواف سے فارغ ہو کر اس سے کہا تو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تو اللہ عزوجل سے مغفرت اور رحمت طلب کرتا ہے تو اس سے امید بھی رکھ کیوں کہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں سلیمان الاعمش (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا میرا گناہ بہت بڑا ہے میں نے کہا: کیا تیرا گناہ پہاڑوں، آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا ہاں! میرا گناہ بہت زیادہ بڑا ہے! افسوس! اے سلیمان! میں ان ستر بدنصیب آدمیوں میں سے ہوں جو حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور کو یزید پلید کے پاس لائے تھے یزید پلید نے اس مبارک سر کو شہر کے باہر لٹکانے کا حکم دیا پھر اس کے حکم سے اتارا گیا اور سونے کے طشت میں رکھ کر اس کے سونے کے کمرے میں رکھا گیا آدھی رات کے وقت یزید پلید کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سرانور سے لے کر آسمان تک ایک نورانی شعاع جگمگا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ سخت خوفزدہ ہوا اور اس نے یزید پلید کو جگایا اور کہا: اٹھ کر دیکھو میں ایک عجیب و غریب منظر دیکھ رہا ہوں۔ یزید نے بھی اس روشنی کو دیکھا اور خاموش رہنے کے لئے کہا جب صبح ہوئی تو اس نے سر مبارک نکلوا کر دیبائے سبز (عمدہ قسم کا کپڑا) کے خیمے میں رکھوا دیا اور اس کی نگرانی کے لئے ستر آدمی مقرر کر دیئے میں بھی ان میں شامل تھا پھر ہمیں حکم ہوا جاؤ کھانا کھاؤ جب سورج غروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے یکایک میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک بڑا بادل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے گڑگڑاہٹ اور پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آ رہی ہے پھر وہ بادل قریب ہوتا گیا حتیٰ کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نمودار ہوا جس پر جنت کے دو حلے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فرش اور کرسیاں تھیں اس نے وہ فرش بچھایا اور اس پر کرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا اے ابوالبشر! اے آدم علیہ السلام تشریف لایئے ایک نہایت حسین و جمیل بزرگ تشریف لائے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ سلام ہو تجھ پر اے اللہ تعالیٰ کے ولی! سلام ہو تجھ پر اے بقیۃ الصالحین زندہ رہے تم سعید ہو کر قتل ہوئے تم طرید یعنی حلف ہو کر پیاسے رہے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے تمہیں ہم سے ملا دیا ہے۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کے لئے بخشش نہیں۔ تمہارے قاتل کے لئے کل قیامت کے دن دوزخ کا بہت برا ٹھکانہ ہے یہ فرما کر وہ وہاں سے ہٹے اور ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر تشریف فرما ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادل آیا وہ بھی اسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سنا کہ ایک منادی نے ندا کی۔ اے نبی اللہ اے نوح علیہ السلام تشریف لایئے۔ ناگاہ ایک صاحب

وجاہت زردی مائل چہرے والے بزرگ دو جنتی حلے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے بھی وہی الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے پھر ایک اور بڑا بادل آیا اور اس میں سے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام نمودار ہوئے انہوں نے بھی وہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کرسیوں پر جلوہ افروز ہو گئے پھر ایک بہت ہی بڑا بادل آیا اس میں حضرت سیدنا و مولینا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدتنا بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور ملائکہ نمودار ہوئے۔ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر انور کے پاس تشریف لے گئے اور سر مبارک کو سینے سے لگایا اور بہت روئے پھر حضرت سیدتنا بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیا انہوں نے بھی سینے سے لگایا اور بہت روئیں پھر حضرت سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یوں تعزیت کی۔

السلام علی الولد الطیب، السلام علی الخلق الطیب اعظم اللہ اجرك و احسن عذاء ك فی ابنك الحسین سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے اور آپ کے شہزادہ گرامی حسین (کے اس امتحان) میں احسن یعنی بہترین صبر دے اسی طرح حضرت سیدنا نوح علیہ السلام، حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تعزیت فرمائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات مبارک ارشاد فرمائے پھر ایک فرشتے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر عرض کی۔ اے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں۔ میں آسمان دنیا پر مؤکل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرمائیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھا دوں اور ان کو تباہ و برباد کر دوں پھر ایک اور فرشتہ نے آ کر عرض کیا: اے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم! میں دریاؤں پر مؤکل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کر کے ان کو تہس نہس کر دوں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فرشتو ایسا کرنے سے باز رہو۔ حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ نانا جان! یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی (حسین رضی اللہ عنہ) کے سر انور کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر بھی مقرر ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے رب (عزوجل) کے فرشتو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں ان کو قتل کر دو۔ تو خدا کی قسم میں نے دیکھا چند ہی لمحوں میں میرے سب ساتھی ذبح کر دیئے گئے۔ پھر ایک فرشتہ مجھے ذبح کرنے کے لئے بڑھا تو میں نے پکارا: اے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بچائیے اور مجھ پر رحم فرمائیے۔ اللہ عزوجل! آپ پر رحم فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتہ سے فرمایا: اسے رہنے دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قریب آ کر فرمایا: تو ان ستر آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے میں نے عرض کی۔ جی ہاں! پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے میں ڈال کر مجھے منہ کے بل گرا دیا اور فرمایا: اللہ عزوجل تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے بخشے اللہ عزوجل تیری ہڈیوں کو نار دوزخ میں جلائے تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہوں۔

حضرت سیدنا اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا۔
او بد بخت! مجھ سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ (شام کربلا:ص 267 تا 270)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات کا محمل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات کے محمل کے متعلق درج ذیل علماء کرام کے اقوال ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حر بن یزید نے قادسیہ سے آ کر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا وہ مستقل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا جب جماعت کھڑی ہونے کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ لباس اور جوتی پہن کر آئے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا: اے لوگو! میں اللہ عزوجل اور تمہارے سامنے یہ عذر بیان کر رہا ہوں کہ جب تک تمہارے خطوط اور پیغام بر میرے پاس نہیں آئے میں اس وقت تمہارے پاس نہیں آیا تم لوگوں نے یہ کہا: ہمارے پاس آئیے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب ہم کو ہدایت عطا فرمائے اگر تم اسی عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں اگر تم نے اپنے وعدوں کو پورا کیا تو میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں چلا جاؤں گا اور اگر تم ایسا نہ کرو اور تم کو میرا آنا ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔ لوگ خاموش رہے اور آپ نے مؤذن سے کہا اقامت کہو مؤذن نے اقامت کہی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے کہا: کیا اپنے اصحاب کو تم نماز پڑھاؤ گے۔ حر نے کہا نہیں بلکہ آپ ہی نماز پڑھائیں ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر آپ چلے گئے اور حر اپنے خیمے میں چلا گیا حر کے کچھ اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے اور باقی اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور صفیں باندھ لیں پھر ان میں سے ہر شخص نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس کے سائے میں بیٹھ گیا پھر جب عصر کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوچ کی تیاری کریں پھر وہ باہر نکلے اور مؤذن کو عصر کی نماز کا حکم دیا مؤذن نے اقامت کہی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قوم کو نماز پڑھائی پھر سلام پھیر کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد لوگوں سے کہا: اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ خوشنودی کا سبب ہے اور ہم اہل بیت اس حکومت کے ان مدعیوں سے زیادہ حق دار ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے اور جو تم پر ظلم و ستم کرتے ہیں اگر تم اب ہم کو ناپسند کرتے ہو اور تمہارے لکھے ہوئے خطوط کے مطابق اب تمہاری رائے نہیں ہے تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔ حر بن یزید نے کہا بخدا ہمیں معلوم نہیں کہ آپ کس قسم کے خطوط کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عقبہ بن سمعان وہ دو تھیلے نکالو جس میں ان کے خطوط ہیں اور ان خطوں کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ حر نے کہا ہم نے آپ کو یہ خطوط نہیں لکھے تھے اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر آپ ہم کو ملیں تو آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے

جائے بغیر نہ چھوڑیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس مطلب کے حصول سے تمہارا مر جانا بہتر ہے۔

(تاریخ الامم والملوک: جز:4،ص:303)

اس کے بعد مقام بیضہ کا خطبہ یوں نقل فرماتے ہیں:

میں اس شخص کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوں جس نے احکام شریعت کو متغیر کیا میرے پاس تمہارے خطوط اور تمہاری بیعت کرنے کے پیغام برآئے کہ تم مجھ سے غداری نہیں کرو گے اور مجھے ناکام نہیں کرو گے اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہے تو تم ہدایت پا لو گے۔ میں حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) ہوں اور فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں میں تمہارا مقتدا ہوں اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑ ڈالا اور تم نے میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو مجھے اپنی جان کی قسم میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم میرے باپ، میرے بھائی اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ یہی کچھ کر چکے ہو۔ (تاریخ الامم والملوک: جز:4،ص304 تا305)

حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی 774ھ عصر کے بعد والا خطبہ یوں لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو خطبہ دیا اور ان کو اپنے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر برانگیختہ کیا اور کہا: جو ان کے دشمن ہیں اور خلافت کے دعویٰ دار ہیں جو تم پر ظلم کرتے ہیں ان کی بیعت توڑ ڈالو۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:172)

علامہ عبد الرحمان ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

پس تم پر واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے غلطی کی تھی لیکن ان کی یہ غلطی دنیاوی معاملہ میں تھی جس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ حکم شرعی کے اعتبار سے انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ یہ معاملہ ان کے ظن پر موقوف تھا اور ان کا یہ ظن تھا کہ ان کو اس اقدام پر قدرت ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمر اور ان کے بھائی ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہم نے ان کو کوفہ جانے کے سلسلے میں ملامت کی تھی اور اس معاملے میں ان کی غلطی پر متنبہ کیا تھا لیکن ان کے ہاں جو کچھ مقدر ہو چکا تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے ان کی رائے یہ تھی کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے قتل وغارت میں اضافہ ہو گا لہٰذا وہ اس اقدام سے باز رہے اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اتباع نہیں کی اور نہ ان پر انکار کیا اور نہ ان کو گناہ گار قرار دیا کیونکہ وہ مجتہد تھے اور یہ صحابہ اور تابعین حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوئے کیونکہ یہ بھی مجتہد تھے ان میں بکثرت صحابہ یزید کے ساتھ تھے جو یزید کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اپنی فضیلت اور کمال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شہادت طلب کرتے تھے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعید، حضرت زید بن ارقم اور ان جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے میرے متعلق پوچھو! اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ انہوں نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا اور نہ اس کے درپے ہوئے کیونکہ ان کو علم تھا کہ دونوں طرف اجتہاد ہے

اور یہ ایسا ہی اختلاف تھا جیسے شافعی، مالکی اور حنفی فقہاء میں نبیذ پینے پر حد میں اختلاف ہے یہ بھی جاننا چاہئے کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اجتہاد سے نہیں ہوئی ان کی شہادت کے ذمہ دار یزید اور ان کے ساتھی تھے۔ یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یزید کے خلاف خروج جائز نہیں تھا تو اس کے افعال صحیح تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس کے خلاف جنگ صحیح نہ تھی بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس کے فسق کی وجہ سے تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ وہ امام عادل نہیں تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حق ہے وہ حق اور اجتہاد پر تھے اور ان کو ثواب ہوگا اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی حکومت کو تسلیم کیا تھا وہ بھی حق اور صواب پر تھے کیونکہ وہ بھی مجتہد تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص:217)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیوں کیا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

جب تک امام اور خلیفہ کا کفر بواح ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی خلافت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث مبارکہ کی بناء پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی مخالفت کی حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی مخالفت منعقد ہو چکی اور اس کا کفر بواح ثابت نہیں ہوا تھا پھر ان حضرات کی مخالفت کا کیا جواز تھا؟

مولانا عبدالعزیز پرہاروی ملتانی اس سوال کے جوابات یوں لکھتے ہیں:

1- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لئے اس شقی کی اطاعت کرنا غیر معقول تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فرزند رسول تھے لیکن یہ جواب قواعد شرع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ارباب حل وعقد میں سے ایک شخص بھی بیعت کرے تو امامت منعقد ہو جاتی ہے اور امام خواہ فاسق ہو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ کوفہ میں رہائش اختیار کرنے گئے تھے لیکن یہ جواب روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

3- حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ تھا کہ اس کی خلافت صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر خلافت کی تفویض کی تھی کہ ان کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد میں منتقل نہیں ہوگی بلکہ اس کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا جائے گا اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ شرط ختم ہوگئی اگر یہ کہا جائے کہ ہر چند کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد بنانا صحیح نہ تھا لیکن جب بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس کی خلافت منعقد ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جبراً بیعت لی گئی تھی اور اگر انہوں نے اختیاراً بیعت کی تھی تب بھی اس کی خلافت ولی عہد بنانے کی صحت پر

موقوف ہے۔ جب ولی عہد بنانا صحیح نہیں تھا تو پھر خلافت کی بیعت بھی صحیح نہیں تھی۔ اسی وجہ سے (64ھ میں) اہل مدینہ کو یزید کی بیعت توڑنا صحیح تھا اور ان میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا اور یہ فرمایا جو شخص یزید کی بیعت توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا؟ اس کا جواب یہ ہے: ایک مجتہد کا حکم دوسرے مجتہد پر لازم نہیں ہے اگر یہ سوال ہو کہ اگر یزید کے خلاف خروج کرنا اجتہادی امر تھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی اس قدر مذمت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: انہوں نے کسی اجتہادی امر کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا تھا بلکہ محض سوائے نفسانیہ کی وجہ سے آپ کو شہید کیا اور آپ کی عزت مجروح کی اور آپ کی ذریت کو نہایت بے حرمتی سے شام کی طرف لے گئے نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس سے بیعت کرلوں لیکن وہ شقی نہیں مانے اور آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

4- ہوسکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کفر ثابت ہوا اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہو۔

5- ہوسکتا ہے جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا اس وقت وہ فاسق ہوا اس وجہ سے اس کی خلافت اصلاً منعقد نہیں ہوئی جیسا کہ بعض آئمہ کا مذہب ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس امید سے اس کو ولی عہد بنایا تھا کہ شاید اس کی اصلاح ہو جائے کیونکہ روایت ہے انہوں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو ٹھیک ورنہ تو اس کو جلد ہلاک کر دینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور اس کی خلافت زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ (نبراس: ص540 تا 541)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں کفر سے مراد معاصی ہیں اور اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک خلفاء اور حکام سے ایسی برائی صادر نہ ہو جس کا معصیت ہونا دلائل شرعیہ سے تم کو معلوم اور محقق ہو اس وقت تک تم ان کی مخالفت نہ کرو اور جب کفر کو معاصی پر محمول کر دیا گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ منورہ کا یزید کی مخالفت کرنا اس کے فسوق کی وجہ سے تھا کفر کی وجہ سے نہیں تھا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:5، ص:181)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

بیاسی اور دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی۔ حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا۔ یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین، ابن عمر اور ابن الزبیر (رضی اللہ عنہم) کو گرفتار کرلو۔ اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی

رخصت نہیں ہے مدینہ منورہ کے حاکم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رات کو مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے لئے حجاز خالی رہ گیا۔ انہوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ مکرمہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا: یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شریر ہیں اور ان سب سے برے اہل کوفہ ہیں۔ انہوں نے بیعت کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی پھر اہل مدینہ منورہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ منورہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنوامیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ بنوامیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا۔ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے معذرت کر لی اور کہا: اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لئے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھئے۔ یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا: اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ منورہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے میرا خیال ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجئے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مزی کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگراہٹ تھی اس نے آ کر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں تمہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورے دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو۔ اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ یزید نے کہا اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مزی نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو۔ پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا۔ مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو۔ اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا اور جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو اہل مدینہ منورہ کو تین دن تک ڈرانا دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ منورہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ منورہ کا طعام، اسلحہ اور

مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ منورہ کو یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا: اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد کی طرف مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا: اے اللہ عزوجل کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا: اب مدت گزر گئی ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ منورہ کو مباح رکھا پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ اہل مدینہ منورہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی۔ یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا۔ حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا۔ حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔

حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:3، ص426 تا 427)

علامہ وشتانی مالکی کی بیان کردہ اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے یزید کی بیعت کرلی تھی مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی۔ یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیکی نیتی سے اجتہاد کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث مبارکہ تھیں جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ (مستدرک: جز:4، ص92 تا93)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے۔ اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔
(کنز العمال: جز:6، ص:79)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے بیعت توڑ دے گا وہ نجات پالے گا جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ سلامت رہے گا اور جو ان سے میل جول رکھے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ (مجمع الزوائد: جز:5، ص:228)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہوجائیں گے تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا! سنو عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لئے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تم کو قتل کردیں گے اور اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو وہ تم کو گمراہ کردیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟

فرمایا: تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے صحابہ نے کیا تھا انہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جانا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:5، ص:228)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ (مجمع الزوائد: جز:5، ص:227)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔ (مجمع الزوائد: جز:5، ص:225)

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جن کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے دعوت دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو احوال کا پتہ کرنے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی دعوت کو قبول کیا مگر جب وہاں پہنچے تو انہوں نے غداری کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو خطبات دیئے جس طرح تاریخ الامم والملوک میں ہے۔ چنانچہ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے "جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔ سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (فئی) کو اپنی ملکیت بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں جبکہ میرے پاس بیعت کے لئے تمہارے بکثرت خطوط اور نمائندے آچکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے۔ اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا

اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی نئی بے وفائی نہیں ہے ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے والد محترم، میرے بھائی اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ تمہارا حصہ اور نصیب خطاء ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا۔''

(تاریخ الامم والملوک: جز:6،ص:229)

علامہ عبدالرحمان ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

جب یزید فسق و فجور میں مبتلاء ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں۔ بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے متبعین کی رائے تھی اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہو گا اور بکثرت خون ریزی ہو گی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنوامیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی دونوں جماعتیں مجتہد تھیں دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لئے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لئے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھی۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حجاز میں تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہو گی انہوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے اور یہ خیال کر کے کہ کہیں گمراہ نہ ہو جانا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انہیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا جیسے حنفی مذہب میں نبیذ

پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کرسکتا۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص: 212)

جن احادیث مبارکہ کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کی وہ احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا مگر یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی دلیل ہو۔ (صحیح مسلم: جز: 2، ص: 125)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے بیعت توڑی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (صحیح مسلم: جز: 1، ص: 128)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عرفجہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب فتنہ اور فساد ہوگا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے درآں حالیکہ متحد ہو کر اس کو تلوار سے قتل کردو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (صحیح مسلم: جز: 2، ص: 128)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہوگیا اور جس نے برے کاموں کو برا جانا وہ بھی بری ہوگیا البتہ اس سے مواخذہ ہوگا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔ (صحیح مسلم: جز: 2، ص: 128)

بیعت توڑنے پر قتل وغارت کا بازار گرم ہوا

حافظ ابوالفداء ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

تریسٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دی حتیٰ کہ کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا پھر انہوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور مدینہ منورہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنوامیہ کو بھی مدینہ منورہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنوامیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ منورہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے ان لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے۔ جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تادم مرگ بیعت کی ہے اور کہا: ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنوعبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی۔ محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انہوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا۔ بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انہوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی۔ بنوامیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا۔ یزید کو نقرس کی بیماری تھی۔ جس وقت یہ خط پہنچا وہ اس وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا: ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا: آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلوایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے۔ نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگزر کر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا: میں تمہیں تمہاری قوم اور انصار رسول اللہ کی امان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا: یہ بتلایئے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آ جاؤ تو تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ کو مباح کر دینا اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا اور علی

بن حسین (حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہو جانا۔

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جزاء خیر نہ دے اس نے مدینہ منورہ کے اشراف اور قبراء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ کو مباح کر دیا انہیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے۔ سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچا زاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں۔ مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے۔ مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں۔

ہشام بن حسان نے کہا ہے:

واقعہ حرہ کے بعد مدینہ منورہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہو گئی تھی۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک غار میں تھے۔ ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انہیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝

میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! کہا ہاں پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

(البدایہ والنہایہ: جز: 8، ص 217 تا 221)

مدائنی نے کہا ہے:

مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیّب کو لایا گیا مسلم نے ان سے کہا: بیعت کرو انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے کہا: یہ مجنون ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

مدائنی کہتے ہیں:

میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس

شہید ہو گئے جنہیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔

مدائنی کہتے ہیں:

یہ واقعہ 27 ذی الحجہ 63ھ میں واقع ہوا تھا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ منورہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔

(البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:221)

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

آخر مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے کہا: اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔ (تاریخ الامم والملوک: جز:7،ص:13)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

بیاسی اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی۔ حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین ابن علی اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ منورہ کے حاکم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا پھر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اسی رات مکہ مکرمہ چلے گئے۔ گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتہ نہ چلا کیونکہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلوایا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے لئے حجاز خالی رہ گیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا: یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شریر ہیں اور ان سب سے برے اہل کوفہ ہیں انہوں نے بیعت کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی پھر اہل مدینہ منورہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ منورہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنی امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ بنوامیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا۔ یزید نے عمر

بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا اس نے معذرت کر لی اور کہا: اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے شہر فتح کیا اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کے خون سے مجھے معاف رکھیے۔ یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین! کیا بات ہے! یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا: اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ منورہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ رسول اللہ ﷺ کا شہر اور حضور کا حرم ہے میرا خیال یہ ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجئے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ۔ پھر اس نے مسلم بن عقبہ مزی کو بلایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑاہٹ تھی اس نے آ کر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں تمہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا: اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو۔ اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ یزید نے کہا: اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مزی نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو۔ پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا۔ مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا۔ اور جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو اہل مدینہ منورہ کو تین دن تک ڈرانا اور دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ منورہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ منورہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ منورہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ منورہ کو یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا: اے اہل مدینہ منورہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد کی طرف مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا: اب مدت گزر گئی ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ منورہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ منورہ کو مباح رکھا پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ اہل مدینہ منورہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ منورہ میں سے بنو حارثہ، مسلم

بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ منورہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی۔ یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ منورہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا۔ حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مرتد ہو گیا۔ حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان ابن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی۔ ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔

حافظ ابن عمر ؒ نے لکھا ہے کہ

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز: 3 ص 426 تا 427)

حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس واقعہ حرہ کی خبر پہنچی اور اسے مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کی فتح کا علم ہوا تو وہ اس پر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ وہ امام ہے اور اہل مدینہ منورہ نے اس کی اطاعت سے خروج کیا ہے اور اس کے غیر کو اپنا امیر بنا لیا ہے اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لئے جائز ہے جب تک کہ وہ رجوع نہ کر لیں اور جماعت کے ساتھ نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کے ذریعہ پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور حدیث صحیح میں ہے جب تم ایک جماعت ہو اور کوئی شخص آ کر تم میں تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔ (البدایہ والنہایہ: جز: 8 ص: 223)

نیز حافظ ابو الفداء ابن کثیر شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

یزید نے مسلم بن عقبہ کے لئے جو تین دن کے لئے مدینہ منورہ مباح کر دیا تھا یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا جب اس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ اور ان کی اولاد شہید کی گئی تو یہ گناہ اور بھی بڑھ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا چکا تھا اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں جو عظیم فساد ہوا اس کی حد اور حساب سوائے

اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا۔اس نے مسلم بن عقبہ کی کمان میں لشکر بھیج کر اپنی مملکت کی دوام اور استحکام کا ارادہ کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کا الٹ کر دیا۔اللہ تعالیٰ کی قضاء اس کی خواہش کے درمیان واقع ہوئی اور جابروں کے جبر اور متکبرین کے تکبر توڑنے والے عزیز، مقتدر نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔(البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:222)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مزی یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ منورہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا۔

ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ

اس نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ

جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ منورہ نے مدینہ منورہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال سے زیادہ تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہوگا۔مسلم نے اہل مدینہ منورہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر مدینہ منورہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا اس وجہ سے اس کا نام مسرق رکھا گیا۔
(الاصابہ: جز:3،ص:494)

علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی 678ھ لکھتے ہیں:

27 ذی الحجہ 63 ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیئے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے۔(مرآۃ الجنان: جز:1،ص:138)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حرہ کی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔(انسان العیون: جز:1،ص:249)

علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو مہاجرین، انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیار

تابعین شہید کئے گئے اور عام لوگوں میں سے بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کئے گئے۔ سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کئے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیئے گئے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب کرتے اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے۔

یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے کہا ہے:

میں قرآن مجید اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن ماردی۔ (وفاء الوفاء: جز:1، ص:126)

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی لکھتے ہیں:

ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے: ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کہی جاتی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔ (وفاء الوفاء: جز:1، ص:134)

مسلم بن عقبہ کا عبرت ناک انجام

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ میں ایک شخص سے کہا: اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو اس نے انکار کیا اور کہا: میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ یا مردہ۔ مدینہ منورہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا اس قریشی نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا: سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو۔ سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور کہا: اے مالکہ اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا۔ اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو۔ انہوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدھے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے پھر اس نے اژدھے کی دم پر لکڑی ماری اژدھا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا۔ (وفاء الوفاء: جز:1، ص:136)

کعبہ کو جلانا

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرتے رہے۔ 3 ربیع الاول 64ھ کو بروز شنبہ اہل شام نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے منجنیق ایک مست اونٹ ہے جس سے ہم کعبہ پر نشانہ لگا رہے ہیں۔ عمرو بن حوط سفروسی یہ شعر پڑھتا تھا ''ام فروہ کا کارنامہ دیکھو وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔'' ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا۔ مشلل میں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر تینسویں محرم کو مکہ مکرمہ روانہ ہوا تھا اور چھبیس محرم الحرام کو مکہ مکرمہ پہنچا، چونسٹھ دن تک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا اور 14 ربیع الاول کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔ (تاریخ الامم والملوک: جز: 7 ص 14 تا 15)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آ لیا اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا۔ محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ انہوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔ چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مان لیا تھا حتیٰ کہ حجاج نے مکہ مکرمہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا۔

(اکمال اکمال المعلم: جز: 3 ص: 427)

حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

محرم چونسٹھ ہجری کے اوائل میں مسلم بن عقبہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور اس نے روح بن زنباع کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا جب یہ ثنیہ حرشا میں پہنچا تو اس نے لشکر کے سواروں کو جمع کیا اور کہا: امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ مجھے موت آئے تو حصین بن نمیر کو بلا کر کہا: اے پالان کے بیٹے گدھے میری نصیحت کو غور سے سنو! جب تم مکہ مکرمہ پہنچ جاؤ تو ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ توقف نہ کرنا پھر کہا: اے اللہ عزوجل! میں نے کلمہ

...ادت پڑھنے کے بعد اہل مدینہ منورہ کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی نیک کام نہیں کیا اور میرے نزدیک اس کی آخرت میں زیادہ ...اء ملے گی اور اگر میں پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا تو میں بڑا بدنصیب ہوں پھر وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو ...باد کرے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلم بن عقبہ کے بعد اسی سال چودہ ربیع الاول کو یزید فوت ہو گیا اور دونوں نے اپنی فتح سے جو امیدیں قائم کی تھیں ان ...ں نامراد رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔ 16 محرم الحرام 64ھ کو حصین بن نمیر اپنے لشکر کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ...وا۔ حصین بن نمیر مکہ مکرمہ کے باہر ٹھہر گیا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اہل مکہ مکرمہ کے ساتھ جنگ کے لئے آئے اور بہت سخت ...نگ ہوئی۔ اہل شام نے اہل مکہ مکرمہ پر بہت سخت حملہ کیا جس سے اہل مکہ مکرمہ گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ...چر لڑ کھڑا گیا پھر حضرت مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ایک جماعت نے پینترا بدل کر جنگ کی اور وہ سب ...ہید ہو گئے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما رات بھر پامردی سے لڑتے رہے پھر محرم اور صفر میں مکمل لڑائی ہوتی رہی اور تین ربیع الاول ...۶۴ھ ہجری کو یزیدی لشکر نے ہفتہ کے دن کعبہ کو نشانہ بنانے کے لئے منجنیق کو نصب کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے کعبہ پر آگ پھینکی جس ...سے ہفتہ کے دن بیت اللہ کی دیوار جل گئی۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:225)

کعبہ معظمہ کی تعمیر

شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی 1204ھ لکھتے ہیں:

کعبہ معظمہ کی دس بار تعمیر کی گئی ہے پہلی بار کعبہ معظمہ کو ملائکہ نے بنایا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان میں ایک بیت بنائیں اور ہر زمین میں ایک بیت بنائیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ چودہ بیت ہیں۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

جب ملائکہ نے کعبہ معظمہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو اس کی منتہاء تک پھاڑا اور اس کی بنیاد میں اونٹ جتنے بڑے بڑے پتھر ڈالے اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بناء کی تھی دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کی۔

روایت میں ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ انسانوں کے لئے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا ہے تیسری بار حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ تعمیر فرمایا پھر حضرت نوح علیہ السلام تک یہ تعمیر قائم رہی اور پھر طوفان

نوح میں یہ ڈوب گیا۔ چوتھی بار اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا جن کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم پہنچایا تھا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے افضل اور کوئی عمارت نہیں ہے کیونکہ بنانے کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حکم لانے والے اور انجینئر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور مددگار حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پانچویں بار کعبہ کو عمالقہ نے بنایا۔ چھٹی بار جرہم نے اور ان میں سے بنانے والا حارث بن مفاض اصغر تھا۔ ساتویں بار اس کو نبی کریم ﷺ ''جد'' قصی نے بنایا۔ آٹھویں بار اس کو قریش نے بنایا۔ اس تعمیر میں نبی کریم ﷺ بھی شریک تھے اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ نویں بار اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونسٹھ ہجری کے اوائل میں بنایا جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا اور منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے استخارے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے بعد کعبہ کو شہید کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم علیہ السلام پر اس کی تعمیر کی۔ قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو پھر داخل کر دیا۔ اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نصف جمادی الاخریٰ میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا اور رجب پینسٹھ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھائے۔ دسویں بار اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ معظمہ اس بناء پر قائم ہے۔ (الفتوحات الالٰہیہ: جز: 1، ص 115 تا 116)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّدَقَةِ عَلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ

باب: ذمی کافر پر صدقہ کا بیان

یہ باب ذمی کافر کو صدقہ دینے کے بیان میں ہے۔

1420 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي رَاغِبَةً فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ فَصِلِي اُمَّكِ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: میری ماں میرے پاس آئی اور وہ قریش کے دین پر راغب اور مشرکہ تھیں۔ میں

نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس ہے اور وہ مشرکہ ہے کیا میں اس سے حسن سلوک سے پیش آؤں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اپنی ماں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔
(صحیح ابن حبان: جز:2،ص:138)

شرح:

ذمی کافر کو نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ واجبہ یعنی نذر و کفارہ وصدقہ فطر اور حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ اور نہ ہی نافلہ اگرچہ وہ دارالاسلام میں بادشاہ اسلام سے امان بھی لے کر آیا ہو۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
ذمی کافر کو نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ وصدقہ فطر اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ نہ نفل اگرچہ وہ دارالاسلام میں بادشاہ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔ (درمختار: جز:3،ص:353)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
ذمی کافروں کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز نہیں اور نفلی صدقہ ان کو دینا جائز ہے۔ صدقہ فطر، نذر اور کفارات میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: جائز ہے مگر مسلمان فقراء کو دینا ہمیں زیادہ محبوب ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:188)

قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں:
صدقۂ فطر ذمی فقراء کو دینا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ خانیہ: جز:1،ص:111)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام قیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتیلہ سے ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ (فتح الباری: جز:5،ص:171)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

☆ قوله عن اسماء رضی الله عنها
یہ اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا غار میں تین دن تک کھانا پہنچانا

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا ماسوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ آ جائیں اور مکہ مکرمہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ کے پاس رکھوا دیتا تھا کیونکہ سب لوگ آپ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ مکرمہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں پھر شام کو آ کر ہمیں خبر دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس آ جائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما شام کو ان کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن اسحاق نے فرمایا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ کو واپس لانے کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آ کر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تین دن تک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پہنچاتی رہیں پھر تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ غار سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام: جز:2، ص 99 تا 100)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شجاعت

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین ﷺ کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے لئے بیرون شہر دو میل پر جا کر دانہائے خرمہ جمع فرماتیں ان کی گٹھڑی پیادہ پا اپنے مبارک سر پر اٹھا کر لاتیں ایک بار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم ﷺ مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے۔ حضور انور ﷺ نے انہیں بلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا: اپنے پیچھے سوار فرمالیں انہوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیاء کی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا خیال آیا نہ مانا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حال کہا فرمایا: ''واللہ تمہارا گٹھلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور انور ﷺ کے ساتھ سوار ہو لیتیں۔''

صحیحین میں ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کہا مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی مملوک اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی شئی اس کے پاس نہ تھی میں اس کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور اس کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی اور میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ ہماری ہمسائی انصار عورتیں تھیں جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں اور میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین سے جو کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی جبکہ وہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریباً چھ کلومیٹر) دور تھی۔ ایک دن میں گٹھلیاں سر پہ اٹھا کر آ رہی تھی۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار میں سے چند افراد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پھر (اونٹ کو بٹھانے کے لئے) فرمایا: اخ اخ تاکہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیں مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں۔ مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غیور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کر رہی ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے پھر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے جبکہ گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا تمہارا گٹھلیوں کو سر پر اٹھانا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار ہونے سے مجھ پر زیادہ سخت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا میرا یہ حال رہا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:12، ص310 تا 311)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی، آپ رضی اللہ عنہا کا نام لقب ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا توشہ باندھا تھا دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے صرف ستر آدمی ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا اٹھارویں مومنہ ہیں اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں۔ اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی ان کے سولی سے اترنے کے بعد 100 برس عمر ہوئی۔ 73 تہتر میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:519)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا لَا يَجُوزُ مَنْعُهُ

باب: جس چیز کوروکنا جائز نہیں

یہ باب اس بارے میں ہے کہ کسی چیز کو روکنا جائز نہیں بلکہ دے دینی چاہئے۔

1421 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ مَنْظُوْرٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِىْ فَزَارَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ امْرَاَةٍ يُقَالُ لَهَا بُهَيْسَةُ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ اَبِى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّىْءُ الَّذِىْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ مَا الشَّىْءُ الَّذِىْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ الْمِلْحُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّىْءُ الَّذِىْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ اَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ

سیار بن منظور سے روایت ہے جو کہ بنی فزارہ میں سے ہیں کہ

بہیسہ نام کی عورت کے والدمحترم نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس اندر داخل ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی قمیض مطہر کو اٹھا کر جسم انور کو بوسہ دیا اور لپٹ گئے پھر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا شے ہے جس کو روکنا حلال نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی! انہوں نے عرض کیا! یا نبی اللہ ﷺ وہ کیا شے ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نمک۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا شے ہے جس کو روکنا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جس قدر بھلائی کرو تمہارا بھی اس قدر بھلا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6، ص:150، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:48، ص:484)

شرح: پانی کی تین اقسام

پانی کی تین اقسام ہیں۔

1- الانہار الکبار، 2- الانہار الصغار، 3- الماء المحرز فی الاناء

اول قسم میں تمام کی ملکیت ہے سب استعمال کرسکتے ہیں کوئی منع نہیں کرسکتا۔ دوسری قسم میں بھی منع نہیں کرسکتا۔ تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ پانی انسان کی اپنی ملک ہے دوسرے شخص کے لئے اس میں مطلقاً تصرف کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ اجازت نہ دے دے۔

سوال

فالتو پانی کی بیع کا کیا حکم ہے؟

جواب

فالتو پانی کی بیع میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

چنانچہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی لکھتے ہیں:

فالتو پانی کی بیع کی حرمت کے لئے تین شرائط ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ اس پانی کے علاوہ اور کوئی فالتو پانی نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے اس پانی کی ضرورت ہو کاشت کاری کے لئے نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ اس پانی کے مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ مزید راقم ہیں۔

صحیح مذہب یہ ہے کہ جس شخص کی ملک میں کوئی پانی نکل آئے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 2، ص: 19)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہی تنزیہ کے لئے ہے یا تحریم کے لئے۔ طیبی نے کہا ہے: اسی اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ آیا پانی پر ملکیت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ اس نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے۔ توضیح میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہی تحریم کے لئے ہے۔ علامہ خطابی اور علامہ ابن التین نے کہا ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فالتو پانی خرچ کرنا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ فالتو پانی کو مویشیوں کے لئے خرچ کرنا واجب ہے اور کاشت کاری کے لئے واجب نہیں ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

احناف کا مذہب بھی یہی ہے کہ مویشیوں کے لئے پانی خرچ کرنا واجب ہے اور کاشت کاری کے لئے پانی خرچ کرنا واجب نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مویشی جاندار ہیں اور پانی کے نہ دینے سے ان کی موت کا خطرہ ہے اور کاشتکاری میں یہ خطرہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 12، ص: 194)

نمک کا مسئلہ

☆ قال الملح......

یہاں ملح سے مراد وہ نمک ہے جو اپنے معدن میں ہو اور وہ معدن ارض غیر مملوکہ میں ہو اگر وہ اپنی مملوکہ زمین میں ہو یا ایسا نمک ہو جو آدمی کی اپنی ملک اور حرز میں ہو تو اس کو منع کرنا جائز ہے۔

فائدہ

اس باب کا مقصود یہ ہے حسن معاشرت اور مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء دے دینی چاہئیں اور یہاں روکنا

سے مراد بخل سے روکنا ہے۔

حدیث بہیسہ رضی اللہ عنہا کی تشریح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

☆ قال یارسول اللہ!ما الیشیء الذی لایحل منعه...... الخ

1- یہاں جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنی مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کرنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی وہاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض وہ علاقے جہاں پانی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا نہ خلاف مروت ہے نہ گناہ یہی حال نمک کا ہے۔

2- یہ حکم عام ہے یعنی اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی بن پڑے کہ گزرے وقت کی قدر کرو کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره

شعر

اترتے چاند چاندنی جو ہو سکے کر لے اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

سدا نہ بلبل باگیں بولے سدا نہ باغ بہاراں سدا نہ حسن جوانی ماپے سدا نہ صحبت یاراں

(مرأۃ المناجیح: ج:3، ص:117)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَسْأَلَةِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد میں سوال کرنا

یہ باب مساجد میں سوال کرنے کے متعلق ہے۔

1422 حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِينًا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا أَنَا بِسَائِلٍ يَسْأَلُ فَوَجَدْتُ كِسْرَةَ خُبْزٍ فِي يَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

فَاَخَذْتُهَا مِنْهُ فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهِ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسجد میں داخل ہونے لگا تو سائل سوال کر رہا تھا میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پایا تو میں نے وہ لے کر اس کے حوالے کر دیا۔

(مستدرک: جز:1،ص: 571، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:199)

شرح: علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی کا قول

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

گزشتہ عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ گمشدہ چیز اور بیع کے لئے آواز لگانے کی مثل ہے اور اس کو دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ دینا سوال پر برانگیختہ کرتا ہے۔ ایک قول یہ ہے: سوال کرنا مکروہ نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:568)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر قول مختار کے مطابق مکروہ نہیں ہے اسی طرح اختیار اور مواہب الرحمان میں مذکور ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل کی۔

جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (درمختار: جز:5،ص:368)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اختیار میں یہ مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے سامنے سے گزرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے نہیں ہو سکتے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے اور جب وہاں گزرنے کے لئے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔ (ردالمحتار: جز:5،ص:368)

دخلت سے مراد

☆قولہ دخلت الخ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ

دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعلی کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ سے مراد ارادہ قیام مراد ہے پس اس تقدیر یہ واقعہ مسجد کا نہ ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

☆ قولہ عن عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر عبدالرحمان رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بدل کر عبدالرحمان رکھ دیا۔ انہوں نے اسلام لانے کو مؤخر کیا اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور اسلام میں بہت نیک کام کیے۔

ابوالفرج نے اغانی میں لکھا ہے کہ

انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی کیونکہ یہ اس وقت کم عمر تھے اور فتح مکہ مکرمہ سے قبل قریش کے چند جوانوں کے ساتھ ہجرت کی ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک قول یہ ہے: یہ فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لائے۔ جنگ بدر میں یہ کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑے تھے۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

امام ابن عبدالبر نے فرمایا ہے کہ

یہ بہت بہادر تھے اور بہت ماہر تیر انداز تھے۔ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور سات بڑے کافروں کو قتل کیا۔ جنگ جمل میں یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت لینے کے متعلق ان سے مشورہ کیا اور کہا: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

نہیں۔ یہ ہرقل اور قیصر کی سنت ہے جب ایک قیصر مر جاتا تو دوسرا قیصر اس کی جگہ تخت نشین ہوتا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم ایسا

نہیں کریں گے۔ مروان نے ان کے متعلق کہا تھا۔ یہ وہی ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

"والذی قال لو الدیه اف لکما"

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پردے کی اوٹ سے اس کا سخت انکار کیا اور کہا: اگر میں چاہوں تو میں نام لے کر بتا سکتی ہوں کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ بھیجے مگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی۔ مکہ مکرمہ سے دس میل دور ایک مقام پر ان کی وفات ہوگئی یہ سوئے ہوئے تھے اور نیند میں ہی ان کو موت آ گئی پھر ان کو مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو جب وہ حج کرنے کے لئے گئیں تو ان کی قبر پر کھڑے ہو کر روئیں پھر کہا اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو میں تم کو وہیں دفن کر دیتی جہاں تم کو موت آئی تھی اور تم پر نہ روتی۔

امام ابن سعد اور متعدد محدثین کرام نے لکھا ہے کہ

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ 53ھ میں فوت ہوئے تھے۔

یحییٰ بن بکیر نے فرمایا ہے کہ

54ھ میں فوت ہوئے۔

اور بھی کئی اقوال ہیں۔

ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے:

جس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت لینے کے لئے مدینہ منورہ میں آئے تھے اس سال فوت ہوئے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے ایک سال بعد 59ھ میں فوت ہوئی تھیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ 58ھ میں فوت ہوئے۔ (الاصابہ: جز:4، ص:276)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی کہ دونوں کی ماں ام رومان ہیں۔ حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں 53ھ میں وفات ہے۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:562)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ بِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى

باب: اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے کی کراہت

یہ باب اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے کی کراہت کے متعلق ہے۔

1423 حَدَّثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ الْقِلَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُعَاذٍ التَّمِيمِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے نام پر سوائے جنت کے نہ مانگا جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1423)

شرح:

یہ کراہیت وممانعت اس وقت ہے جب کہ جس شخص سے سوال کیا جارہا ہے سوال سے تنگ دل اور اکتاتا ہو اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے متاثر ہوتا ہو اور اس کی لاج رکھتا ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ لایسال بوجه الله الا الجنة ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ نے اس حدیث مبارکہ کے دو مطلب بیان کیے ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے اور یہ شخص جنت دے سکتا نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اللھم انا نسئلك بوجهك الكريم ان تدخلنا الجنة

فقیر احمد یار کہتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت مانگو جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی۔

اسئلك مرافقتك فی الجنة

بعض عشاق کہتے ہیں:

خدا تعالیٰ سے جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کو مانگو۔

محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم از تو مے خواہم خدا را

خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مانگتا ہوں جو جنت میں ہوگی۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:136)

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی محبت، ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت، حشر میں شفاعت اور جنت میں قدمین شریفین میں پڑوس مانگو کیونکہ یہی زندگی کا حاصل ہے۔

جنت کو طلب کرنا

حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر سوائے جنت کے نہ مانگا جائے۔ یہ حدیث مبارکہ تو سنن ابوداؤد کی ہے مگر اس سنن کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں کثیر احادیث مبارکہ جنت کو طلب کرنے کے متعلق بیان ہوئی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی۔ اے اللہ عزوجل! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے مواکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا اور تیری مدد سے دوزخ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ (مستدرک: جز:1،ص:525)

حدیث مبارکہ:2

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت کا سوال کیا جنت کہتی ہے اے اللہ عزوجل! اس کو جنت میں داخل کردے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی تو جہنم کہتی ہے اے اللہ عزوجل! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:1452)

حدیث مبارکہ:3

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (کنزالعمال: رقم الحدیث:3183)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس بندہ نے سات بار جہنم سے پناہ مانگی جہنم دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عزوجل! اس کو مجھ سے پناہ میں رکھ اور جس شخص نے سات بار جنت کا سوال کیا جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عزوجل! اس کو مجھ سے سکونت عطا فرما۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:71)

حدیث مبارکہ:5

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عزت بخشی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر آیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تم اپنی حاجت کا سوال کرو اس نے کہا ہمیں ایک اونٹنی دیجئے تا کہ ہم اس پر سوار ہوں اور ہمارے گھر والے اس کا دودھ دوہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم بنی اسرائیل کی بڑھیا کی مثل سونے سے بھی عاجز ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! بنی اسرائیل کی بڑھیا کیسی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ تو علماء بنی اسرائیل نے کہا: جب حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اس وقت تک مصر سے نہ نکلیں جب تک کہ ان کی نعش کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ان کی قبر کا کس کو علم ہے؟ تو انہوں نے کہا بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا کو اس کا علم ہے اس کو بلایا گیا وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہماری حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف رہنمائی کرو۔ اس بڑھیا نے کہا: جب تک تم میری ایک بات نہیں مانو گے میں نہیں بتاؤں گی۔ پوچھا تمہاری بات کیا ہے؟ اس نے کہا میں جنت میں تمہارے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہ مرتبہ دینا مکروہ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اس کو یہ مرتبہ دے دیں۔ تب وہ ان کو ایک ایسی جگہ لے گئی جو سمندر کے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اس بڑھیا نے کہا اس جگہ کو پانی سے خالی کرو سو اس جگہ کو خالی کیا گیا۔ بڑھیا نے کہا اس جگہ کھدائی کرو پھر انہوں نے وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش کو نکالا جب انہوں نے ان کی نعش کو اوپر اٹھایا تو ان پر گم شدہ راستہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:7218)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب عَطِيَّةِ مَنْ سَالَ بِاللّٰهِ

باب: اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے والے کو دینا

یہ باب اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے والے کو کچھ دینے کے متعلق ہے۔

1424 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَالَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهُ فَادْعُوْا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ مانگی تو اس کو پناہ دو جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کیا اس کو دے دو اور جو تم کو بلائے اس کی دعوت کو قبول کرلو اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے تو اس کا بدلہ چکاؤ پس اگر تم اس کی نیکی کا بدلہ نہ دے سکتے ہو تو اس کے لئے دعا کردو حتیٰ کہ تم دیکھو کہ گویا تم نے اس کو بدلہ چکا دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۱۴۲۴)

شرح:

مطلب یہ ہے کہ سائل کو چاہئے کہ وہ لوگوں سے دنیاوی مال و متاع حاصل کرنے کے لئے سوال کرنے میں رب تعالیٰ کو وسیلہ نہ بنائے مگر تمہیں چاہئے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے وسیلہ سے تم سے سوال کرے تو تم اس کو دیدو۔ اور دعوت قبول کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب بھی وہ تمہیں دعوت کے لئے بلائے تو تم اس کو ٹھکراؤ نہ بلکہ قبول کرلیا کرو۔ اور احسان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ کسی قسم کا بھی احسان کرے تو تم اس کو اس کا بدلہ دو کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور اگر احسان کا بدلہ احسان کرسکو تو پھر اس کے لئے دعائے خیر کردو حتیٰ کہ تم سمجھ لو کہ اس کا بدلہ ادا ہوگیا ہے۔ اور دعا میں جزاک کہہ دیا تو یہ کفایت کرے گا۔

دعوت قبول کرنے میں مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

شوافع کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے: ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے البتہ کسی عذر کی وجہ سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے:

یہ فرض کفایہ ہے۔

تیسرا قول یہ ہے:

یہ مستحب ہے۔ یہ قول خاص شادی کی دعوت کے بارے میں ہے بقیہ دعوتوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔ ظاہر یہ کہتے ہیں: شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہر دعوت کو قبول کرنا واجب ہے جن عذروں کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ طعام ہیں مشتبہ ہونا، دعوت کا امیروں کے ساتھ مخصوص ہونا۔ اس جگہ کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے جانے والے کو تکلیف پہنچے یا مدعو کو کسی خوف یا لالچ کی بناء پر بلایا گیا ہو یا مدعو کو کسی حرام کام پر مدد کے لئے بلایا گیا ہو یا اس دعوت میں شراب، گانا بجانا، ریشم کا فرش، جاندار کی تصاویر، سونے، چاندی کے برتن یا کوئی اور شرعی خرابی ہو ان اعذار میں سے کوئی بھی ہو تو دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب ساقط ہو جاتا ہے بلکہ ایسی دعوت کو قبول کرنا مکروہ ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:462)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ہندیہ میں تمرتاشی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء کرام نے کہا ہے: دعوت قبول کرنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور عام فقہاء کرام نے کہا ہے: یہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ شادی کی دعوت ہو تو قبول کرے ورنہ اسے اختیار ہے اور قبول کرنا بہتر ہے کیونکہ اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے جب دعوت میں چلا گیا تو حکم پر عمل ہو گیا خواہ کھانا کھائے یا نہ کھائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے۔

اور بنایہ میں یہ مذکور ہے کہ

دعوت کو قبول کرنا سنت ہے خواہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور تقریب ہو البتہ جس دعوت میں دکھاوا، نام آوری اور خود ستائی مقصود ہو اس میں نہیں جانا چاہئے خصوصاً علماء کو اس سے احتراز کرنا چاہئے اور اختیار میں ہے کہ شادی کی دعوت (ولیمہ) سنت قدیمہ ہے اگر اس کو قبول نہیں کرے گا تو گناہ گار ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دعوت نہیں قبول کی اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جائے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھائے اور دعا کرے اور اگر اس نے نہ کھایا اور نہ دعا کی تو وہ گنہگار ہو گا کیونکہ اس نے میزبان کی توہین کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر مجھے بکری کی کھری کی بھی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔ (ردالمحتار: جز:5، ص:304)

☆ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ

باب: کسی کا اپنا تمام مال صدقہ کرنا

یہ باب تمام مال صدقہ کر دینے کے حکم میں ہے۔

1425 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَائَهُ رَجُلٌ بِمِثْلِ بَيْضَةٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ هٰذِهِ مِنْ مَعْدِنٍ فَخُذْهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْسَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَهُ بِهَا فَلَوْ أَصَابَتْهُ لَأَوْجَعَتْهُ أَوْ لَعَقَرَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي أَحَدُكُمْ بِمَا يَمْلِكُ فَيَقُولُ هٰذِهِ صَدَقَةٌ ثُمَّ يَقْعُدُ يَسْتَكِفُّ النَّاسَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ خُذْ عَنَّا مَالَكَ لَا حَاجَةَ لَنَا بِهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص انڈے کی مثل جتنا سونا لے کر حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کو میں نے کان سے لیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرمالیجئے یہ صدقہ ہے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمالیا پھر اس نے الٹی طرف سے آکر عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا پھر وہ پشت انور سے حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر ڈال دیا۔ پس اگر اس کو لگتا تو مجروح کر دیتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی اپنی تمام ملکیت میری طرف لے کر حاضر ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: یہ صدقہ ہے پھر وہ لوگوں سے سوال کرنے کے لئے بیٹھ جائے بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی غنی ہی رہے۔

ابن اسحاق نے اپنی اسناد سے معناً اضافہ کر کے کہا:

اپنا مال ہم سے لے لو ہم کو اس کی حاجت نہیں۔

(معجم الکبیر: ج:12 ص:397، سنن النسائی: ج:8 ص:350)

1426 حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّطْرَحُوْا ثِيَابًا فَطَرَحُوْا فَاَمَرَ لَهٗ بِثَوْبَيْنِ ثُمَّ حَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ فَطَرَحَ اَحَدَ الثَّوْبَيْنِ فَصَاحَ بِهٖ وَقَالَ خُذْ ثَوْبَكَ

عیاض بن عبداللہ بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا: اپنے اضافی کپڑوں کو اکٹھا کرواؤ تو لوگوں نے اکٹھے کروا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں دو کپڑوں کو ان کو دینے کا حکم ارشاد فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی فضیلت کو بیان فرمایا تو وہ آیا تو ان دونوں کپڑوں میں سے ایک کپڑے کو حاضر کر دیا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹ ڈپٹ فرمائی ارشاد فرمایا: اپنا کپڑا واپس لے لو۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 573، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 21، ص: 465)

1427 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَيْرَ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى اَوْ تُصُدِّقَ بِهٖ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بہترین صدقہ وہ ہے جو غنایت کو ترک کر دے یا اس کو صدقہ کرنے کے بعد غنی رہے اور اپنے عیال سے شروع کرے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 574، معجم الاوسط: جز: 8، ص: 312، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 180)

شرح:

علامہ یحییٰ ابن شرولی نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
ہمارا مسلک یہ ہے کہ تمام مال صدقہ کرنا مستحب ہے مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔
1- وہ شخص قانع وصابر ہو۔
2- اس کے ذمہ کسی کا دین نہ ہو۔
3- وہ شخص عیال دار نہ ہو اگر عیال دار ہو تو پھر وہ عیال بھی اسی طرح قانع وصابر ہو۔
اور اگر یہ شرائط موجود نہ ہوں تو پھر مکروہ ہے۔ (شرح للنواوی: ص: 332)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمہور اور علماء امصار کے نزدیک تمام مال صدقہ کرنا جائز ہے جس طرح کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کردیا۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج ہی بڑھ سکتا ہوں میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے؟ میں نے کہا: اتنا ہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3675)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس میں رخصت

اس باب میں تمام مال کو صدقہ کرنے کی رخصت کا بیان ہے۔

1428 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صدقہ افضل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تھوڑے مال والا جس کو کافی کوشش سے دے اور شروع اپنے عیال سے کرے۔

(مستدرک: جز:1 ص:574، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4 ص:180، شعب الایمان: جز:3 ص:250، صحیح ابن حبان: جز:8 ص:134)

1429 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم يَقُولُ اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا اَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ

ذٰلِكَ مَالًا عِنْدِي فَقُلْتُ الْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ قُلْتُ مِثْلَهُ قَالَ وَاَتٰى اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ قَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قُلْتُ لَا اُسَابِقُكَ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا

زید بن اسلم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج ہی بڑھ سکتا ہوں میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا بچایا ہے؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال لے کر آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:180، سنن الترمذی: جز:12، ص:134، سنن الدارمی: جز:1، ص:480، مسند البزار: جز:1، ص:40)

شرح:

اس باب کی احادیث مبارکہ سے تمام مال کے صدقہ کا جواز ثابت ہو رہا ہے مگر یہ اس شخص کے لئے جو یقین و توکل میں کمال رکھتا ہو۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ **ای الصدقه افضل قال جهد المقل**

1۔ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے اس کا بڑا درجہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں لہٰذا یہ حدیث مبارکہ گزشتہ حدیث مبارکہ کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنا بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر، دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہٰذا وہاں غنی والی حدیث مبارکہ میں دل کی غنا مراد ہو سکتی ہے تب بھی احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں۔

☆ **وابدأ بمن تعول**

یعنی کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے پہلے ان کا پیٹ بھرو، تن ڈھکو پھر خیرات کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوٰۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو پھر دوسروں کو کیونکہ اپنی زکوٰۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:3، ص:132)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ فَضْلِ سَقْیِ الْمَاءِ

باب: پانی پلانے کی فضیلت کا بیان

یہ باب پانی پلانے کی فضیلت کے بیان میں ہے۔

1430 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدٍ اَنَّ سَعْدًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَىُّ الصَّدَقَةِ اَعْجَبُ اِلَيْكَ قَالَ الْمَاءُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَالْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت سعید سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا صدقہ پسندیدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا۔

(مستدرک: جز:1، ص:574، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:185)

1431 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا:
یارسول اللہ! ام سعد رضی اللہ عنہا فوت ہوگئی ہیں تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی۔ راوی فرماتے ہیں: انہوں نے کنواں کھدوایا اور فرمایا سعد کی ماں کے واسطے ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:45، ص:381)

1432 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اِشْكَابَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ

الَّذِیْ کَانَ یَنْزِلُ فِیْ بَنِیْ دَالَانَ عَنْ نُبَیْحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰی مُسْلِمًا عَلٰی ظَمَاٍ سَقَاہُ اللّٰہُ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوکوئی مسلمان کسی عریانی مسلمان کو کپڑے پہنا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا جوکوئی مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جوکوئی مسلمان پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب پلائے گا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:185، سنن الترمذی: ج:8،ص:488، شعب الایمان: جز:3،ص:218، مسند ابی یعلیٰ: جز:2،ص:360)

شرح:

پانی پلانا افضل عمل ہے پھر پانی پلانے کی دوصورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ راستوں میں سبیل لگائی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ نلکا یا کنواں یا موٹر پمپ لگوا دیا جائے تاکہ مسافر اس سے پانی پییں۔

ایصال ثواب کا ثبوت

☆ **قولہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل**

یہ حدیث مبارکہ ایصال ثواب کی بہت بڑی دلیل ہے کہ زندوں کی نیکیوں اور صدقہ وخیرات کا ثواب مردوں کو پہنچ جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا ہے یہی اصل ہے۔

احادیث مبارکہ سے ثبوت

ایصال ثواب احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

جس طرح کہ درج ذیل احادیث مبارکہ ایصال ثواب پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا گیا ہو اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:1376)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1757)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شبرمہ کی طرف سے لبیک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شبرمہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا: میرا رشتہ دار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تم نے خود حج کر لیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حج تم اپنی طرف سے کر و اس کے بعد شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:2903)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنی ساعدہ سے تھے ان کی ماں فوت ہو گئی اور وہ اس وقت وہاں نہیں تھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ انہوں نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2762)

حدیث مبارکہ:5

حضرت سہل بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے انہوں نے کوئی وصیت کی ہے نہ صدقہ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ مقبول ہو گا اور انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اگرچہ تم بکری کا جلا ہوا کھر صدقہ کرو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:7486)

حدیث مبارکہ:6

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ
عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیے پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس غلام آزاد کر دے پھر انہوں نے سوچا کہ میں رسول

اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے باپ نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور پچاس غلاموں کو آزاد کرنا باقی ہے۔ کیا میں اپنے باپ کی طرف سے ان کو آزاد کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا تم اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:3،ص386 تا387)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ محترمہ اچانک فوت ہوگئیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

(صحیح البخاری: جز:۱،ص:186)

حدیث مبارکہ:8

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قربانی کے دن نبی کریم ﷺ نے دوسینگوں والے سرمئی خصی مینڈھے ذبح کیے جب آپ ﷺ نے ان کو قبلہ کے رخ گرایا تو آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اللھم منك ولك عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر۔ اوراس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح کیا۔

(سنن ابوداؤد: جز:2،ص:30)

ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے۔

اے اللہ عزوجل! محمد، آل محمد اور امت محمد (ﷺ) کی طرف سے اس کو قبول فرما۔ (سنن ابوداؤد: جز:2،ص:30)

حدیث مبارکہ:9

حنش سے روایت ہے:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دومینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا میں نے کہا: یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں پس میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: جز:2،ص:30)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

موت کے بعد میت کے لیے ایک درجہ بلند کیا جائے گا وہ کہے گا اے رب عزوجل! یہ کیا ہے؟ پس کہا جائے گا تیرے بیٹے نے تیرے لئے بخشش کی دعا کی ہے۔ (الادب المفرد:ص:21)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کی طرف سے حج کرو یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری: جز:2،ص:1088)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا میری بہن فوت ہوگئی اور اس پر روزے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:2،ص:198)

حدیث مبارکہ:13

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (سنن دارقطنی: جز:2،ص:195)

فقہاء کرام کے اقوال سے ثبوت

فقہاء کرام نے اس بات پر تصریح فرمائی ہے کہ

میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ ان فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا کوئی اور عمل (مثلاً تلاوت اور اذکار) یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کیے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے جب آپ نے ان مینڈھوں کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا تو یہ دعا پڑھی۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ (الانعام:79) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام:162 تا 163) اے اللہ عزوجل! یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے محمد کی طرف سے اور اس کی امت کی طرف سے ہے۔ بسم اللہ واللہ اکبر پر آپ نے ان کو ذبح کر دیا۔ آپ نے دو مینڈھوں میں سے ایک کی قربانی امت کی طرف سے کی ہے اور عبادات کئی اقسام کی ہیں۔ مالیہ محضہ مثلاً زکوۃ بدنیہ محضہ مثلاً نماز ان دونوں سے مرکب مثلاً حج اور قسم اول میں نیابت مطلقاً جاری ہوتی ہے خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار ہو کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور قسم ثانی میں نیابت جاری نہیں ہوتی کیونکہ اس میں مقصود ہے نفس کو مشقت میں ڈالنا اور وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا اور قسم ثالث اس میں عجز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے کیونکہ اس میں مال کے کم ہونے سے مشقت حاصل ہوتی ہے اور جب انسان عاجز نہ ہو بلکہ قادر ہو کیونکہ اس میں نفس کو تھکانے کی مشقت نہیں ہے اور شرط یہ ہے کہ موت تک دائمی عجز رہے کیونکہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خثعمی عورت سے فرمایا تھا تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو اور امام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے: حج، حج کرنے والے کا ہوگا اور حج کرانے والے کے لئے مال خرچ کرنے کا ثواب ہوگا کیونکہ یہ عبادت بدنیہ ہے اور عجز کی صورت میں مال خرچ کرنے کو عبادت کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ جیسے روزہ میں فدیہ دینے کو روزے کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ (ہدایہ اولین: ص296 تا 297)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ ایصال ثواب کی نفی اسی آیت سے کرتے ہیں۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ (النجم:39)

لیکن یہ آیت یا منسوخ ہے یا مقید ہے یعنی سابقہ امتوں کو یا کافر کو صرف اپنی سعی کا اجر ملے گا۔ سابقہ امتوں کے مومنوں کو

آخرت میں اور کافر کو صرف دنیا میں کیونکہ بہ کثرت ایسی احادیث مبارکہ مروی ہیں جو اس تقیید کا تقاضا کرتی ہیں۔

حجاج بن دینار روایت کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا اب میں ان کی موت کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:3،ص:387)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے سنا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا۔ شبرمہ کی طرف سے لبیک۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ شبرمہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا: میرا بھائی یا میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:2903)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا: یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث:2574)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

(سنن دار قطنی: جز:2،ص:259)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔

(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:2576)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 2577)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝" پڑھا پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں اتنی بار پڑھنے کا اس کو اجر ملے گا۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 23152)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورہ یٰس پڑھی (اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا) اللہ تعالیٰ اس دن ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

(ردالمحتار: جز: 4، ص: 12، 13، 15، 28)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

1- امام ابوبکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

3- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یٰس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

4- امام ابوحفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا۔

الحمد لله رب العلمين رب السموات ورب الارض رب العلمين وله الكبرياء فى السموات والارض وهو العزيز الحكيم رب السموات ورب الارض رب العلمين وله العظمة فى السموات والارض وهو العزيز الحكيم هو الملك رب السموات ورب الارض ورب العلمين وله النور فى السموات والارض وهو العزيز الحكيم .

پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا۔ یہ احادیث مبارکہ ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور اس کا ان کو ثواب پہنچتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (حشر:10)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں۔

بعض احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

1- نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

2- نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

1- امام دارقطنی نے روایت کیا ہے: ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

2- کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن الفراء، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لئے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

3- حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا:
یارسول اللہ! میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

4- ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

5- حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی! اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝
اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔
تو اس آیت کریمہ میں علماء کرام کے آٹھ اقوال ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور: 21)
''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔''

اس آیت کریمہ میں بتایا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

2- عکرمہ نے کہا: یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لئے جو سعی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

3- ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

4- حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لئے جو سعی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

5- ابو وراق نے کہا: ماسعی کا معنیٰ ہے مانوی یعنی انسان کو صرف اس کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

6- ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے آخرت میں اس کے لئے صرف سزا ہے۔

7- اس آیت میں لام بمعنی عَلیٰ ہے یعنی انسان کو صرف اس کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

8- علامہ ابن الزغوانی نے کہا انسان کو صرف اس کے عمل کی جزا ملتی ہے لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے

بیٹے کو قرآن مجید پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لئے قرآن مجید پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔ (عمدۃ القاری: جز:3،ص:119)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی کا قول

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کی زیارت اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام اسی طرح غایت سروجی شرح ہدایہ میں ہے۔ (عالمگیری: جز:1،ص:257)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک انسان کے لئے اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچانا جائز ہے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو۔ یہ چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ حدیث مبارکہ میں ہے کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی طرف سے نماز پڑھنے سے اس کا فرض ساقط نہیں ہوگا اس میں ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب زندہ یا مردوں کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح بدائع میں ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ زندہ اور مردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے اور انسان فعل کے وقت اپنی نیت کرے یا اپنے غیر کی نیت کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہر حال میں دوسرے کو ثواب پہنچا سکتا ہے اور میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص اجرت لے کر ثواب پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور بظاہر یہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے جو علی الاطلاق ایصال ثواب کو جائز کہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ فرض اور نفل میں کوئی فرق نہ ہو پس جب کسی شخص نے فرض پڑھا اور اس کا ثواب غیر کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے لیکن فرض کا ثواب پہنچانے والے پر دوبارہ فرض پڑھنا لازم نہیں ہوگا کیونکہ ثواب پہنچانے والے کے لیے ثواب کا نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ثواب پہنچانے والے سے فرضیت ساقط نہ ہو لیکن میں نے اس کی نقل نہیں دیکھی۔

(البحر الرائق: جز:3،ص63 تا64)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی کا قول

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

امام دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ

مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھی اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیا تو اس شخص کو مردوں کے عدد کے برابر اجر دیا جائے گا۔

(مراقی الفلاح:ص:277)

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی کا قول

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے والدین کی طرف سے کرے اس کے والدین کو اجر ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح:ص:276)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف بحکم خدا اور سول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنا ہے ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نص فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ:ج:4،ص:195)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کریں اور مساکین کو دیں اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر محتاج ہے تو کھا لے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے لئے حکم بھی دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ:ج:4،ص:218)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے، اور یہ تعینات عرفیہ ہیں ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ:ج:4،ص:219)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ احادیث مبارکہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ کی مخصص ہیں۔

جو شخص ایصال ثواب کرتا ہے اس کو بھی اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اگر کوئی شخص اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے تو کیا تلاوت کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے ہمارے شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں ان دونوں کو اجر ملے گا اور اجرت لینے کی وجہ سے پڑھنے والے کا ثواب باطل نہیں ہوگا جس طرح کوئی شخص اجرت لے کر نماز پڑھاتا ہے تو جماعت کا ثواب امام اور نمازیوں دونوں کو ملتا ہے اور اجرت لینے کی وجہ سے امامت کا اجر باطل نہیں ہوتا اسی طرح تلاوت کی اجرت لینے سے قرآن پڑھنے والوں کا اجر باطل نہیں ہوگا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:4،ص344 تا345)

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی کا قول

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ (نجم:39) ''انسان کو صرف اپنی کوشش کا اجر ملتا ہے۔'' اس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے لئے ایصال ثواب کرے تو اس کو اس کا اجر نہیں ملے گا لیکن اس باب کی احادیث مبارکہ اس آیت کے عموم کے لئے مخصص ہیں مسلمانوں کا اس پر بھی اجماع ہے کہ وارث پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے البتہ اگر میت پر حقوق مالیہ ثابت ہوں اور اس نے مال چھوڑا ہو ان حقوق کو ادا کرنا واجب ہے خواہ میت نے ان کو ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ میت کے مال سے اللہ تعالیٰ کے قرض اور حقوق ادا کیے جائیں مثلاً زکوۃ، حج، نذر، کفارہ اور روزوں کا فدیہ، اسی طرح لوگوں کے قرض ادا کیے جائیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو ورثاء پر واجب نہیں ہے لیکن ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی طرف سے تبرعاً میت کے حقوق مالیہ ادا کر دیں۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:41)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی کا قول

علامہ عبداللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جس شخص پر حج فرض ہو یا اس نے حج کی نذر مانی ہو اور وہ خود حج کرنے پر قادر ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا فرض، حج یا نذر مانے، حج کسی سے کرائے اور نفلی حج کی دو صورتیں ہیں۔

1-اس نے حجۃ الاسلام نہیں کیا تو وہ نہ خود نفلی حج کر سکتا ہے نہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہے۔
2-اس نے حجۃ الاسلام کر لیا ہے تو وہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہو خواہ وہ خود حج کر سکتا ہو یا عاجز ہو۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ مذہب ہے اگر وہ شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو یا بہت بوڑھا ہو تو وہ کسی اور شخص سے حج کرا سکتا ہے۔
(المغنی:جز:3،ص:93)

مزید راقم ہیں۔
جس شخص کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں یا حج کرنے سے عاجز ہوں اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ ان کی طرف سے حج کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورزین کو یہ حکم دیا"حج عن ابیك و اعتمر" اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو، اور ایک عورت نے آپ سے سوال کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے فرض حج کرے یا حج نفل کرے۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے تو وہ حج اس کی طرف سے اور اس کے ماں باپ کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص نیکوکار لکھا جاتا ہے۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا: یا ان کا قرض ادا کیا تو وہ قیامت کے دن نیکوکاروں میں اٹھایا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں کی طرف سے حج کیا تو اس کا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کا ثواب ملے گا۔
(المغنی:جز:3،ص:102)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی کا قول

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی 728ھ لکھتے ہیں:
قرآن مجید میں ہے"وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo"(النجم:39)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔جب ابن آدم مر جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعا کرے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1631)
کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے پاس نیک اعمال سے کوئی چیز نہیں پہنچتی؟

شیخ ابن تیمیہ نے اس سوال کے جواب میں کہا: اس آیت کریمہ میں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بات نہیں ہے کہ میت کو مخلوق کی دعاؤں سے نفع نہیں پہنچتا اور نہ یہ بات ہے کہ اس کی طرف سے جو نیک عمل کیے جائیں وہ اس کو نہیں پہنچتے بلکہ اسلام اس پر متفق ہے کہ میت کو ان چیزوں سے نفع پہنچتا ہے اور اس پر کتاب، سنت اور اجماع سے دلائل ہیں اور جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل بدعت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ○ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (المومن: 8،7)

عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور جو ان کے اردگرد ہیں اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کا اپنی مغفرت اور اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے سو تو ان کو بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی اتباع کریں اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! تو ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں بے شک تو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے لئے مغفرت کی، عذاب سے بچانے کی اور دخول جنت کی دعا کرتے ہیں اور فرشتوں کی یہ دعا بندہ کا عمل نہیں ہے اور اس سے بندہ کو نفع ہوتا ہے پس واضح ہو گیا کہ انسان کو اس کے غیر کے عمل سے نفع پہنچا۔

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ حکم دیا۔

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ محمد: 19)

آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم: 41)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لئے اور مومنوں کے لئے جس دن حساب ہو گا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْلِی وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ (نوح:28)

''اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لئے اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔''

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امت اور مومنوں کے لئے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے جن کا انکار کفر ہے مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لئے دعا کرنا اسی طرح قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن مجید اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میری ماں کا انتقال ہو گیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 669)

2- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں پس اگر ان میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1388)

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1630)

4- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

العاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ سو اونٹ ذبح کرے گا اور ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے اور عمرو نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کرتا پھر اس کی طرف سے روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے تو اس کو نفع ہوتا۔ (مسند احمد: ج: 2، ص: 182)

5-سنن دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا۔
یارسول اللہ! میرے ماں باپ تھے میں زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا اب میں ان کی وفات کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے صدقہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:3،ص:387)

6-امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے شروع میں ابواسحاق طالقانی سے روایت کیا ہے:
انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن المبارک سے کہا: اے ابوعبدالرحمان حدیث مبارکہ میں ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا: اے ابواسحاق! یہ کس سے روایت ہے۔ میں نے کہا: یہ شہاب بن حراس کی حدیث مبارکہ ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ثقہ ہے۔ میں نے کہا: وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: حجاج بن دینار سے۔ انہوں نے کہا: وہ بھی ثقہ ہے، وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے۔ انہوں نے کہا: اے ابواسحاق! حجاج اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کئی سواریوں کی مسافت کو قطع کرنا ہے لیکن صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور واقعہ اسی طرح ہے جس طرح عبداللہ بن مبارک نے کہا: کیونکہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (مقدمہ مسلم: رقم الحدیث:16)
اور آئمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ میت تک پہنچتا ہے اسی طرح عبادات مالیہ جیسے غلام آزاد کرنا، ان کا اختلاف صرف اس چیز میں ہے کہ عبادات بدنیہ مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن مجید ان کو دوسرے کی طرف سے کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ صحیح حدیث میں ہے۔

7-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1952)

8-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ نذر کے روزے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے وہ قرض ادا کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1925)

9-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ میری بہن کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کر دیتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کا حق ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1953)

10- حضرت عبداللہ بن بریدہ بن حبیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: بے شک میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ اگر میں اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لوں تو آیا اس کی طرف سے یہ روزے ادا ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!(صحیح مسلم: رقم الحدیث:1149)

لہٰذا ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ میت کے ذمہ جو نذر کے روزے ہیں ان کو رکھا جائے گا اور وہ قرض کی ادائیگی کے مشابہ ہیں اور آئمہ کا اس میں اختلاف ہے اور جن کے پاس یہ احادیث مبارکہ پہنچ گئیں۔ انہوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا اس مسئلہ میں ان آئمہ کرام کا اختلاف ہے جن کے پاس یہ احادیث مبارکہ نہیں پہنچیں۔ اور رہا حج تو وہ سب کے نزدیک دوسرے کی طرف سے ادا کرنا کافی ہے اور اس کے متعلق یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

11- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی ابھی اس نے حج نہیں کیا تھا کہ وہ فوت ہوگئی آیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی طرف سے حج کرو یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرو اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1852)

12- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی اور اس نے حج نہیں کیا۔ آیا اس کے لئے یہ کافی ہوگا کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک عورت نے کہا: میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی آیا اس کے لئے میرا حج کرنا کافی ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6699)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج فرض ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح نذر مانے ہوئے حج کو بھی میت کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح فرض نمازوں کو بھی میت کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کو حکم دیا ہے وہ بعض احادیث مبارکہ میں میت کی اولاد تھی اور بعض احادیث مبارکہ میں میت کا بھائی تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میت کے ذمہ قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور قرض ہر ایک کی طرف سے ادا کیا جاسکتا ہے اور یہ اس پر ایک دلیل ہے کہ یہ کام بھی ہر شخص کر سکتا ہے اور اس میں اولاد کی تخصیص نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث مبارکہ میں آپ نے بھائی کو بھی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب، سنت اور اجماع علماء سے یہ واضح ہو گیا کہ میت کی طرف سے عبادات کو ادا کرنا اور ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ٥" (النجم:39) اس کے خلاف نہیں ہے اسی طرح وہ حدیث مبارکہ بھی اس کے خلاف نہیں ہے۔ جس میں یہ فرمایا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوا تین کے۔ اور یہ حق ہے کہ بلکہ یہی حق ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ میں یہ نہیں ہے کہ اس کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں ہوگا جبکہ اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ اس کی اولاد کی دعا سے اس کو فائدہ ہوگا۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ٥ (النجم:39) کے متعدد جوابات ہیں۔

1- یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے۔

2- یہ حکم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

3- یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

4- انسان کی سعی سے مراد اس کا سبب ہے اور اس کے غیر کے اعمال کا بھی وہ سبب ہوتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت باقی نصوص کے مخالف نہیں ہے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ غیر کے عمل سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا حدیث صحیح میں ہے۔

13- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی کے جنازہ پر گیا حتیٰ کہ اس کی نماز پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو تدفین تک جنازہ کے ساتھ رہا اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ پوچھا گیا قیراط کیا ہیں؟ انہوں نے کہا دو بڑے پہاڑوں کی مثل ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1325)

اور اللہ تعالیٰ زندہ کی نماز پڑھنے سے میت پر رحم فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

14- جو مسلمان بھی فوت ہو اور اس کی نماز جنازہ سو مسلمان پڑھیں ایک روایت میں ہے چالیس مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور ایک روایت میں ہے۔ تین صفیں نماز پڑھیں اور وہ اس کے لئے دعا اور شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:948)

پس اللہ تعالیٰ اس سعی کرنے والے کو ایک قیراط اجر دے گا اور اس کی سعی سے اس میت پر رحم فرمائے گا اس کی دعا کے سبب سے اور اس کی طرف سے صدقہ کرنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے روزہ رکھنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے حج کرنے کے سبب سے۔

15- حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص بھی اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کے ساتھ ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے اور جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لیے بھی ایسا ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2732)

پس یہ وہ سعی ہے جس سے مسلمان اپنے بھائی کو نفع پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جزاء دے اور اس پر رحم فرمائے۔
ہر وہ چیز جس سے میت کو نفع ہوتا ہے یا زندہ کو نفع ہوتا ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو کیونکہ مومنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ بغیر اپنی کسی سعی کے داخل ہوں گے اور جس طرح کوئی انسان کسی شخص کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دیتا ہے تو وہ بری ہو جاتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کرلے گا یا روزہ رکھ لے گا اس کا ذمہ بھی بری ہو جائے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 24، ص170 تا 174)

سوال

شیخ ابن تیمیہ حنبلی سے سوال کیا گیا۔
حسب ذیل مسائل میں آئمہ اور فقہاء کرام کیا ارشاد فرماتے ہیں:
میت پر قرآن مجید پڑھنے کا ثواب اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟
تلاوت قرآن مجید کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟
مستحق کے لئے اہل میت کا طعام کھانا جائز ہے یا نہیں؟
قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کے جواب میں لکھا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!
مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے احادیث صحیح مروی ہیں ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث با حوالہ گزر چکی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرلیں اسی طرح میت کو اس کی طرف سے حج کرنے اس کی طرف سے قربانی کرنے، غلام آزاد کرنے اور دعا اور استغفار سے بھی نفع ہوتا ہے۔ اور رہا میت کی طرف سے نفل نماز پڑھنا اور روزے رکھنا اور تلاوت قرآن مجید کرنا تو اس میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔

1- امام احمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہما اور بعض اصحاب شافعی وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔
2- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع نہیں ہوتا۔

رہا تلاوت قرآن مجید پر اجرت دینا اور اس کا ثواب پہنچانا اس میں ایک قول یہ ہے: دنیاوی مال کے عوض جو تلاوت کی گئی وہ قبول نہیں ہوگی نہ اس کا ثواب ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے: فقیر اور تنگ دست کا تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے اور غنی اور خوش حال کا اجرت لینا جائز نہیں ہے اور یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے وہ کہتے ہیں: یتیم کا ولی جب فقیر ہو تو وہ یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے اور غنی کو اجتناب کرنا چاہئے اور یہ قول دوسرے قول سے زیادہ قوی ہے پس جب کوئی شخص اس

اس کو مستحق پر خرچ کرے گا تو وہ صدقہ میت کو مل جائے گا اور جب وہ اس سے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیم پر اعانت کا قصد کرے گا تو یہ افضل اور احسن ہے کیونکہ قرآن مجید پر اعانت کرنا اعمال میں سب سے افضل عمل ہے اور قبروں پر دائماً تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر روایات میں اس کو مکروہ کہا ہے اور متاخر روایت میں اس کی اجازت دی ہے جب ان کو یہ حدیث مبارکہ پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ کی شروع اور آخر کی آیات تلاوت کی جائیں اور بعض انصار نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ تلاوت کی جائے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 24، ص175 تا 176)

سوال

شیخ ابن تیمیہ حنبلی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو اس سے میت کی دوزخ سے نجات ہوگی یا نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور جب انسان ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو میت کو اس کا ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

جواب

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کے جواب میں کہا:

جب کوئی انسان ستر ہزار بار یا اس سے کم یا زیادہ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے گا اور میت کو اس کے ثواب کا ہدیہ کرے گا تو اس میت کو اس کا ثواب پہنچے گا اور یہ نہ کوئی حدیث صحیح ہے نہ ضعیف ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 24، ص: 180)

شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی 1297ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا: اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا: اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا: اس جوان کے کشف کی صحت تو مجھ کو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوئی اور اس حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔
(تحذیر الناس: ص: 44)

شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

سنت صحیحہ کی تصریح کے مطابق میت کے لئے جو نیک اعمال کیے جاتے ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے روزے چھوٹے ہوئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے (یعنی روزوں کا فدیہ دے) اسی طرح حدیث صحیح بھی نذر کے روزوں کے بارے میں ہے اور یہ مسئلہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا

سَعٰی ۝ کے معارض نہیں ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

1- پہلی وجہ یہ ہے کہ نصوص صریحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مومن کو ان اعمال کا اجر بھی ملتا ہے جو اس کی سعی سے حاصل نہیں ہوتے جیسے مسلمانوں کے لئے فرشتوں کی دعا اور استغفار۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ

حاملین عرش اور اس کے گرد ونواح کے فرشتے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

اور مسلمانوں کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں اور استغفار کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

وصل علیهم ان صلوتك سكن لهم

آپ ان کے لئے استغفار کیجئے آپ کی دعا اور استغفار ان کے لئے طمانیت کا موجب ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا میت کے لئے نماز جنازہ میں دعا کرنا اور زائرین قبر کا قبر والوں کے لئے دعا کرنا۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے انسان صرف اپنی کوشش سے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور یہ برحق ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے ذرائع اور اسباب سے اس تک نفع پہنچا دے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جب بھی وہ دعا کرتا ہے فرشتہ آمین کہتا ہے۔

اسی طرح حدیث صحیح میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور جو دفن ہونے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط اجر ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ میت کی دعا سے نماز جنازہ پڑھنے والے پر رحمت فرماتا ہے اور کبھی اس زندہ کی دعا سے میت پر رحم فرماتا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 7، ص 498 تا 500)

دوسرے مولویوں کے اقوال سے ایصال ثواب کا ثبوت

دوسرے مولویوں کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کو ایصال ثواب پہنچانا جائز ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

نواب صدیق حسین قنوجی کا قول

شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ نے اکیس دلائل سے اس استدلال کو باطل کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے

نفع نہیں ہوتا اور قرآن وسنت کے اکیس دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے۔
(فتح البیان: جز:6،ص:466)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ لکھتے ہیں:

زندہ انسان، نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے جو تحت الثریٰ میں امین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کے لئے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرلے یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا۔ کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ۔

شیخ ابن قیم نے ایصال ثواب کے دلائل میں سے دعاء استغفار اور نماز جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اذان کے بعد فضیلت اور وسیلہ کی دعا کی جائے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کی دعاء، تلاوت قرآن مجید اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکر ادا کیا اور ہمیں معلوم ہوگیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔ عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ پہلے ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے جب انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کرلیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حجاج بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو۔

اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا:

یہ احادی مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصال ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں۔

شیخ نے کہا:

ہر چند کہ صرف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں لیکن بہ کثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔

(السراج الوہاج: جز: 4، ص: 55)

شیخ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ کا قول

شیخ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمہ روزوں کی نذر ہے اور نذر پوری کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے روزے رکھے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

ایک جماعت نے کہا ہے:

یہ حدیث اپنے عموم اور اطلاق پر ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا:

اس کی طرف سے نذر کے روزے رکھے جائیں۔ نہ فرض روزے۔

اور ایک جماعت نے کہا:

نذر کے روزے رکھے جائیں اور فرض روزے نہ رکھے جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ

فرض روزے نماز کے قائم مقام ہیں۔
اور جس طرح کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے فرض نہیں پڑھ سکتا اسی طرح کوئی کسی کی طرف سے فرض روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نذر میں کسی چیز کو اپنے ذمہ لازم کرنا ہے پس وہ بہ منزلہ قرض ہے پس ولی جب نذر کی قضا کرے گا تو وہ قضا قبول کی جائے گی جس طرح اس کی طرف سے قرض کی ادائیگی قبول کی جاتی ہے اور صرف معذور شخص کی طرف سے حج کی ادائیگی قبول کی جائے گی اور کسی شخص کی دوسرے شخص کی طرف سے توبہ نفع نہیں دے گی نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے اسلام لانا نفع دے گا نہ کسی اور فرض کا کسی کی طرف سے ادا کرنا نفع دے گا جس شخص نے ان فرائض کی ادائیگی میں تفریط کی حتیٰ کہ وہ مرگیا۔
(اعلام الموقعین: جز:4،ص:323)

میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں ہوں یا فرض روزے ہوں اور وہ ان کی ادائیگی سے پہلے مرجائے تو اس کی طرف سے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ روزہ رکھا جائے گا۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزے رکھے یا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھے نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:688)

لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ جس شخص کے ذمہ فرض روزے ہوں اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک روزوں اور نمازوں کا فدیہ دیا جائے اور ایک روزے اور ایک نماز کا فدیہ دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت ہے اس کے روزوں اور نمازوں کا حساب کر کے اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے فدیہ ادا کر دیا جائے ورنہ کوئی شخص یا کئی اشخاص مل کر اپنی طرف سے تبرع اور احسان کر کے اس کا فدیہ ادا کر دیں اگر فدیہ کی رقم بہت زیادہ ہو تو پھر حیلہ اسقاط کر لیا جائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مثلاً کل فدیہ کی رقم دس ہزار روپے ہے اور ولی کے پاس صرف ایک ہزار روپیہ ہے تو وہ ایک ہزار روپیہ فقیر کو دے دے اور میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط کر دے اور یہ عمل دس بار دہرائیں تو میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط ہو جائیں گی جن کا فدیہ دس ہزار روپے ہے یا دس آدمی بیٹھ جائیں میت کا ولی ان میں سے ایک کو ایک ہزار روپیہ صدقہ کرے اور وہ آدمی دوسرے شخص کو وہ ہزار روپیہ ہبہ کر دے اور وہ شخص اس رقم پر قبضہ کر کے تیسرے آدمی پر صدقہ کر دے۔ علیٰ ھذا القیاس ان دس آدمیوں میں سے ہر شخص اس ہزار روپے پر قبضہ کر کے میت کی طرف سے دوسرے شخص پر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ میت کی طرف سے اتنا فدیہ قبول فرمائے اور اس سے نمازیں ساقط کر دے یہ ایک حیلہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ وہ اس کو قبول فرمائے گا۔
(حاشیۃ الطحطاوی علی نور الایضاح ومراقی الفلاح: جز:2،ص:30 تا 32)

نواب وحید الزمان حیدر آبادی کا قول

نواب وحید الزمان حیدر آبادی متوفی 1338ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مردوں کو زندوں کی سعی سے فائدہ پہنچتا ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جس ثواب کا سبب مردے نے اپنی زندگی میں مہیا کر دیا تھا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اس کے لئے دعا کریں اور استغفار کریں اور اس کی طرف سے صدقہ کریں اور حج کریں اور ہمارے اصحاب کا عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب میں اختلاف ہے مثلاً تلاوت قرآن مجید کا ایصال ثواب اور اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ میت کی طرف ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت صدقہ ہو، نماز ہو، حج ہو، اعتکاف ہو یا تلاوت قرآن مجید ہو یا ذکر ہو یا کوئی اور عبادت ہو اور وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ (النجم:39) ایمان پر محمول ہے یعنی کسی انسان کو دوسرے انسان کا ایمان لانا نفع نہیں پہنچا سکتا اگر وہ انسان خود ایمان نہ لایا ہو یا اس آیت میں انسان سے مراد ابوجہل یا عقبہ یا ولید بن مغیرہ ہے یا یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے اور وہ یہ ہے "وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ" (الطور:21) اور اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور حاجات کو پورا کرنے والا ہے اور ہمارے شیخ ابن القیم نے کہا: قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر اجرت کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور یہ چیز ہر چند کہ متقدمین اور سلف صالحین میں معروف نہیں تھی لیکن دلیل کے تقاضے سے یہ جائز ہے کیونکہ جب حج، روزہ، دعا، استغفار اور صدقہ کا ثواب احادیث صحیحہ کی بناء پر میت کو پہنچتا ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب کے پہنچنے سے کیا چیز مانع ہے ہاں! جب انسان نے اپنے لیے کوئی عمل کیا پھر بعد میں اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس میں بھی ان کے دو قول ہیں ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (اسماعیل دہلوی) کا یہ کہنا باطل ہے کہ عبادات بدنیہ کا ایصال ثواب بدعت ہے ہاں! تلاوت قرآن مجید کے لئے جمع ہونا اور اس کے لئے دن معین کرنا بے شک بدعت ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ص 107 تا 108)

دوسرے کے اقوال سے ایصال ثواب کا ثبوت

مولویوں کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی ہے میت کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کا قول

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا، صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔ (فیض الباری: جز:3،ص:413)

شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی 1369ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث مبارکہ

بیان کیں اور اس کے بعد لکھا۔ ان احادیث اور آثار کے علاوہ بہ کثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصال ثواب ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادت کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔ (فتح الملہم: جز:3، ص:39)

اعتراض

وفات یافتہ افراد کے لئے عہد رسالت یا عہد خلفاء راشدین میں ایصال ثواب کی کوئی محفل منعقد ہوئی یا اجتماعی دعا کی گئی جنگ یمامہ جیسے واقعات پیش آئے کیا کسی نے اپنا عمل دوسرے کو دیا کیا رسول اللہ! یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایصال ثواب کیا؟ ثبوت کیا ہے؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے زیادہ قوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل میں تعارض ہوتو آپ کے قول کے مقابلہ میں عمل ترک کر دیا جاتا ہے اور جبکہ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرامین مقدسہ موجود ہیں فلاں کی طرف سے صدقہ کرو اور فلاں کی طرف سے حج کرو اور فلاں کی طرف سے روزے رکھو تو پھر اس سلسلہ میں آپ کے اور صحابہ کے اعمال کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ نیز اس پر تفکر کرنا چاہیے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام و تابعین عظام میں مساجد میں صرف فرض نمازیں پڑھی جاتی تھیں سنن اور نوافل صرف گھروں میں پڑھے جاتے تھے جبکہ اب مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا بھی رواج ہو گیا ہے کیا مخالفین یہ بتا سکتے ہیں کہ اس رواج کا ثبوت کس حدیث مبارکہ میں ہے۔

نیز عہد رسالت میں اور عہد صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں گھڑیوں کے حساب سے ایک معین وقت پر نمازیں نہیں پڑھی جاتی تھیں جب مسلمان جمع ہو جاتے تھے نماز پڑھ لیتے تھے ہم سے تیجے اور چالیسویں کی تعیین کا سوال کرتے والے مخالفین کیا بتا سکتے ہیں کہ گھڑیوں کے حساب سے معین وقت پر نماز پڑھنے کا ثبوت کس حدیث مبارکہ میں ہے۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرامین کے باوجود معترض کی تسکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہو سکتی ہے تو ہم نے پیچھے کثیر احادیث مبارکہ مختلف کتب سے حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دی ہیں اور یہ بھی بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ اس کے علاوہ یہ بھی حدیث مبارکہ بیان کر چکے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اور اس سوال کا جواب ہم غیر مقلد نواب صدیق حسن خان اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی ذکر کر چکے ہیں جس طرح کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے کہا ہے: اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی

ہے یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا؟ کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(السراج الوہاج: جز:2،ص:55)

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یہ ہے۔

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے تھے یا بنوائے تھے یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کیا منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔ (فتاوٰی رضویہ: جز:4،ص:26)

نفل عبادات کے لئے اپنے اجتہاد سے کوئی بھی وقت معین کیا جا سکتا ہے لیکن یہ تعیین عرفی ہوتی ہے تعیین شرعی کی طرح نہیں جسے شارع نے مقرر کیا ہے اور مکلف اس کا پابند ہے اور اسی پر اجر کامل موقوف ہے دیکھئے از روئے شرع، نفلی روزہ ہر دن رکھا جا سکتا ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1162)

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر ہفتے کو مسجد قباء جایا کرتے تھے جبکہ مسجد قباء کی زیارت ایک نفلی عبادت ہے جسے ہر روز کیا جا سکتا ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن کو اس کی زیارت کے لئے خاص کر لیا تھا چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء پیدل یا سواری پر جایا کرتے تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1193)

اعتراض

جس حدیث مبارکہ میں ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا وہ ایصال ثواب کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ انہوں نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا ان کی خواہش سے صدقہ کیا تھا۔

الجواب

یہ حدیث مبارکہ پر افتراء ہے کسی حدیث مبارکہ میں یہ نہیں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا یا ان کی خواہش سے ان کی طرف سے ایسا کیا تھا اگر منکرین کے پاس ایسی حدیث مبارکہ ہے تو پیش کریں ورنہ جھوٹی حدیث

گھڑنے سے باز آجائیں اور ان کا واضح قلع قمع اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ انہوں نے کہا پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ وہ ان پر صدقہ ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 669)

اعتراض

قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال کا حساب ہوگا یہ کہیں نہیں ہے کہ تمہارے اعمال میں ان ہدیوں کو بھی دیکھا جائے گا جو تمہیں وفات کے بعد بھی وصول ہوئے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج (البقرہ: 139) اگر دوسرے کی نیکیاں بھی انسان کے اعمال میں ہوتیں تو قرآن مجید میں ان کا ذکر بھی ہوتا؟

الجواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کے مرنے کے بعد تین کے سوا اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1631)

اس نے اپنی زندگی میں جو اعمال از خود نہیں کیے تھے اس حدیث مبارکہ کی رو سے قیامت تک کی یہ نیکیاں اس کے اعمال میں داخل ہوں گی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اپنی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور جن لوگوں نے اس نیکی پر عمل کیا ان کا اجر بھی اس کو ملے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1017)

سو جس نے اپنی اولاد کو نماز سکھائی اس کی نمازوں کا اجر اس کو ملے گا اور جس نے اپنی اولاد کو صدقہ وخیرات کرنا سکھایا ان کے صدقہ وخیرات کرنے کا بھی اجر اس کو ملے گا جس نے دینی مسائل سکھائے ان مسائل پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملے گا جس نے کوئی دینی کتاب لکھی اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملتا رہے گا جب تک دنیا میں وہ کتاب باقی رہے گی۔

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بنو سلمہ کے ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے ساتھ کرسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں تم ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لئے مغفرت طلب کرو، ان کی وفات کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، جن رشتہ داروں کے ساتھ وہ نیکی کرتے تھے ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے دوستوں کی تکریم کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3664)

اولاد کی ان نیکیوں سے بھی ماں باپ کو نفع ہوگا اور یہ نیکیاں ماں باپ کے اعمال نامے میں درج ہوں گی۔ ہم نے تین حدیثیں بیان کی ہیں جن کے اعتبار سے اولاد اور شاگردوں کی نیکیاں ماں باپ اور اساتذہ کے اعمال میں اور قارئین کی نیکیاں مصنفین کے اعمال ناموں میں درج ہوں گی تو کیا کسی حدیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ میزان پر کسی شخص کو وہ نیکیاں ملیں گی جو اس کے لیے دوسروں نے کی ہیں اور کیا کسی حدیث مبارکہ میں اعمال نامے میں درج تمام مفصل نیکیوں کا ذکر ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ اس میں کسی شخص کی اپنی کی ہوئی نیکیوں کا تو ذکر ہے لیکن ان نیکیوں کا ذکر نہیں ہے جو کسی دوسرے نے اس کے لئے کی تھیں اور کیا ایصال ثواب کے ثبوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام فرامین کافی نہیں ہیں جن میں آپ نے کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو۔ کسی سے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرو اور کیا قرآن مجید میں یہ آیت مبارکہ نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور:21)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

لہٰذا اب یہ اعتراض ساقط ہوگیا کہ اگر دوسروں کی نیکیاں انسان کے کام آتیں تو قرآن مجید ان کو بھی ذکر کرتا۔

اور قرآن مجید میں یہ بھی ہے۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (البقرہ:251)

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی نیکیوں سے دوسرے بعض سے عذاب دور نہ کرتا تو زمین فاسد ہو جاتی۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج:40)

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے شر کو بعض لوگوں کی خیر سے دور نہ فرماتا تو راہبوں کے معبد اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے ضرور گرا دیتے جاتے۔

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ نے اول الذکر البقرہ: 251 کی تفسیر میں یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت میں تیس ابدال ہیں ان ہی کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے ان ہی کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جز: 1 ص: 346)
شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا۔
امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والوں کے سبب سے بے نمازیوں سے عذاب دور کر دیتا ہے اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب دور کر دیتا ہے اور زکوۃ دینے والوں کے سبب سے ان سے عذاب دور کر دیتا ہے جو زکوۃ نہیں دیتے۔ (فتح القدیر: جز: 1 ص: 460) (فتح البیان: جز: 1 ص: 363)
اور وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (البقرہ: 139) اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو شخص کسی کے تعلیم دینے یا اس کے نیک سلوک، اس کی پرورش اور اس کی محبت کی وجہ سے اس کی طرف سے نیک اعمال کرتا ہے وہ درحقیقت اسی کے اعمال ہوتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے کے نیک اعمال کا سبب ہوتا ہے۔

اعتراض

زندہ شخص کے لئے دعا کرنا جائز ہے تو زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟ زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کی ممانعت کہاں ہے؟

الجواب

زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے اور زندہ شخص کے لئے بھی دوسرا شخص عبادات انجام دیتا ہے۔ حج بدل کی احادیث مبارکہ اور اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی عبارات اس پر واضح دلیل ہیں۔
علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ حنفی نے لکھا ہے کہ
حج بدل میں شرط یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہو وہ معذور ہو اور موت تک دائمی عجز رہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے۔
نیز صالح بن درہم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
ایام حج میں ہم سے ایک شخص نے کہا: کیا تمہارے پہلو میں ابلۃ نام کی بستی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا: تم میں

سے کوئی شخص اس بات کا ضامن ہے کہ مسجد عشاء میں میرے لیے دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے کیونکہ میں نے اپنے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشاء سے ایسے شہداء کو اٹھائے گا جن کے ہم پلہ شہداء بدر کے سواء اور کوئی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4308)

اعتراض

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات پندرہ ہجری میں ہوئی ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو بے نظیر مدلس ہیں ان کی وفات کے بعد تقریباً بائیس ہجری میں پیدا ہوئے۔ مؤطا امام مالک میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرسلاً روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرنے کا سوال کیا۔ سو یہ روایت مدلس ہے اور نا قابل اعتبار ہے تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال میں حسن بصری کے مدلس ہونے کا ذکر ہے۔

الجواب

ہم نے مؤطا امام مالک کی مرسل روایت سے استدلال نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری کی متصل السند تین روایتیں پیش کی ہیں۔ پہلی روایت **عن عبید اللہ بن عبداللہ عن ابن عباس ان سعد بن عبادہ** رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2761)

اور دوسری روایت "**اخبرنی یعلی انه سمع عکرمه مولی ابن عباس یقول انبانا ابن عباس ان سعد بن عبادہ**" سے شروع ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2762)

اور تیسری متصل روایت یہ ہے۔

عن هشام بن ابیه عن عائشة رضی الله عنها ان رجلا قال النبی صلی الله علیه وسلم .

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2760)

ان تینوں روایات میں سے کسی روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں۔ نیز سنن ابوداؤد میں حضرت سعید بن مسیب اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما سے مرسل روایت ہے۔

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری کا پورا نام ہے حسن بن ابی الحسن یسار بصری، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے ان کی ماں کا نام خیرہ تھا اور وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ بعض اوقات ان کی ماں گھر میں نہیں ہوتی تھیں اور یہ روتے تھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے منہ میں اپنا پستان دے دیتی تھیں ان میں جو حکمت اور فصاحت تھی وہ اسی کی برکت سے تھی۔ (تہذیب الکمال: جز: 4، ص: 297)

نیز علامہ مزی نے لکھا ہے کہ

ان کی ماں ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعا کی۔اے اللہ عزوجل! اس کو دین میں فقہ عطا فرما اور لوگوں کے نزدیک اس کو محبوب بنادے۔(تہذیب الکمال: جز:4،ص:303)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رجب 110ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

سفیان بن عیینہ نے کہا:

اس وقت ان کی عمر اٹھاسی (88) سال تھی۔(تہذیب الکمال: جز:4،ص:317)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اہل علم وعمل کے سردار تھے اور اہل بصرہ کے شیخ تھے۔

یحییٰ بن معین نے کہا ہے:

انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرسلاً احادیث مبارکہ روایت کی ہیں مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان سے ان کا سماع نہیں ہے اور نہ حضرت ابوموسیٰ اور نہ حضرت ابن سریع سے اور نہ عمر بن تغلب سے اور نہ حضرت عمران سے اور نہ حضرت ابو برزہ سے اور نہ حضرت اسامہ بن زید سے اور نہ حضرت ابن عباس سے اور نہ حضرت عقبہ بن عامر سے اور نہ حضرت ابوثعلبہ سے اور نہ حضرت ابوبکرہ سے اور نہ حضرت ابوہریرہ سے اور نہ حضرت جابر سے اور نہ حضرت ابوسعید سے اور دوسروں نے کہا ان کا حضرت سلمہ بن محبق، حضرت عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی سماع نہیں ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا کسی بدری صحابی سے سماع نہیں ہے۔(سیر اعلام النبلاء: جز:5،ص458 تا 459)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات میں جاتا تھا اس وقت میں بالغ ہوچکا تھا اور جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔(سیر اعلام النبلاء: جز:5،ص:461)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے جب بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا دوسرے علماء سے تقابل کیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے افضل پایا۔

ابو ہلال نے کہا ہے:

جب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا وہ علم میں غوطہ زن تھے بلکہ

وہ علم میں ہی پروان چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! خارجیوں کے سوا ان سے کوئی بغض نہیں رکھتا تھا۔

ہمام نے قتادہ سے روایت کیا ہے:

زمین کبھی ایسے سات لوگوں سے خالی نہیں رہی جن کے سبب سے بارش ہوتی ہے اور جن کی برکت سے لوگوں سے مصائب دور کیے جاتے ہیں اور مجھے توقع ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سات میں سے ایک ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: جز:5،ص:464)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں جنگ صفین کے ایک سال بعد بالغ ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کی عمر چودہ سال تھی انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ان سے سماع کیا اور ان سے احادیث مبارکہ روایت کیں اور انہوں نے حضرت عمران بن حصین، حضرت سمرہ بن جندب سے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر سے، حضرت ابن عباس سے، حضرت عمرو بن تغلب سے، حضرت اسود بن سریع سے، جندب بن عبداللہ سے اور صعصعہ بن معاویہ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ اور حضرت بصری جامع، عالم، عالی، رفیع، فقیہ، ثقہ، مامون، عابد، ناسک، کبیر العلم، فصیح اور جمیل تھے ان کی جو روایات متصل ہیں اور ان سے روایت کی ہیں جن سے انہوں نے سماع کیا ہے وہ عمدہ اور حجت ہیں اور ان کی مرسل احادیث حجت نہیں ہیں۔ اہل مکہ نے ان کی تعظیم کی اور مجاہد، عطا، طاؤس اور عمرو بن شعیب نے کہا: ہم نے ان کی مثل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:7،ص:115)

حافظ شمس الدین ذہبی متوفی 748ھ نے لکھا ہے۔

یہ اپنے زمانہ میں بصرہ میں سید التابعین تھے یہ فی نفسہ ثقہ تھے علم اور عمل میں سردار تھے بہت عظیم القدر تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: جز:2،ص:281)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو مدلس کہنا صحیح نہیں دراصل یہ مرسل روایت بیان کرتے تھے اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ کا بھی ان کو مدلس کہنا صحیح نہیں ہے وہ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور فقیہ تھے ان کی مرسل روایات بہت ہیں اور وہ تدلیس کرتے تھے۔

(تقریب التہذیب: ص:166)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

العجلی نے کہا: وہ تابعی ثقہ ہیں اور رجل صالح ہیں۔ ابن حبان نے ان کا الثقات میں ذکر کیا ہے انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ وہ تدلیس کرتے تھے وہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ فصیح تھے سب سے زیادہ حسین تھے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ (تہذیب التہذیب: جز:2،ص:248)

اور تدلیس کی تعریف یہ ہے۔

تدلیس کا لغوی معنیٰ ہے روشنی اور اندھیرے کا مختلط ہونا، بیچنے والے کا سودے کے عیب کو خریدار سے چھپانا، دھوکہ دینا۔ سند میں تدلیس یہ ہے کہ محدث نے جس شیخ سے حدیث سنی ہو اس شیخ کے کسی عیب کی وجہ سے اس کی طرف حدیث کا اسناد نہ کرے بلکہ اس سے اوپر کے شیخ کی طرف حدیث کا اسناد کرے جس کو اس نے دیکھا بھی ہو۔

تدلیس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ محدث اپنے معاصر سے ایک حدیث روایت کرے جس سے اس نے اس حدیث کو نہ سنا ہو اور وہ یہ وہم ڈالے کہ اس نے اسی سے اس حدیث مبارکہ کو سنا ہے اور جس سے اس نے سنا ہے اس کے ضعیف یا اس کے کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کی طرف اس حدیث کا اسناد نہ کرے تا کہ اس حدیث کی تحسین ہو۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی: جز:1،ص:224)

اور حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے۔

تابعی کبیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے اور یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ نے یہ کام کیا۔
(تقریب النواوی مع تدریب الراوی: جز:1،ص:195)

علامہ ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے تھے قال رسول اللہ ﷺ! کاش! آپ یہ بھی بیان کرتے کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے شخص! نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے نہ ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے ہمارے ساتھ سیدنا محمد ﷺ کے تین سو اصحاب تھے اور انہی میں سے ہمیں کوئی شخص نماز پڑھاتا تھا۔

یونس بن عبید نے کہا:

میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حالانکہ آپ نے ان کے زمانہ کو نہیں پایا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے بھتیجے! تم نے مجھ سے اس چیز کا سوال کیا ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں کیا اور اگر میرے نزدیک تمہاری وہ وقعت نہ ہوتی جو ہے تو میں تمہیں نہ بتاتا تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں اور یہ زمانہ حجاج کی عمل داری کا تھا اور ہر وہ حدیث جس میں تم مجھ سے یہ سنتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے میں نے سنی ہوتی ہے لیکن میں اس زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام زبان پر لانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (تہذیب الکمال: جز:4،ص:316)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابن مدینی نے کہا: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات جب ان سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو وہ صحیح ہیں اور بہت کم ایسا ہوگا کہ ان میں سے کوئی حدیث ساقط الاعتبار ہو۔

اور امام ابوزرعہ نے کہا:

ہر وہ حدیث جس میں حسن بصری کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی اصل ثابت ہوتی ہو سوا چار احادیث کے۔

اور امام محمد بن سعد نے کہا:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جامع، عالم، رفیع، فقیہ، ثقہ، مامون، عابد، ناسک، کثیر العلم، فصیح اور جمیل تھے۔

(تہذیب التہذیب: ج:2، ص:245)

ان اقوال سے واضح ہوا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام ہے اور منکرین حدیث نے ان کی بہ کثرت احادیث کو رد کرنے کے لئے یہ زہر پھیلایا ہے کہ وہ مدلس تھے اور ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر لگنے والے بہتانوں کو دور کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صالحین سے محبت عطا فرمائے۔ **آمین بجاه النبی الامین وصلی اللہ علیه وسلم**

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سعد بن عباده رضی الله عنه**

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ انصار کے سردار تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو ثابت ہے انصاری ساعدی خزرجی ہیں، بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے۔ انصار کے سردار تھے انصار کو اس کا اقرار تھا۔ آپ کی وفات خلافت فاروقی 15 پندرہ میں ہوئی شام کے علاقہ میں مقام حوران میں اپنے غسل خانہ میں مردہ پائے گئے۔ لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ کی موت کا علم نہیں ہوا حتیٰ کہ کسی غیبی آواز نے ان کو آپ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو جنات نے قتل کیا انہوں نے ہی اس شعر سے آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر دی۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد ابن عباده ورمیناه بسهمین فلم نخطٔ فواده

(مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:582)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَاب فِي الْمَنِيحَةِ

باب: مستعار کے متعلق

یہ باب مستعار پر چیزیں دینے کے متعلق ہے۔

1433 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ أَتَمُّ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ مَا يَعْمَلُ رَجُلٌ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ قَالَ أَبُو دَاوُد فِي حَدِيثِ مُسَدَّدٍ قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُونَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَنَحْوَهُ فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَةَ عَشَرَ خَصْلَةً

ابو کبشہ سلولی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصائل میں اعلیٰ دودھ والی بکری کو مستعار پر دیا جانا ہے جو کوئی شخص حسن عمل ثواب کی نیت سے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا سمجھ کر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مسدد میں کہا: حسان فرماتے ہیں: ہم نے شمار کیا دودھ والی بکری کے مستعار دینے کے علاوہ وہ سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا اور اذیت ناک چیز کو راستے سے دور کرنا ہے اور اسی کی مثل ہم پندرہ اچھے خصائل کو گن نہ سکے۔

(مسند احمد: ج:14،ص:75، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:184، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:31،ص:266)

شرح:

منحہ اور منیحہ دونوں لغت ہیں عطیہ اور ہدیہ کی ایک خاص صورت ہے جس میں تملیک المنفعۃ ہوئی ہے نہ کہ تملیک الرقبۃ اس وجہ سے ہر چیز کا منیحہ یہ ہے کہ دراہم و دنانیر کسی کو بطور قرض دینا اور منیحہ اللبن یہ ہے کہ دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کو چند دن کے لئے عاریت کے طور پر کسی کو دینا کہ وہ کچھ دن اس سے نفع حاصل کر کے مالک کو لوٹا دے۔ یہی حدیث مبارکہ صحیح بخاری میں باب فضل المنیحہ میں بھی ہے جس کو امام ابو عبداللہ بخاری متوفی 256ھ نے روایت کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اَجْرِ الْخَازِنِ

باب: خازن کا اجر وثواب

یہ باب خازن کے اجر وثواب کے بیان میں ہے۔

1434 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْخَازِنَ الْاَمِيْنَ الَّذِیْ يُعْطِی مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ حَتّٰی يَدْفَعَهٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
امین خازن وہ ہے جو وہی مال دے جس کا حکم دیا گیا ہے مکمل دے، خوش دلی سے دے حتیٰ کہ وہ اس کو دے جس کے واسطے حکم دیا گیا ہے تو وہ متصدقین کی مانند ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4 ص:192 صحیح ابن حبان: ج:8 ص:146 صحیح البخاری: ج:5 ص:265)

شرح:

بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اصل مالک تو صدقہ کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کا حکم بھی کر دیتا ہے مگران کے نوکر چاکر، خزاچی وغیرہ یا تو پورا نہیں دیتے یا تو ٹال مٹول کر دیتے ہیں اور بخل سے کام لیتے ہیں حالانکہ ان کا تو کچھ نہیں جارہا جاتو مالک کا رہا ہے اور بعض وہ بھی خزانچی ہوتے ہیں جو سخی ہوتے ہیں خوشی سے پورا دے دیتے ہیں انہی کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعریف بیان فرمارہے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی موسٰی رضی الله عنه

یہ ابوموسیٰ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبید اور عدن کا عامل مقرر فرمایا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل بنایا تھا آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ امین تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح کے بارے ان علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن قیس بن حضار بن حرب بن عامر بن غنز بن بکر بن عامر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہیر بن الاشعر بن ادو بن زید بن یشجب۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوموسیٰ ہے۔

حضرت واقدی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے حلیف بنے وہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے' پھر مسلمان ہوگئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت ابوعامر نے کہا ہے:

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ حضرت جعفر اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مکہ مکرمہ سے حبشہ گئے تھے' پھر یہ دونوں الگ الگ کشتیوں میں بیٹھ کر ایک ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ پر مقرر رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ چلے گئے اور وہیں رہے پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے۔ سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ مذکور ہے جیسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے 42ھ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں انتقال ہو گیا ایک قول یہ ہے: مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا تاریخ وفات میں بھی کئی اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ: جز: 3، ص 245 تا 246)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا قول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے راہ میں خیبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو 20 بیس میں بصرہ کا حاکم بنایا۔ آپ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا شروع خلافت عثمانیہ تک آپ بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیر

معاویہ کے مقابلہ میں اپنا پنچ مقرر کیا تھا۔اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ چلے گئے وہاں ہی 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:603)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَرْاَةِ تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا

باب: خاوند کے مال سے عورت کا صدقہ دینا

یہ باب عورت کا خاوند کے مال سے صدقہ دینے کے حکم میں ہے۔

1435 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُ مَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُ مَا اكْتَسَبَ وَلِخَازِنِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عورت خاوند کے گھر فساد کی نیت کے بناء خرچ کرے تو اس کے خرچ کرنے کا اجر اور اس کے گھر والے کے محنت کرنے کا اجر اور ان کے خازن کو اسی قدر اجر ملے گا ان میں سے کسی کا کوئی اجر کم نہیں کرے گا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7،ص:170،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:192،شرح السنۃ: جز:1،ص:419)

1436 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمِصْرِيّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ عَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ قَامَتِ امْرَاَةٌ جَلِيْلَةٌ كَاَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كَلٌّ عَلٰى اٰبَائِنَا وَاَبْنَائِنَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَاُرٰى فِيْهِ وَاَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَقَالَ الرَّطْبُ تَاْكُلْنَهُ وَتُهْدِيْنَهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ الرَّطْبُ الْخُبْزُ وَالْبَقْلُ وَالرُّطَبُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ يُوْنُسَ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت فرمایا تو ایک شاندار عورت کھڑی ہوئی۔ گویا کہ وہ مضر قبیلہ کی عورتوں سے تھی اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے والد محترم اور بھائی کے ماتحت ہوتی ہیں۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے لگتا ہے کہ اس میں خاوند بھی ہے ہمارے واسطے ان کے مال سے کیا چیز

حلال ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تر چیزوں کو کھاؤ اور ان کو ہدیہ کرو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تر سے روٹی، سبزی اور کھجوریں مراد ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح ثوری نے یونس سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز:4، ص:149، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:192، شرح السنۃ: جز:1، ص:420)

1437 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ

ہمام بن منبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کی محنت کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر صرف کرے تو اس کے لئے شوہر کی بدولت نصف اجر ہے۔

(صحیح البخاری: جز:7، ص:226)

1438 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِي الْمَرْاَةِ تَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا قَالَ لَا اِلَّا مِنْ قُوْتِهَا وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا وَلَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَصَدَّقَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا اِلَّا بِاِذْنِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا يُضَعِّفُ حَدِيْثَ هَمَّامٍ

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنے شوہر کے گھر سے صدقہ کرے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں مگر کھانے والی غذا سے اس کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے سوائے اس کی اجازت کے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **هذا یضعف حدیث همام**۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4، ص:193، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:2، ص:361)

نوکر و خادم اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتے۔ اجازت دو قسم کی ہوتی ہے ایک صریح مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کو اتنی چیز دے دو اور ایک اجازت عرفی مثلاً خادم یا بیوی کو معلوم ہو کہ معمولی مقدار ایک روٹی یا اس کے برابر کسی فقیر کو دے دینے سے مالک یا شوہر کو ناراضگی نہیں ہوتی تو اتنی مقدار دینا جائز ہے اور ان احادیث مبارکہ میں جو ذکر ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے سے نصف اجر ملتا ہے اس سے مراد ہے کہ صریح اجازت اگر چہ نہ ہو لیکن عرفی اجازت حاصل ہو اور اگر مطلقاً اجازت نہ ہو پھر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اشکال

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

اذا انفقت المرأة من كسب زوجها عن غير امره فلها نصف اجره، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر کی چیزوں میں صدقہ کرسکتی ہے اور اس کو نصف اجر بھی ملے گا؟

جواب

اس سے مراد عورت کا اس مال میں سے خرچ کرنا ہے جو شوہر نے اس کے حصہ میں لگا دیا ہے پھر وہ اپنے خاص اس اپنے حصہ میں سے خرچ کرتی ہے لہٰذا اس میں شوہر کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں یا یہ تاویل کی جائے کہ اس حدیث مبارکہ میں اذن صریح تفصیلی کی نفی مراد ہے اذن مطلق کی نفی مراد نہ لی جائے۔

☆ قوله اذا انفقت المرأة...... الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر چہ حدیث مبارکہ میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا، ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی، سالن داخل ہے جس کو خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے لئے بہت روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہے تو اس میں خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔ مرقات نے فرمایا: یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ، مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ، بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کردینے کی عادت ہوتی ہے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:3، ص:139)

☆ اذا انفقت المرأة من كسب زوجها...... الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

1- خاوند کی کمائی کی اس لیے قید لگائی کہ اگر عورت اپنی ملک سے خیرات کرے تو اس کا یہ حکم نہیں۔

☆ قوله من غير امره......

2- یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو مگر عرفاً اجازت ہو عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہوگا عورت کو آدھا ثواب اسی لیے فرمایا: مرد کمانے والا ہے کمانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:3، ص:139)

☆ قوله النساء قامت امراة جليلة...... الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

1- یعنی حسین صورت دراز قامت عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالباً وہ بی بی قبیلہ مضر ابن نزار سے تھیں۔

☆ انا کل علی ابائنا و ابنائنا...... الخ

2- یعنی یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ، صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر پھر بھی خاوند پر اس کا خرچ کرے گا۔

☆ قال الرطب تاكلنه و تهدينه......

3- یعنی پکے ہوئے کھانے تر میوہ جو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے انہیں خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی دو ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفاً اجازت ہوتی ہے حق یہ ہے کہ یہ حدیث باپ، اولاد، خاوند کے سب کے مال کے متعلق ہے لڑکی باپ کے مال سے، ماں اولاد کے مال سے، بیوی خاوند کے مال سے بغیر صریحی اجازت کے اس قسم کی چیزوں میں سے صدقہ ہدیہ سب کچھ کرسکتی ہے حق یہ ہی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:3،ص:141)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سعد رضی الله عنه

یہ سعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم الاسلام صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو یہ ہیں۔

دہ یار اند قطعی بوبکر و عمر و عثمان و علی
سعد ست سعید و بو عبیدہ طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمٰن

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ ہے۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ چھ افراد کے بعد مسلمان ہوئے۔ ایک قول ہے کہ چار کے بعد مسلمان ہوئے جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا ان کی عمرہ سترہ سال تھی یہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت ان سے راضی تھے۔ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے

پہلے راہ خدا عزوجل میں خون بہایا اور وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا عزوجل میں تیر چلایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا عزوجل میں تیر چلایا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور درختوں کے پتوں کے سوا ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

حضرت ابن اسحاق سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھنے کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں میں اپنی قوم کے خوف سے چھپ جاتے تھے ایک بار ایک گھاٹی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک کچھ مشرکین آ گئے انہوں نے مسلمانوں کو برا کہا اور ان کے دین کی مذمت کی پھر ان سے لڑائی چھڑ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ایک مشرک کے مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون بہایا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے خلاف جو فوج بھیجی اس کا امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کو قادسیہ کے مقام پر شکست دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی مدائن کسریٰ کو عراق میں فتح کیا۔ کوفہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر بنایا گیا پھر معزول کر دیا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شوریٰ میں رکھا تھا تو کہا اگر یہ خلیفہ بنا دیئے جائیں تو ٹھیک ورنہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ بنے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر بنائے کیونکہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا حاکم بنا دیا۔

قیس بن حازم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! سعد کی دعاؤں کو قبول کر، حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔ لوگوں کو اس کا علم تھا اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا سے ڈرتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی تو یہ فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے ان کے بیٹے اور بھتیجے نے یہ چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں لیکن انہوں نے یہ بات نہیں مانی اور سلامتی کو طلب کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے 55ھ میں وفات پائی۔

ایک قول یہ ہے:

58ھ میں وفات پائی۔

اور ایک قول یہ ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے 54ھ میں وفات پائی۔
مروان نے نماز جنازہ پڑھائی، مہاجرین میں سے فوت ہونے والے آپ رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے۔
(اسد الغابہ: جز:2،ص290 تا293)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابواسحاق ہے آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم یعنی ابووقاص کا نام مالک ابن وہیب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں، پرانے مومن ہیں سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ تیسرے مومن ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا۔ تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے مقبول الدعا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب مجاب الدعوات تھا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا سے بہت ہی ڈرتے تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی تھی۔

اللھم سدد سھمه واجب دعوته خدایا۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پانے منزل عتیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے لوگ میت شریف مدینہ منورہ لائے مروان ابن حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہ ہی حاکم مدینہ منورہ تھا۔ بقیع شریف میں دفن ہوئے۔ 55 پچپن میں وفات ہے۔ ستر سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلقت نے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:582)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ صِلَةِ الرَّحِمِ

باب: رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

یہ باب رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق ہے۔

1439 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرٰى رَبَّنَا يَسْاَلُنَا مِنْ اَمْوَالِنَا فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ اَرْضِيْ بِاَرِيْحَاءَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا فِي قَرَابَتِكَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ بَلَغَنِي عَنِ الْاَنْصَارِيِّ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ يَجْتَمِعَانِ اِلٰى حَرَامٍ وَهُوَ الْاَبُ الثَّالِثُ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَتِيكِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَعَمْرٌو يَجْمَعُ حَسَّانَ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا قَالَ الْاَنْصَارِيُّ بَيْنَ اُبَيٍّ وَاَبِي طَلْحَةَ سِتَّةُ اٰبَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب آیت ''تم ہرگز بھلائی تک نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو'' کا نزول ہوا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ ہم سے ہمارے اموال کے متعلق سوال فرماتا ہے: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی اریحاء کی زمین اس کے لئے وقف کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ان کو اپنے اقرباء میں تقسیم کر دو تو انہوں نے اس کو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما میں بانٹ دی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انصاری محمد بن عبداللہ سے مجھے پتہ چلا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوطلحہ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار اور حسان بن ثابت بن منذر بن حرام دونوں حرام میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ان کے تیسرے دادا ہیں اور حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عتیک بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار۔ حضرت عمرو، حضرت حسان، حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی کو ملا دیتے ہیں۔ اور انصاری فرماتے ہیں: حضرت ابی اور حضرت ابوطلحہ کے مابین چھ آباء ہیں۔

(سنن الدارقطنی: جز:10، ص:269، سنن النسائی: جز:11، ص:367)

1440 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ فَاَعْتَقْتُهَا فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اٰجَرَكِ اللّٰهُ اَمَا اِنَّكِ لَوْ كُنْتِ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ

ام المومنین میمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

میری ایک لونڈی تھی جس کو میں نے آزاد کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس قدم رنجہ فرمایا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو ثواب عطا فرمائے گا اگر تم اپنے نانکوں کو دیتی تو تم

کو زیادہ اجر حاصل ہوتا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 575، معجم الکبیر: جز: 23، ص: 440، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 4، ص: 179، صحیح ابن حبان: جز: 8، ص: 132)

1441 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ اَمَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِنْدِى دِينَارٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِى اٰخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِى اٰخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ اَوْ قَالَ زَوْجِكَ قَالَ عِنْدِى اٰخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِى اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَبْصَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنی ذات پر صرف کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے بیٹے پر صرف کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنی زوجہ پر صرف کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے خادم پر صرف کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو تم لائق سمجھو۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 575، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 477)

1442 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحٰقَ عَنْ وَهْبِ بْنِ جَابِرٍ الْخَيْوَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوتُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے واسطے اتنا گناہ کفایت کرتا ہے کہ روزی کو کھودے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 575، معجم الاوسط: جز: 5، ص: 226، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 467، صحیح ابن حبان: جز: 10، ص: 51)

1443 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَّيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِى يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّبْسَطَ عَلَيْهِ فِى رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ فِى اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کو یہ اچھا لگے کہ اس کا رزق کھلا اور عمر لمبی ہو تو اس کو چاہئے صلہ رحمی کرے۔

(معجم الاوسط: جز: 5، ص: 382، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 27، صحیح ابن حبان: جز: 2، ص: 181)

1444 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ اَنَا الرَّحْمٰنُ وَهِيَ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنِ اسْمِيْ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ الرَّدَّادَ اللَّيْثِيَّ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں رحمٰن ہوں جو کہ رحم سے ہے میں نے اس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جو اس کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا جو اس کو قطع کرے گا تو میں اس کو قطع کروں گا۔

(مستدرک: جز: 4، ص: 174)

1445 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

محمد بن جبیر مطعم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں: ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پتہ چلی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(معجم الاوسط: جز: 4، ص: 31، سنن الترمذی: جز: 7، ص: 140، شرح السنۃ: جز: 6، ص: 271، صحیح ابن حبان: جز: 2، ص: 199)

1446 حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو وَفِطْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سُفْيَانُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُلَيْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَهُ فِطْرٌ وَّالْحَسَنُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنْ هُوَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے سفیان کا بیان ہے کہ سلیمان نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔ اور فطر اور حسن نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکمل بدلے کو دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو ٹوٹے ہوئے رشتوں کو ملائے۔

(معجم الاوسط: جز: 6، ص: 363، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 7، ص: 27، سنن الترمذی: جز: 7، ص: 139، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 813)

شرح: صلہ رحمی کا معنیٰ

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

وصل فصل کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (قصص:51)

اور بے شک ہم ان کے لئے اپنا کلام وصل کے ساتھ بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

یہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر نرمی اور شفقت برتنے کے ساتھ کنایہ ہے خواہ وہ رشتہ دار دور کے ہوں اور بدسلوکی کیوں نہ کریں۔ (تاج العروس شرح القاموس: جز:8،ص:157)

وصل کی حقیقت

☆ قوله من وصلها وصلته

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف وکرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان فرمائے گا اور ان کو نعمتوں سے نوازے گا۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کا بیان ہے البتہ صلہ رحمی کے درجات ہیں جو بعض بعض سے ارفع ہیں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو۔ حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں اگر کسی شخص نے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع نہیں کہا جائے گا اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل تھا اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے: ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو ان سے صلہ رحم واجب ہے اس قول پر چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحم واجب نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے: تمام ذوی الارحام کے ساتھ رحم واجب ہے اور تمام وہ رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پا سکتے ہوں وہ سب ذوی الارحام ہیں۔ یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔
(شرح للنواوی: جز:2،ص:315)

☆ لایدخل الجنة قاطع

قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

اس کی ایک محمل تو یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہے جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ سابقین اولین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

☆ من سره ان يبسط عليه في رزقه ...... الخ

جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور عمر درازی کی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

اشکال

اس حدیث مبارکہ پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر اور رزق تو تقدیر الٰہی میں مقرر اور معین ہو چکے اب ان میں زیادتی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ عمر کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ○ (الاعراف:34)

ہر گروہ کے لئے ایک مدت مقررہ ہے جب ان کا وقت مقرر آجائے گا تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

جواب

ایک جواب یہ ہے:

عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت دی جائے اور عبادات کی توفیق دی جائے اور اس کی زندگی کے اوقات کو ان کاموں پر صرف کیا جائے جو اس کے لئے آخرت میں نفع آور ہوں اور غیر مفید کاموں میں ضیاع وقت سے اس کو محفوظ رکھا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے:

عمر اور رزق میں زیادتی کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں ہے مثلاً فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہے اور اگر اس نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر چالیس سال بڑھا دی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا نہیں اور اس کی عمر کتنی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے یہی مراد ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے:

اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس کے اعمال صالحہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط (یٰسین:12)

بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور نشانات کو ہم لکھ رہے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ (شعراء:84)

میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکرِ جمیل جاری رکھ۔

سو عمر میں زیادتی کا یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کے ثواب اور اس کے ذکر جمیل کو جاری رکھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنه

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے زہری قرشی ہیں عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ دو ہجرتوں والے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سارے غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ غزوہ تبوک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ غزوہ احد میں بیس سے زیادہ زخم کھائے پاؤں میں زخم کی وجہ سے لنگ ہوگیا تھا۔ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے اور 32 بتیس میں وفات ہوئی۔ بہتر سال عمر ہوئی بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی ایک رکعت نماز پڑھی۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:561)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل وصلی اللہ علیه وسلم

بَاب فِي الشُّحِّ

باب: حرص کے متعلق

یہ باب حرص کے متعلق ہے۔

1447 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ اَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَرُوْا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: حرص سے خود کو بچاؤ کیونکہ جو امتیں گزری ہیں وہ انہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں اس نے ان کو بخل کا حکم دیا تو وہ بخل کرنے لگے ان کو قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے ان کو فجور کا حکم دیا تو وہ فجور کرنے لگ گئے۔

(مستدرک: جز:1 ص:576، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:32 ص:31)

1448 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ حَدَّثَتْنِي اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لِيْ شَيْءٌ اِلَّا مَا اَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ بَيْتَهُ اَفَاُعْطِي مِنْهُ قَالَ اَعْطِي وَلَا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی شے نہیں ہے مگر جو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عطا کرتے ہیں تو کیا میں اس سے دے دوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیدیا کرو اور نہ روکا کرو وگرنہ تم پر رزق کو روک لیا جائے گا۔

(معجم الکبیر: جز:24 ص:92، سنن الترمذی: جز:7 ص:221، مسند احمد: جز:54 ص:349، مسند اسحاق بن راہویہ: جز:5 ص:125)

1449 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ عِدَّةً مِنْ مَسَاكِينَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ غَيْرُهُ اَوْ عِدَّةً مِنْ صَدَقَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصَى عَلَيْكِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے مساکین کو شمار کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ فرماتے ہیں: صدقات کو شمار کیا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیدیا کرو اور شمار نہ کیا کرو وگرنہ تم کو بھی شمار کر کے دیا

جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1449)

شرح:

یہ باب کتاب الزکوۃ کا آخری باب ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کتاب الزکوۃ کا خلاصہ اس بات پر ختم فرمادیا کہ مسلمان کو چاہئے اس کے ذمہ جو حقوق مالیہ ہیں خواہ وہ واجبہ یا مستحبہ ان تمام کو ادا کرے اور بخل سے کام نہ لے کیونکہ جب ذات باری تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے تو اس نے خرچ کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے لہٰذا اس کی راہ میں خرچ کیا جائے اور بخل سے کام نہ لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے بہت متقی، پرہیز گار اور خوف خدا عزوجل میں بہت زیادہ روتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سہمی قرشی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 63ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا 73 میں یا 67 میں مکہ مکرمہ میں یا 55 میں طائف میں یا 65 میں مصر۔ یعلی ابن عطاء اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں: وہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھی تاکہ لگا کر سوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ چراغ گل کردیتے تھے، پھر خوف خدا عزوجل سے رویا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں یعنی خراب ہوگئی تھیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 8، ص: 567)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

کتاب: گری ہوئی چیزوں کا بیان

بَاب التَّعْرِيفِ بِاللُّقَطَةِ

باب: گری ہوئی چیزوں کا بیان

یہ باب گری ہوئی چیزوں کے احکام کے متعلق ہے۔

1450 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَوَجَدْتُّ سَوْطًا فَقَالَا لِيَ اطْرَحْهُ فَقُلْتُ لَا وَلٰكِنْ اِنْ وَجَدْتُّ صَاحِبَهُ وَاِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهٖ فَحَجَجْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَسَاَلْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ وَجَدْتُّ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقُلْتُ لَمْ اَجِدْ مَنْ يَّعْرِفُهَا فَقَالَ احْفَظْ عَدَدَهَا وَوِكَائَهَا وَوِعَائَهَا فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا وَقَالَ وَلَا اَدْرِيْ اَثَلَاثًا قَالَ عَرِّفْهَا اَوْ مَرَّةً وَّاحِدَةً حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ بِمَعْنَاهُ قَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا وَّقَالَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ قَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فِيْ سَنَةٍ اَوْ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ فِي التَّعْرِيفِ قَالَ عَامَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً وَّقَالَ اعْرِفْ عَدَدَهَا وَوِعَائَهَا وَوِكَائَهَا زَادَ فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عَدَدَهَا وَوِكَائَهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ لَيْسَ يَقُوْلُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ اِلَّا حَمَّادٌ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ فَعَرَفَ عَدَدَهَا

سوید بن غفلہ سے روایت ہے: میں نے زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کی معیت میں جہاد کیا میں نے ایک کوڑے کو پایا تو دونوں نے کہا اس کو ڈال دو پس میں نے کہا: نہیں میں تو اس کے اصلی مالک کو ڈھونڈوں گا وگرنہ

میں اس سے منفعت لوں گا۔ فرماتے ہیں: میں نے حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ طیبہ بھی حاضر ہوا میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک تھیلی کو پایا جس کے اندر سو دینار تھے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سال کے عرصہ تک اس کا اعلان کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سال اعلان کرو تو میں نے ایک سال اعلان کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا میں نے کسی کو نہیں پایا جو اس کو جانتا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی تعداد یاد کرنا اس کی تھیلی اور اس کے تسمے کو سنبھال کر رکھنا پس اگر اس کا مالک آ جائے تو حوالے کر دینا وگرنہ اس سے منفعت حاصل کرنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے تین بار اعلان کا فرمایا یا ایک بار اعلان کا فرمایا۔ مسدد، یحییٰ نے شعبہ سے اس کو معناً روایت کر کے فرمایا: ایک سال اعلان کرو تین بار کا فرمایا۔ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ایک سال کا فرمایا یا تین سال کا۔ موسیٰ بن اسماعیل، حماد نے سلمہ بن کہیل سے اپنی اسناد سے معناً روایت کر کے فرمایا دو یا تین سال اعلان کرے۔ فرماتے ہیں: اس کو شمار کرے اس کی تھیلی اور تسمے کو جان لے پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے شمار اور تسمے کو بیان کر دے تو پھر اس کے حوالے کر دے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث مبارکہ میں اس کلمہ کو سوائے حماد کے نہیں فرمایا۔ یعنی اس کے عدد کو پہچانے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 6، ص: 186، مسند احمد: جز: 43، ص: 184)

1451 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَّزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَائَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ فَقَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ وَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتّٰى يَأْتِيَهَا رَبُّهَا حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ سِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ وَلَمْ يَقُلْ خُذْهَا فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ وَقَالَ فِي اللُّقَطَةِ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا وَلَمْ يَذْكُرِ اسْتَنْفِقْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ رَّبِيعَةَ مِثْلَهُ لَمْ يَقُولُوا خُذْهَا

زید بن خالد جہنی سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے گری ہوئی چیز کے بارے میں استفسار کیا تو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک سال اس کا اعلان کرو پھر اس کا تسمہ اور تھیلی کو یاد رکھو پھر اس کی قیمت کو صرف کرو پس اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دیدو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! گم ہونے والی بکری؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو لے لو کیونکہ وہ تیرے واسطے تیرے بھائی کے واسطے یا بھیڑیئے کے واسطے ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! گم ہونے والا اونٹ؟ تو رسول اللہ ﷺ غصے ہوئے حتیٰ کہ رخسار مقدس شدت پکڑ گئے یا آپ ﷺ کا چہرہ مقدسہ سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس سے کیا اس کے ساتھ تو چارہ اور سقاوہ بھی ہے حتیٰ کہ اس کا مالک آجائے گا۔

اس کو ابن سرح، ابن وہب، مالک نے اپنی اسناد سے روایت کر کے اضافہ کیا کہ حالانکہ وہ پانی پیتا اور درخت کو کھایا کرتا ہے اور گم ہونے والی بکری کے بارے میں یہ نہیں فرمایا: اس کو پکڑ لو اور گری ہوئی چیز کے بارے میں ارشاد فرمایا: ایک سال تک اعلان کرو پس اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ تمہاری مرضی اور صرف کرنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ثوری، سلیمان بن بلال اور حماد بن سلمہ نے ربیعہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے مگر اس کو لے لینے کا نہیں فرمایا۔

(معجم الاوسط: جز:8، ص:297، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6، ص:185)

1452 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ وَاِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ثُمَّ كُلْهَا فَاِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ سے گری ہوئی چیز کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو پس اگر اس کو ڈھونڈنے والا آجائے تو اس کے حوالے کر دو ورنہ اس کی تھیلی اور تسمے کو جان لو پھر اس کو کھا لو پس اگر اس کو ڈھونڈنے والا آجائے تو اس کو دیدو۔

(معجم الکبیر: جز:5، ص:247، سنن ابن ماجہ: جز:7، ص:384، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6، ص:186)

1453 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِيهِ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ رَبِيعَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ تُعَرِّفُهَا حَوْلًا فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا دَفَعْتَهَا اِلَيْهِ وَاِلَّا عَرَفْتَ وِكَائَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اَفِضْهَا فِي

مَالِكَ فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَرَبِيعَةَ بِاِسْنَادِ قُتَيْبَةَ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيهِ فَاِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَدَدَهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ و قَالَ حَمَّادٌ اَيْضًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ الَّتِي زَادَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فِي حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَرَبِيعَةَ اِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا وَحَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْضًا قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً وَّحَدِيثُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا آگے حدیث ربیعہ کی مثل روایت کر کے فرمایا: گری ہوئی چیز کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سال اعلان کرو پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دو وگرنہ اس کا تسمہ اور تھیلی کو پرکھ لو پھر اپنے مال کے اندر ملا لو اگر مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دو۔

یحییٰ بن سعید اور ربیعہ نے اسناد قتیبہ سے روایت کر کے کہا پس اگر ڈھونڈنے والا آ جائے وہ تھیلی اور عدد کو بیان کرے تو اس کے حوالے کر دو۔ حماد نے بھی عبید اللہ بن عمر، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اضافہ جو حماد بن سلمہ بن کہیل، یحییٰ بن سعید، عبید اللہ بن عمرو اور ربیعہ نے کیا کہ اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کی تھیلی اور تسمہ بیان کرے تو اس کے حوالے کر دو یہ محفوظ نہیں ہے کہ اس کی تھیلی اور تسمہ کو بیان کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث عقبہ بن سوید عن ابیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ ایک سال اعلان کرو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ہے کہ ایک سال اعلان کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1453)

1454 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي الطَّحَّانَ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ الْمَعْنَى عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ اَوْ ذَوِي عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَاِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَاِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ عَزَّ

وَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوگری ہوئی چیز کو پائے تو وہ ایک عدل کرنے والے یا دو عدل کرنے والوں کو شاہد بنالے نہ تو چھپائے اور نہ ہی غائب کرے۔ پس اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دے وگرنہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 17، ص: 358، سنن ابن ماجہ: ج: 7، ص: 382، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 6، ص: 187)

1455 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِیْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَیْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِينُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِیْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا ذَكَرَهُ غَيْرُهُ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ مَا كَانَ مِنْهَا فِیْ طَرِيْقِ الْمِيتَاءِ اَوِ الْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَاْتِ فَهِیَ لَكَ وَمَا كَانَ فِی الْخَرَابِ يَعْنِیْ فَفِيهَا وَفِی الرِّكَازِ الْخُمُسُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِیْ ابْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا قَالَ فِیْ ضَالَّةِ الشَّاءِ قَالَ فَاجْمَعْهَا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ بِهٰذَا بِاِسْنَادِهِ قَالَ فِیْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ لَكَ اَوْ لِاَخِيكَ اَوْ لِلذِّئْبِ خُذْهَا قَطُّ وَكَذَا قَالَ فِيهِ اَيُّوْبُ وَيَعْقُوبُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخُذْهَا حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ فِیْ ضَالَّةِ الشَّاءِ فَاجْمَعْهَا حَتّٰى يَاْتِيَهَا بَاغِيهَا

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لٹکنے والے پھلوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاجت والا کھائے مگر چھپا کر نہ لے جائے تو کوئی حرج نہیں اور جس سے کچھ پایا جائے تو وہ دوگنا جرمانہ ادا کرے اور سزا ہوگی اور جس نے اس دوران چوری کی جبکہ پکنے والے پھلوں کو سوکھانے کے لئے جرین پر ڈالا گیا ہو تو وہ ڈھال کی قیمت تک پہنچے تو اب

اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور گم ہونے والی بکری اور اونٹ کا ذکر بھی فرمایا جس طرح ان کے علاوہ نے کہا ہے۔
راوی فرماتے ہیں: گری ہوئی چیز کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بڑی بستیوں کے عام راستے سے پائے تو اس کا ایک سال اعلان کرو پس اگر ڈھونڈنے والا آ جائے تو اس کے حوالے کر دو پس اگر وہ نہ آئے تو وہ تمہارے واسطے ہے اور جو آبادی نہ ہونے والے مقام سے پائے تو اس میں خمس حکومت کا ہے۔
ولید بن کثیر نے عمرو بن شعیب سے اپنی اسناد سے اس کو روایت کر کے گم ہونے والی بکری کے بارے میں بیان فرمایا: اس کو لے لو۔
عبداللہ احنس نے اپنی اسناد سے عمرو بن شعیب سے روایت کر کے گم ہونے والی بکری کے بارے میں فرمایا: وہ تمہارے واسطے یا تمہارے بھائی کے واسطے یا بھیڑیئے کے واسطے ہے اس کو لے لو اور اسی طرح ایوب، یعقوب بن عطاء، عمرو بن شعیب نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے: پس اس کو لے لو۔
حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے اس کو نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے گم ہونے والی بکری کے بارے میں ارشاد فرمایا: اس کو اپنے پاس رکھو حتیٰ کہ اس کا مالک آ جائے۔

(سنن النسائی: ج: 15، ص: 130)

1456 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ حَدَّثَهُ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَجَدَ دِيْنَارًا فَاَتٰى بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَاَلَتْ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُوَ رِزْقُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّيْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اَدِّ الدِّيْنَارَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک دینار پایا پس اس کو لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اس کے بارے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے اس سے رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے بھی تناول فرمایا پس جب اس کے بعد ایک عورت ڈھونڈتی ہوئی حاضر ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) اس کو دینار دو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 6، ص: 194، مسند الصحابة فی الكتب التسعة: ج: 22، ص: 17)

1457 حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدِ الْجُهَنِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيٰى

الْعَبْسِيّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم اَنَّهُ الْتَقَطَ دِيْنَارًا فَاشْتَرٰى بِهٖ دَقِيقًا فَعَرَفَهُ صَاحِبُ الدَّقِيقِ فَرَدَّ عَلَيْهِ الدِّينَارَ فَاَخَذَهُ عَلِيٌّ وَّقَطَعَ مِنْهُ قِيرَاطَيْنِ فَاشْتَرٰى بِهٖ لَحْمًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دینار گرا ہوا پایا اس سے آٹا خرید فرمایا تو آٹے والے نے پہچان کر دینار کو لوٹا دیا پس اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اس سے دو قیراط کاٹ لیے جس کے ساتھ گوشت خریدا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 6، ص: 194، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 31، ص: 115)

1458 حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ دَخَلَ عَلٰى فَاطِمَةَ وَحَسَنٌ وَّحُسَيْنٌ يَبْكِيَانِ فَقَالَ مَا يُبْكِيهِمَا قَالَتِ الْجُوْعُ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَوَجَدَ دِيْنَارًا بِالسُّوقِ فَجَاءَ اِلٰى فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتِ اذْهَبْ اِلٰى فُلَانِ الْيَهُوْدِيِّ فَخُذْ لَنَا دَقِيقًا فَجَاءَ الْيَهُوْدِيَّ فَاشْتَرٰى بِهٖ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ اَنْتَ خَتَنُ هٰذَا الَّذِىْ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَخُذْ دِيْنَارَكَ وَلَكَ الدَّقِيقُ فَخَرَجَ عَلِيٌّ حَتّٰى جَاءَ بِهٖ فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتِ اذْهَبْ اِلٰى فُلَانِ الْجَزَّارِ فَخُذْ لَنَا بِدِرْهَمٍ لَحْمًا فَذَهَبَ فَرَهَنَ الدِّينَارَ بِدِرْهَمِ لَحْمٍ فَجَاءَ بِهٖ فَعَجَنَتْ وَنَصَبَتْ وَخَبَزَتْ وَاَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيهَا فَجَائَهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذْكُرُ لَكَ فَاِنْ رَاَيْتَهُ لَنَا حَلَالًا اَكَلْنَاهُ وَاَكَلْتَ مَعَنَا مِنْ شَاْنِهٖ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كُلُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فَاَكَلُوْا فَبَيْنَمَا هُمْ مَكَانَهُمْ اِذَا غُلَامٌ يَنْشُدُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ الدِّينَارَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدُعِيَ لَهُ فَسَاَلَهُ فَقَالَ سَقَطَ مِنِّىْ فِى السُّوقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اذْهَبْ اِلَى الْجَزَّارِ فَقُلْ لَهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَكَ اَرْسِلْ اِلَىَّ بِالدِّينَارِ وَدِرْهَمُكَ عَلَىَّ فَاَرْسَلَ بِهٖ فَدَفَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما رو رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دونوں کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ کہا: بھوک کی وجہ سے، آپ رضی اللہ عنہ نکلے تو بازار کے اندر ایک دینار پایا پس آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اس کی خبر دی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا فلاں یہودی کے پاس جا کر ہمارے واسطے آٹا لے کر آؤ پس آپ رضی اللہ عنہ یہودی کے پاس آٹا خریدنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو یہودی نے کہا آپ اس مقدس ہستی کے داماد ہیں جو

رسول اللہ (ﷺ) کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: اپنے دینار کو واپس لے جایئے اور آٹا بھی لے جایئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے نکل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے پس ان کو خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا فلاں قصاب کے پاس جا کر ایک درہم کا ہمارے واسطے گوشت لے آیئے پس آپ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو دینار کو رہن رکھوا کر ایک درہم کا گوشت خرید آئے۔ پس آٹا گوندھا اور گوشت کو پکایا اور روٹیوں کو پکایا اور اپنے والد محترم کی طرف پیغام بھیجا تو ان کے پاس آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کو سب عرض کر دیئے دیتی ہوں پس اگر آپ ﷺ ہمارے واسطے حلال فرمائیں تو ہم اس کو کھائیں پس آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام اقدس لو اور کھاؤ۔ ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایک لڑکا اسلام اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں دے کر دینار کے لئے کہہ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: اس کو بلا کر لے آؤ اس سے استفسار کیا گیا تو اس نے عرض کیا: مجھ سے بازار میں گرا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) قصاب کے پاس جا کر کہو کہ بے شک رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دینار میرے پاس بھیج دے اور تمہارا درہم میرے اوپر ہے۔ تو اس نے بھیج دیا پس رسول اللہ ﷺ نے وہ لڑکے کے حوالے فرما دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1458)

1459 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَاَشْبَاهِهٖ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ النُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَبِي سَلَمَةَ بِاِسْنَادِهٖ وَرَوَاهُ شَبَابَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانُوْا لَمْ يَذْكُرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رخصت عطا فرمائی کہ انسان عصا، رسی، کوڑا اور اس طرح کی دوسری چیزیں پائے تو اس کے ساتھ منفعت حاصل کر لے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو نعمان بن عبدالسلام نے مغیرہ ابوسلمہ سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو شبابہ، مغیرہ بن مسلم، ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً ذکر نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1459)

1460 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ

عِكْرِمَةَ اَحْسَبُهُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ الْمَكْتُومَةُ غَرَامَتُهَا وَمِثْلُهَا مَعَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گم ہونے والے اونٹ کو چھپا دینے کا تاوان اس کے ساتھ اس کی مثل بھی دے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:6،ص:191، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:6،ص:234)

1461 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ قَالَ اَحْمَدُ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي فِي لُقَطَةِ الْحَاجِّ يَتْرُكُهَا حَتّٰى يَجِدَهَا صَاحِبُهَا قَالَ ابْنُ مَوْهَبٍ عَنْ عَمْرٍو

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاج کی گری ہوئی چیزوں کو اٹھانے سے روکا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن وہب کا قول بیان فرمایا ہے کہ حجاج کی گری ہوئی چیز ترک کر دو حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو اٹھالے۔ ابن وہب عمرو سے روایت کرتے ہیں۔

(مستدرک: ج:2،ص:74)

1462 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ جَرِيرٍ بِالْبَوَازِيجِ فَجَاءَ الرَّاعِي بِالْبَقَرِ وَفِيهَا بَقَرَةٌ لَيْسَتْ مِنْهَا فَقَالَ لَهُ جَرِيرٌ مَا هٰذِهِ قَالَ لَحِقَتْ بِالْبَقَرِ لَا نَدْرِي لِمَنْ هِيَ فَقَالَ جَرِيرٌ اَخْرِجُوهَا فَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَاْوِي الضَّالَّةَ اِلَّا ضَالٌّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتَاب الْمَنَاسِكِ

منذر بن جریر سے روایت ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی معیت میں بوازیج پر تھا پس گایوں کو چرانے والا آیا اور اس میں ایسی گائے بھی تھی جو اس کی نہیں تھی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا۔ یہ کس طرح والی ہے؟ اس نے کہا: گایوں کے ساتھ مل گئی ہے نہیں جانتے کہ کس کی ہے؟ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو نکالو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گم ہونے والے جانور کو گمراہ ملایا کرتا ہے۔

(معجم الکبیر: ج:2،ص:330، سنن ابن ماجہ: ج:7،ص:379، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:6،ص:90)

شرح: چند ابحاث

لقطہ کے متعلق چند ابحاث بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: لقطہ کا معنیٰ

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص کو راستہ میں گری پڑی مل جائے اور معرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو۔ اور اگر راستہ میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اس کو لقیط کہتے ہیں۔ (تاج العروس: جز:5،ص:217)

دوسری بحث: لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

لقطہ کی دو اقسام ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس کے بارے میں یہ علم ہوتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب نہیں کرے گا جیسے گٹھلیاں، انار کے چھلکے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا۔

قسم اوّل کا حکم

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اس کو اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے البتہ اگر اس چیز کے مالک نے اس چیز کو اٹھانے والے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو وہ اس سے لے سکتا ہے کیونکہ مالک کا اس چیز کو پھینک دینا اٹھانے والے کے لئے نفع حاصل کرنے کی اباحت کا سبب تھا اس کی طرف سے تملیک نہیں تھی کیونکہ مجہول کو مالک بنانا صحیح نہیں ہوتا اور اباحت کے بعد بھی مالک کی ملکیت اس چیز سے منقطع نہیں ہوتی البتہ جس شخص کو مباح چیز ملی ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن مالک کی ملکیت اس چیز کے ساتھ قائم رہتی ہے اور وہ جب چاہے اس چیز کو لے سکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مال کو بعینہٖ پالیا وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مردار بکری پھینک دی اور کسی شخص نے اس کا اون اتار لیا تو وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور اگر بکری کے مالک نے اس کے ہاتھ میں اون دیکھ لیا تو وہ اس کو لے سکتا ہے اور اگر کسی شخص نے اس بکری کی کھال اتار کر اس کو رنگ لیا تو اب بھی اس کا مالک اس کھال کو لے سکتا ہے لیکن اس کو رنگنے کے پیسے دینے پڑیں گے۔

دوسری قسم کا حکم

لقطہ کی دوسری قسم جس کے بارے میں یہ علم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس چیز کو

اٹھائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا لازم ہے تا کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا سکے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے:

لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے۔ صدقہ کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور اگر چاہے تو وہ لقطہ اٹھانے والے کو اس صدقہ کا ضامن کر دے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بطور دلیل کے ذکر نہیں کیا کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین کی تقلید نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ہم رجال ونحن رجال وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں لیکن اصل سبب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال پر اعتماد کرتے تھے اور اہل کوفہ کی فقہ کا مدار انہی حضرات پر تھا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ باقی فقہاء کرام کی بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال کو زیادہ جاننے والے تھے یہی وجہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بھری ہوئی ہے۔ بہر حال اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ اٹھانے والا لقطہ کا اعلان کرے اور ہر چیز میں ایک سال کی مدت لازم نہیں ہے چیز کا اٹھانے والا خود اندازہ کرے کہ اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو ڈھونڈتا رہے گا اتنی مدت تک وہ اس چیز کا اعلان کرتا رہے اور اس کا اندازہ اس چیز کی قیمت اور حیثیت سے ہوگا حتیٰ کہ فقہاء فرماتے ہیں: دس درہم بھی اہم اور قیمتی ہیں کیونکہ دس درہم کی چوری کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور اگر لقطہ دس درہم سے کم ہو تو تین درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور اگر تین درہم سے کم ہو تو ایک درہم تک ایک ہفتہ اعلان کرے اور ایک درہم سے کم میں ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو دائیں بائیں مالک کو دیکھے اور پھر وہ چیز کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ ان مدتوں میں سے کوئی مدت بھی لازم نہیں ہے کیونکہ رائے سے کسی مدت کو معین نہیں کیا جا سکتا لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ اعلان اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب کرے گا اور ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس چیز کا مالک اس کو کب تک طلب کرتا رہے گا؟ اس لیے کسی چیز کے بارے میں ملتقط اپنی غالب رائے سے فیصلہ کرے یعنی وہ یہ سوچے کہ اگر ایسی چیز گم ہو جائے تو اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو تلاش کرتا رہے گا اور جتنی مدت پر اس کا غلبہ ظن ہو اتنی مدت تک اعلان کرتا رہے۔ (المبسوط: ج:11، ص:203)

تیسری بحث: لقطہ اٹھانے میں حکم مذاہب فقہاء

لقطہ اٹھانے کے حکم میں فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

فقہاء ثلاثہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ کا نہ اٹھانا افضل ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت

ابن زید، حضرت ربیع بن خثیم اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ قاضی شریح نے ایک درہم گرا ہوا دیکھا اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالخطاب کا قول یہ ہے: اگر کوئی چیز ایسی جگہ پڑی ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس شخص کو اپنے اوپر یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ اس چیز میں خیانت نہیں کرے گا تو اس شخص کے لئے اس چیز کو اٹھانا افضل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے: اس شخص پر اٹھانا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ (توبہ:71)

مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اور جب مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت واجب ہے۔ سعید بن مسیب، حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی لقطہ کو اٹھانا واجب ہے۔ حضرت امام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے لقطہ کو اٹھایا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی اہم اور قیمتی چیز ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے اور وہ اٹھا کر اس کا اعلان کرے کیونکہ اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو ضائع کرنے سے بہتر ہے۔

علامہ بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی۔ نیز لقطہ کو اٹھا کر اپنے آپ کو حرام کھانے اور اعلان نہ کر کے ترک واجب کے خطرہ میں ڈالنا ہے اس لیے زیادہ محفوظ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ لقطہ کو نہ اٹھایا جائے جس طرح یتیم کے مال کا ولی نہ بننا بہتر ہے اور یہ خیال کہ لقطہ نہ اٹھانے سے ایک مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے سودمند نہیں ہے کہ بھولے بھٹکے اونٹ وغیرہ کو بھی لے جانا جائز نہیں ہے حالانکہ مال ضائع ہونے کا خطرہ اس میں بھی ہے۔ (المغنی: جز:5، ص216 تا 217)

فقہاء احناف کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض قلسفی علماء یہ کہتے ہیں: لقطہ کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بلا اجازت غیر کے مال کو اٹھانا ہے اس لیے اس پر ہاتھ بڑھانا جائز نہیں ہے اور بعض متقدمین آئمہ تابعین نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ لقطہ کو اٹھانا جائز ہے لیکن اس کو نہ اٹھانا افضل ہے کیونکہ جس شخص کی چیز گری ہے وہ اس کو اسی جگہ ڈھونڈے گا جس جگہ وہ چیز گری تھی اور جب اس چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا تو اس کا مالک اسی جگہ سے آ کر اپنی چیز اٹھا لے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چیز اٹھانے کے بعد یہ خطرہ موجود ہے کہ اٹھانے والے کی نیت بدل جائے اس لیے لقطہ کو اٹھانا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لیے لقطہ کو نہ اٹھانا افضل ہے۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ لقطہ کو اٹھانا اس کے نہ اٹھانے سے افضل ہے کیونکہ اگر وہ اس کو نہیں اٹھائے گا تو اس کا خدشہ ہے کہ کوئی شخص اس کو اٹھا کر مالک سے چھپالے گا اور جب وہ اس کو اٹھائے گا تو اس کا اعلان کر کے اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا دے گا نیز وہ اس لقطہ کو اٹھا کر امانت کی طرح اس کی حفاظت کرے گا اور امانت کی ادائیگی کا التزام کرنا فرض ہے اور اس کو اس میں وہی ثواب ملے گا جو امانت کو ادا کرنے کا ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (النساء:58)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچا دو۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ثواب کا موجب ہے۔ (المبسوط: جز:1، ص:2)

چوتھی بحث: لقطہ کے اعلان کی مدت میں فقہاء کے مذاہب

لقطہ کے اعلان کی مدت میں فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

جو چیز قیمتی ہو اس کا اعلان ایک سال تک کیا جائے بشرطیکہ وہ مال غنیمت سے نہ ہو۔ (بدایۃ المجتہد: جز:2، ص:229)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

لقطہ کا بازاروں میں اور مساجد کے دروازوں وغیرہ پر ایک سال تک اعلان کرے پہلے ہفتہ ہر دن صبح و شام اعلان کرے پھر ہر دن میں ایک بار پھر ہر ہفتہ میں، پھر ہر مہینہ میں اور صحیح یہ ہے کہ جو چیز حقیر ہو اس کا اعلان ایک سال نہ کیا جائے بلکہ اتنی مدت تک اعلان کیا جائے جتنی مدت میں یہ گمان ہو جائے کہ اب مالک نے اس سے اعراض کر لیا ہوگا۔

(مغنی المحتاج: جز:2، ص:414)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

لقطہ کے اعلان کی مدت ایک سال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ہے۔ ابن مسیب، شعبی، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ تین ماہ تک اعلان کرے اور ایک اور روایت ہے کہ تین سال تک اعلان کرے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ ﷺ نے انہیں تین سال تک ایک سو دینار کے اعلان کرنے کا حکم دیا تھا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کو ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا تھا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے: راوی نے کہا مجھے پتہ نہیں کہ تین سال کہا تھا یا ایک سال۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

راوی کو اس میں شک ہے۔ (المغنی: ج:6، ص:4)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دوسو درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دوسو درہم سے کم مالیت ہو تو دس درہم تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور ایک درہم سے لے کر تین درہم تک تین دن اعلان کرے اور اگر ایک دانق یعنی درہم کا چھٹا حصہ یا اس سے زیادہ ہو تو ایک درہم تک ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک دانق سے کم ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

یہ نصاب لازم نہیں ہے بلکہ قلیل میں اپنی صوابدید کے مطابق اعلان کرے۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی روایت کو لیا ہے اور ظاہر الروایہ جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل اور کثیر میں فرق کے بغیر ایک سال اعلان کرے اور یہی امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی تفصیل اور فرق کے بیان فرمایا: جس کو کوئی چیز ملی ہو وہ اس کا ایک سال اعلان کرے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو پہلی روایت ہے کہ دوسو درہم یا زیادہ سے لے کر دس درہم تک ایک سال اعلان کرے اور دس درہم سے کم میں جتنی مدت تک مناسب سمجھے اعلان کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جن روایات میں ایک سال اعلان کرنے کا ذکر ہے وہ اس لقطہ کے بارے میں ہیں جو ایک سو دینار تھے جو ایک ہزار درہم کے مساوی ہیں اور دس درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت کی وجہ یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار نصاب سرقہ یعنی دس درہم ہے یعنی دس درہم شرعاً قیمتی مال ہے کیونکہ اس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور فرج حلال ہو جاتی ہے اس لیے دس درہم کی مالیت کے حکم کو بھی ایک ہزار درہم کے حکم کے ساتھ لاحق کر دیا اور دس درہم سے کم ہونا چونکہ یہ مرتبہ نہیں ہے اس لیے اس کے اعلان کی مدت ایک سال نہیں رکھی بلکہ اس کو اعلان کرنے والے کی صوابدید پر

چھوڑ دیا۔ (فتح القدیر: ج:5، ص350 تا 351)

پانچویں بحث: اعلان کی مدت مکمل ہونے کے بعد لقطہ کو خرچ کرنے میں مذاہب فقہاء

لقطہ کے اعلان کی مدت مکمل ہونے کے بعد اس کو خرچ کرنے کے متعلق فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، حضرت ابوعبید اور حضرت ابوثور رحمۃ اللہ علیہم اس بات پر متفق ہیں کہ جب مدت پوری ہو جائے تو غریب شخص کے لئے لقطہ کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہے اور اگر وہ غنی ہے تو اس کو صدقہ کر دے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور صدقہ کا ثواب حاصل کرے اور اگر چاہے تو ملتقط سے صدقہ کرنے کے تاوان میں اس چیز کو وصول کر لے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد آیا غنی بھی اس چیز کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: غنی کے لیے لقطہ کو کھانا یا اس کو صرف میں لانا جائز نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس لقطہ کو صدقہ کر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں:

اگر وہ مال زیادہ ہے تو اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقوال ہیں اور اہل ظاہر کے سوا یہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر ملتقط کے کھانے کے بعد مالک آ گیا تو ملتقط اس کا ضامن ہوگا۔ (بدایۃ المجتہد: ج:2، ص:229)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جب ملتقط ایک سال تک اعلان کر دے اور اس کا مالک نہ آئے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے لئے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس لقطہ کو اپنی ملکیت میں لے لے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ جب ملتقط اس کو اپنی ملکیت میں لینا چاہے تو وہ اس کا کس وقت مالک ہوگا؟ اس میں فقہاء شافعیہ کے کئی قول ہیں۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے: جب تک وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے اس کو اپنی ملکیت میں لے لیا اس وقت تک اس چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے: جب تک بیع اور شراء کی طرح اس میں مالکانہ تصرف نہیں کرے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے: اس کے لئے ملکیت کی نیت کر لینا کافی ہے یہ کہنا ضروری نہیں ہے۔ چوتھا قول یہ ہے: سال گزرتے ہی وہ اس کا مالک ہو جائے گا نیت

کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد اس کا مالک آ گیا تو مالک متصل زیادتی لے لے گا اور منفصل زیادتی نہیں لے گا اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد وہ چیز ضائع ہوگئی تو ہمارے اور جمہور کے نزدیک اس کا بدل ادا کرنا لازم ہوگا اور داؤد ظاہری کے نزدیک بدل ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: جز:2، ص:78)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جب ایک شخص نے ایک سال تک اعلان کیا اور اس کے مالک کا پتہ نہ چلا تو اب وہ لقطہ اس کی ملکیت ہو گیا خواہ وہ شخص فقیر ہو یا غنی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی نظریہ ہے۔ عطاء، اسحاق، ابن منذر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ قول ہے۔ امام مالک، حسن بن صالح، ثوری اور فقہاء حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ لقطہ کو صدقہ کر دے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھ کر اجر حاصل کرے اور چاہے تو اس صدقہ کا جرمانہ وصول کرے اور ملتقط اس کو لقطہ کا بدل مہیا کرے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سال تک اعلان کرے اور ایک روایت میں تین سال ہے پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے "اگر اس کا مالک اس صدقہ کے اجر پر راضی ہو تو ٹھیک ورنہ اٹھانے والا اس کا تاوان بھرے یعنی مالک کو اس صدقہ کا بدل مہیا کرے" اور اس پر عقلی دلیل یہ ہے کہ لقطہ ایک مال معصوم ہے (یعنی حفاظت واجب ہے اور اس کی لوٹ مار حرام ہے) اور مالک اس لقطہ سے اپنی ملکیت زائل کرنے پر راضی نہیں ہے اور نہ زوال ملکیت کا کوئی سبب اور مقتضی ہے اس لیے مالک سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی اور ملتقط کے لئے اس کو اپنی ملک میں لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر لقطہ اٹھانے والا غریب ہو اور اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو پھر اس کو لے سکتا ہے کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو لقطہ ملا وہ اس پر ایک نیک آدمی یا کئی نیک آدمیوں کو گواہ کر لے نہ تو اس کو چھپائے نہ ہی غائب کرے اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہ چاہے عطا فرما دے۔ اور جس مال کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو اس مال کا صدقہ مستحق مالک ہو سکتا ہے۔

بعض فقہاء حنبلیہ نے کہا ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی ایک قول ہے اور بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ہماری دلیل حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اگر لقطہ کے مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو خرچ کر لو" اور ایک روایت میں ہے ورنہ وہ تمہارے مال کی طرح ہے اور ایک روایت میں ہے پھر تم اس کو کھا لو اور

ایک روایت میں ہے ''اس سے نفع اٹھاؤ'' اور ایک روایت میں ہے ''اس کا تم جو چاہو کر لو'' اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے ''اس کو خرچ کرو'' اور ایک روایت میں ہے ''اس سے فائدہ حاصل کرو'' اور یہ حدیث صحیح ہے، اور اس لیے کہ جو شخص مقروض ہو وہ غریب کی طرح لقطہ کا بھی مالک ہو جاتا ہے اور جس شخص کے لئے لقطہ کا اٹھانا جائز ہو وہ اعلان کے بعد فقیر کی طرح اس کا مالک ہو جاتا ہے اور فقہاء احناف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت بیان کی ہے اس کا حدیث کی کسی معتمد کتاب میں ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو وہ مستحقین صدقہ کا حق ہوتی ہے بلا دلیل ہے بلکہ باطل ہے کیونکہ تمام اشیاء کی خلقاً اور ملکاً اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اس مال سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ (المغنی: جز: 11، ص 7 تا 8)

فقہاء احناف کا مذہب

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

اعلان کے بعد مالک آ جائے تو ملتقط لقطہ کو اس کے حوالے کر دے کیونکہ اعلان سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا اور اگر مالک نہ آئے تو اس کو اختیار ہے خواہ لقطہ کو مالک کے انتظار میں محفوظ رکھے خواہ اس کو صدقہ کر دے کیونکہ اس کو محفوظ رکھنا عزیمت ہے اور ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو صدقہ کر دینا رخصت ہے اور ملتقط کو رخصت اور عزیمت میں سے کسی ایک پر عمل کرنے میں اختیار ہے۔ صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آ گیا تو پھر مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے اور اس کا ثواب مالک کو ہو گا اور اگر چاہے تو صدقہ کے تاوان میں لقطہ کا بدل لے لے اور یہ تاوان چاہے ملتقط سے وصول کرے اور چاہے تو اس مسکین سے وصول کرے جس کو صدقہ دیا گیا ہے اور جو بھی ضامن ہو گا وہ دوسرے سے اس کا تاوان وصول نہیں کرے گا اور اگر ملتقط غریب ہو تو وہ ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو خود خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس لقطہ کو کسی غریب پر صدقہ کر دے اور جبکہ وہ خود غریب ہے تو وہ لقطہ کو اپنے نفس پر بھی صدقہ کر سکتا ہے لیکن اگر ملتقط غنی ہو تو ہمارے نزدیک وہ اس لقطہ کو اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر بھی مدت گزرنے کے بعد اس کو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے لیکن یہ اس کے اوپر قرض ہے اگر مالک آ گیا تو اس کو وہ چیز دینا ہو گی۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ بکثرت احادیث و آثار میں یہ وارد ہے کہ ایک سال اعلان کے بعد لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ نیز اصل مقصود یہ ہے کہ لقطہ کا ثواب اس کے مالک کو پہنچا دیا جائے اگر غنی نے اس مال کو اپنے اوپر خرچ کر لیا تو یہ مقصود حاصل نہیں ہو گا بلکہ جب غنی اس مال کو اپنے اوپر خرچ کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ وہ اس لقطہ کو اپنے لیے اٹھانے والا تھا اور اپنے لیے لقطہ کو اٹھانا اس کے لئے شرعاً ناجائز ہے پس جیسا کہ ابتداءً اس پر لازم تھا کہ وہ اس لقطہ میں اپنے تصرف کی نیت نہ

کرے اس طرح انتہاء بھی اس پر لازم ہے کہ اس میں اپنے تصرف کی نیت نہ کرے۔

اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دینار پڑا ہوا ملا انہوں نے اعلان کے بعد اس کا طعام خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سب نے اس طعام سے کھایا اگر لقطہ کو صدقہ کرنا ضروری ہوتا تو ملتقط اس کو اپنے اوپر خرچ نہ کر سکتا تو یہ حضرات اس طعام کو نہ کھاتے کیونکہ ان پر صدقہ حلال نہیں تھا۔

اس روایت کا جواب یہ ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو دینار پڑا ہوا ملا تھا وہ لقطہ نہیں تھا اس دینار کو ایک فرشتہ نے اس لیے گرایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو اٹھا لیں کیونکہ ان حضرات کو کئی دنوں سے کھانا نہیں ملا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو وحی سے جان لیا تھا اسی وجہ سے ان سب نے اس کھانے کو کھا لیا تھا ورنہ صدقہ واجبہ تو ان پر حلال نہیں تھا اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دینار سے طعام خریدنے کی اجازت لی تھی۔ (المبسوط: جز: 11، ص 6 تا 8)

فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نزدیک اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کو صدقہ کرنا واجب ہے اور لقطہ کو اٹھانے والا غریب ہے تو وہ اس کو اپنے اوپر صدقہ کر سکتا ہے اور اگر وہ امیر ہے تو وہ اس کو اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اس پر لقطہ کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء احناف کے مزید دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت جارود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک سفر میں سواریوں کی قلت تھی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریوں کا ذکر کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ ہم کو سواریوں کی قلت کا سامنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: ہم جنگل میں پھرنے والے مویشیوں سے کچھ اونٹ لے لیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے اس کے ہرگز قریب نہ ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: جز: 10، ص: 131)

دلیل نمبر: 2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا اعلان کرو اس کو نہ چھپاؤ اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 1367)

دلیل نمبر:3

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لقطہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: اس کا ایک سال تک اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار دینا اگر وہ اجر کو اختیار کرے تو اس کی مرضی اور اگر وہ مال کو اختیار کرے تو اس کی مرضی۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:10، ص:139)

دلیل نمبر:4

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لقطہ حلال نہیں ہے جس شخص نے کسی چیز کو اٹھایا وہ اس کا اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ آئے تو اس چیز کو صدقہ کرے پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو اجر اور اس چیز میں اختیار دے۔ (مجمع الزوائد: ج:4، ص:168)

دلیل نمبر:5

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو کوئی معمولی لقطہ کپڑا یا اس کی مثل کوئی چیز ملی تو اس کا تین دن اعلان کرے اور جس کو اس سے زیادہ کوئی چیز ملی وہ اس کا چھ دن اعلان کرے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے تو وہ مالک کو اختیار دے۔ (مجمع الزوائد: ج:4، ص:169)

دلیل نمبر:6

عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے:

میرے والد محترم نے بتایا ہے کہ ان کو دس دینار پڑے ہوئے ملے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے بارے میں مسئلہ معلوم کیا انہوں نے فرمایا اس کا حطیم کعبہ میں ایک سال اعلان کرو پھر بھی اگر اس کے مالک کا پتہ نہ چلے تو ان کو صدقہ کر دو اور اگر اس کے بعد ان کا مالک آجائے تو اس کو اجر لینے یا تاوان لینے کا اختیار دو۔ (المصنف: ج:6، ص:449)

دلیل نمبر:7

عبدالرحمن بن حرملہ سے روایت ہے:

میں نے سعید بن مسیب سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے کہا اس کا ایک سال تک اعلان کرو اگر اس کا پہچاننے

والا آجائے تو اس کو دے دو ورنہ اس کو صدقہ کر دو اور اس کے بعد وہ آئے تو اس کو صدقہ کا اجر لینے یا لقطہ لینے کا اختیار دے دو۔
(المصنف: ج:6،ص:455)

دلیل نمبر:8

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لقطہ کا ایک سال اعلان کرے اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ اس کو صدقہ کر دے (پھر اگر مالک آجائے) تو اس کو اختیار ہے چاہے وہ ملتقط سے اس کا تاوان لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: ج:1،ص:197)

دلیل نمبر:9

ابو السفر سے روایت ہے:

بنو رواس کے ایک شخص نے فرمایا: مجھے تین سو درہم پڑے ہوئے ملے میں نے ان کا اعلان کیا اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ نہ پہچانے جائیں سو ان کو کسی نے نہ پہچانا اور میں نے ان کو خرچ کر دیا پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ آپ نے فرمایا: ان دراہم کو صدقہ کر دو اور جب ان کا مالک آجائے تو اس کو اختیار دینا اگر وہ صدقہ کا اجر اختیار کرے تو اس کی مرضی اور اگر اپنے مال کو اختیار کرے تو اس کی مرضی۔ (المصنف: ج:10،ص:139)

دلیل نمبر:10

امام ابن شیبہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ اگر ایک سال تک اعلان کے باوجود مالک کا پتہ نہ چلے تو لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6،ص:449)

دلیل نمبر:11

امام عبد الرزاق نے ایک طویل حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کا اعلان کرو اگر اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا تو اس کو دے دو ورنہ اس کو صدقہ کر دو۔ پھر اگر اس کا مالک آیا اور اس نے صدقہ کے اجر کو پسند کیا تو اس کی مرضی ورنہ تم اس کو تاوان دو اور تم کو اجر ملے گا۔ (المصنف: ج:10،ص:139)

دلیل نمبر:12

امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر ایک سال تک اعلان کے

بعد بھی مالک نہ آئے تو لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:10،ص:139)

چھٹی بحث

حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء

حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ محمد شربینی الخطیب شافعی لکھتے ہیں:

عام لقطہ اور حجاج کے لقطہ میں فرق ہے عام لقطہ کو کوئی شخص بھی اٹھا سکتا ہے اور حجاج کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اعلان کے لئے مقرر ہو اور حجاج کے لقطہ کے لئے صرف ایک سال اعلان کرنے کی حد نہیں ہے بلکہ اس کا ہمیشہ اعلان کرنا ہوگا ورنہ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حرم مکہ مکرمہ مسلمانوں کے لوٹ کر آنے کی جگہ ہے مسلمان یہاں بار بار آتے رہتے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس چیز کا مالک دوبارہ وہاں آئے اور اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کرے یا کسی شخص کو اس چیز کی تلاش میں بھیجے اس لیے ملتقط اس کا ہمیشہ اعلان کرتا رہے۔ (مغنی المحتاج: ج:2،ص:417)

جمہور کا مذہب

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں لقطہ کا حکم ایک ہی ہے۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن مسیب، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے: حرم کے لقطہ کو ملکیت کے لئے اٹھانا جائز نہیں ہے اس کی صرف مالک کے لئے حفاظت کرنا جائز ہے اور اگر اس کو اٹھا لیا ہے تو پھر ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے۔ عبدالرحمان بن مہدی، ابو عبید اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی جمہور کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لقطہ امانت ہے اور اس کا حکم حرم اور غیر حرم میں مختلف نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ حرم کے لقطہ کا اٹھانا صرف اعلان کرنے والے کو جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک سال اعلان کر سکتا ہو وہی شخص حرم کے لقطہ کو اٹھائے اور یہ تخصیص تاکید کے لئے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے حالانکہ ذمی کی گم شدہ چیز کا بھی یہی حکم ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تخصیص تاکید افرمائی ہے۔
(المغنی: ج:6،ص:11)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

آپ نے حرم کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ چونکہ حرم میں مسافر بکثرت آتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ جس کی چیز ہو وہ شخص جاچکا ہو اس لیے وہاں اعلان کرنے کا کیا فائدہ ہے اس لیے آپ نے اس پر تنبیہ کی کہ حرم ہو یا غیر حرم ہر جگہ لقطہ کا اعلان کرنا ضروری ہے بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ایک سال اعلان کرنے کی تاکید مراد ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ حرم مکہ میں صرف ایام حج میں اعلان کرنا کافی ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

حجاج کا لقطہ اٹھانے سے آپ نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اگر حجاج کی چیز اپنی جگہ پڑی رہی تو حجاج کو آسانی سے مل جائے گی لیکن اگر آج کل وہ چیز پڑی رہی تو لوگ کعبہ کے اردگرد مکہ مکرمہ میں چوریاں کرنا شروع کر دیں گے اس لیے اس فساد سے بچنے کے لئے لقطہ کو اٹھا لینا چاہئے کیونکہ جو احکام کسی شرط کے اعتبار سے مشروع ہوں پھر یہ پتہ چلے کہ اس شرط کی وجہ سے اس میں کوئی فساد لازم آتا ہے تو پھر وہ حکم منقطع ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جو احکام کسی سبب پر مبنی ہوں وہ احکام برقرار رہتے ہیں مثلاً طواف میں رمل کرنا اظہار قوت سے مشروع ہے تو یہ حکم باقی رہے گا۔

علامہ ابن ہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ

جن احادیث مبارکہ میں لقطہ کو اٹھا کر ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم ہے وہ احادیث مبارکہ عام ہیں اور صحیح مسلم میں جس حدیث مبارکہ میں حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے یہ حدیث مبارکہ خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے اس لیے دوسری احادیث کو اس پر ترجیح ہوگی۔ (فتح القدیر: ج:5،ص356 تا357)

اونٹ کے پکڑنے کی ناراضگی کی وجہ

☆ قولہ قال یارسول اللہ فضالۃ الابل فغضب رسول اللہ ﷺ الخ

اس آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! گم شدہ اونٹ؟

رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے کہ رخسار مقدس سرخ ہو گئے اور چہرہ مقدس سرخ ہو گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

چونکہ پہلے نبی کریم ﷺ نے اونٹ کے پکڑنے سے منع فرما دیا تھا اور اب اس نے اونٹ کا سوال کیا اس لیے آپ ﷺ ناراض ہوئے یا اس لیے کہ سائل نے صحیح قیاس نہیں کیا اور جب لقطہ کا لینا معین ہے اس پر اس کو قیاس کیا جس کا لینا معین نہیں ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کو سائل کی کم فہمی پر غصہ آیا کیونکہ وہ لقطہ اٹھانے کی اصل وجہ کو نہیں سمجھا اور ایک چیز کو اس پر قیاس کیا جو اس کی نظیر نہیں تھی کیونکہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے گر جائے اور یہ پتہ نہ چلے کہ اس کا مالک کہاں ہے اور اونٹ اس طرح

نہیں ہے کیونکہ وہ اسم اور صفت کے اعتبار سے لقطہ سے مغائر ہے کیونکہ اس میں ایسی صلاحیت ہے کہ وہ ازخود مالک تک پہنچ سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے بکثرت سوال کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے ہوں کیونکہ سائل کسی حقیقی پیش آنے والے مسئلہ کا حل نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض فرضی صورتوں کا سوال کر رہا تھا۔(فتح الباری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سهل بن سعد رضى الله عنه

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کا پہلے نام حزن تھا بعد میں نبی کریم ﷺ نے سہل رکھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر پندرہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ومقدس ہستیوں سے خالی ہوگیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالعباس ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور ﷺ نے سہل رکھا۔حضور انور ﷺ کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 91 اکیانوے میں مدینہ منورہ میں ہوا۔مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی وصال فرما گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگیا۔(مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:583)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن زيد بن خالد الجهنى رضى الله عنه

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہے پچاس سال عمر پائی۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی پچاس سال عمر ہوئی۔78 میں وفات ہوئی۔

(مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:578)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

کتاب: حج کا بیان

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نماز اور زکوٰۃ کا بیان مکمل کرنے کے بعد اب حج کے متعلق ابواب کے تحت احادیث کو ذکر فرما رہے ہیں۔

مناسک کا معنیٰ

مناسک منسک کی جمع ہے منسک کے مصدر میمی بمعنی نسک وعبادت اور ظرف وزمان ومکان بمعنی متعبد دونوں ہوسکتا ہے۔نسک کے معنیٰ عبادت کے ہیں اور ناسک بمعنی عابد مناسک کا استعمال امور حج وافعال حج میں ہوتا ہے۔نسک ینسک نسکا کے معنیٰ ذبح کے بھی آتے ہیں اسی وجہ سے منسک بمعنی مذبح اور نسیکہ بمعنی ذبیحہ استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حج کے امور وافعال کے بارے میں بیان شروع فرما رہے ہیں۔

بَاب فَرْضِ الْحَجِّ

باب: حج کی فرضیت

یہ باب حج کی فرضیت کے حکم میں ہے۔

1463 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰی قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سِنَانٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْحَجُّ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ اَوْ مَرَّةً وَّاحِدَةً قَالَ بَلْ مَرَّةً وَّاحِدَةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هُوَ اَبُوْ سِنَانٍ الدُّؤَلِیُّ كَذَا قَالَ عَبْدُ الْجَلِيْلِ بْنُ حُمَيْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ و قَالَ عُقَيْلٌ عَنْ سِنَانٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے

عرض کیا: یارسول اللہ! حج ہر سال فرض ہے یا زندگی میں ایک بار (فرض ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ زندگی میں ایک بار فرض ہے پس جو زیادہ کرلے تو وہ نفلی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سنان الدولی ہیں۔ اسی طرح عبدالجلیل بن حمید اور سلیمان بن کثیر تمام نے زہری سے روایت کیا ہے اور فرماتے ہیں عقیل نے سنان سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:608، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:963، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:28،ص:252)

1464 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنٍ لِاَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَزْوَاجِهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرَ الْحُصُرِ

ابن ابی واقد لیثی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس حج کے بعد گھروں میں بیٹھ جانا ہے۔

(معجم الکبیر: جز:3،ص:252، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:228، مسند احمد: جز:44،ص:379، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:48،ص: 499)

شرح: چند ابحاث

یہاں پر حج کے متعلق چند ابحاث بیان کی جاتی ہیں جو کہ اہم ہیں۔

پہلی بحث: حج کا معنیٰ

حج کے معنیٰ کے متعلق کئی علماء کرام کے اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

لغت میں حج قصد اور زیارت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں عبادت کے لئے بیت اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں۔

(المفردات: ص:107)

علامہ کمال الدین ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

حج کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ کسی معظم چیز کا قصد کرنا اور فقہی تعریف ہے ارکان دین میں سے کسی رکن کو ادا کرنے کے لئے

بیت اللہ کا قصد کرنا یا اس مقصد کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔ (فتح القدیر: ج:2، ص:320)

علامہ ابن اثیر جزری کا قول

علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

لغت میں حج کسی شے کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں شرائط معلومہ کے ساتھ قصد معین کو حج کہتے ہیں۔ (نہایہ: ج:1، ص:340)

دوسری بحث: حج کب فرض ہوا

حج نو ہجری میں فرض ہوا۔

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

9ھ میں فرض ہوا۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:1036)

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

جب نواں سال شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا پھر فرمایا: ابھی کعبہ میں مشرکین بھی جاتے ہیں اور وہاں جا کر برہنہ طواف کرتے ہیں اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور انہیں حج کے احکام لکھ کر دیئے پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور انہیں حج کے احکام لکھ کر دیئے پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا تا کہ وہ مشرکین مکہ کو سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے اور انہوں نے ان کی آہٹ سن لی تو پوچھا تم امیر ہو یا مامور ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مامور ہوں جب یوم ترویح (آٹھ ذوالحج) آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو حج کے احکام کی تعلیم دی۔ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ آپ نے سورۂ توبہ کی تیس یا چالیس آیات تلاوت کیں پھر فرمایا۔ مجھے چار احکام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

1-اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہیں آئے گا۔

2-کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

3-جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں جائے گا۔

4-جس سے جو معاہدہ کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے۔ (روح المعانی: ج:10، ص:44)

دوسری بحث: صاحب استطاعت پر حج کی فرضیت کی تفصیل

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

1- حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش، کپڑوں، نوکروں، گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لئے اور سواری کے خرچ کے لئے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو، جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لئے اس کے اہل وعیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

2- اس کو یہ علم ہو کہ اس پر حج کرنا فرض ہے جو شخص دار الاسلام میں رہتا ہے اس کے لئے دار الاسلام میں رہنا اس علم کے قائم مقام ہے اور جو شخص دار الحرب میں ہو اس کو دو مسلمان خبر دیں یا ایک عادل مسلمان خبر دے کہ اس پر حج فرض ہے تو یہ اس کے علم کے لئے کافی ہے۔

3- وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو حتیٰ کہ لولے لنگڑے، مفلوج، ہاتھ پیر بریدہ، بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ بیمار شخص پر حج کی وصیت کرنا فرض ہے اسی طرح جو شخص قیدی ہو یا جو شخص سلطان سے خائف ہو، جس نے اس کو حج کرنے سے منع کیا ہو اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرانا فرض ہے اگر اس کو قائد میسر ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

4- اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

5- اگر اس کے شہر اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لئے ضروری ہے کہ وہ مامون آزاد اور عاقل اور بالغ ہو، محرم کا خرچ حج کرنے والے کے ذمہ ہے۔

6- عورت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت وفات یا عدت طلاق نہ گزار رہی ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز: 1 ص 217 تا 219)

تیسری بحث: صاحب استطاعت پر حج کے فوراً یا تاخیر سے واجب ہونے میں مذاہب

صاحب استطاعت پر حج فوراً یا تاخیر سے واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جس شخص پر حج واجب ہو جائے اور اس کے لئے حج کرنا ممکن ہو تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک (اور امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس پر توسع کے ساتھ حج واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا اور خود مدینہ منورہ میں رہے حالانکہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ جہاد کر رہے تھے نہ کسی اور کام میں مشغول تھے اور بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مدینہ منورہ میں رہے حالانکہ وہ حج پر قادر تھے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سال تاخیر سے حج کیا تو یہ قضا نہیں تھا اس سے معلوم ہوا کہ حج تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:97) جو لوگ حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حج کرنا واجب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (بقرہ:196) حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پورا کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من اراد الحج فليعجل** ''جو شخص حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے'' اور ایک روایت میں ہے۔ ''جو شخص حج کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے کیونکہ کبھی انسان بیمار پڑ جاتا ہے کبھی سواری گم ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی کام درپیش ہو جاتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص سفر خرچ اور بیت اللہ تک پہنچانے والی سواری کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر'' اور حضرت عبدالرحمان بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حج کیے بغیر مر گیا حالانکہ اسے حج سے روکنے والی کوئی بیماری تھی نہ کوئی ظالم بادشاہ روکنے والا تھا نہ کوئی کام تھا تو وہ جس حال میں چاہے مرے خواہ یہودی ہو کر خواہ عیسائی ہو کر۔'' یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ نیز اگر اس کا وجوب تاخیر سے اور علی التوسع ہو تو پھر یہ سرے سے واجب ہی نہیں رہے گا کیونکہ تاخیر کی کوئی حد نہیں ہے اور اگر وہ حج کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا کیونکہ مؤخر کرنا اس کے لئے جائز تھا پھر موت کی کوئی علامت اور اس کا وقت مقرر نہیں ہے تاکہ یہ کہا جاسکے کہ فلاں وقت سے پہلے حج کرنا لازم ہوگا۔ امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری کو مکہ مکرمہ فتح کیا اور نو ہجری میں حج کو مؤخر کیا جس کی وجہ عدم استطاعت یا کوئی اور عذر تھا یا آپ کو بیت اللہ کے گرد مشرکوں کو برہنہ دیکھنا ناپسند اس لیے آپ نے ایک سال حج مؤخر کر دیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا نہ کوئی برہنہ طواف کرے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج مؤخر کر دیا ہو تاکہ اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج حجۃ الوداع ہو جائے اور یہ دن جمعہ کا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کر دے اور یہ بھی کہا جا

سکتا ہے کہ تمام مذاہب والوں کی عیدیں اس دن جمع ہوگئی تھیں اور اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ اس کے بعد ہوا۔ رہا یہ سوال کہ اگر حج فوراً واجب ہو تو تاخیر سے حج کرنے والے کا فعل قضا کہلانا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے: یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اگر زکوۃ کو تاخیر سے ادا کیا جائے تو وہ قضا نہیں کہلاتی۔ (المغنی: جز:3، ص100 تا 101)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس بات میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ استطاعت حاصل ہونے کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے یا تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے: تاخیر سے واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو، جس سے حج کے رہ جانے کا خدشہ ہو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے آئمہ کہتے ہیں: استطاعت کے بعد فوراً واجب ہو جاتا ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:372)

چوتھی بحث: حج واجب ہونے کی شرائط

حج واجب ہونے کی آٹھ شرائط ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں تو حج فرض نہیں ہوگا۔

1-اسلام

1-اگر مسلمان ہونے سے قبل استطاعت تھی پھر فقیر ہوگیا اور اسلام لایا تو زمانہ کفر کی استطاعت کی بناء پر اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا کہ جب استطاعت تھی اس کا اہل نہ تھا اور اب کہ اہل ہوا استطاعت نہیں اور مسلمان کو اگر استطاعت تھی اور حج نہ کیا تھا اب فقیر ہوگیا تو اب بھی فرض ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:521)

2-حج کرنے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر اسلام لایا تو استطاعت ہو تو پھر حج کرنا فرض ہے کہ مرتد ہونے سے حج وغیرہ سب اعمال باطل ہوگئے۔ (عالمگیری: جز:1، ص:217)

2-دارالحرب

دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔ لہٰذا جس وقت استطاعت تھی یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوا اس وقت استطاعت نہ ہو تو فرض نہ ہوا اور جاننے کا ذریعہ یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے جس کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہوا سے خبر دیں اور ایک عادل نے خبر دی جب بھی واجب ہوگیا اور دارالاسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو فرض ہو جائے گا کہ دارالاسلام میں فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں۔ (عالمگیری: جز:1، ص:217)

3-بلوغ

1-نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھ والا ہو یا اس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ ناسمجھ ہو

بہر حال وہ حج نفل ہوا۔ حجۃ الاسلام یعنی حج فرض کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

2-نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پیشتر بالغ ہوگیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔ (عالمگیری: جز:1 ص:217)

4-عاقل ہونا

1-عاقل ہونا ضروری ہے مجنون پر حج فرض نہیں۔

2-مجنون تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہوگیا ورنہ نہیں بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔ (ردالمحتار: جز:3 ص:535)

3-حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہوگیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہوگیا۔ (لباب المناسک: ص:39)

5-آزاد ہونا

باندی غلام پر حج فرض نہیں اگرچہ مدبر یا مکاتب یا ام ولد ہوں اگرچہ ان کے مالک نے حج کرنے کی اجازت دیدی ہو اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوں۔ (عالمگیری: جز:1 ص:217)

6-تندرست ہو

1-تندرست ہو کہ حج کو جا سکے اعضاء سلامت ہوں انکھیارا ہو، اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں یونہی اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرادیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اٹھا کر حج کر لیا تو صحیح ہوگیا اور حجۃ الاسلام ادا ہوا یعنی اس کے بعد اگر اعضاء درست ہوگئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہوگا وہی پہلا حج کافی ہے۔
(عالمگیری: جز:1 ص:218)

2-اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاہج وغیرہ ہوگیا کہ حج نہیں کرسکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے خود نہ کرسکے تو حج بدل کرائے۔ (عالمگیری: جز:1 ص:218)

7-سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو

1-سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ یہ چیزیں اس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان و لباس و خادم و سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور قرض سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ مکرمہ جا سکے اور وہاں سے

سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لئے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل وعیال کے نفقہ میں قدر متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر واجب ہے یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔ (عالمگیری: ج:1،ص:217)

2- سواری سے مراد اس قسم کی سواری ہے جو عرفاً اور عادتاً اس شخص کے حال کے موافق ہو مثلاً اگر مالدار آرام پسند ہو تو اس کے لئے کجاوہ درکار ہو گا یونہی توشہ میں اس کے مناسب غذائیں چاہئیں معمولی کھانا میسر آنا فرض ہونے کے لئے کافی نہیں جبکہ وہ اچھی غذا کا عادی ہے۔ (لباب المناسک: ص:47)

3- کسی نے حج کے لئے اس کو اتنا مال مباح کر دیا کہ حج کر لے تو حج فرض نہ ہوا کہ اباحت سے ملک نہیں ہوتی اور فرض ہونے کے لئے ملک درکار ہے خواہ مباح کرنے والے کا اس پر احسان ہو جیسے غیر لوگ یا نہ ہو جیسے ماں باپ، اولاد یونہی اگر عاریۃً سواری مل جائے گی جب بھی فرض نہیں۔ (عالمگیری: ج:1،ص:217)

4- کسی نے حج کے لئے مال ہبہ کیا تو قبول کرنا اس پر واجب نہیں دینے والا اجنبی ہو یا ماں باپ، اولاد وغیرہ مگر قبول کر لے گا تو حج واجب ہو جائے گا۔ (عالمگیری: ج:1،ص:217)

5- جو لوگ حج کو جاتے ہیں وہ دوست احباب کے لئے تحفہ لایا کرتے ہیں یہ ضروریات میں نہیں یعنی اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ جو ضروریات بتائے گئے ان کے لئے اور آنے جانے کے اخراجات کے لئے کافی ہے مگر کچھ باقی بچے گا نہیں کہ احباب وغیرہ کے لئے تحفہ لائے جب بھی حج فرض ہے اس کی وجہ سے حج نہ کرنا حرام ہے۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:528)

6- جس کی بسر اوقات تجارت پر ہے اور اتنی حیثیت ہو گئی کہ اس میں سے اپنے جانے آنے کا خرچ اور واپسی تک بال بچوں کی خوراک نکال لے تو اتنا باقی رہے گا جس سے اپنی تجارت بقدر اپنی گزر کے کر سکے تو حج فرض ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ کاشتکار ہے تو ان سب اخراجات کے بعد اتنا بچے کہ کھیتی کے سامان ہل، بیل وغیرہ کے لئے کافی ہو تو حج فرض ہے اور پیشہ والوں کے لئے ان کے پیشہ کے سامان کے لائق بچنا ضروری ہے۔ (عالمگیری: ج:1،ص:218)

7- مکہ معظمہ یا مکہ معظمہ سے تین دن سے کم کی راہ والوں کے لئے سواری شرط نہیں اگر پیدل چل سکتے ہوں تو ان پر حج فرض ہے اگرچہ سواری پر قادر نہ ہوں اور اگر پیدل نہ چل سکیں تو ان کے لئے بھی سواری پر قدرت شرط ہے۔

(ردالمحتار: ج:3،ص:525)

8- مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ سے قریب والوں کو سواری کی ضرورت ہو تو خچر یا گدھے کے کرایہ پر قادر ہونے سے بھی سواری پر قدرت ہو جائے گی اگر اس پر سوار ہو سکیں بخلاف دور والوں کے کہ ان کے لئے اونٹ کا کرایہ ضروری ہے کہ دور والوں کے لئے خچر وغیرہ سوار ہونے اور سامان لادنے کے لئے کافی نہیں اور یہ فرق ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہئے۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:526)

9- پیدل کی طاقت ہو تو پیدل حج کرنا افضل ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے "جو پیدل حج کرے اس کے لئے ہر قدم پر

سات سونیکیاں ہیں۔'' (ردالمحتار: جز:3،ص:526)

10-فقیر نے پیدل حج کیا پھر مالدار ہو گیا تو اس پر دوسرا حج فرض نہیں۔ (عالمگیری: جز:1،ص:217)

11-اتنا مال ہے کہ اس سے حج کر سکتا ہے مگر اس مال سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح نہ کرے بلکہ حج کرے کہ حج فرض ہے یعنی جب کہ حج کا زمانہ آ گیا ہو اور اگر پہلے نکاح میں خرچ کر ڈالا اور شادی نہ کرنے میں خوف معصیت تھا تو حرج نہیں۔

(درمختار: جز:3،ص:528)

12-رہنے کا مکان اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور برتنے کے اسباب ہیں تو حج فرض نہیں یعنی لازم نہیں کہ انہیں بیچ کر حج کرے اور اگر مکان ہے مگر اس میں رہتا نہیں غلام ہے مگر اس سے خدمت نہیں لیتا تو بیچ کر حج کرے اور اگر اس کے پاس نہ مکان ہے نہ غلام وغیرہ اور روپیہ ہے جس سے حج کر سکتا ہے مگر مکان وغیرہ خریدنے کا ارادہ ہے اور خریدنے کے بعد حج کے لائق نہ بچے گا تو فرض ہے کہ حج کرے اور باتوں میں اٹھانا گناہ ہے یعنی اس وقت کہ اس شہر والے حج کو جا رہے ہوں اور اگر پہلے مکان وغیرہ خریدنے میں اٹھا دیا تو حرج نہیں۔ (عالمگیری: جز:1،ص:217)

13-کپڑے جنہیں استعمال میں نہیں لاتا انہیں بیچ ڈالے تو حج کر سکتا ہے تو بیچے اور حج کرے اور اگر مکان بڑا ہے جس کے ایک حصہ میں رہتا ہے باقی فاضل پڑا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ فاضل کو بیچ کر حج کرے۔ (عالمگیری: جز:1،ص:217 تا 218)

14-جس مکان میں رہتا ہے اگر اسے بیچ کر اس سے کم حیثیت کا خرید لے تو اتنا روپیہ بچے گا کہ حج کر لے تو بیچنا ضروری نہیں مگر ایسا کرے تو افضل ہے لہٰذا مکان بیچ کر حج کرنا اور کرایہ کے مکان میں گزر کرنا تو بدرجۂ اولیٰ ضروری نہیں۔

(عالمگیری: جز:1،ص:218)

15-دینی کتابیں اگر اہل علم کے پاس ہیں جو اس کے کام میں رہتی ہیں تو انہیں بیچ کر حج کرنا ضروری نہیں اور بے علم کے پاس ہوں اور اتنی ہیں کہ بیچے تو حج کر سکے گا تو اس پر حج فرض ہے یونہی طب اور ریاضی وغیرہ کی کتابیں اگرچہ کام میں رہتی ہوں اگر اتنی ہوں کہ بیچ کر حج کر سکتا ہے تو حج فرض ہے۔ (عالمگیری: جز:1،ص:218)

16-جس کے پاس سال بھر کے خرچ کا غلبہ ہو تو یہ لازم نہیں کہ بیچ کر حج کو جائے اور اس سے زائد ہے تو اگر زائد کے بیچنے میں حج کا سامان ہو سکتا ہے تو فرض ہے ورنہ نہیں۔ (لباب المناسک: ص:45)

8-وقت

وقت یعنی کہ مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں اور اگر دور کا رہنے والا ہو تو جس وقت وہاں کے لوگ جاتے ہوں اس وقت شرائط پائے جائیں اور اگر شرائط ایسے وقت پائے گئے کہ اب انہیں پہنچے گا تو فرض نہ ہوا یونہی اگر عادت کے موافق سفر کرے تو نہیں پہنچے گا اور تیزی اور رواروی کر کے جائے تو پہنچ جائے گا جب بھی فرض نہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ نمازیں پڑھ سکے اگر اتنا وقت ہے کہ نمازیں وقت میں پڑھے گا تو نہ پہنچے گا اور نہ پڑھے تو پہنچ جائے گا تو فرض نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:528)

حج کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے

حج کی فرضیت قطعی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔(عالمگیری:جز:1،ص:216)(درمختار:جز:3،ص:518)

حج عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے

حج عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔(عالمگیری:جز:1،ص:216)(درمختار:جز:3،ص:518)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمَرْاَةِ تَحُجُّ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ

باب: عورت کا بغیر محرم کے حج ادا کرنے کا بیان

یہ باب عورت کے بغیر محرم کے حج ادا کرنے کے متعلق ہے۔

1465 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَالنُّفَيْلِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ قَالَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ اَبِيهِ ثُمَّ اتَّفَقُوا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً فَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ اَبُو دَاوُد وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَعْنَبِيُّ وَالنُّفَيْلِيُّ عَنْ اَبِيهِ رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ مَالِكٍ كَمَا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى عَنْ جَرِيرٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ بَرِيدًا

سعید بن ابوسعید کے والد محترم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لئے ایک رات کا سفر کرنا حلال نہیں مگر اس کی معیت میں اس کا کوئی محرم مرد ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ایک دن اور رات سفر کرے آگے معناً حدیث کو ذکر فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قعنبی اور نفیلی عن ابیہ کا ذکر نہ فرمایا اس کو ابن وہب، عثمان بن عمر، مالک سے روایت کیا ہے جس طرح کہ قعنبی نے

فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگے اس کی مثل بیان کرکے برید کا فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1465)

1466 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَهَنَّادٌ اَنَّ اَبَا مُعَاوِیَةَ وَوَکِیْعًا حَدَّثَاهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ فَصَاعِدًا اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوْهَا اَوْ اَخُوْهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوِ ابْنُهَا اَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ سفر کرے مگر اس کی معیت میں اس کا باپ یا اس کا بھائی یا اس کا شوہر یا اس کا بیٹا یا کوئی ذی محرم ہو۔

(سنن الترمذی: جز: 4، ص: 401، صحیح مسلم: جز: 7، ص: 53، مسند ابی یعلی: جز: 2، ص: 411، مسند الصحابة فی الکتب التسعة: جز: 21، ص: 36)

1467 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت تین دن سفر نہ کرے مگر اس کی معیت میں ذی محرم ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 5، ص: 227، صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 440، صحیح ابن خزیمہ: جز: 4، ص: 133، صحیح البخاری: جز: 4، ص: 232)

1468 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُرْدِفُ مَوْلَاةً لَهُ یُقَالُ لَهَا صَفِیَّةُ تُسَافِرُ مَعَهُ اِلَی مَکَّةَ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے صفیہ مولاۃ کو بیٹھا کر مکہ معظمہ کی جانب سفر فرماتے تھے۔

(مسند الصحابة فی الکتب التسعة: جز: 17، ص: 150)

شرح: دو ضروری ابحاث

یہاں پر دو ضروری ابحاث ذکر کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث: بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے میں مذاہب فقہاء

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے میں فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 494ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"، جن لوگوں کو استطاعت ہے ان پر اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا یہ ہے کہ جب اس عورت اور مکہ مکرمہ کے درمیان دو راتوں کی مسافت کا فاصلہ ہو تو اس کے لئے محرم شرط نہیں فلہٰذا تین راتوں کی مسافت کے لئے بھی محرم شرط نہیں ہو گا کیونکہ یہ دونوں مسافت ہیں۔

علامہ ابوالولید فرماتے ہیں:

یہ حکم حج فرض کا ہے اور نفلی حج میں عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے اور باقی سفروں کا بھی یہی حکم ہے۔ (المنتقی: جز:3، ص:82)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

نفلی، حج، زیارت، تجارت یا کسی اور مقصد کے لئے آیا عورت کسی ایک مستند اور معتمد عورت یا متعدد معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں جن کو شیخ ابو حامد، علامہ ماوردی، علامہ محاملی اور دوسرے فقہاء نے باب الاحصار میں بیان کیا ہے اور قاضی حسین، علامہ بغوی اور علامہ رافعی وغیرہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے: یہ سفر بھی حج کی طرح جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے: یہ سفر جائز نہیں ہے اور تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہی حکم صحیح ہے کتاب الام میں بھی یہی مذکور ہے اس سفر کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں کے لشکر کے ساتھ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ حج کے لئے جاؤ۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت زوج یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے۔
یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے:
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتی ہو اس کے لئے بغیر محرم کے ایک دن یا ایک رات کا تنہا سفر جائز نہیں ہے۔
یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ایک دن کے اور ایک روایت میں ایک رات کے بغیر محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے۔ (شرح المہذب: جز: 7، ص 87 تا 88)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
جس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج واجب نہیں ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ایک عورت امیر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج فرض ہے؟ کہا نہیں۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ محرم سبیل اور استطاعت میں داخل ہے۔
علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وجوب حج کے لئے محرم شرط نہیں ہے لیکن حنابلہ کا مذہب پہلا قول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔ (المغنی: جز: 3، ص: 97)

فقہاء حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک بغیر زوج یا محرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: جب عورت کے ساتھ معتمد عورتیں ہوں تو وہ حج پر جا سکتی ہے خواہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کی تفسیر میں سفر خرچ اور سواری کو بیان کیا ہے اس لیے عورت کے واسطے محرم کی شرط لگانا قرآن مجید پر زیادتی ہے جس کو تم فسخ سے تعبیر کرتے ہو نیز یہ سفر فرض کو ادا کرنے کے لئے ہے اس لیے اس میں محرم کی شرط نہیں ہوگی جیسا کہ سفر ہجرت میں محرم کی شرط نہیں ہے کیونکہ جو عورت دار الحرب میں مسلمان ہو جائے وہ بغیر محرم کے دار الاسلام کی طرف ہجرت کر سکتی ہے نیز فرض کو ادا کرنے کی ایسی شرائط ہوتی ہیں جو مکلف کے اختیار میں ہوں اور محرم کو جانے پر مجبور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں ہے نہ عورت کے لئے سفر حج کی خاطر نکاح کرنا واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے احرام کے لئے محرم شرط نہیں ہے لیکن عورت پر فتنہ

سے بچنا واجب ہے اور مردوں کے ساتھ مل جل کر جانے میں فتنہ ہے اور اکیلے جانے سے عورت گھبراتی ہے اس لیے وہ معتمد عورتوں کے ساتھ چلی جائے جن کے ساتھ وہ مانوس رہ سکے اور میل جول میں مردوں کی محتاج نہ ہو۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے شوہر یا محرم کے علاوہ تین دن اور تین راتوں کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: میرا ارادہ فلاں غزوہ میں جانے کا ہے اور میری عورت کا حج کا ارادہ ہے اب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی عورت سے علیحدہ مت ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر کا ذکر فرمایا اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفر حج سمجھا تھا اس وجہ سے سائل نے یہ سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: وہ جہاد چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ جائے اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر محرم یا خاوند کے سفر حج پر نہیں جاسکتی کیونکہ عورت اپنے اختیار سے ایک سفر پر جارہی ہے اس لیے وہ باقی سفروں کی طرح زوج یا محرم کے بغیر نہیں جاسکتی اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لئے جارہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لئے اس کا جانا اضطراراً تھا نیز عورت فتنہ کا محل ہے اور جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو فتنہ کا زیادہ محل ہوگا اور یہ فتنہ کسی محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو عورت کی حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے اور ایسا شخص محرم ہی ہوسکتا ہے اور محرم کی تفسیر یہ ہے کہ جس کے ساتھ عورت کا نکاح دائماً جائز نہ ہو خواہ اس کا سبب نسبی قرابت ہو دودھ کا رشتہ ہو یا سسرالی رشتہ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محرم کا عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی کوئی طمع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عورت اس پر دائماً حرام ہے بنابریں عورت اس کے ساتھ سفر پر بھی جاسکتی ہے۔ (المبسوط: جز: 4، ص: 111)

دوسری بحث: عورت پر حج کی فرضیت کب ہوگی؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے: جب تک عورت اپنی عزت کے بارے میں مطمئن اور بے خوف نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہے اور یہ اطمینان خواہ خاوند سے حاصل ہو خواہ نسبی محرم سے خواہ سسرالی محرم سے خواہ چند مستند عورتوں سے ان تین میں سے جس کی رفاقت بھی میسر آ گئی عورت پر بالاتفاق حج لازم آجائے گا اور اگر تینوں میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج لازم نہیں ہوگا خواہ صرف ایک عورت کی حفاظت میسر ہو یا نہ ہو۔

(شرح المہذب: جز: 7، ص: 86)

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی 623ھ لکھتے ہیں:

جب تک عورت کو اپنے محفوظ ہونے کے بارے میں اطمینان نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا اگر اس کے ساتھ اس کا شوہر یا نسبی یا سسرالی محرم جا رہا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم دیکھیں گے اگر اس کے ساتھ جانے کے لئے چند معتمد عورتیں مل گئیں تو اس پر حج فرض ہے اور اگر چند معتمد عورتیں نہ ملیں تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہیں اور اس کے علاوہ دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

ایک عورت کے ساتھ بھی اس پر حج فرض ہے۔

دوسرا قول یہ ہے:

تنہا عورت پر بھی حج فرض ہے۔ یہ کرابیسی کا قول ہے انہوں نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عدی اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا نیز جو عورت دارالکفر میں مسلمان ہو تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے خواہ وہ تنہا ہو۔ اس قول کی پہلی دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عدی حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اور دوسری دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ جو عورت دارالکفر میں مسلمان ہوئی ہو اس کی جان اور عزت کو راستہ کی بہ نسبت دارالکفر میں زیادہ خطرہ درپیش ہوتا ہے۔

(فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب: ج: 7، ص 23 تا 24)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

(حضرت عدی بن حاتم کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں) یہ روایت صحیح بخاری، مسند احمد، مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کے سفر کے لئے محرم ہونا شرط نہیں ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے: کسی چیز کی خبر محض اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کے باوجود حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی شخص کی قبر کے پاس سے گزرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا، اور اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے۔

(تلخیص الحبیر مع شرح المہذب: ج: 7، ص: 24)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محارم اس کے بجہت موانع نہیں جاسکتے ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بے باک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے ہوتی دیندار وہوشیار ہے جاتے میں ان کے ساتھ نہ جائے گی پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی فرض رہ جائے گا اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہئے یا نہیں؟ اور جائے تو کس کے ساتھ جائے۔ بینوا وتوجروا؟

الجواب

عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے ہوسفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں اور محرم فاسق بیکار ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کرلیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا اس فعل ناجائز کی معیت جدا۔ پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہو گیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کرلیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہئے تو تھا چندروز کے لئے اور پابند ہو گئی عمر بھر کی یا سرے سے اسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو صرف اس ضرورت کی رفع تک نکاح چاہئے۔ تو اقول (میں کہتا ہوں) اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کر کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو۔ یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لوں یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جدا ہو جائے۔

درمختار میں ہے:

عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے لئے خاوند یا محرم بالغ کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ وہ محرم فاسق اور مجوسی نہ ہو کیا عورت پر حج کے لئے نکاح ضروری ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ اگر عورت نے بغیر محرم حج کرلیا تو جائز ہے مع الکراہت ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قولان۔ یہ دونوں اس بناء پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لئے شرط ہے یا وجوب ادا کے لئے۔ فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لئے شرط ہے اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند و محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں۔ جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے: بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خان کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اللباب میں اس پر جزم ہے کہ اس عورت پر نکاح کرنا لازم نہیں باوجود یکہ انہوں نے بھی یہ کہا ہے کہ محرم یا خاوند وجوب ادا کے لئے شرط ہے اسے جوہرہ میں اور ابن امیر حاج نے المناسک میں اسی کو ترجیح دی جیسا کہ مصنف نے اپنی منسخ میں کہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح سے اس عورت کی غرض کا پورا ہونا ضروری نہیں ممکن ہے خاوند نکاح کے بعد اجازت نہ دے اور وہ عورت اس سے خلاصی پر قادر بھی نہ ہو۔ بہت دفعہ خاوند و بیوی میں موافقت نہیں رہتی لہٰذا نکاح سے نقصان ہوگا بخلاف محرم کے۔ اگر وہ عورت کی موافقت کرے گا تو اس پر خرچ کرے گی اور اگر وہ رک جاتا ہے تو وہ خرچ بھی روک کر حج چھوڑ دے گی۔

اقول (میں کہتا ہوں)

ان تمام صورتوں میں بچت اس میں ہے جو ہم نے ذکر کیا عورت اس شرط پر نکاح کرے کہ عورت طلاق بائنہ کی مالک ہوگی اور جب چاہے اپنے آپ کو دے سکے گی اب اگر خاوند اس کے ساتھ نہیں جاتا یا موافقت نہیں کرتا یا جواب نہیں دیتا تو اس سے خلاصی پائے اور اس پر کوئی تنگی نہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ: ج:10، ص 701 تا 703)

سوال

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھاوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھاوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ ان کے کوئی شخص محرم نہیں ہے جو شخص کہ ان کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھاوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے یہاں کے علماء نامحرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں اور بھاوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپسی میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائیے کہ بھاوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے جلد مطلع فرمائیے؟

الجواب

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے۔

یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہو سکے گی یا نا حفاظتی کا اندیشہ ہو گا حج کا جانا ثواب کے لئے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ میں خاص اس موقع کے لئے نہیں کہتا بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کر کے اسے ساتھ لے جائے پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہو جائے گی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی کو کفو کے ساتھ اپنے نکاح کرنے کا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو پھر وکیل کرے یہ وکیل یونہی نکاح کرے یعنی اس سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنی مؤکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے مکان میں داخل ہوتے ہی اس پر ایک طلاق بائن ہو شوہر کہے میں نے اس شرط پر قبول کیا اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا اور جسے مکہ مکرمہ سے واپسی پر محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرے کہ مکہ مکرمہ پہنچتے ہی مجھ پر ایک طلاق بائن ہو مکہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہووے تو تا انقضائے عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اس کے لئے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اس کے ولی کے لئے باعث ننگ و عار ہو یا اگر ایسا شخص ہے تو ولی اس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دے دے ورنہ نکاح نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ: ج:10، ص704 تا705)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک بیوہ عورت مالدار جس کو مقدور حج بیت اللہ شریف کے جانے کا ہو جس کی عمر تخمیناً چالیس یا پینتالیس سال کی ہے اور اس کو بیوہ ہوئے عرصہ 23 یا 24 سال کا ہوا اور اس کے منہ میں دو ایک دانت داڑھ باقی ہیں اور سر کھچڑی ہے وہ بیوہ سفر حج بیت اللہ شریف بوساطت یا بہمراہ اپنے رشتہ کے ماموں جن کے سامنے روز پیدائش سے اس وقت تک بے پرواہ مثل اپنے والدہ کے آتی ہے اور نیز اس کی اور ہمشیرگان ووالدہ وغیرہ ان کے سامنے بے پردہ آتی ہوں اور ماموں کی عمر تخمیناً 70 یا 80 برس کی ہے اور نیز اس کی اور ہمشیرگان ووالدہ وغیرہ ان کے سامنے بے پردہ آتی ہوں اور ماموں کی عمر تخمیناً 70 یا 80 برس کی ہے اور وہ ماموں مع اپنی بی بی اور بچہ اور نیز ایک غلام خانہ زاد و دیگر عورات ملازمہ کے حج بیت اللہ شریف جاتے ہیں

اگر وہ بیوہ مذکور اپنے ایسے ماموں رشتہ دار جن کی تعریف ہو چکی ہے جس کو حقیقی ماموں سے کم خیال نہیں کیا جا سکتا ہے ان کے ہمراہ اپنے خرچ سے سفر سے بیت اللہ شریف کو جائے اور حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو واپس آ جائے تو اس کی صورت دیکھنا اور اس سے ملنا اس کے رشتہ داروں کو حرام ہے یا حلال؟ یا جائز ہے یا ناجائز؟ یا ثواب پائے گی یا عذاب؟ یا کچھ نہیں؟

الجواب

لاتبدیل لحکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "حلال نہیں، کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ ایک منزل بھی سفر کو جائے جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو، جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام ہے۔"

جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لئے نکاح کر لے اگرچہ ستر اسی برس کی عمر والے سے جو اس کے ساتھ جائے آئے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ بے محرم یا شوہر کے جانا صادق نہ ہو، باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ بعد واپسی طلاق نہ دے گا تو نکاح یوں کیا جائے کہ عورت کہے میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو یا اگر تو اس سال اس قافلہ کے ساتھ حج کو میرے ہمراہ نہ جائے تو مجھ پر طلاق بائن ہو۔ مرد کہے میں نے قبول کیا اسی شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (الی آخرہ) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہو جائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گی گناہ میں لکھا جائے گا ان گناہان کثیرہ کے باعث اگر رشتہ دار اس سے نہ ملیں تو بے جا نہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص705 تا706)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستر سالہ یا نوجوان عفیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصد حج حرمین کا سفر کیا جب بہت کچھ مسافت طے کر چکی تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرا لیا جائے اور اگر وہ خانہ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکان حج بتمامہ مع سنن و واجبات و فرائض ادا کئے تو اس کا حج ادا ہو گا یا نہیں اور سفر کی تنہائی مانع و مفسد حج ہو گی یا نہیں؟ اور اس کا راستہ سے لوٹانا مناسب ہو گا یا نہیں؟ کتاب وسنت سے اس کی تفصیل بیان کیجئے۔ احکام قرآن و شریعت کے بیان پر اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب

عورت اگر چہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفر حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لئے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے ہاں اگر چلی جائے گی گنہگار ہوگی۔ ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا مگر حج ہو جائے گا کہ معیت محرم شرط صحت حج نہیں، رہی واپسی اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جا سکتا ہے تو یہی مناسب ہے اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں اگر زوج یا محرم کوئی نہیں یا ہے مگر حج کو نہیں جا سکتا تو اگر ابھی مدت سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے اور اگر مدت سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالۂ گناہ ہے اور ازالۂ گناہ فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچالو۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

تم میں سے جو برائی دیکھے اسے طاقت سے روکے۔

اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپسی نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے۔

مثلاً اس عورت کو شوہر نے طلاق بائن دے دی یا وہ فوت ہو گیا اگر وہ شہر تھا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدت سفر نہیں تو وہ عورت لوٹ آئے اور اگر اس کے وطن کے لئے مدت سفر ہو اور مقصد کے لئے مدت سے کم ہو تو سفر جاری رکھے۔

پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا اس کے لئے چارۂ کار نہیں مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جا کر اسے لائے یوں کہ اس سال وہ جانا نہ چاہتا تھا اس سال گیا یا یوں کہ اس سال تک اس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہوا اور لا سکتا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار نکاح ہے نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے واپس آئے یا وہیں مقیم رہے۔ اور اگر دونوں طرف مدت سفر ہے تو یہ بلا سخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہو سکتا مگر یہ حصول محرم یا تحصیل شوہر، شوہر کے قبضہ میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہے تو اس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں۔ اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں پوری مضطرہ ہے اگر ثقہ معتمد عورتیں واپسی کے لئے ملیں تو مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر عمل کر کے ان کے ساتھ واپس آئے اور جانے کے لئے ملیں تو ان کے ساتھ جائے انہیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورۃ بلا شبہ جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔ یہ مجھ پر

واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب عزوجل کے پاس ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص706 تا708)

السوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے سفر کو جانا حرام ہے اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گناہ گار ہوگی ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اس قدر بہتر ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین کو حج کرا کر فرمایا: یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص:657)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اس کے باپ، بھائی، خاوند کا دیا ہوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کر سکتی ہے مسماۃ مذکورہ کا ارادہ اب کے سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود ہر منت وسماجت کے اس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا اس کے حقیقی بھائی بھی اب کی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں یہ موقع بھی مسماۃ مذکور نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جا کر حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہرگز حاجت نہیں یہی درست کہ فریضۂ حج فوراً ادا کیا جائے اور حضور انور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ عورت کے لئے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ہے اس وقت تو اس کا بھائی جا رہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کو نہ ملے تو حج سے محروم رہے نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی

کے ساتھ چلی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ:ج:10،ص717 تا718)

مسئلہ:1

عورت کو مکہ مکرمہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہوتو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہوتو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جا سکتی ہے محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لئے اس عورت کا نکاح حرام ہے خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو جیسے رضائی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سسرائی رشتہ سے حرمت آئی جیسے خسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ، شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے مجنون یا نابالغ یا فاسق کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ آزاد یا مسلمان ہونا شرط نہیں البتہ مجوسی جس کے اعتقاد میں محارم سے نکاح جائز ہے اس کے ہمراہ سفر نہیں کر سکتی۔ لڑکا اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں بالغ کے حکم میں ہیں یعنی لڑکا مراہق کے ساتھ جا سکتی ہے اور لڑکی مراہقہ کو بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر کی ممانعت ہے۔

(عالمگیری:جز:1،ص:219)

مسئلہ:2

اگرچہ زنا سے بھی حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے مثلاً جس عورت سے معاذ اللہ زنا کیا اس کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا مگر اس لڑکی کو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔(ردالمحتار:جز:3،ص:531)

مسئلہ:3

عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔

(جوہرۃ النیرہ،ص:193)

مسئلہ:4

جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو وہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی بائن کی ہو یا رجعی کی۔

(درمختار و ردالمحتار:جز:3،ص:534)

مسئلہ:5

محرم کے ساتھ جائے تو اس کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے لہٰذا اب یہ شرط ہے کہ اپنے اور اس کے دونوں کے نفقہ پر قادر ہو۔

(درمختار:جز:3،ص:532)

مسئلہ:6

عورت کے نہ شوہر ہے نہ محرم تو اس پر یہ واجب نہیں کہ حج کے جانے کے لئے نکاح کرلے اور جب محرم ہے تو حج فرض کے لئے محرم کے ساتھ جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دیتا ہو نفل اور منت کا حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: ص:193)

☆اس باب کے تمام راویوں کے احوال پیچھے بیان کردیے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب لَا صَرُوْرَةَ فِي الْإِسْلَامِ

باب: اسلام میں کوئی صرورۃ نہیں

یہ باب اس بارے میں ہے کہ اسلام میں کوئی صرورت نہیں۔

1469 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْاَحْمَرَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَرُوْرَةَ فِي الْاِسْلَامِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام میں کوئی صرورۃ نہیں ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:617، معجم الکبیر: جز:11، ص:234، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5، ص:164، مسند احمد: جز:6، ص:233)

صرورۃ کا معنیٰ

1- صرورة بمعنى الذى لم يحج

یعنی وہ شخص جس نے اب تک حج نہیں کیا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اسلام میں کوئی غیر حاجی نہ ہونا چاہئے بلکہ صاحب استطاعت کو حج کرنا چاہئے۔ یہاں پر امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی 275ھ کی یہی مراد ہے۔

صرورۃ میں ھاء کا اطلاق

صرورۃ میں ھاء مبالغہ کے لئے ہے اس لیے اس کا مرد و عورت دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

☆ **عن ابن عباس رضى الله عنهما**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچا زاد ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مفسر قرآن تھے۔ حساب اور وراثت کے مسائل میں عبور حاصل تھا۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چمٹا کر ان کے لئے دعا کی۔

اللھم علمه الحکمه ''اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبیداللہ بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو ان

سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ ان سے زیادہ کوئی فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

حضرت لیث بن سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: آپ علیہ السلام اپنا کام کیجئے ہم آپ رضی اللہ عنہ سے یا اور کسی سے سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو

دار الندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ معظمہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے کعبہ معظمہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نہیں اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہوگئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہوگئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو ابن الحنفیہ نے کہا خدا کی قسم! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں خلد آشیاں ہو گئے۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص192 تا 195)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّزَوُّدِ فِي الْحَجِّ

باب: حج میں زادراہ ساتھ رکھنا

یہ باب حج میں زادراہ ساتھ رکھنے کے متعلق ہے۔

1470 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ يَعْنِي أَبَا مَسْعُودٍ الرَّازِيَّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَخْرَمِيُّ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانُوا يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ أَوْ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى) الْآيَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حج کے دوران لوگ زادراہ ساتھ نہ رکھا کرتے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل یمن یا یمن کے لوگ حج کیا کرتے اور زادراہ اپنے ساتھ نہ رکھا کرتے اور کہا کرتے ہم متوکل

ہیں پس اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔اور زادراہ ساتھ رکھو بے شک بہتر زادراہ سوال سے بچنا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:332،شعب الایمان: جز:2،ص:74،صحیح ابن حبان: جز:6،ص:409،صحیح البخاری: جز:5،ص:404)

اہل یمن جب حج کرنے جاتے تو سفر خرچ تیار نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ پہنچتے تو مانگنا شروع کردیتے جس طرح کہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ کی روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل یمن حج کرتے تھے اور سفر خرچ تیار نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ پہنچتے تو مانگنا شروع کردیتے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ سفر خرچ تیار کرو کیونکہ بہتر سفر خرچ سوال نہ کرنا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1523)

لہٰذا جب حج کرنے کی تیاری ہو تو ساتھ راستہ میں اور قیام حرمین کے دوران کھانے پینے اور سواری کا انتظام ہونا چاہئے۔

☆ **قوله ويقولون نحن المتوكلون ۔**

یمن کے لوگ کہتے ہم توکل کرنے والے ہیں۔

یہاں پر توکل کی تعریف اور توکل کی تحقیق بیان کی جاتی ہے۔

توکل کا معنیٰ

توکل کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

توکل کے دو معنیٰ ہیں ایک معنیٰ ہے کسی کو والی بنانا اور دوسرا معنیٰ ہے کسی پر اعتماد کرنا۔(المفردات: جز:2،ص:689)

علامہ محمد طاہر پٹنی کا قول

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

توکل یہ ہے کہ تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا جائے جو مسبب الاسباب ہے اور اسباب عادیہ سے قطع نظر کرلی جائے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ

جو چیز انسان کی طاقت سے باہر ہے اس میں سعی اور کوشش کو ترک کردیا جائے اور جو سبب اس کی طاقت میں ہے اس کے حصول کی سعی کی جائے اور یہ گمان نہ کرے کہ مسبب کا حصول اس سبب سے ہوا ہے بلکہ اس کے حصول کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعتقاد رکھے۔

اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو باندھ کر توکل کرو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2525)

علامہ محمد بن اثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

توکل کا معنیٰ ہے ضامن ہونا۔ حدیث مرفوع میں ہے۔ جو شخص دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان کا متوکل ہوا میں اس کے لئے جنت کا متوکل ہوں یعنی جس نے اپنے منہ کو حرام کھانے اور فرج کو حرام کاری سے بچایا میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور توکل کا معنیٰ پناہ میں دینا بھی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

مجھے پلک جھپکنے کے لیے بھی غیر کے توکل میں نہ دے یا غیر کے سپرد نہ کر۔

توکل کا معنیٰ اعتماد کرنا اور سپرد کرنا ہے اور کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔ (النہایہ: جز: 5، ص: 221)

امام محمد بن محمد غزالی کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

جب انسان پر منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی فاعل نہیں ہے اور خلق ہو یا رزق ہو، دینا ہو یا روکنا ہو، زندہ کرنا ہو یا مارنا ہو، غنا ہو یا فقر ہو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر وہ اپنی ضرورتوں میں غیر کی طرف نہیں دیکھے گا اس کے دل میں اسی کا خوف ہوگا اور اسی سے امید ہوگی اسی پر بھروسہ ہوگا اور اسی پر اعتماد ہوگا کیونکہ صرف وہی مستقل فاعل ہے اور باقی چیزیں اس کے مسخر اور تابع ہیں۔ آسمان اور زمین میں سے کوئی ذرہ خود بہ خود حرکت نہیں کرسکتا اور جو شخص سبزہ اور فصل کی پیداوار میں بادل، بارش اور ہواؤں پر اعتماد کرتا ہے وہ فاعل حقیقی سے غافل ہے اور ایک قسم کے شرک میں مبتلا ہے۔

(احیاء العلوم: ج: 5، ص 120 تا 121)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

توکل کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی مساعی کو مہمل چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا

ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم نہ دیتا بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان اسباب ظاہرہ کی رعایت کرے لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت، اس کی تائید اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے اعراض کرنے میں رغبت دلائی جائے۔ (تفسیر کبیر: ج:3، ص:83)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی کا قول

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

حق توکل کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کام کو کرنے والا نہیں ہے اور مخلوق میں سے جو چیز بھی موجود ہے اس کو وہی رزق دیتا ہے، وہی عطا کرتا ہے، وہی منع کرتا ہے، وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے، وہی غنی کرتا ہے اور وہی فقیر کرتا ہے اور جو چیز بھی موجود ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ سے ہی ہے پھر وہ اچھے طریقہ سے اپنے مطلوب کی طلب میں کوشش کرے اس کو پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں پھر وہ اپنی روزی اور رزق کی تلاش کرتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام ابو حامد غزالی نے فرمایا ہے کہ

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ توکل کا معنیٰ ہے بدن سے کسب اور کوشش کو ترک کرنا اور دل سے تدبیر کو ترک کرنا اور انسان زمین پر اس طرح پڑا رہے جیسے زمین پر کوئی کپڑے کا ٹکڑا پڑا ہو یا گوشت کی بوٹی پڑی ہو اور یہ جاہلوں کا گمان ہے اور ایسا توکل کرنا شریعت میں حرام ہے اور شریعت نے توکل کرنے والوں کی تعریف کی ہے تو جو شخص حرام کام کرے گا وہ کیسے تعریف اور تحسین کا مستحق ہوگا اور توکل کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عمل کو بروئے کار لائے اور سعی اور جدوجہد کرے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج:6، ص:363)

توکل کی صحیح تعریف

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ نے توکل کی یہ تعریفات نقل کی ہیں۔

سہل بن تستری نے کہا:

توکل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسے غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں مردہ ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے اس کو الٹتا ہے پلٹتا ہے۔

نہر جوری نے کہا ہے کہ

حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو مخلوق سے تعلق نہ رکھے وہ اپنے حال کی کسی سے شکایت نہ کرے اور اگر اس کو کوئی شخص

کچھ نہ دے تو اس کی مذمت نہ کرے کیونکہ اس کا یقین ہے کہ دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

ابویزید سے پوچھا گیا کہ

بندہ متوکل کب ہوتا ہے۔انہوں نے کہا جب وہ اپنے دل کو ہر موجود اور مفقود سے منقطع کر لیتا ہے۔

عامر بن عبد قیس نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تین آیات ایسی ہیں جو انسان کو تمام مخلوقات سے کفایت کرتی ہیں اور اس کو ان سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (یونس:107)

(اے مخاطب) اور اللہ تعالیٰ اگر تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے لئے کسی خیر کا ارادہ کرلے تو اس کے سوا کوئی اور اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (فاطر:2)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جو رحمت کھولتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (ھود:6)

اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے سب کچھ روشن کتاب میں ہے۔

اصمعی سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا۔اے بھائی تم طالب بھی ہو اور مطلوب بھی تم کو وہ طلب کرتا ہے جو فوت ہونے والا نہیں ہے اور تم اس چیز کو طلب کرتے ہو جس سے تم مستغنی کر دیئے گئے ہو۔اے بھائی تم دیکھتے ہو کہ کئی حریص لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور کئی بے رغبت لوگ نواز دیئے جاتے ہیں۔(شعب الایمان: ج:2: ص109 تا 113)

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

توکل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور اسی پر توکل کرے۔

توکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے چلنے کے لئے جو راستہ بیان کیا ہے جب اس کے سامنے وہ راستہ ظاہر ہو تو وہ اس راستہ پر چلیں اور اس کی مراد تک پہنچنے کا سبب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں کہ وہ ان کو ان کی کوششوں میں کامیاب

فرمائے گا اور انہیں ان کی مراد تک پہنچائے گا اور جس نے توکل کو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب سے خالی کرلیا اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہیں چلا۔ سعید بن جبیر کو ایک رات نماز میں کسی چیز نے ڈنک مارا انہوں نے اس پر دم کیا۔ ان سے حصین نے پوچھا۔ آپ کو دم کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صرف نظر لگنے یا ڈنک مارنے پر دم کیا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیا جائے گا جو صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں کسب اور رزق کو طلب کرنے کی نفی نہیں ہے کیونکہ پرندے صبح سے شام تک رزق کی طلب میں پھرتے رہتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رزق کی طلب میں تاخیر نہ کرو کیونکہ اس وقت تک کوئی بندہ نہیں مر سکتا جب تک اسے اس کا آخری رزق نہ پہنچ جائے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق حلال کو اچھی طرح سے طلب کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے تنگی اور فقر کی شکایت کی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آیا ہوں۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس کو میں ان کے پاس لے کر جاؤں حتیٰ کہ ان میں سے بعض مر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ دیکھ کر آؤ گھر میں کیا چیزیں ہیں؟ وہ ایک چادر اور ایک پیالہ لے آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس چادر کے بعض حصہ کو ہم بچھا لیتے ہیں اور بعض کو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور اس پیالہ سے پانی پیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو مجھ سے کون ایک درہم میں خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا میں یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک اور شخص نے کہا میں ان کو دو درہموں میں خریدوں گا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: ایک درہم سے کلہاڑی خرید لو اور دوسرے درہم سے اپنے اہل کے لئے کھانا خریدو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو اور پندرہ دن سے پہلے میرے پاس نہ آنا۔ وہ پندرہ دن کے بعد آیا تو اس نے کہا: میرے پاس دس درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا: پانچ درہم سے اپنے اہل کے لئے طعام خریدو

اور پانچ درہم سے اپنے اہل کے لئے کپڑے خریدو۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے جس چیز کا حکم دیا تھا اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی برکت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن آؤ اور تمہارے چہرے پر سوال کرنے کی وجہ سے خراشیں پڑی ہوں۔ سوال کرنا صرف تین اشخاص کے لئے جائز ہے جو سخت بیمار ہو یا قرض میں ڈوبا ہوا ہو یا ہلاکت خیز تنگی میں مبتلا ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں کسب اور محنت کرنے کی دلیل ہے اور جو شخص کمانے پر قادر ہو اس کو سوال کرنے سے منع فرمایا۔

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص غنی اور تندرست ہو اس کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ (شعب الایمان: ج: 2، ص 57 تا 78)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء کرام نے توکل کی یہ تعریف کی ہے کہ انسان جس کام کا مالک ہو اور اس کے نفع اور ضرر پر قادر ہو اس کام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے یہ توکل ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ انسان پر کوئی ایسی مصیبت ٹوٹ پڑے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دور کر سکتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اس مصیبت کو دور نہ کرے تو یہ توکل ہے مثلاً وہ جھوٹی گواہی پیش کر کے کسی الزام سے بچ سکتا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ایسا نہ کرے تو یہ توکل ہے اور بعض علماء نے کہا یہ توکل کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

بعض عارفین سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

1- انسان کسی چیز کے سبب کو حاصل کر کے اس کو طلب کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس چیز سے مخلوق کو نفع پہنچائے گا۔

2- انسان کسی چیز کے حصول کے لئے کوئی کوشش نہ کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مہمل نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اور اس کی تقدیر سے فارغ ہو چکا ہے اور اس نے ہر چیز کے حصول کو ایک وقت مقرر کے لئے مقدر کر دیا ہے پس متوکل وہ شخص ہے جس نے غور وفکر کرنے اور اشیاء کے اسباب کو تلاش کرنے سے اپنے نفس کو آرام اور راحت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور اس کا منتظر ہے کہ تقدیر سے اس کے لئے کیا چیز ظاہر ہوتی ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ طلب کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور توکل اس کو منع نہیں کرے گا اور جب وہ اپنے آپ کو اسباب کی غلامی سے نکال لے گا اور وہ اپنے توکل میں اللہ تعالیٰ کے حق کے سوا اور کسی چیز کا لحاظ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر مہم میں کافی ہوگا۔ (روح المعانی: ج: 19، ص 205 تا 206)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری کا قول

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا:
متوکل کی تین علامتیں ہیں وہ خود سے سوال نہیں کرتا کسی کی دی ہوئی چیز کو رد نہیں کرتا اور کسی کی دی ہوئی چیز کو جمع نہیں کرتا۔

بایزید سے پوچھا گیا۔
توکل کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے پوچھا تمہارے نزدیک توکل کی کیا تعریف ہے؟ سائل نے کہا: ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں: توکل یہ ہے کہ اگر تمہارے دائیں اور بائیں درندے اور اژدھے ہوں تو تمہارے دل میں خوف نہ پیدا ہو۔ بایزید نے کہا: ہاں یہ بھی درست ہے لیکن اگر اہل جنت کو جنت میں ثواب ہو رہا ہو اور اہل دوزخ کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہو اور تم ان میں تمیز کر رہے ہو تو تم متوکلین میں سے نکل جاؤ گے۔

سہل بن عبداللہ نے کہا:
توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
توکل کا محل قلب ہے اور اس کی ظاہری حرکت قلب کے توکل کے منافی نہ ہو اور اس کے نزدیک تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور اگر کوئی چیز آسان ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔

ابراہیم خواص سے روایت ہے کہ
وہ ایک دیہات میں جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی جا رہا تھا اس نے کہا: اے ابراہیم! ہمارے نزدیک توکل یہ ہے کہ جب تم کسی شہر میں جاؤ تو شہر والوں سے تمہاری یہ امید نہ ہو کہ وہ تمہیں کھانا کھلائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہو۔

ابوتراب نخشی نے کہا:
توکل یہ ہے کہ تم اپنے بدن کو عبادت میں مشغول رکھو اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رکھو اور قدر ضروری پر مطمئن رہو۔ اگر تم کو کچھ دیا جائے تو شکر کرو اور نہ دیا جائے تو صبر کرو۔

حمدون قصار سے توکل کے متعلق سوال کیا گیا۔
تو اس نے کہا اگر تمہارے پاس دس ہزار روپے ہوں اور تم پر ایک روپے کا قرض ہو تو تم موت سے بے خوف نہ ہو سکتا ہے کہ تم پر وہ قرض رہ جائے اور تمہارے اوپر دس ہزار روپے قرض ہو اور تمہارے پاس اس کی ادائیگی کے لئے رقم نہ ہو تم اللہ تعالیٰ

سے مایوس نہ ہو کہ وہ تمہارے قرض کی ادائیگی کی سبیل کر دے گا۔

استاذ ابو علی دقاق یہ کہتے تھے کہ

متوکل کے تین درجات ہیں۔ 1- التوکل، 2- پھر تسلیم، 3- پھر تفویض۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مطمئن ہونا توکل ہے اور اس کے علم پر قناعت کرنا تسلیم ہے اور اس کے حکم پر راضی رہنا تفویض ہے۔ توکل ابتداء ہے تسلیم متوسط ہے اور تفویض انتہاء ہے۔

نیز استاذ ابو علی دقاق کہتے تھے کہ

توکل مومنین کی صفت ہے، تسلیم اولیاء کی صفت ہے اور تفویض موحدین کی صفت ہے یا توکل عوام کی صفت ہے اور تسلیم خواص کی صفت ہے اور تفویض خواص الخواص کی صفت ہے نیز وہ کہتے تھے کہ توکل عام انبیاء کرام علیہم السلام کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ: ص200 تا 204)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی ملا کی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے کہا ہے کہ

ابوحمزہ کا اس مقام پر توکل کرنا اور کسی سے سوال نہ کرنا اس کے زعم میں اس کی اپنے نفس پر اعانت تھی اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر وہ توکل کا معنیٰ سمجھتا تو وہ جان لیتا کہ اس حالت میں کسی سے مدد طلب کرنا توکل کے منافی نہیں ہے جس طرح مکہ مکرمہ سے اپنی روانگی کو مخفی رکھنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توکل سے خارج نہیں ہوئے اور ہجرت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ دکھانے والے کو کرائے پر لیا اور اس سے فرمایا: اس معاملہ کو مخفی رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غار میں چھپنا اور سراقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہمارے معاملہ کو مخفی رکھے پس جس توکل کی تحسین کی گئی ہے وہ کسی ممنوع کام کو شامل نہیں ہوتا اور ابوحمزہ کا کنویں میں خاموشی کو اختیار کرنا ممنوع تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جس سے وہ ضرر کو دفع کرتا ہے اور ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جس سے وہ نفع حاصل کرتا ہے پس اگر وہ توکل کا ادعا کرتے ہوئے ان آلات کو معطل کر دے تو یہ اس کی جہالت ہوگی اور ان آلات کو بنانے کی حکمت کو ضائع کرنا ہوگا کیونکہ توکل تو صرف دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کا نام ہے اور توکل کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اسباب منقطع کر دیئے جائیں۔ اگر انسان بھوکا ہو اور وہ کسی سے کھانے کا سوال نہ کرے اور بھوک سے مر جائے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

علامہ ابوالفرج نے کہا کہ

ابوحمزہ کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے کہ ایک شخص آیا اور اس نے مجھے کنویں سے نکال دیا کیونکہ یہ بات

درست بھی ہوتو ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے جاہل بندے پر لطف و کرم فرماتا ہے اور اس واقعہ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا جو لطف ہوا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ انکار اس چیز پر ہے کہ اس کی جان اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس نے اس جان کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا اور یہ اس کے لئے جائز نہ تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:9،ص:270)

کیا اسباب کو ترک کرنا اور مال جمع کرنا توکل کے خلاف ہے

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

ذوالنون سے پوچھا گیا توکل کیا ہے انہوں نے کہا توکل دنیا والوں سے مستغنی ہونا اور اسباب سے منقطع ہونا ہے اور نہر جوری نے کہا توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اختیار کو ترک کردے۔ (شعب الایمان: جز:2،ص:105)

ہمارے نزدیک یہ دونوں تعریفیں صحیح نہیں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا آپ نے پوچھا۔ اے بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے کھجوروں کو ذخیرہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بلال! کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان کھجوروں کے لئے دوزخ کی آگ میں دھواں ہو۔ اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے تنگی کرنے کا خوف نہ کرو۔

(شعب الایمان: جز:2،ص:118)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین پرندے ہدیہ کئے گئے آپ نے ایک پرندہ کھالیا اور آپ کی خادمہ نے دو پرندے چھپا کر رکھ دیئے۔ صبح آپ کے سامنے وہ پرندے پیش کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تم کو کل کے لئے کوئی چیز رکھنے سے منع نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق عطا فرماتا ہے۔ (شعب الایمان: جز:2،ص:119)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

یمن والے بغیر سفر خرچ لئے ہوئے حج کے لئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں اور جب وہ مکہ مکرمہ میں پہنچتے تو لوگوں سے مانگنا شروع کردیتے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سفر کے لئے زاد راہ لو سو یقیناً بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ (صحیح البخاری: جز:1،ص:206)

حضرت ایوب سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یہ شخص کتنا طاقت ور ہے کاش اس کی طاقت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ ہوتی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا وہی

شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے پھر ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے اہل کو سوال کرنے سے روکنے کے لئے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لئے (رزق) حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے البتہ جو شخص (محض) مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: جز:5،ص:272)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرمائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات دین میں معروف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو معاش کے ساتھ مبتلا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین میں سفر کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے۔

اپنے اہل وعیال کے لئے سعی کرنے کی مثل کسی عمل میں فضیلت نہیں ہے حتیٰ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی نہیں۔

حضرت سفیان ثوری نے کہا:

جب تم عبادت کرنے کا ارادہ کرو تو دیکھو گھر میں گندم ہے یا نہیں اگر گھر میں گندم ہے تو عبادت کرو ورنہ پہلے تم گندم طلب کرو پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

ابراہیم خواص نے کہا:

آداب توکل میں تین چیزیں ہیں قافلہ کے ساتھ جاؤ تو سفر خرچ لیکر جاؤ، کشتی میں سفر کرو تو سفر خرچ سے سفر کرو اور مجلس میں بیٹھو تو توشہ دان لیکر بیٹھو۔ (شعب الایمان: جز:2،ص:97)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اعراب نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم دوا نہیں کیا کریں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اے اللہ عزوجل کے بندو!

علاج کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا ہر بیماری کی دوا بنائی ہے یا ارشاد فرمایا: اس کی شفا رکھی ہے۔ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی بیماری ہے؟ ارشاد فرمایا: بڑھاپا۔ (سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:31)

ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بتایئے کہ ہم جس دوا سے علاج کرتے ہیں اور جن اوراد سے دم کرتے ہیں اور جس آڑ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں کیا ان میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ (مستدرک: جز:4،ص:199)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث اس باب میں اصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو اسباب بیان کئے ہیں اور ان کو اجازت دی ہے ان اسباب کو استعمال کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھے کہ مسبب اللہ تعالیٰ ہے اور ان اسباب کو استعمال کرنے کے بعد جو نفع پہنچتا ہے وہ اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہے اور اگر وہ چاہے تو ان اسباب کے استعمال کے باوجود ان کی منفعت کو روک لے لہٰذا ان اسباب کے نفع پہنچانے میں اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد کرنا چاہئے اور تمام نتائج اس کے سپرد کرنا چاہئیں۔ (شعب الایمان: جز:2، ص:79)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھول کر توکل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو باندھ کر توکل کرو۔ (مستدرک: جز:3، ص:633)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد میں دو زرہیں پہن کر میدان جنگ میں گئے فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرض میں فصد لگوائی۔ (شعب الایمان: جز:2، ص:78)

ان تمام احادیث مبارکہ سے یہ حکم واضح ہو گیا کہ اسباب کو مسباب پر مرتب کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ کھانے پینے اور دیگر اشیاء کو جمع کرنا اور ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ آج کی چیز کو کل کے لئے بچا کر نہ رکھو یہ اس زمانے پر محمول ہے جب مسلمانوں پر تنگی تھی اور جب فتوحات اور مال غنیمت کی کثرت ہوئی اور مسلمان خوش ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کھانے پینے کی اشیاء جمع کرنے کی اجازت دے دی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

عابس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف اس سال کیا تھا جس سال لوگ بھوکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ غنی فقیر کو کھلائے اور ہم اب پائے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں اور اس کو پندرہ دن بعد کھاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: جز:2، ص:816)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانی اور ہدی کے گوشت کو بہ طور زاد راہ لے جاتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جو شخص قربانی کرے تین دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ باقی نہ رہے اس کے اگلے

سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس سال بھی ہم پچھلے سال کی طرح کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور گوشت کو ذخیرہ کرو کیونکہ اس سال لوگوں میں بھوک تھی تو میں نے چاہا کہ اس سال میں تم مسلمانوں کی مدد کرو۔

(صحیح البخاری: ج:2، ص:835)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی زمین نصف غلہ یا نصف پھلوں کے عوض بٹائی پر دیتے تھے اور اپنی ازواج کو ہر سال میں سو وسق دیتے تھے۔ اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفیہ ہوئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا وہ چاہیں تو خود زمین اور پانی لے کر کھیتی باڑی کرائیں یا وہ ان کو ہر سال اتنے وسق غلہ دیں۔ بعض ازواج نے زمین اور پانی کو اختیار کیا اور بعض ازواج نے اسواق کو اختیار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے زمین اور پانی کو اختیار کیا۔

(صحیح مسلم: ج:2، ص:14)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو جمع کرنا اور مستقبل کے لئے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْحَجِّ

باب: حج میں تجارت کرنا

یہ باب حج میں تجارت کرنے کے متعلق ہے۔

1471 حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ) قَالَ كَانُوا لَا يَتَّجِرُونَ بِمِنًى فَاُمِرُوا بِالتِّجَارَةِ اِذَا اَفَاضُوا مِنْ عَرَفَاتٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت کو پڑھو کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ فرمایا: لوگ منیٰ کے اندر تجارت نہیں کرتے تھے تو ان کو تجارت کا حکم فرمایا گیا جب عرفات سے واپس پلٹیں۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:28، ص:230، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج:3، ص:582)

1472 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مِهْرَانَ اَبِي صَفْوَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ

فَلْيَتَعَجَّلْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ جلدی کرے۔

(مستدرک: جز:1، ص:617، سنن ابن ماجہ: جز:8، ص:426)

شرح:

اگر حج کے دوران ضمناً تجارت یا محنت مزدوری ہو جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی شخص بالقصد ایام حج میں تجارت کے لئے یا مزدوری کے لئے جائے اور ضمناً حج کرلے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔ بہرحال ایام حج میں تجارت کرنا محنت مزدوری اور ہر جائز طریقہ سے کسب معاش کرنا جائز ہے اور اس سے حج کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

ہم لوگ محنت مزدوری کرتے ہیں کیا ہمارے لئے حج کا اجر وثواب ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم لوگ بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے؟ اور کیا تم اپنے سروں کو نہیں مونڈتے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک شخص نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ (زمانہ حج میں) اپنے رب عزوجل کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (درمنثور: جز:1، ص:222)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ (زمانہ حج میں) اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: جز:1، ص:275)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْكَرِيّ

باب: سواری کو کرایہ پر دینے والے کا بیان

یہ باب سواری کو کرایہ پر دینے کے متعلق ہے۔

1473 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ التَّيْمِيُّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا أُكَرِّي فِي هَذَا الْوَجْهِ وَكَانَ نَاسٌ يَقُولُونَ لِي إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ فَلَقِيتُ ابْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّي رَجُلٌ أُكَرِّي فِي هَذَا الْوَجْهِ وَإِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ لِي إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَلَيْسَ تُحْرِمُ وَتُلَبِّي وَتَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَتُفِيضُ مِنْ عَرَفَاتٍ وَتَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَإِنَّ لَكَ حَجًّا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مِثْلِ مَا سَأَلْتَنِي عَنْهُ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةَ وَقَالَ لَكَ حَجٌّ

ابوامامہ تیمی نے بیان کیا ہے کہ میں سواری حج کے موقع پر کرایہ کے لئے دیتا تھا لوگ کہتے تیرا حج نہیں ہوتا۔ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کر کے عرض کی اے ابوعبدالرحمن میں سواری حج کے لئے کرایہ پر دیا کرتا ہوں اور لوگ کہا کرتے ہیں کہ تیرا حج ہی نہیں ہوتا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تو احرام نہیں باندھا کرتا، تلبیہ نہیں کہا کرتا، بیت اللہ کا طواف نہیں کیا کرتا، عرفات سے نہیں لوٹتا، کنکریوں کو نہیں مارتا۔ میں نے کہا کیوں نہیں! ارشاد فرمایا یہی تو تیرا حج ہے۔ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسی طرح استفسار کیا جس طرح تو نے مجھ سے استفسار کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اس کو کوئی جواب نہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی تم پر (حج کے دوران تجارت میں) کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر اس آیت کو تلاوت کر کے ارشاد فرمایا: تمہارا حج ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:618، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4، ص:333، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:17، ص:151)

1474 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّاسَ فِي أَوَّلِ الْحَجِّ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ بِمِنًى وَعَرَفَةَ وَسُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَمَوَاسِمِ الْحَجِّ فَخَافُوا الْبَيْعَ وَهُمْ حُرُمٌ فَأَنْزَلَ

اللّٰہُ سُبْحَانَہُ (لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّکُمْ) فِی مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَالَ فَحَدَّثَنِی عُبَیْدُ بْنُ عُمَیْرٍ اَنَّہُ کَانَ یَقْرَؤُھَا فِی الْمُصْحَفِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی فُدَیْکٍ اَخْبَرَنِی ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ کَلَامًا مَعْنَاہُ اَنَّہُ مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّاسَ فِی اَوَّلِ مَا کَانَ الْحَجُّ کَانُوْا یَبِیعُوْنَ فَذَکَرَ مَعْنَاہُ اِلٰی قَوْلِہٖ مَوَاسِمِ الْحَجِّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ حج کے وقت پہلے تجارت کرتے منیٰ، عرفہ، ذی مجاز بازار اور حج کے موسموں میں تو وہ حالت احرام تجارت سے خوف کھانے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل ڈھونڈو حج کے موسموں میں، عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ احمد بن صالح نے اسے معناً کلام جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ مولیٰ بن عباس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ پہلے حج کے اوقات میں تجارت کرتے تھے آگے مواسم الحج قول تک معناً بیان کیا۔

(مستدرک: ج: 1 ص: 618، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 4 ص: 333، شرح السنۃ: ج: 1 ص: 500، صحیح ابن حبان: ج: 9 ص: 205)

الکری بمعنی المکاری جو کاری یکاری مکاراۃ سے بنا ہے مطلب کرایہ پر دینا۔ یعنی اپنی سواری کو کرایہ پر دینا۔ تو یہ جائز ہے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الصَّبِیِّ یَحُجُّ

باب: بچے کا حج کرنے کا بیان

یہ باب بچے کے حج کرنے کے متعلق ہے۔

1475 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیمَ بْنِ عُقْبَۃَ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالرَّوْحَاءِ فَلَقِیَ رَکْبًا فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ فَقَالُوا الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالُوْا فَمَنْ اَنْتُمْ قَالُوْا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَزِعَتِ امْرَاَۃٌ فَاَخَذَتْ بِعَضُدِ صَبِیٍّ فَاَخْرَجَتْہُ مِنْ مِحَفَّتِھَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِھٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء پر تھے تو چند سواروں سے ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا مسلمان ہیں۔ انہوں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک عورت گھبرائے ہوئے بچے کو پکڑے اپنے کجاوے سے لے کر آئی تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس کا حج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اور تمہارے لئے اجر ہے۔

(مسند احمد: ج:4، ص:332، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:28، ص:257)

مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے اور منعقد ہو جاتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اگر چہ اس پر جو حج اسلام فرض ہے یہ حج اس سے کفایت نہیں کرتا بلکہ یہ حج نفلی ہوتا ہے۔ یہ حدیث آئمہ ثلاثہ کے موقف پر صریح دلیل ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: اس کا حج صحیح نہیں ہے۔ علماء احناف یہ کہتے ہیں: بچے سے اس لئے حج کرایا جاتا ہے کہ بچے کو حج کرنے کی مشق ہو اور بالغ ہونے کے بعد وہ صحیح طریقہ سے حج کر سکے۔ اس حدیث مبارکہ میں احناف کے نظریہ کی تردید ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بچوں کے حج کرنے کے جواز میں علماء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہر چند کہ بعض اہل بدعت نے بچوں کو حج کرنے سے منع کیا ہے لیکن ان کا قول لائق التفات نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اجماع امت سے ان کا یہ قول مردود ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس بچے کو حج کرنے والا کہا جائے گا اور اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے اور اس میں فدیہ واجب ہوگا اور اس میں کسی کوتاہی اور قصور سے دم لازم آئے گا اور بالغین کے تمام احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام چیزوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں: بچے کو تمام ممنوعات سے مشق اور تعلیم کے لئے مجتنب رکھا جائے گا اور جمہور یہ کہتے ہیں: اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے اور اس کا حج منعقد ہوگا اور اس کی طرف سے نفل ہو جائے گا کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے بموجب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے افعال کو حج قرار دیا ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1، ص:432)

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

بچہ نے بلوغ سے پہلے جو حج کیا ہے وہ نفل ہوگا۔ (بدائع الصنائع: ج:2، ص:120)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

بچہ خواہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا ہم اس کے حج کو مستحب قرار دیتے ہیں اور بچہ کا یہ حج نفل ہوگا اور جو اس کو حج کرائے گا اس کو اجر ملے گا اور بچہ ان تمام چیزوں سے بچے گا جن سے محرم بچتا ہے۔ اور اگر اس نے کوئی ناجائز کام کر لیا تو اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں

ہے بچہ کو اگر طاقت نہ ہو تو اس کی طرف سے طواف کیا جائے گا اور کنکریاں ماری جائیں گی۔ نماز، روزے اور باقی احکام شرعیہ کی بھی انہیں یونہی تعلیم دینی چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ کو لے کر آئی اور پوچھا کیا اس پر حج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

شیخ ابن حزم فرماتے ہیں:

حج ایک اچھا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

انا لا نضیع اجر من احسن عملاً

جو شخص اچھے کام کرے ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ بچہ نیت کرنے کا اہل نہیں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

نیت صرف مکلف پر لازم ہے اور بچہ مکلف ہے نہ مخاطب اور نہ مامور۔ اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل سے اجر عطا فرماتا ہے جس طرح میت کی نیت ہوتی ہے نہ کوئی عمل اور اس کے متعلقین کی دعا سے اور ان کے حج، روزے اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب سے اللہ تعالیٰ میت کو محض اپنے فضل کی بناء پر اجر پہنچاتا ہے اور جب بچہ سے تکلیف ساقط ہے تو وہ حرم یا حالت احرام میں شکار کرلے تو اس پر کوئی جزاء نہیں ہے یا اگر کسی تکلیف کی بناء پر وہ سر منڈالے تو اس پر فدیہ نہیں ہے اور نہ اس کے کسی عمل سے اس کا حج فاسد ہوگا اس کے اعمال پر اجر ہے اور کسی عمل پر گناہ نہیں ہے۔ بکثرت احادیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت ابی العاص کو گود میں لے کر خود نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلوغ سے پہلے نماز میں حاضر ہوتے تھے اور احادیث مبارکہ میں ہے کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کر دیتے تھے۔ (المحلی: ج:7، ص:267)

شیخ عبدالرحمان مبارکپوری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ تمام آئمہ فتویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ بلوغ تک بچے سے فرضیت حج ساقط ہے اور اس نے بچپن میں جو حج کیا ہے وہ نفل ہے یہ جمہور کا نظریہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا احرام صحیح نہیں ہے اور احرام کے منافی کام کرنے سے اس پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم ہوگا اس سے صرف مشق کے لئے حج کرایا جاتا ہے۔

عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج:2، ص:112)

علامہ ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام علماء جن کے اقوال پیچھے ذکر کر چکے ہیں ان کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ میں تسامح ہوا ہے صحیح بات وہی ہے جس کو علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی نے ذکر کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کے ظاہری مفہوم سے شیخ داؤد بن علی ظاہری اور ان کے بعض اتباع نے یہ استدلال کیا ہے کہ بچہ اگر بچپن میں حج کرلے تو یہ اس کے لئے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اسے دوبارہ حج اسلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:10،ص:216)

داؤد ظاہری کا یہ نظریہ درج ذیل احادیث مبارکہ کے سراسر خلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بچہ نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ اسے سمجھ آجائے اور جب اس کو سمجھ آجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے اور جس اعرابی نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کرے اور جب اس نے ہجرت کرلی تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:481)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس بچہ نے حج کیا پھر اس نے بلوغت کی عمر کو پالیا اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے اور جس اعرابی نے حج کیا پھر ہجرت کی اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور جس غلام نے حج کیا اور پھر وہ آزاد کردیا گیا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے۔

(مجمع الزوائد: جز:3،ص:206)

یونس بن عبید سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ غلام اگر حج کرنے کے بعد آزاد کردیا جائے تو؟ ارشاد فرمایا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے! پھر پوچھا اگر بچہ حج کرنے کے بعد بالغ ہوجائے تو؟ ارشاد فرمایا وہ بھی حج کرے گا۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:435)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پیشتر بالغ ہوگیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔ (عالمگیری: جز:1،ص:217)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمَوَاقِيتِ

باب: میقات کے متعلق

یہ باب میقات کے متعلق ہے۔

1476 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ وَبَلَغَنِي أَنَّهُ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَا وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ أَحَدُهُمَا وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ أَحَدُهُمَا أَلَمْلَمَ قَالَ فَهُنَّ لَهُمْ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ قَالَ ابْنُ طَاوُسٍ مِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ قَالَ وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ،شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن کا میقات مقرر فرمایا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن طاؤس نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے۔

دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کو مقرر فرمایا۔

اس کو معناً روایت کر کے ایک نے کہا یمن والوں کے لئے یلملم اور ان میں ایک نے کہا الملم۔ارشاد فرمایا یہ ان کے لئے ہیں اور جو اس مقام سے گزریں یہاں کے رہائشی نہ ہوں بلکہ ان کا حج اور عمرہ کا ارادہ ہے اور جو ان کے علاوہ ہیں۔ابن طاؤس فرماتے ہیں: اگر چہ جہاں بھی ہوں اور اسی طرح مکہ مکرمہ والے ادھر سے ہی احرام کو باندھیں گے۔

(معجم الاوسط: جز:5،ص:165، سنن البیہقی الکبری: جز:5،ص:29، سنن الدارمی: جز:2،ص:47، مسند احمد: جز:10،ص:351)

1477 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنْ أَفْلَحَ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کا ذات عرق کو میقات بنایا۔

(سنن الدار قطنی: ج:6،ص:292، سنن النسائی: ج:8،ص:483، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:8،ص:6)

1478 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل مشرق کا عقیق کو میقات بنایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:5،ص:28، سنن الترمذی: ج:3،ص:347)

1479 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يُحَنَّسَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ عَنْ جَدَّتِهِ حُكَيْمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ شَكَّ عَبْدُ اللَّهِ أَيَّتُهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَرْحَمُ اللَّهُ وَكِيعًا أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ يَعْنِي إِلَى مَكَّةَ

حضرت ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حج یا عمرہ کا مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک احرام باندھے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے واسطے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ عبداللہ کو شک ہے ان میں کون سی بات ارشاد فرمائی۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ وکیع پر رحم فرمائے کہ میں نے بیت المقدس یعنی مکہ مکرمہ سے احرام باندھا۔

(معجم الاوسط: ج:6،ص:319)

1480 حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنِي زُرَارَةُ بْنُ كُرَيْمٍ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عَمْرٍو السَّهْمِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمِنًى أَوْ بِعَرَفَاتٍ وَقَدْ أَطَافَ بِهِ النَّاسُ قَالَ فَتَجِيءُ الْأَعْرَابُ فَإِذَا رَأَوْا وَجْهَهُ قَالُوا هٰذَا وَجْهٌ مُبَارَكٌ قَالَ وَوَقَّتَ ذَاتَ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

زرارہ بن کریم سے روایت ہے کہ حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ نے ان کو بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ یا عرفات میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لوگ جمع تھے اعرابی آتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ تکتے تو کہتے یہ تو مبارک چہرہ ہے۔

راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کا ذات عرق کو میقات بنایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:28)

شرح: چند ابحاث کا ذکر

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث: میقات کا معنیٰ

میقات کے معنیٰ میں علماء کرام کے درج ذیل اقوال ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

جس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر کیا گیا ہو اس کو میقات کہتے ہیں اس طرح کسی کام کے وقت کے لئے جو جگہ متعین کی گئی ہو اس کو بھی میقات کہتے ہیں جیسے حج کے میقات ہیں۔(المفردات: جز:2،ص:686)

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی کا قول

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

جو وقت کسی کام یا کسی مقام کے لئے مقرر کیا گیا ہو اس کو میقات کہتے ہیں جیسے جس جگہ سے اہل شام احرام باندھتے ہیں تو کہا جاتا ہے یہ اہل شام کا میقات ہے۔(لسان العرب: جز:2،ص:107)

علامہ محمد بن اثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

توقیت اور تاقیت کا معنیٰ ہے کسی چیز کے لئے وقت مخصوص مقرر کرنا۔قرآن مجید میں ہے کتابا موقوتا۔یعنی موقتا مقدرا اور یہ لفظ تحدید کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد معین نہیں فرمائی۔اور بعد میں اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کو جگہ اور مقام کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا۔(نہایہ: جز:5،ص:212)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی کا قول

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں: مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگر چہ تجارت وغیرہ کسی اورغرض سے جاتا ہو۔ (ہدایہ: ج:1، ص:134)

دوسری بحث: میقات کے مقامات

میقات کے مقامات پانچ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ یلملم کا مقام

یلملم کا مقام اہل یمن کے لئے ہے۔

2۔ ذات عرق کا مقام

ذات عرق کا مقام اہل عراق کے لئے ہے۔

3۔ ذوالحلیفہ کا مقام

ذوالحلیفہ کا مقام مدینہ منورہ کے لئے ہے اس زمانہ میں اس جگہ کا نام ابیار علی ہے پاکستانی اور ملک والے حج سے پہلے اگر مدینہ طیبہ کو جائیں اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو جانا چاہیں تو وہ بھی ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

4۔ قرن کا مقام

قرن کا مقام نجد والوں کے لئے ہے یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

5۔ جحفہ کا مقام

جحفہ کا مقام شام والوں کے لئے ہے مگر جحفہ اب بالکل معدوم سا ہو گیا ہے وہاں آبادی نہ رہی صرف بعض نشان پائے جاتے ہیں اس کے جاننے والے اب کم ہوں گے لہٰذا اہل شام رابغ سے احرام باندھتے ہیں کہ جحفہ رابغ کے قریب ہے۔

تیسری بحث: میقات کے مقامات کے متعلق مسائل

اس بحث میں میقات کے مقامات کے متعلق مسائل بیان کیے جاتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

مسئلہ: 1

یہ میقات جو بیان کئے گئے ہیں ان کے لئے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ جو شخص جس میقات سے گزرے اس کے لئے بھی وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے اس وقت احرام باندھ لے مثلاً ہندیوں

کے لئے میقات کوہ یلملم کی محاذات ہے اور محاذات میں آنا اسے خود معلوم نہ ہوتو کسی جاننے والے سے پوچھ کر معلوم کرے اور اگر کوئی ایسا نہ ملے جس سے دریافت کرے تو تحری کرے۔ اگر کسی طرح محاذات کا علم نہ ہوتو مکہ معظمہ جب دو منزل باقی رہے احرام باندھ لے۔ (عالمگیری: جز:1 ص:221)

مسئلہ:2

جو شخص دو میقاتوں سے گزرا مثلاً شامی کہ مدینہ منورہ کی راہ سے ذوالحلیفہ آیا اور وہاں سے جحفہ کو تو افضل یہ ہے کہ پہلی میقات پر احرام باندھے اور دوسری پر باندھا جب بھی حرج نہیں یونہی اگر میقات سے نہ گزرا اور محاذات میں دو میقاتیں پڑتی ہیں تو جس میقات کی محاذاۃ پہلے ہو وہاں احرام باندھنا افضل ہے۔ (عالمگیری: جز:3 ص:550)

مسئلہ:3

میقات سے پیشتر احرام باندھنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور شوال سے پہلے ہو تو منع ہے۔

(درمختار و ردالمحتار: جز:3 ص:552)

مسئلہ:4

مکہ مکرمہ والے اگر کسی کام سے بیرون حرم جائیں تو انہیں واپسی کے لئے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام احرام واپس آنا انہیں جائز نہیں۔ (عالمگیری: جز:1 ص:231)

مسئلہ:5

حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور بہتر یہ ہے کہ مسجد الحرام شریف میں احرام باندھیں اور عمرہ کا بیرون حرم سے اور بہتر یہ ہے کہ تنعیم سے ہو۔ (درمختار: جز:3 ص:554)

مسئلہ:6

جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں ان کے احرام کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے۔ حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ ہے کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظمہ جا سکتے ہیں۔ (ہدایہ: جز:1 ص:134)

مسئلہ:7

مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جا سکتا ہے لہذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو نیز مکہ مکرمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لیے جدہ جاتا ہے اور وہاں

سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ مکرمہ کا ارادہ ہے تو بغیر احرام نہیں جا سکتا جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہوا سے یہ حیلہ جائز نہیں۔ (درمختار ورد المحتار: جز:3،ص:552)

چوتھی بحث: میقات سے گزرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

میقات سے گزرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں۔

مالکیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس شخص کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی بار بار ضرورت پڑتی ہو جیسے شہر سے نکل کر کوئی لکڑیاں چننے جائے اور پھر داخل ہو تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے اور جس کو بار بار داخل ہونے کی ضرورت نہ ہو جیسے تاجر وغیرہ وہ احرام باندھے بغیر نہ گزرے اس کے لئے احرام واجب ہے یا مستحب ہے اس میں بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:3،ص:298)

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مواقیت سے گزرنے کے لئے صرف حج یا عمرہ میں احرام کی پابندی ہے اور جو شخص کسی ضرورت یا تجارت یا کسی سے ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہو وہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتا ہے۔

(کتاب الام: جز:2،ص:142)

حنبلیہ کا مذہب

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لئے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بسا اوقات بغیر احرام کے ذوالحلیفہ سے آگے چلے جاتے تھے اور جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ کسی بار بار پیش آنے والی ضرورت کی بناء پر جائے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے جیسے لکڑیاں اور گھاس وغیرہ اکٹھی کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آتے جاتے رہتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ مکرمہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ

فتح مکہ مکرمہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے نیز جس شخص کو دن میں بار بار مکہ مکرمہ آنا جانا پڑتا ہو اگر اس پر احرام واجب کیا جائے تو یہ اس کے لئے حرج کا موجب ہوگا اور جو شخص مکہ مکرمہ کے قصد سے میقات سے گزرے لیکن وہ شخص حج کا مکلف نہ ہو جیسے بچہ اور غلام اس پر بھی احرام باندھنا واجب نہیں ہے اور جو شخص حج کا مکلف ہو اور اس کو بار بار مکہ مکرمہ میں آنے جانے والی حاجت بھی لاحق نہ ہو اس کا میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں

ہے۔(المغنی: ج:3،ص116 تا117)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا اور اہل شام کے لئے جحفہ کو اور اہل نجد کے لئے قرن کو اور اہل یمن کے لئے یلملم کو اور اہل عراق کے لئے ذات عراق کو۔ یہ حدیث مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چار مواقیت کا ذکر کیا ہے اور اہل عراق کے لئے ذات عرق کا ذکر نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تین مواقیت کا ذکر کیا ہے اور ذات عرق اور یلملم کا ذکر نہیں کیا اور ان آثار میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ جانے کے ارادے سے ان مواقیت تک پہنچے اس پر احرام باندھنا لازم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میقات مقرر کرنا بغیر کسی فائدے کے نہیں ہے اور ان مواقیت پر پہنچنے کے بعد بغیر احرام باندھے گزرنا ممنوع ہے اور ان مواقیت سے پہلے احرام باندھنے میں وسعت اور گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ احادیث مبارکہ کے ظاہری مفہوم کی بناء پر کہتے ہیں: میقات پر احرام باندھنا افضل ہے اور ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں: میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لیا جائے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے لے کر مسجد حرام تک احرام باندھا اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے و اتموا الحج والعمرة کی تفسیر میں فرمایا۔ حج اور عمرہ کے اتمام میں سے یہ چیز بھی ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھا جائے۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم نے جس کے لئے میقات مقرر فرمایا ہے وہ اس کا میقات ہے اور اس کا بھی میقات ہے جو اس جگہ سے گزرے اور وہاں کا رہنے والا نہ ہو لیکن اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ کیا ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص بھی مکہ مکرمہ جانے کے قصد سے اس میقات سے گزرے اس پر احرام باندھنا لازم ہے خواہ وہ اس میقات کے اہل سے ہو یا نہ ہو۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جو آفاقی مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے رہ رہا ہو جب وہ حج کا ارادہ کرے تو اس کے احرام کے لئے اہل مکہ مکرمہ کا میقات ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے ظاہری مفہوم کے مطابق یہ کہا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے وہ بغیر احرام کے میقات

سے نہیں گزر سکتا اور جو شخص جنگ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہے اس پر احرام کی شرط نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ مکرمہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے اور جو شخص تجارت یا اپنا قرض وصول کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے متعلق ان کے دو اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس پر احرام لازم نہیں ہے وہ کہتے ہیں: احرام مقصود بالذات عبادت نہیں ہے بلکہ افعال حج ادا کرنے کے لئے احرام باندھا جاتا ہے اور جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کرتا اس کے حق میں حرم کی سرزمین باقی مقامات کی طرح ہے لہٰذا اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ

جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کا قصد حج کرنا ہو، جنگ کرنا ہو یا تجارت کرنا ہو کیونکہ ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ مکرمہ کے دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اس وقت سے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے اور مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لئے بھی مکہ مکرمہ میں قتال کرنا جائز نہیں ہے اور میرے لئے دن کی ایک ساعت میں مکہ مکرمہ میں قتال حلال ہوا تھا اس کے بعد قیامت تک کے لئے مکہ مکرمہ میں قتال حرام کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں قتال کی رخصت ملی تھی اور آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ ایک ساعت کے لئے میرے لئے مکہ مکرمہ میں قتال حلال ہوا تھا اور اس کے بعد کسی کے لئے حلال نہیں۔ پس اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قتال کے لئے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا نبی کریم ﷺ کی خصوصیت تھی اور یہ خصوصیت اس وقت ظاہر ہوگی جب دوسرے شخص کے لئے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں بغیر احرام کے میقات میں داخل ہوا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میقات کی طرف لوٹ جاؤ اور تلبیہ کہو ورنہ تمہارا حج صحیح نہیں ہوگا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے ارادے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس شخص پر اس زمین کی عزت اور شرف کے اظہار کے لئے احرام باندھنا واجب ہے اور اس اعتبار سے افعال حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہیں پس جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس پر واجب ہے کہ میقات سے احرام باندھے ہاں جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو وہ اپنی ضرورت کی بناء پر بغیر احرام باندھے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں یہ ناجائز ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لکڑیاں چننے والے کو بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ میقات سے باہر نہیں جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے نکلے جب مقام قدید پر

پہنچے تو آپ کو مدینہ منورہ میں جھگڑے کی خبر پہنچی تو آپ بغیر احرام باندھے واپس مکہ مکرمہ چلے گئے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے وہ اہل مکہ مکرمہ کی طرح ہے کیونکہ اس کو مکہ مکرمہ آنے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس لیے کہ ان کی ضروریات اہل مکہ مکرمہ سے متعلق ہوتی ہیں پس جس طرح اہل مکہ مکرمہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی بناء پر مکہ مکرمہ سے باہر جائیں اور بغیر احرام باندھے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اس طرح اہل میقات کے لئے جائز ہے اور اس لیے بھی کہ اگر ہمیں یہ کہیں کہ ہر وقت ان پر احرام لازم ہے تو اس میں کھلا ہوا ضرر ہے۔ (المبسوط: جز: 4، ص 167 تا 168)

پانچویں بحث: میقات پر احرام باندھنے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے میقات پر احرام باندھنا واجب ہے اگر حج یا عمرہ کرنے والا ان مواقیت سے بغیر احرام باندھے گزر گیا تو اس پر دم واجب ہو گا وہ شخص گنہگار ہو گا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان مواقیت سے احرام کے بغیر مطلقاً نہیں گزر سکتا خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ (المبسوط: جز: 4، ص: 167)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

☆ عن عائشه رضى الله عنها .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا مفسرہ، محدثہ اور فقیہہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ محترمہ تھیں۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اکثر وحی کا نزول آپ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوا کرتا تھا اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ایک قول تین سال پہلے کا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں واحد کنواری خاتون تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ ایک قول سات سال کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری کون ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاجزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ بیوہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاچکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان! اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا اس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے نکاح ہوسکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ جاکر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کردیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتے ہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کردیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیرلیا میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعراض فرمایا۔ جب میں نے تیسری بار ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)! مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے پوچھا مردوں میں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:5،ص 501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر، آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ حضور انور ﷺ نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ نو برس تھی۔ نو سال حضور انور ﷺ کے ساتھ رہیں۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور ﷺ نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور ﷺ سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان المبارک منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے کہ صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری، مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص 587 تا 588)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ

باب: حائضہ حج کا احرام باندھے

یہ باب حائضہ کے حج کے احرام باندھنے کے متعلق ہے۔

1481 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ تَغْتَسِلَ فَتُهِلَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مقام شجرہ پر پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا: وہ غسل کرے اور احرام باندھے۔

(معجم الکبیر: جز:24،ص:141، سنن ابن ماجہ: جز:8،ص:465، سنن الدارمی: جز:5،ص:371)

1482 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَإِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ عِكْرِمَةَ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ إِذَا أَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ

كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ قَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى تَطْهُرَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عِيْسٰى عِكْرِمَةَ وَمُجَاهِدًا قَالَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ عِيْسٰى كُلَّهَا قَالَ الْمَنَاسِكَ اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیض ونفاس والی عورتیں جب میقات پر آئیں وہ غسل کریں اور احرام باندھیں اور حج کے تمام مناسک ادا کریں سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔ ابومعمر نے اپنی حدیث میں کہا حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے اور ابن عیسیٰ نے عکرمہ اور مجاہد کا ذکر نہ فرمایا انہوں نے عطاء کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور ابن عیسیٰ نے کلھا نہیں کہا انہوں نے کہا کہ مناسک مگر بیت اللہ کے طواف کے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1482)

شرح:

احرام کے لئے طہارت بالاتفاق مستحبات میں سے ہے حدث اصغر یا اکبر حیض ونفاس وغیرہ صحت احرام سے مانع نہیں ہیں ارکان حج میں سے طہارت صرف طواف کے لئے واجب ہے جمہور کے نزدیک تو شرط ہے بغیر اس کے طواف صحیح ہی نہیں جبکہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ شرط صحت نہیں لہٰذا اس کے ترک سے دم واجب ہوگا۔ اگر کوئی جنابت حیض ونفاس کی حالت میں طواف کرے تو اس پر بدنہ واجب ہے۔

مسئلہ

طواف فرض کل یا اکثر یعنی چار پھیرے جنابت یا حیض ونفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو کیا تو دم اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اعادہ واجب اگر مکہ مکرمہ سے چلا گیا ہو تو واپس آکر اعادہ کرے اگرچہ میقات سے بھی آگے بڑھ گیا ہو مگر بارہویں تاریخ تک اگر کامل طور پر اعادہ کر لیا تو جرمانہ ساقط اور بارہویں کے بعد کیا تو دم لازم بدنہ ساقط لہٰذا اگر طواف فرض بارہویں کے بعد کیا ہے تو دم ساقط نہ ہوگا کہ بارہویں تو گزر گئی اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا تو اعادہ مستحب پھر اعادہ سے دم ساقط ہو گیا اگرچہ بارہویں کے بعد کیا ہو۔ (عالمگیری: جز: 1، ص: 245)

مسئلہ

حیض ونفاس والی کے لئے خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجد کے باہر سے ہو ان کے لئے حرام ہے۔

(عالمگیری: جز: 1، ص: 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

باب: احرام کے دوران خوشبو لگانا

یہ باب احرام کے دوران خوشبو لگانے کے حکم میں ہے۔

1483 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهِ قَبْلَ اَنْ يُحْرِمَ وَلِاِحْلَالِهِ قَبْلَ اَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگاتی تھی اور احرام کھولنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرنے سے قبل بھی لگاتی تھی۔

(مسند اسحاق بن راہویہ: ج:2،ص:381، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:8،ص:477)

1484 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيصِ الْمِسْكِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نورانیت کو اب بھی دیکھ رہی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1484)

مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

احرام کے ارادہ کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے اور اگر احرام باندھنے کے بعد بدن سے وہ خوشبو آتی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔ تابعین کی اکثریت اور جمہور فقہاء کرام اور محدثین اس کے قائل ہیں۔ آئمہ میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ ہے اس کے برخلاف بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، زہری اور امام محمد بن حسین شیبانی کا نظریہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو

لگانا جائز نہیں ہے۔(شرح للنواوی: ج:1،ص:378)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم احرام باندھنے سے پہلے اپنے چہروں پر خوشبو دار مشک کو ملتے تھے اس کے بعد احرام باندھتے تھے پھر ہم کو پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع نہیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے اور ہم اپنی پیشانیوں پر خوشبو دار مشک لگاتے جب ہمیں پسند آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث مبارکہ سنن ابوداؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر صریح دلالت ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کے آثار باقی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(عمدۃ القاری: ج:9،ص:158)

احناف کی دلیل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو محسوس کی تو فرمایا یہ خوشبو کس سے آرہی ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! یہ خوشبو مجھ سے آرہی ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنی زندگی کی قسم! تم سے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو لگائی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے وقت خوشبو لگائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ اور جا کر انہیں خوشبو دھونے کی قسم دو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور انہوں نے اس خوشبو کو دھو دیا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور مسند بزار میں دھونے کے حکم کے بعد یہ اضافہ ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حاجی بکھرے ہوئے بالوں والا اور خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبودار ہوتا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں لیکن ان میں سے سلیمان بن یسار کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے اور مسند بزار کی حدیث مبارکہ متصل الاسناد ہے لیکن اس میں ابراہیم بن یزید خوزی نام کا راوی متروک الحدیث ہے۔(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج:3،ص:218)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّلْبِيْدِ

باب: سر کے بال جمانا

یہ باب سر کے بال جمانے کے حکم میں ہے۔

1485 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ يَّعْنِيْ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا

سالم یعنی ابن عبداللہ اپنے والدمحترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوسر کے بال جمائے لبیک کہتے ہوئے سنا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:9،ص:161،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:36،سنن النسائی: جز:9،ص:34،صحیح البخاری: جز:5،ص:430)

1486 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَاْسَهُ بِالْعَسَلِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے سر کے بال شہد سے جمائے۔

(مستدرک: جز:1،ص:619،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:14،ص:264)

شرح: تلبید کس کو کہتے ہیں؟

احرام باندھنے کے وقت سر کے بالوں میں گوند کا پانی یا اسی قسم کی کوئی چیز لگانا تا کہ احرام کی حالت میں بال منتشر نہ ہوں اس کو تلبید کہتے ہیں۔

مذاہب اربعہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بحالت احرام تلبید جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ممنوع کہ یہ سر ڈھکنے کے حکم میں ہے۔ یہ حدیث مبارکہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہاں تلبید لغوی معنیٰ میں ہے یعنی بالکل مطلقاً جمع کر لینا انہیں پریشان نہ رکھنا۔ (مرأۃ المناجیح: جز:4،ص:126)

حنبلیہ کے نزدیک تلبید مطلقاً جائز ہے اور مالکیہ کے نزدیک تلبید یسیر جس سے تغطیہ راس لازم نہ آئے جائز ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

☆ قوله عن ابن عمر رضى الله عنهما۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے اور ہجرت بھی پہلے کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اسی وجہ سے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ ایمان لائے اس وقت وہ کم سن اور نابالغ تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی۔ اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نہیں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں ان کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس غزوہ میں شریک تھے اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے۔ وہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف بہت میلان تھا انہوں نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حضرت حبیب سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں کہا مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کوئی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے بکثرت حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے بسا اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔ حجاج نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اسی زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چھیاسی (86) سال تھی۔

(اسد الغابہ: جز:3،ص227 تا230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے۔ بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سالہ تھے۔ بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متبع سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر لیا سواء حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کئے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور 73 تہتر میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے تین ماہ بعد وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طوی میں دفن کئے گئے مہاجرین کے قبرستان میں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا آپ نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔ وہ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کر دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا اس نے ایک شخص سے کہا اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی۔ چوراسی یا چھیاسی سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْهَدْيِ

باب: ہدیٰ کے متعلق

یہ باب ہدیٰ کے متعلق ہے۔

1487 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنِ ابْنِ إِسْحَقَ الْمَعْنَى قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ ابْنَ اَبِيْ نَجِيْحٍ حَدَّثَنِيْ مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْدٰى عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ هَدَايَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا كَانَ لِاَبِيْ جَهْلٍ فِيْ رَاْسِهِ بُرَةُ فِضَّةٍ قَالَ ابْنُ مِنْهَالٍ بُرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ زَادَ النُّفَيْلِيُّ يَغِيظُ بِذٰلِكَ الْمُشْرِكِيْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے جانور ساتھ لے کر تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانوروں میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کی نتھ میں چاندی کا چھلہ تھا۔ ابن منہال کا بیان ہے کہ سونے کا چھلہ۔ نفیلی نے اضافہ کیا ہے کہ مشرکین کو جلانے کے لئے کیا تھا۔

(مستدرک: جز:1، ص:639، معجم الکبیر: جز:11، ص:91، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5، ص:185)

شرح: ہدیٰ کا معنیٰ

حج یا عمرہ کرنے والا جس جانور کو اپنے ساتھ اس نیت سے لے جائے کہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے گا تو اس کو ہدیٰ کہتے ہیں۔

ابوجہل کا اونٹ بطور غنیمت جنگ بدر سے ملا تھا

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابوجہل کا یہ اونٹ جنگ بدر میں بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لیا تھا اس سال مکہ مکرمہ اسے لے جانا مشرکین کو جلانے کے لئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی کاموں سے مشرکوں کو جلانا بھی عبادت ہے۔ قربانی گائے میں یہ راز بھی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **لیغیظ بھم الکفار**

شعر

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل   یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

بعض روایات میں ہے کہ

تانبے کی بالی اس کے سر میں تھی ہوسکتا ہے کہ اس کی ناک، کان وغیرہ میں مختلف سوراخ ہوں کسی سوراخ میں سونے کی بالی ہو، کسی میں چاندی کی، کسی میں تانبے کی روایات متعارض نہیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:4، ص:191)

☆ **اھدیٰ عام الحدیبیه فی هدایا رسول الله صلی الله علیه وسلم**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ جو اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مشرکین مکہ مکرمہ نے مقام حدیبیہ میں آپ کو روک

لیا یعنی 6ھ میں اسی سال آپ اپنے ہمراہ ہدیٰ لے گئے تھے۔ بھیجنے سے مراد خود لے جانا ہے کیونکہ حضور انور ﷺ نے ہدیٰ کے جانور حدیبیہ میں ہی ذبح کر دیئے تھے کہ وہ جگہ حدود حرم میں ہے مکہ معظمہ میں نہیں بھیجے تھے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اہدیٰ کے معنیٰ بیان کئے جائیں۔ حضور ﷺ ہدیٰ لے گئے تا کہ یہ دھوکہ نہ پڑے کہ حضور انور ﷺ تو خود حدیبیہ میں رہ گئے اور ہدیٰ مکہ مکرمہ میں بھیج دی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:4،ص:191)

صلح حدیبیہ کس ہجری میں ہوا؟

صلح حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا اور اسی سال رسول اللہ ﷺ ہدیٰ ساتھ لے گئے تھے اور ذبح کر دیا تھا۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

غزوہ حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:3،ص:330)

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد چھ سال تک مسلمان مشرکین مکہ کے ساتھ مختلف جنگوں میں مشغول رہے اور مہاجرین اور انصار اس عرصہ میں مشرکین کی دشمنی کے باعث مکہ مکرمہ میں جا کر حج وعمرہ کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ ہجرت کے چھٹے سال نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرنے کا قصد فرمایا یہ ذو القعدہ کا مہینہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:3،ص:330)

صلح حدیبیہ کا تذکرہ اور ہدیٰ کو نحر کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم لوگ فتح مکہ مکرمہ کو فتح شمار کرتے ہو بے شک فتح مکہ مکرمہ بھی فتح تھی لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے تھے جو حدیبیہ کے دن ہوئی تھی ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ چودہ سو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس سے پانی نکالا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا۔ نبی کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچی آپ ﷺ اس کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگایا یا آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا پھر کلی کی اور دعا کی پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا پھر اس کنویں میں اس قدر پانی آ گیا جو ہمیں اور ہماری سواریوں کے لئے کافی تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4150)

مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت ہے کہ

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ایک مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: خالد بن ولید قریش کے چند سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں سو تم ذات الیمین کی جانب سے سفر کرو۔ پس خالد کو مسلمانوں کے جال کا کوئی پتہ نہیں چلا پھر جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو قریش کو خبر پہنچانے گئے اور نبی کریم ﷺ بہ دستور سفر کرتے رہے حتیٰ کہ جب آپ ثنیۃ اعراء پر پہنچے جس گھاٹی سے لوگ مکہ مکرمہ میں اترتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی مسلمانوں نے اس کو اٹھانے کے لئے کہا "حل حل" لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ

اٹھی۔ مسلمانوں نے کہا قصواء اڑ گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اس کو اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک لیا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کے مطالبہ کو پورا کردوں گا پھر آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کھڑی ہوگئی پھر نبی کریم ﷺ مسلمانوں سے ایک طرف نکل گئے حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے پر پہنچ گئے جہاں نمد (کم پانی کا چشمہ) تھا۔ مسلمان اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے حتیٰ کہ پانی ختم ہوگیا پس مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے لشکر میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس کو پانی میں ڈال دیں پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اس چشمہ سے پانی ابلنے لگا اور اس سے لوگ سیراب ہو گئے وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ آئے یہ تہامہ کے رہنے والے تھے اور نبی کریم ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اپنے پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیرہ پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ان کے ساتھ بہ کثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں اور ان کے ساتھ اور اونٹنیاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور وہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اور وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم یہاں پر عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں اور بے شک جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے اور اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت کا تعین کر دیتا ہوں اور اس مدت میں وہ مجھے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیں پھر اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں اور اگر میں اس دین کی تبلیغ میں (بالفرض) کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھ سے مامون ہو جائیں گے اور اگر وہ میری اس پیش کش کو قبول نہیں کرتے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تو میں اس دین کی تبلیغ پر ان سے ضرور جنگ کروں گا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ فرمائے گا۔ بدیل نے کہا: میں نے ان کو اس طرح، اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس نے ان کو نبی کریم ﷺ کا پورا پیغام سنایا۔ پھر عروہ بن مسعود کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: کیا تم میری اولاد کے حکم میں نہیں ہو؟ قریش نے کہا: کیوں نہیں! پھر کہا کیا میں تمہارے باپ کے حکم میں نہیں ہوں؟ پھر کہا کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! پھر کہا۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے تمہاری خاطر اہل عکاظ کو (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی تھی اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے تمام گھر والوں کو تمہاری حمایت میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ قریش نے کہا: کیوں نہیں! تمہاری سب باتیں درست ہیں۔ تب اس نے کہا: اس شخص نے تمہارے سامنے مناسب پیش کش کی ہے تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں ان سے بات

کروں۔ قریش نے کہا تم جاؤ۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے اسی طرح بات کی جس طرح بدیل سے بات کی تھی۔ اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ فرمائیے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا ہو اور اگر اس کے برخلاف صورت حال ہوئی یعنی آپ کے اور قریش کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو میں آپ کے ساتھ جن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں یہ سب بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ جائیں گے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عروہ کو شتم کرتے ہوئے کہا۔ تو لات کی فرج کو چوس۔ کیا ہم نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں؟ اس نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ مسلمانوں نے کہا: یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تب اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک جواب نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا اور عروہ جب نبی کریم ﷺ سے بات کرتا تھا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کو پکڑتا تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سراقدس کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا پس جب بھی عروہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے اور اس کے ہاتھ کو نبی کریم ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھنے سے روکتے۔ عروہ نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ مسلمانوں نے کہا یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ نے کہا: اے عہد شکن کیا میں اب تک تیرے بھرنے بھر نہیں رہا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جو لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا پھر عروہ کن اکھیوں سے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتے رہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! جب بھی نبی کریم ﷺ نے بلغم تھوکا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا پھر اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا پھر جب آپ ﷺ کسی کام کا حکم ارشاد فرمایا کرتے تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو وہ سب آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے لئے ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو وہ سب آپ ﷺ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کو سر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ عروہ واپس اپنے اصحاب کے پاس گئے اور کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کسی بادشاہ کے اصحاب اس بادشاہ کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ جب بھی بلغم تھوکتے ہیں تو وہ ان کے کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر ملتا ہے اور جب وہ انہیں کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس

طرح ٹوٹ پڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ سب ان کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک قابل عمل تجویز رکھی ہے تم کو چاہئے کہ تم اس کو قبول کر لو پھر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا: اچھا تم جاؤ۔ پس جب اس نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لے آؤ۔ پھر قربانی کے اونٹ اس کے سامنے لائے گئے اور مسلمان اللھم لبیک اللھم لبیک کہنے لگے اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا۔ سبحان اللہ ان لوگوں کو بیت اللہ جانے سے نہیں روکنا چاہئے۔ پھر قریش میں سے مکرز بن حفص نام کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ مجھے ان کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا: اچھا تم جاؤ۔ جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مکرز ہے اور یہ بہت برا آدمی ہے پھر وہ نبی کریم ﷺ سے بات کرنے لگا پس جس وقت وہ آپ سے بات کر رہا تھا تو سہیل بن عمرو آ گیا۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا۔

زہری کی روایت میں ہے کہ

پھر سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا: آپ اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھیں۔ نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: لکھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سہیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے سوا اور کچھ نہیں لکھیں گے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم باسمك اللهم لکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے۔ سہیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے لیکن آپ لکھیں محمد بن عبداللہ۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم نے جھٹلایا ہے۔ تم محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہو گی تو میں ان کا مطالبہ پورا کر دوں گا۔ پھر اس سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شرط پر کہ تم ہمارے لیے بیت اللہ کو خالی کر دو گے اور ہم اس کا طواف کر لیں گے۔ سہیل نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا ورنہ عرب کہیں گے

کہ ہم نے دباؤ میں آ کر صلح کی ہے لیکن آپ آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے سو اس کو لکھ دیا گیا اور اس شرط پر کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! ایک مسلمان کو کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا؟ حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آیا ہے۔ ابھی ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابوجندل بن سہیل بن عمرو آ گئے۔ ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ ان کو گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقوں کی طرف سے بھاگ کر آئے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے گرا دیا۔ سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں اس معاہدہ کے مطابق آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہماری طرف واپس کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے ابھی تک اس شرط کو معاہدہ میں درج نہیں کیا ہے۔ سہیل نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ سے کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا: میں اس کو آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ بلکہ تم ایسا کر لو۔ اس نے کہا: میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا: چلو ہم اس کو آپ ﷺ کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کس مصیبت کا سامنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے کی پاداش میں سخت عذاب دیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے؟ میں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو بے شک تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! وہ بے

شک ضرور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب عزوجل کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا پس تم ان کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں لیکن کیا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس سال بیت اللہ جا کر اس کا طواف کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنی اس عجلت کی تلافی کے لئے بہت نیک اعمال کئے اور جب معاہدہ لکھنے سے فراغت ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اٹھو اور اونٹوں کو نحر کرو پھر اپنے سر مونڈ لو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ ارشاد دہرایا پس جب ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کی خبر دی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجام کو بلوائیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر گئے اور کسی سے بات نہ کی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کر دیا اور آپ نے اپنے حجام کو بلایا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ دیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ نحر کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کا حال دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ وہ مارے رنج و غم کے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ج فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ط وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ط ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o"

(الممتحنۃ:10)

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انہیں آزما لیا کرو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ وہ مومن عورتیں کفار کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کفار ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں اور کفار نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ تم ان کو ادا کر دو اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بہ شرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر دو اور اے مسلمانو!

تم کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور تم نے جو ان کے مہر پر خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ اس کو طلب کریں یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت علم والا حکمت والا ہے۔"

اسی دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی جو اب تک شرک کی حالت میں تھیں ان میں سے ایک نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کرلیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کرلیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ پھر قریش میں سے ایک شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش نے ان کی تلاش میں دو آدمی بھیجے اور کہا۔ آپ نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے اس کے مطابق ان دونوں کو واپس کر دیجئے آپ نے معاہدہ کے موافق حضرت ابو بصیر کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا وہ دونوں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو کھجوریں کھانے کے لئے سواریوں سے اترے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ ہے۔ دوسرے آدمی نے وہ تلوار میان سے نکالی اور کہا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تلوار بہت عمدہ ہے۔ میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا مجھے بھی تو دکھایئے۔ اس شخص نے وہ تلوار ان کے قبضہ میں دے دی۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا حتیٰ کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دوسرا آدمی فرار ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ بھاگ کر مدینہ پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا: یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا ساتھی تو مارا گیا اور لگتا ہے میں بھی مارا جاؤں گا۔ پھر حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری سے بری کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں تم پر افسوس کرے اگر اس کے ساتھ اس کا کوئی مددگار ہوتا تو تم نے تو جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پھر مشرکین کی طرف لوٹانے والے ہیں پھر حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چلے گئے اور ساحل سمندر کی طرف آ گئے اور حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر والوں کو قید سے چھڑا کر ان کے ساتھ آ ملے پھر قریش کا جو شخص بھی اسلام قبول کرتا وہ مدینہ منورہ جانے کے بجائے ساحل سمندر کی طرف چلا جاتا اس طرح وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت بن گئی۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کو مشرکین کے جس قافلہ کے متعلق بھی یہ خبر ملتی کہ وہ (تجارت کے لئے) شام جا رہا ہے تو وہ راستہ میں اس قافلہ پر حملہ کر کے قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کا مال ومتاع بہ طور مال غنیمت کے لے آتے پھر قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دہائی دی اور صلہ رحم کا واسطہ دیا اور (اپنی شرائط واپس لے کر) کہا: اب جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا وہ مامون ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ (الفتح:24)

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے سرزمین مکہ میں تم کو کافروں کے ہاتھوں سے بچایا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ آیات یہاں تک نازل ہوئیں۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (الفتح:26)

جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کی جگہ دی اور وہ زمانہ جاہلیت کا تعصب تھا۔

اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ انہوں نے یہ اقرار نہیں کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور انہوں نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کا اقرار نہیں کیا اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2731 تا 2732)

شرائط

صحیح البخاری کی اس طویل حدیث مبارکہ میں صرف ان شرائط کا ذکر ہے۔

1- مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔

2- جو مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ چلا جائے مسلمانوں پر لازم ہو گا کہ اس کو مکہ مکرمہ واپس کر دیں۔

ان شرائط کے علاوہ اور شرائط یہ ہیں جن کا ذکر حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ (چھ ذوالحجہ) ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو اہل مکہ مکرمہ نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روک دیا اور اس پر صلح کی کہ آپ (اگلے سال) مکہ مکرمہ میں صرف تین دن رہیں جب یہ شرائط لکھی گئیں تو مسلمانوں نے لکھا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر (سیدنا) محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔ مشرکین نے کہا ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو (عمرہ کرنے سے) بالکل منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "رسول اللہ" کے لفظ کو کاٹ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں "رسول اللہ" کے لفظ کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مکتوب کو اٹھایا اور آپ ﷺ مہارت سے نہیں لکھتے تھے پھر آپ ﷺ نے لکھا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ نے لکھا ہے۔

1- مکہ مکرمہ میں کوئی شخص (کھلے) ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا مگر تلوار میان میں ہوگی۔

2- اور اہل مکہ مکرمہ میں سے کسی شخص کو نکالا نہیں جائے گا خواہ وہ آپ کی اتباع کرنا چاہتا ہو۔

3- اور اگر آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مکہ مکرمہ میں رہنا چاہے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا پھر جب آئندہ سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور تین دن گزر گئے تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: تم اپنے نبی سے کہو کہ وہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4251)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے کہ دس سال تک لوگوں کو جنگ سے دور رکھا جائے اور ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے فتنہ کو روکیں کہ جو شخص قریش میں سے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس قریش کی اجازت کے بغیر چلا جائے گا اس کو قریش کے پاس واپس بھیجا جائے گا اور جو شخص (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے قریش کے پاس چلا جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور ہم ایک دوسرے کے خلاف عداوت ظاہر نہیں کریں گے اور جو قبیلہ چاہے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف ہو جائے اور جو چاہے وہ قریش کا حلیف ہو جائے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو جائے پھر خزاعہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور ان کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے۔ (السیرۃ النبویہ مع الروض الانف: جز: 4، ص 50 تا 52)

ایمان افروز واقعہ

حدیبیہ کے مقام پر ایمان کو ذوق دینے والا واقعہ بھی پیش آیا جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تاکہ آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پکڑ لیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے اور ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو مکہ مکرمہ بھیجیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ مکرمہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت عداوت رکھتے ہیں لیکن میں آپ کو ایک شخص

بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس نے ان کو پناہ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کرلو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں میں طواف کرنے والا نہیں ہوں پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بند کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس قوم سے جنگ میں مقابلہ نہ کریں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے بلایا پھر ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کی ہے یعنی تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ۔

ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

امام ابن ہشام بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویۃ علی ہامش الروض الانف: جز: 4، ص 47 تا 48)

امام محمد بن عمر واقد متوفی 207ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفارت کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے تو مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے اب وہ طواف کرلیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم کو یہاں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر ہمارے بغیر بیت اللہ کا طواف کرلیں۔ مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے ہوں گے ان کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے

کیا چیز مانع ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا گمان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک کہ ہم طواف نہ کرلیں پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا۔تم نے بیت اللہ کا طواف کر کے اپنی پیاس بجھالی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے متعلق بہت برا گمان کیا ہے۔اگر میں وہاں مکہ مکرمہ میں ایک سال بھی رہتا اور نبی کریم ﷺ یہاں حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ ﷺ کے بغیر کبھی طواف نہ کرتا مجھے قریش نے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔تب مسلمانوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہیں اور ہم سب سے اچھا گمان کرنے والے ہیں۔(کتاب المغازی: جز:2،ص 601 تا 602)

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ وہ حدیبیہ کا سال ہے جس میں نبی کریم ﷺ قربانی کے جانور لے کر گئے اور مقام حدیبیہ پر شرائط کے بعد نحر فرما دیئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ هَدْيِ الْبَقَرِ

باب: گائے کی ہدیٰ

یہ باب گائے کی ہدیٰ کے بیان میں ہے۔

1488 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ عَنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً وَّاحِدَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر آل محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کی۔

(سنن ابن ماجہ: جز:9،ص:291، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:353، صحیح ابن حبان: جز:9،ص:319، مسند احمد: جز:53،ص:72)

1489 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ عَمَّنِ اعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کرنے والی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی

جانب سے ایک گائے ذبح فرمائی۔

(مستدرک: ج:1، ص:639، سنن ابن ماجہ: ج:9، ص:289)

شرح:

حجۃ الوداع کے موقع پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ پہنچنے سے تھوڑا سا پہلے حیض آنا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا عمرہ نہیں کر سکیں بہر حال فسخ عمرہ کی وجہ سے ان کا بھی دم ادا کرنا تھا لہٰذا ایک گائے کی ہدیٰ تو تمام کی طرف سے کافی نہیں ہو سکتی۔ صحیح بخاری کی روایت میں صرف لفظ البقرہ آیا ہے اور واحدہ کی تصریح بھی نہیں ہے جبکہ سنن ابوداؤد کی روایت میں بقرۃ واحدۃ کی تصریح ہے اسی طرح نسائی میں بھی ہے اس لیے اشکال ہو گا کہ ایک گائے نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے کس طرح کافی ہو سکتی ہے؟

یہ اشکال نسائی اور مسلم کی روایات سے دور ہو جاتا ہے جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذبح رسول اللہ ﷺ عن عائشة بقرہ، یعنی دو بقرہ ذبح فرمائیں ایک تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اور دوسری دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے میں بقیہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی شامل فرمالیا ہو گا۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں نحر النبی ﷺ من نسائه بقرة فی حجته

یعنی نبی کریم ﷺ نے اپنے حج میں اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کی۔

اس کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہ دوسرا واقعہ ہے جو حج میں ہوا اور یہ قربانی نہیں کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ حضور انور ﷺ حج میں مسافر تھے بلکہ یہ حج کا دم ہے نحر بمعنی ذبح ہے کیونکہ گائے کو نحر کرنا منع ہے اگر حضور انور ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے دی ہے تو یہ حضور انور ﷺ کی خصوصیات سے ہے آپ ﷺ نے تو اپنی ساری امت کے فقراء کی طرف سے ایک بکری بھی قربانی دی ہے فقراء کروڑوں ہیں اور اگر یہ گائے کچھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے تھی اور کچھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ان سواونٹوں میں شریک فرما لیا ہو تو یہ عمومی حکم ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی بناء پر فرماتے ہیں: ایک گائے تمام گھر والوں کی طرف سے درست ہے اگر چہ سات سے زیادہ ہوں مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کہ اس میں وہ احتمالات ہیں جو عرض کیے گئے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:187)

ہدیٰ کے متعلق ضروری مسائل

ہدیٰ کے متعلق ضروری مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ:1

ہدیٰ اس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لئے حرکو لے جایا جائے یہ تین قسم کے جانور ہیں 1-بکری اس میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہے۔2-گائے بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔

3-اونٹ ہدیٰ کا ادنیٰ درجہ بکری ہے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی منت مانی اور معین نہ کی تو بکری کافی ہے۔
(درمختار ورد المختار: جز:4،ص:41)

مسئلہ:2

قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدیٰ کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ دنبہ چھ مہینہ کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ، گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔(درمختار: جز:4،ص:42)

مسئلہ:3

اونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈال دینا مسنون ہے اور بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں مگر صرف شکرانہ یعنی تمتع و قران اور نفل اور منت کی قربانی میں سنت ہے احصار اور جرمانہ کے دم میں نہ ڈالیں۔

(عالمگیری: جز:1،ص:261)

مسئلہ:4

ہدیٰ اگر قران یا تمتع کا ہو تو اس میں سے کچھ کھا لینا بہتر ہے یونہی اگر نفل ہو اور حرم کو پہنچ گیا ہو اور اگر حرم کو نہ پہنچا تو خود نہیں کھا سکتا۔فقراء کا حق ہے اور ان تین کے علاوہ نہیں کھا سکتا اور جسے خود کھا سکتا ہے مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے نہیں تو نہیں اور جس کو کھا نہیں سکتا اس کی کھال وغیرہ سے بھی نفع نہیں لے سکتا۔(درمختار: جز:4،ص:45)

مسئلہ:5

ہدیٰ کا گوشت حرام کے مساکین کو دینا بہتر ہے اس کی نکیل اور جھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں ہاں اگر اسے بطور تصدیق دیں تو حرج نہیں۔

مسئلہ:6

اگر وہ دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دوہے اور تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا کرے کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دوہنے سے ضرر ہوگا تو دوہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھا لیا یا غنی کو دے دیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت مساکین پر تصدق کرے۔(عالمگیری: جز:1،ص:261)

مسئلہ:7

اگر وہ بچہ جنے تو بچہ کو تصدق کر دے یا اسے بھی اس کے ساتھ ذبح کر دے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا یا ہلاک کر دیا تو قیمت کو تصدق کرے اور اس قیمت سے قربانی کا جانور خرید لیا تو بہتر ہے۔(عالمگیری: ج:1،ص:261)

مسئلہ:8

غلطی سے اس نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے اسی کے جانور کو تو دونوں کی قربانیاں ہوگئیں۔
(لباب المناسک:ص:474)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابو هريره رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جس قدر آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے اس قدر کسی اور صحابی کے نام میں اختلاف نہیں ہے۔ابوہریرہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ رہے اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوسی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کا نسب ''دوس بن عرنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد'' سے متعلق ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔

1-عبداللہ بن عامر، 2-بریر بن عشرقہ
3-سکین بن دومتہ، 4-عبداللہ بن عبدشمس
5-عبدشمس، 6-عبدنہم
7-عبدغنم، 8-عبدعمر بن عبدغنم
9-عمرو بن علی الاقلاس۔

بہرحال اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تبدیل کر دیا تھا اس میں بھی دو قول ہیں۔عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری آستین میں بلی دیکھ کر فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے اپنی چادر بچھائی پھر آپ ﷺ نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان کیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ مدینہ منورہ میں رہے اور وہیں وفات ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ میں فوت ہوئے۔

ہیثم بن عدی نے کہا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: ج:5، ص315 تا 319)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْإِشْعَارِ
باب: اشعار کے متعلق

یہ باب اشعار کے بیان میں ہے۔

1490 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ اَبُوْ الْوَلِيدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِبَدَنَةٍ فَاَشْعَرَهَا مِنْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْاَيْمَنِ ثُمَّ سَلَتَ عَنْهَا الدَّمَ وَقَلَّدَهَا بِنَعْلَيْنِ ثُمَّ اُتِيَ بِرَاحِلَتِهِ فَلَمَّا قَعَدَ عَلَيْهَا وَاسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنٰى اَبِي الْوَلِيدِ قَالَ ثُمَّ سَلَتَ الدَّمَ بِيَدِهِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ هَمَّامٌ قَالَ سَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا بِاُصْبُعِهِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مِنْ سُنَنِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ الَّذِي تَفَرَّدُوا بِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے مقام پر ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر اپنے بدنہ کو طلب فرما کر کوہان کی سیدھی طرف اشعار فرمایا۔ پھر اس سے خون خارج کر دیا اور اس کے گلے میں دو نعلین کو لٹکا دیا پھر اپنی سواری کی جانب تشریف لے آئے پس جب اس پر تشریف فرما ہو کر مقام بیداء پر تشریف لا کر حج کا تلبیہ فرمانے لگ گئے۔

شعبہ نے اس حدیث مبارکہ کو معناً روایت کر کے کہا پھر اپنے ہاتھ مقدس کے ساتھ خون بہا دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ہمام نے روایت کر کے کہا اپنی انگلی مبارک کے ساتھ خون خارج فرما دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اہل بصرہ سے ہے جن میں وہ تفرد ہیں۔

(معجم الکبیر: جز:12، ص:204، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5، ص:232)

1491 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَّهُمَا قَالَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهُ وَاَحْرَمَ

عروہ نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کیا ہے کہ

دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تشریف لے گئے پس جب ذوالحلیفہ پر پہنچے تو ہدیٰ کو تقلید فرمایا

اس کا اشعار فرمایا اور احرام باندھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:5،ص:235، سنن النسائی: ج:9،ص:206، شعب الایمان: ج:5،ص:472، صحیح البخاری: ج:6،ص:158)

1492 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى غَنَمًا مُقَلَّدَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقلدہ بکریوں کی قربانی فرمائی۔

(مسند احمد: ج:52،ص:212، مسند اسحاق بن راہویہ: ج:3،ص:844، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:10،ص:111)

شرح: اشعار کا معنیٰ

اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کو چھری یا کسی اور دھار دار آلہ سے زخمی اور اس کا خون بہانا اشعار کہلاتا ہے۔

علامہ شمس الدین سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحسن ہے اور اگر اشعار کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نشتر یا دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کی دو جانبوں میں سے ایک جانب کی کھال کو کاٹا جائے حتیٰ کہ اس سے خون نکلے پھر اس میں اس کے کوہان کو لتھڑا جائے اس عمل کو اشعار کہتے ہیں کیونکہ اس سے ہدیٰ کی علامت قائم ہو جاتی ہے اور اشعار کا معنیٰ اعلام ہے۔

ابن ابی لیلیٰ کہتے تھے کہ

کوہان کی بائیں جانب اشعار کیا جاتا ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اونٹوں میں اشعار کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اشعار مروی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل اشعار کو مکروہ قرار نہیں دیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اشعار کو کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ بکثرت احادیث مبارکہ سے اشعار کا ثبوت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ بہت گہرائی میں نشتر کو گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا تھا خاص طور پر حجاز کی گرمیوں میں لہٰذا انہوں نے عام لوگوں کو اس سے روکنے کے لئے یہ کہا کہ اشعار مکروہ ہے کیونکہ وہ اشعار کو صحیح طریقہ سے نہیں کرتے تھے لیکن جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہوں بایں طور کہ اونٹ کی کھال کاٹیں اور اس کا گوشت نہ کاٹیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (المبسوط: ج:4،ص:138)

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شرح میں لکھتے ہیں:

☆ صلی الظهر بذی الحلیفه الخ

1- حج وداع کے موقع پر اور یہیں سے احرام باندھا یہ جگہ اہل مدینہ کا میقات ہے جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل فاصلہ پر ہے اب اسے بیر علی کہتے ہیں۔

☆ثم دعا بناقته (ببدنة)فاشعرها الخ

2- یہ اونٹنی ہدیٰ کی تھی من جملہ دیگر اونٹنیوں کے۔ اہل جاہلیت ہدیٰ کے جانور کا کوہان چیر کر اس کا کوہان خون سے رنگ دیتے تھے اور گلے میں جوتا ڈال دیتے تھے تا کہ یہ ہدیٰ کی علامت ہو کوئی ڈاکو و چور اس پر حملہ نہ کرے اور اگر یہ جانور راستہ میں تھک کر رہ جائے کہ اسے وہیں ذبح کرنا پڑ جائے تو اس کا گوشت اس علامت کی بناء پر صرف فقراء کھائیں امیر نہ کھائیں چونکہ اس کام میں کوئی برائی نہ تھی فائدہ ہی تھا اس لیے اسلام نے اسے باقی رکھا یہ فصد و ختنہ اور زخم پر داغ لگانے کی طرح ہے۔ ہمارے امام صاحب نے مطلقاً اشعار (کوہان چیرنا) کو منع نہ فرمایا بلکہ اپنے زمانہ کے اشعار کو منع کیا کہ لوگ اتنا گہرا گھاؤ لگاتے تھے جو ہدیٰ میں سرایت کر جاتا تھا اور مکہ مکرمہ پہنچتے پہنچتے اس میں کیڑے پڑ جاتے تھے غرضیکہ جسے اشعار کرنا نہ آئے اسے مکروہ ہے۔ دیکھو آج عموماً اونٹ کو ذبح کرتے ہیں نحر نہیں کرتے کیونکہ نحر جانتے نہیں حالانکہ اونٹ میں نحر سنت ہے۔ خیال رہے کہ اشعار صرف اونٹ اور گائے میں ہوگا بکری میں نہ ہوگا کیونکہ وہ کمزور ہے اس میں صرف ہار ڈالا جائے گا۔

☆ اهل با الحج

3- یعنی احرام کے سارے کام غسل، تبدیلی لباس اور نوافل تو پہلے ادا کر لیے مگر بلند آواز سے تلبیہ اب کہا جائے گا یہاں فقط حج کا ذکر ہے مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مسلم، بخاری میں ہے حج و عمرہ کا ذکر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا شاید اس راوی نے لفظ عمرہ سنا نہیں یا اس کا ذکر نہیں کیا کہ حج مقصود ہے اور عمرہ تابع۔ (مرأۃ المناجیح: ج:4، ص:186)

☆ اهدیٰ غنمًا مقلدة

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک تو یہ کہ بکری کی ہدیٰ بھی جائز ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ بکری کا اشعار نہ ہوگا بلکہ اسے صرف ہار یعنی رسی میں جوتا ڈال کر پہنایا جائے گا اس پر تمام آئمہ کرام متفق ہیں۔ تیسرا یہ کہ بکری کی ہدیٰ میں ہار پہنانا سنت ہے اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

تقلید کا باب کون سے محدثین نے باندھا

☆ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نے صرف اشعار کا باب باندھا ہے تقلید کا باب نہیں باندھا جبکہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اور دوسرے محدثین نے اس کے کئی ابواب باندھے ہیں جبکہ تقلید غنم کا ایک مستقبل باب قائم فرمایا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تبدِيلِ الْهَدْيِ

باب: ہدیٰ کا تبدیل ہونے کا بیان

یہ باب ہدیٰ کے تبدیل ہونے کے حکم میں ہے۔

1493 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحِيمِ خَالِدُ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ خَالُ مُحَمَّدٍ يَّعْنِيْ ابْنَ سَلَمَةَ رَوٰى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَهْمِ بْنِ الْجَارُوْدِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَهْدٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَجِيبًا فَاُعْطِيَ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَاُعْطِيْتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَفَاَبِيْعُهَا وَاَشْتَرِيْ بِثَمَنِهَا بُدْنًا قَالَ لَا انْحَرْهَا اِيَّاهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا لِاَنَّهٗ كَانَ اَشْعَرَهَا

سالم بن عبداللہ اپنے والدمحترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بختی اونٹ کو ہدیٰ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی تین سو دینار دینے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک بختی اونٹ ہدیٰ کیا ہے تو کیا میں اس کو تین سو دینار کے بدلے میں فروخت کر دوں اور اس کی قیمت کے بدلہ میں اور اونٹ خریدلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: خاص اسے ہی نحر کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس وجہ سے کہ اس کا اشعار ہو گیا تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1493)

شرح: بختی اونٹ

☆ **قوله اهدىٰ عمر بن خطاب نجيبا ۔**

بختی کی جمع بخت آتی ہے اور مؤنث کے لئے بختیہ آتا ہے بختی اونٹ اس کو کہا جاتا ہے جو خالص عربی نہ ہو بلکہ عربی اور عجمی نسل کے اختلاط سے پیدا ہوا ہو اس کو خراسانی بھی کہا جاتا ہے۔

ہدیٰ واجب اور ہدیٰ تطوع

ہدیٰ واجب کی تبدیلی جائز ہے اور ہدیٰ تطوع کی تبدیلی جائز نہیں اس لیے کہ ہدیٰ واجب کا تعلق تو آدمی کے ذمہ ہے جو بہر حال اس کو دینی ہے اور ہدیٰ تطوع شراء سے یا نیت کرنے سے متعین ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس کی تبدیلی جائز نہیں۔

بظاہر اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اونٹ ہدیٰ تطوع سے ہوگا مگر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ ایک اور

بیان فرمائی ہے کہ اونٹ کا اشعار ہو چکا تھا مگر یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ہے۔ جبکہ احناف نے مسئلہ پہلے بیان کر دیا کہ ہدیٰ واجب کی تبدیلی جائز ہے اور ہدیٰ تطوع کی تبدیلی جائز نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ بَعَثَ بِهَدْيِهِ وَاَقَامَ

باب: جو ہدیٰ بھیجے اور خود بیٹھ جائے

یہ باب ہدیٰ بھیجنے اور خود نہ جانے کے حکم میں ہے۔

1494 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي ثُمَّ اَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا اِلَى الْبَيْتِ وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلًّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیوں کے ہار بٹے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اشعار کیا اور اس کو تقلید کر کے پھر ہار پہنا کر بیت اللہ کی طرف بھیج دیئے اور خود مدینہ منورہ تشریف فرما رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وجہ سے کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال تھی۔

1495 حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَاَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ہدیٰ روانہ فرماتے تو اس کے ہدیٰ کے واسطے میں ہی ہار بانٹتی پھر اس میں سے کسی چیز سے نہ بچتے جن میں سے محرم بچتا ہے۔

1496 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ زَعَمَ اَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا جَمِيْعًا وَلَمْ يَحْفَظْ حَدِيْثَ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا وَلَا حَدِيْثَ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا قَالَا قَالَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَدْيِ فَاَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا بِيَدِي مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا ثُمَّ اَصْبَحَ فِيْنَا حَلَالًا يَاْتِي مَا يَاْتِي

الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ

ابن عون نے قاسم بن محمد اور ابراہیم سے روایت کیا ہے انہوں نے دونوں سے سنا کہ مگر یاد نہیں رہا کہ اس حدیث کا کون سا حصہ ان کا ہے اور کون سا ان کا ہے۔ دونوں نے کہا ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیٰ کو بھیجا تو میں نے اس کے واسطے روئی کے ہار اپنے ہاتھ سے تقسیم کیے جو کہ ہمارے پاس تھی۔ پھر ہم میں حلال کام میں اسی طرح رات بسر فرماتے جس طرح آدمی اپنی اہلیہ کے پاس بسر کرتا ہے۔

شرح:

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

جس شخص نے حج اور عمرہ کے احرام کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ ہدیٰ لے گیا وہ صرف میقات سے اس کے گلے میں قلادہ ڈالے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے اس طرح جس شخص نے بیت اللہ میں ہدیٰ بھیجنے کا ارادہ کیا اور حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں کیا اور وہ اپنے شہر میں ٹھہرا اس کے لئے جائز ہے کہ ہدیٰ میں قلادہ ڈالے اور اپنے شہر میں اس میں اشعار کرے پھر اس کو روانہ کردے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو ہجری میں روانہ کیا تھا اور اس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو نہ کسی اور چیز کو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ اہل فتویٰ کا یہی مسلک ہے اور ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا رد کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں ہدیٰ روانہ کرے تو جس وقت وہ ہدیٰ کے گلے میں قلادہ ڈالے گا اس وقت سے اس پر احرام لازم ہو جائیگا اور جب تک بیت اللہ میں اس کی ہدیٰ ذبح نہیں ہو جائے گا اس پر ان تمام چیزوں سے اجتناب لازم ہو جائے گا جس سے محرم مجتنب ہوتا ہے۔

تابعین میں شعبی نخعی، ابوالشعثاء، مجاہد، حسن بن ابی الحسن اور ابن سیرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی متابعت کی ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:10، ص:38)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب

☆ **قوله كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يهدى من المدينة فافتل قلائد** الخ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تھی کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہدیٰ بھیجنے والے کو محرم مانتے ہیں اور فرماتے ہیں: جب تک مکہ معظمہ میں اس کی ہدیٰ ذبح نہ ہو جائے تب تک یہ تمام ممنوعات احرام سے بچے ان کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ ہدیٰ بھیجنے سے انسان محرم نہیں ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا شاید ان بزرگوں کو یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی تھی۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا

☆ قول عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمٰن سعد ابن زرارہ کی صاحبزادی ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کی پرورش کی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی رہیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ عبدالرحمٰن سعد بن زرارہ کی دختر ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش کی۔آپ نے ان سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت کیں۔103 ایک سو تین میں وفات ہوئی۔(مرأۃ المناجیح:جز:8،ص:589)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ رُكُوبِ الْبُدْنِ

باب: ہدیٰ کے جانور پر سوار ہونے کا بیان

یہ باب ہدیٰ کے جانور پر سوار ہونے کے متعلق ہے۔

1497 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِى الثَّانِيَةِ اَوْ فِى الثَّالِثَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا جو ہدیٰ کو ہانکے جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے اوپر سوار ہو جاؤ۔اس نے عرض کیا یہ تو بدنہ ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوسری یا تیسری بار کہ تیرے اوپر افسوس ہے کہ اس پر سوار ہو۔

(سنن ابن ماجہ:جز:9،ص:245،سنن البیہقی الکبری:جز:5،ص:236،سنن النسائی:جز:9،ص:182،شرح السنۃ:جز:1،ص:982)

1498 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُو الزُّبَيْرِ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْىِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا

ابو زبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ہدیٰ پر سوار ہونے کے بارے میں استفسار کیا

تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جب اس کے علاوہ کوئی سواری نہ پاؤ تو مجبوری کے طور پر سوار ہو جاؤ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:236،سنن النسائی: جز:5،ص:177)

شرح: مذاہب آئمہ کرام

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں درج ذیل چھ مذاہب ہیں۔

1- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

2- امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی ایک قول ہے۔

3- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر بغیر ضرورت کے سوار ہونا مکروہ ہے۔

4- علامہ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ اونٹ پر بقدر ضرورت سوار ہو جب ضرورت پوری ہو جائے تو اتر جائے۔

5- علامہ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز نہیں ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے صحیح وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب ہدایہ نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

6- بعض ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا واجب ہے ان لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بظاہر امر کو دیکھ کر یہ قول کیا ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:10،ص 29 تا 30)

ہدیٰ کو بدنہ کہنے کی وجہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ہدیٰ کو بدنہ اس لیے کہتے ہیں: مسلمان ایسے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرتے تھے جیسے آج بعض شوقین اپنی قربانی سال بھر تک کھلا پلا کر موٹی کرتے ہیں۔ بدنہ کے معنیٰ ہیں ڈیل ڈول والا جانور اسی لیے بکری کو بدنہ نہیں کہتے صرف اونٹ یا گائے کو کہتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ

وہاں بھی اونٹ اور گائے ہی مراد ہے۔(مرآۃ المناجیح:جز:4،ص:188)

ہدیٰ پر سامان لادنے میں مذاہب اربعہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہدیٰ پر سامان لادنا ضرورۃً بھی جائز نہیں۔امام شافعی،امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ہے۔(مرآۃ المناجیح:جز:4،ص:188)

مسئلہ

ہدیٰ کے جانور پر بلاضرورت سوار نہیں ہوسکتا نہ اس پر سامان لادسکتا ہے اگرچہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہو یا سامان لادا اور اس کی وجہ سے اس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا محتاجوں پر تصدق کرے۔(عالمگیری:جز:1،ص:261)

حضرت ابوالزبیر رحمۃ اللہ علیہ

قولہ ابی الزبیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں بہت پائے کے عالم تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت سنی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ کا نام محمد ابن مسلم ہے تابعی ہیں مکی ہیں وسیع العلم عالم ہیں۔آپ نے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ سنی ہیں۔125ھ میں وصال فرمایا۔(مرآۃ المناجیح:جز:4،ص:188)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

آپ کا نام محمد ابن اسلم ہے مکی ہیں حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ ہیں۔125 میں وفات ہے۔(مرآۃ المناجیح:جز:8،ص:581)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ

باب: جب ہدیٰ ذبح کے مقام پر پہنچنے سے قبل ہلاک ہو

یہ باب ہدیٰ کے ذبح کے مقام پر پہنچنے سے قبل ہلاک ہونے کے حکم میں ہے۔

1499 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَاجِيَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِهَدْيٍ فَقَالَ اِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَانْحَرْهُ ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَهُ فِيْ دَمِهٖ ثُمَّ خَلِّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ

حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معیت میں ہدیٰ کے جانور روانہ فرمائے تو ارشاد فرمایا: ان میں کوئی ہلاک ہونے لگ جائے تو اس کو نحر کر دینا۔ پھر اس کے خون میں جوتا داغ لینا پھر اس کو لوگوں کے کھانے کے واسطے چھوڑ دینا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:5، ص:243)

1500 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَهٰذَا حَدِيْثُ مُسَدَّدٍ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانًا الْاَسْلَمِيَّ وَبَعَثَ مَعَهُ بِثَمَانَ عَشْرَةَ بَدَنَةً فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ اُزْحِفَ عَلَيَّ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ تَنْحَرُهَا ثُمَّ تَصْبُغُ نَعْلَهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْهَا عَلٰى صَفْحَتِهَا وَلَا تَاْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اَوْ قَالَ مِنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ الَّذِيْ تَفَرَّدَ بِهٖ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَوْلُهُ وَلَا تَاْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ رُفْقَتِكَ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلٰى صَفْحَتِهَا مَكَانَ اضْرِبْهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ اِذَا اَقَمْتَ الْاِسْنَادَ وَالْمَعْنٰى كَفَاكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں اسلمی کو روانہ فرمایا اور اس کی معیت میں اٹھارہ اونٹ بھیجے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو اگر ان میں سے کوئی کم ہوتا ہوا دکھائی دے تو نحر کر دینا۔ پھر جوتی اس کے خون میں داغ کر اس کی گردن پر تھاپ دینا۔ اس میں سے نہ تو اور نہ تمہارے ساتھ گوشت کھائیں یا ارشاد فرمایا: تمہارے رفقاء میں سے۔ اور عبدالوارث کی حدیث مبارکہ میں فرمایا۔ پھر اس کے سینہ پر تھاپنے کے مقام پر تھاپو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ابوسلمہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم نے اسناد اور معنیٰ کو درست کر لیا تو تمہیں کفایت کرے گا۔

(صحیح ابن حبان: ج:9، ص:332، مسند احمد: ج:4، ص:304، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:29، ص:356)

1501 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَّيَعْلَى ابْنَا عُبَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُم قَالَ لَمَّا نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ فَنَحَرَ ثَلَاثِينَ بِيَدِهِ وَاَمَرَنِي فَنَحَرْتُ سَائِرَهَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اونٹ نحر فرمائے تو تیس کو اپنے مقدس ہاتھ سے نحر فرمایا اور مجھے حکم فرمایا تو میں نے بقیہ تمام کو ذبح کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:238، مسند احمد: جز:3،ص:309، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:30،ص:306)

1502 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيسٰى ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا عِيسٰى وَهٰذَا لَفْظُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ قَالَ عِيسٰى قَالَ ثَوْرٌ وَّهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي وَقَالَ وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ اِلَيْهِ بِاَيَّتِهِنَّ يَبْدَاُ فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا قَالَ فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ اَفْهَمْهَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ كَمْ صَلٰوةُ الِاسْتِسْقَاءِ

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا دن نحر کا دن ہے پھر قر کا دن اور وہ دوسرا دن ہے اور ارشاد فرمایا: پانچ یا چھ اونٹ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر کیے گئے تو ہر اونٹ دوسرے اونٹوں سے آپ ﷺ کے قریب ہو جاتا کہ آغاز اسی سے کیا جائے پس جب وہ اپنی کروٹوں کے بل لیٹ گئے تو آپ ﷺ نے آہستہ سے کلام فرمایا جس کو میں نہیں سمجھ سکا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چاہے کاٹ لے۔

(مستدرک: جز:4،ص:246، معجم الکبیر: جز:3،ص:44، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:237، صحیح ابن حبان: جز:7،ص:51)

1503 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَزْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ غُرْفَةَ بْنَ الْحَارِثِ الْكِنْدِيِّ قَالَ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاُتِيَ بِالْبُدْنِ فَقَالَ ادْعُوْا لِي اَبَا حَسَنٍ فَدُعِيَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم فَقَالَ لَهُ خُذْ بِاَسْفَلِ الْحَرْبَةِ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَاهَا ثُمَّ طَعَنَا بِهَا فِي الْبُدْنِ فَلَمَّا فَرَغَ رَكِبَ بَغْلَتَهُ وَاَرْدَفَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم

عبداللہ بن حارث ازدی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ کوارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حجۃ الوداع پر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قربانی کے اونٹ حاضر کیے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا کر لے آؤ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کوارشاد فرمایا: تم برچھے کا نچلا حصہ قابو کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اوپری حصہ خود پکڑا پھر اس سے اونٹ نحر فرمائے۔ پس جب فراغت پائی تو اپنے خچر پر تشریف فرما ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ردیف بنالیا۔

(معجم الاوسط: جز:3،ص:173، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:238، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:49،ص:73)

شرح: مذاہب اربعہ

جو ہدیٰ چلنے سے معذور ہو اور ذبح کے مقام سے قبل ہلاک ہونے کا خوف ہو تو اس کو ذبح کرنے یا نہ کرنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

قربانی کا جو جانور راستہ میں تھک گیا ہے اگر واجب ہے تو اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے گا اور اگر وہ جانور اس کی ملکیت ہے تو جو چاہے کرے اور اگر نفل ہے تو اس کو ذبح کردے اور وہ اور اغنیاء اس جانور کو نہیں کھا سکتے۔ (المغنی: جز:3،ص:285)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جب قربانی کا جانور چلنے سے معذور ہو جائے تو اس کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر نفلی قربانی ہے تو اس جانور کے مالک کو اختیار ہے چاہے اس کو بیچ دے یا ذبح کردے خود کھائیں یا کسی کو کھلا دیں اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی ملک ہے اور اگر وہ قربانی نذر کی ہے تو جانور کے مالک پر اس کو ذبح کرنا لازم ہے اور اگر اس نے جانور کو یونہی چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ جانور مر گیا تو اس شخص پر اس جانور کی ضمانت لازم ہے جیسے کوئی شخص امانت کی حفاظت میں کوتاہی کرے تو اس پر ضمان لازم آتی ہے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے قلادہ والی جوتی کو خون میں رنگ کر اس کے کوہان کی ایک جانب تھاپ دے اور پھر اس کو اسی جگہ چھوڑ دے تا کہ وہاں سے گزرنے والے جان لیں کہ یہ ہدیٰ کا جانور ہے اور اس کو کھالیں۔قربانی بھیجنے والے اور اس کو لے جانے والے کے لئے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح

اغنیاء کے لئے بھی اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہدیٰ مساکین کے لئے ہوتی ہے اور غیر مساکین کے لئے اس کا کھانا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ قربانی لے جانے والے کے ساتھیوں کے علاوہ جو فقراء ہوں وہ اس کو کھا سکتے ہیں۔ ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ سفر کے دوران کھانے پینے میں شریک رہتے ہوں اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھیوں سے مراد قافلہ کے تمام شرکاء ہیں اگر یہ شبہ ہو کہ اگر قربانی کرنے والا اور اس کے ساتھی نہ کھائیں اور چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر اس کو جنگلی جانور کھا جائیں گے اور اس سے مال ضائع ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال ضائع نہیں ہوگا کیونکہ عام طور پر جنگلوں میں رہنے والے خانہ بدوش اور دیہاتی لوگ منازل حج میں سفر کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں کھا لیتے ہیں۔
(شرح للنواوی: جز:1، ص:426)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کرنے والے کو کھانے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں وہ کھانے کے شوق میں بلا عذر قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دے اس لئے آپ نے اس دروازے کو بند کرنے کے لئے قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کو ذبح شدہ جانور کے کھانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔

علامہ وشتانی قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

اگر واجب ہدیٰ قربانی سے پہلے چلنے سے معذور ہو جائے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اور اغنیاء اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ قربانی کرنے والا اس کی جگہ دوسری قربانی کرے گا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ منع کرتے ہیں اور جمہور اجازت دیتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:3، ص:415)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جب قربانی کا جانور راستہ میں چلنے سے عاجز آ جائے تو اگر وہ قربانی نفلی ہو تو اس کو ذبح کر دے اور اس کے ہار والے جوتے کو اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوہان کے ایک پہلو پر مارے اور خود اس میں سے نہ کھائے نہ اس کے علاوہ کوئی اور غنی کھائے۔ کیونکہ حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم دیا تھا اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس علامت سے لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ ہدیٰ ہے اور فقراء اس میں سے گوشت لے کر کھا لیں گے اور اغنیاء نہ کھائیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کھانے کی اجازت اس بات پر موقوف ہے کہ ہدیٰ حرم میں پہنچ جائے اس لئے وہاں پہنچنے سے پہلے ہدیٰ حلال نہیں ہوتی مگر یہ کہ فقراء پر صدقہ کرنا اس کو جنگلی جانوروں کے لئے راستہ میں چھوڑ جانے سے افضل ہے جبکہ صدقہ کرنے میں عبادت کا پہلو بھی ہے اور اگر قربانی واجب ہو تو دوسرے جانور کو اس کے بدلہ میں خرید ے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے کیونکہ اب یہ اس کی باقی

املاک کی طرح ایک ملکیت ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز:3،ص:84)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر جانور حرم کو لے جارہا تھا راستہ میں مرنے لگا تو اسے وہیں ذبح کر ڈالے اور خون سے اس کا ہار رنگ دے اور کوہان پر چھاپا لگا دے تا کہ اسے مالدار لوگ نہ کھائیں فقراء ہی کھائیں پھر اگر وہ نفل تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا جانور لے جانا ضروری نہیں اور اگر واجب تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا جانور لے جانا واجب ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب آگیا کہ قربانی کے قابل نہ رہا تو اسے جو چاہے کرے اور اس کے بدلے دوسرا لے جائے جبکہ واجب ہو۔ (درمختار: جز:4،ص:49)

جانور چوری ہونے پر حکم

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جانور چوری ہو گیا اس کے بدلے کا دوسرا خریدا اور اسے ہار ڈال کر لے چلا پھر وہ مل گیا تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کی قربانی کر دے اور اگر پہلے کی قربانی کی اور دوسرے کو بیچ ڈالا تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر پچھلے کو ذبح کیا اور پہلے کو بیچ ڈالا تو اگر وہ اس کی قیمت میں برابر تھا یا زیادہ تو کافی ہے اور کم ہے تو جتنی کمی ہوئی صدقہ کر دے۔ (عالمگیری: جز:1،ص:261)

ہدیٰ کو صاحب ہدیٰ اور امیر کب کھا سکتے ہیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اگر ہدیٰ کا جانور حرم شریف میں پہنچ کر وقت پر ذبح ہو تو اسے ہدیٰ والا بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے امیر و غریب بھی لیکن اگر راستہ میں ہی ذبح کرنا پڑ جائے تو ہدیٰ والا بھی نہ کھائے کوئی امیر بھی نہ کھائے یہ صدقہ ہے صرف فقراء کھائیں جیسے قربانی کا جانور اگر قربانی کے دنوں میں ذبح ہو تو قربانی والا اور سارے مسلمان امیر و غریب کھائیں اگر وقت سے پہلے ذبح کرنا پڑ جائے تو بعض صورتوں میں صرف فقراء کھا سکتے ہیں قربانی والا اور امراء نہیں کھا سکتے اور بعض صورتوں میں اس کے احکام جداگانہ ہیں۔ حضور انور ﷺ نے ناجیہ ابن جندب اور ان کے ساتھیوں کو کھانے سے اس لئے منع فرمایا: یہ سب حضرات غنی تھے ان میں فقیر کوئی نہ تھا۔ (مراۃ المناجیح: جز:4،ص:189)

حدیث حضرت عبد اللہ بن قرط کی شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

☆ ان اعظم الایام الخ

یعنی قربانی کے دنوں میں سب سے افضل دن دسویں بقر عید ہے یا عشرہ ذی الحجہ میں یہ دن افضل ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے بعض میں ہے کہ ماہ رمضان کا عشرہ افضل ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان

میں سے سب ہی افضل ہوں مختلف جہات سے لہٰذا حدیث واضح ہے۔

☆ **قوله يوم النحر ثم يوم القر وهو اليوم الثاني** الخ

یعنی بقرعید کی گیارہویں چونکہ دسویں بقرعید کو حجاج مزدلفہ سے منیٰ پہنچتے ہیں اور بارہویں کو منیٰ سے مکہ معظمہ روانہ ہو جاتے ہیں اس لئے انہیں یوم النحر کہا جاتا ہے اور گیارہویں کو حجاج منیٰ میں ہی ٹھہرے رہتے ہیں اسی لیے اس کو یوم القر کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے تین دنوں میں افضل دن دسواں پھر گیارہواں پھر بارہواں اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ سال کے ایام میں عرفہ افضل۔

☆ **فطفقن يزدلفن اليه بايتهن يبدا** الخ

یعنی ہر اونٹ چاہتا تھا کہ حضور میری قربانی پہلے کریں اور آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونے کا شرف مجھے حاصل ہو اس لئے ہر ایک اپنی گردن پیش کرتا تھا۔

شعر

ہم آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف — بامید زانکہ روزے بشکار خواہی آمد

(مرآۃ المناجیح: ج: 4، ص: 192)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن علی** رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور داماد ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوطالب کے صاحبزادے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سرتاج ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ ان کے والد کا نام عبد مناف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔ ہاشم کا نام عمرو ہے ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی اور داماد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا سیدۃ نساء العلمین ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے۔ حضرت علی، جعفر، عقیل اور طالب سے چھوٹے تھے۔ کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اہل کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بار مہاجرین کا اور ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا اور ہر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:16)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے اور لات اور عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابوطالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کرلوں۔

رسول اللہ ﷺ نے خود اعلان کرنے سے پہلے اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور لات و عزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوطالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور ﷺ کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ جب حضرت ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے کہا:

سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لوگوں پر اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 18)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں مجتمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ کہا کہ جس مکان میں آپ ﷺ رات کو آرام فرما رہتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ کے بستر پر لیٹیں اور آپ کی سبز چادر کو اوڑھ لیں پھر رسول اللہ ﷺ گھر کے دروازے سے نکل گئے درآں حالیکہ کفار آپ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا۔ ان کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ ابورافع نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات آپ کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم ﷺ کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا: اگر محمد (مصطفیٰ ﷺ) جاتے تو علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی ساتھ لے جاتے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے جب نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور ان کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون رس رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا، لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا کی پھر وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

علامہ محمد بن محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قرآن مجید کی آیت "الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ" جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے ایک درہم انہوں نے رات میں خرچ کیا، ایک دن میں، ایک پوشیدہ طریقہ سے اور ایک ظاہراً۔

زر بن حبیش سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور تم سے بغض صرف منافق رکھے گا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ عزوجل! علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دکھانے سے پہلے مجھ پر موت طاری نہ کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

طائف کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کافی دیر تک سرگوشی میں ان سے بات کی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے عم زاد سے بہت طویل کلام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں ان سے بات کی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے عم زاد سے بہت طویل کلام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا یہ کلام اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس روایت کی گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے خم کے تالاب کے پاس فرمایا: کیا میں مومنوں کی روحوں سے زیادہ اولیٰ نہیں ہوں اور کیا میری ازواج مومنوں کی مائیں نہیں ہیں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ارشاد فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ عزوجل! اس سے محبت کر جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور اس سے بغض رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم اس حال میں صبح کو اٹھتے ہو کہ مومن کو تم محبوب ہوتے ہو۔

ابن ظالم فرماتے ہیں:

ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا۔ میں جتنی محبت علی رضی اللہ عنہ سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو پھر یہ حدیث مبارکہ بیان کی کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر جنت کی بشارت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

(اسد الغابہ: جز: 4، ص 25 تا 30)

غزوات میں شرکت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے البتہ صرف غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔

حضرت سعید بن میسب سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آ کر ان کو اٹھاتے تھے۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک فرماتے ہیں:

تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جھنڈا لے لیتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جنگ خیبر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔

ایک قول ہے محمد بن مسلمہ نے جھنڈا لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کو فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں پھر ان کی آنکھوں میں دست شفا پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا جنگوں کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داستان

بہت طویل ہے۔ (اسد الغابہ: جز:4،ص:19)

زہد وتقویٰ

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن حنیف سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تمہیں دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: جز:4،ص 23 تا 24)

خلافت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی ومہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔

اسماعیل خطمی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

حضرت ابن مسیّب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا: اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہوگا پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ہم آپ سے زیادہ اور کسی شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہونگے۔

حضرت عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص 30 تا 33)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا علم

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بہ کثرت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محمد، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابورافع، حضرت صہیب، حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوسریحہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت سفینہ، حضرت ابوجحیفہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عمرو بن حریث، حضرت ابولیلیٰ، حضرت براء بن عازب، حضرت عمارہ بن رویبہ، حضرت بشر بن سہیم، حضرت ابوالطفیل، حضرت عبداللہ بن ثعلبہ، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت عبدالرحمن بن اشیم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کثیر تابعین نے آپ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(اسد الغابہ: جز:4،ص:23)

شہادت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: تم کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ رنگین نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: قوم کا سب سے بد بخت شخص تم کو قتل کریگا جیسے قوم ثمود کے بد بخت آدمی نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین اشخاص کو قتل کریں گے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ ابن ملجم نے کہا میں علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔ برک نے کہا میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔ اور عمرو بن بکیر نے کہا میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔ وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن نجرہ اشجعی کو اپنا ہمراز بنایا اور اس کو ساتھ لیا جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا۔ اے علی رضی اللہ عنہ حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے تمہاری نہیں ہے۔ ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔ جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو میں اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹے گئے، اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: جز:4،ص 34 تا 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَيْفَ تُنْحَرُ الْبُدْنُ

باب: اونٹ کو نحر کس طرح کرے؟

یہ باب اونٹ کو نحر کرنے کی کیفیت میں ہے۔

1504 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ وَاَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ كَانُوْا يَنْحَرُوْنَ الْبَدَنَةَ مَعْقُوْلَةَ الْيُسْرٰى قَائِمَةً عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا

ابو الزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کا بایاں پاؤں باندھتے بقیہ پاؤں کو کھڑا رہنے دیتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 5، ص: 237، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 24، ص: 393)

1505 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ اَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمِنًى فَمَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَنْحَرُ بَدَنَتَهٗ وَهِيَ بَارِكَةٌ فَقَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زیاد بن جبیر کا بیان ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں منیٰ کے اندر تھا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا جبکہ وہ اپنے اونٹ کو نحر کرنے والا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اس کو اٹھاؤ پاؤں باندھو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 6، ص: 253، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 5، ص: 237، صحیح مسلم: جز: 6، ص: 482، مسند احمد: جز: 9، ص: 263)

1506 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم قَالَ اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَاَقْسِمَ جُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا وَاَمَرَنِي اَنْ لَا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا وَّقَالَ نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹوں کے پاس کھڑے ہونے اور جھول اور کھال کو بانٹنے کا حکم ارشاد فرمایا اور مجھے حکم ارشاد فرمایا: ذبح کرنے والے کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے اور ارشاد

فرمایا: اس کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیتے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:9، ص:294، مسند ابی عوانہ: جز:2، ص:314)

شرح: نحر اور ذبح میں فرق

نحر کہتے ہیں لبہ یعنی سینہ کے قریب کی عروق کے قطع کرنے کو نیزہ وغیرہ سے یا تیز دھار آلہ سے کہ جس سے ایک ہی بار کام تمام ہو جائے اور ذبح کہتے ہیں ٹھوڑی کے نیچے عروق کاٹنے کو جس میں عادتاً مکرر سہ کر ہاتھ چلانا پڑتا ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ نحر کا محل عنق سے نیچے ہے اور ذبح کا محل اعلیٰ العنق ہے۔ اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے لکھا ہے۔

نحر کرنے کی دو صورتیں

نحر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

1- ایک کھڑا کر کے نحر کرنا، 2- دوسرا بٹھا کر نحر کرنا۔

اس میں افضل کھڑا کر کے نحر کرنا ہے کیونکہ یہی سنت سے ثابت ہے۔

ذبح کی جگہ نحر اور نحر کی جگہ ذبح کرنا

جس میں نحر ہے اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے اور جس میں ذبح ہے اس کو نحر کیا جا سکتا ہے مگر یہ خلاف سنت ہے البتہ داؤد ظاہری اس کو ممنوع کہتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے اور ایک روایت میں مکروہ تحریمی ہے اور ایک روایت میں مباح ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے اور گائے اور بکری میں ذبح کرنا سنت ہے۔

مسئلہ

ذکاۃ شرعی کی دو قسمیں ہیں۔

1- اختیاری، 2- اور اضطراری

ذکاۃ اختیاری کی دو قسمیں ہیں۔

1- ذبح، 2- نحر

ذکاۃ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے جو بیان کی جائیں گی حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں اونٹ کو نحر کرنا اور گائے، بکری کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ (عالمگیری: جز:5، ص:285، درمختار: جز:9، ص:491)

قصاب کو کھال وغیرہ بطور مزدوری دینا

قوله وامرني ان لا اعطي الجزار منها شيئا الخ

اور مجھے حکم ارشاد فرمایا: قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قصاب کی مزدوری ہم اپنے پاس سے دیتے تھے۔

قصاب کو کھال یا گوشت بطور اجرت نہیں دے سکتے کیونکہ اس کو اجرت میں دینا گویا کہ بیچنے کے ہی معنیٰ میں ہے۔

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنیٰ میں ہے۔ (ہدایہ، جز:2، ص:361)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ وَقْتِ الْإِحْرَامِ

باب: احرام باندھنے کا وقت

یہ باب احرام باندھنے کے وقت کے بارے میں ہے۔

1507 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِيْ ابْنَ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُصَيْفُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَزَرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ يَّا اَبَا الْعَبَّاسِ عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَوْجَبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِذٰلِكَ اِنَّهَا اِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةً وَّاحِدَةً فَمِنْ هُنَاكَ اخْتَلَفُوا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَلَمَّا صَلّٰى فِيْ مَسْجِدِهٖ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ اَوْجَبَ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَاَهَلَّ بِالْحَجِّ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ فَسَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ فَحَفِظْتُهُ عَنْهُ ثُمَّ رَكِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ اَهَلَّ وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ وَّذٰلِكَ اَنَّ النَّاسَ اِنَّمَا كَانُوْا يَاْتُوْنَ اَرْسَالًا فَسَمِعُوْهُ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ يُهِلُّ فَقَالُوْا اِنَّمَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ ثُمَّ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ فَقَالُوْا اِنَّمَا اَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اَوْجَبَ فِيْ مُصَلَّاهُ وَاَهَلَّ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ وَاَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ قَالَ سَعِيْدٌ فَمَنْ اَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَهَلَّ فِيْ مُصَلَّاهُ اِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اے ابوالعباس! میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف کی بناء پر آیا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے واجب ہونے پر کب زیب تن اقدس فرمایا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں لوگوں سے اس کو زیادہ جانتا ہوں۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حج فرمایا اسی وجہ سے اختلاف ظاہر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے واسطے تشریف لے گئے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد میں دو رکعت ذوالحلیفہ کو ادا فرمالیں تو اسی مجلس کے اندر ہی واجب فرمالیا دو رکعات سے جب فراغت پالی تو حج کا اہلال فرمایا۔ اس کو قوم نے سنا تو اس کو حفظ کرلیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے تو جب اونٹ سیدھا ہو گیا تو اسی وقت اہلال فرمایا اس کو بعض قوم نے جان لیا اور لوگ گروہوں کے اندر تقسیم تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اونٹ کے سیدھے ہوتے ہی اہلال کرتے ہوئے سن لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے پس جب بیداء کی چڑھائی پر چڑھے تو اہلال فرمایا تو کافی لوگوں نے اہلال کو سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیداء کی چڑھائی پر چڑھ رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصلّٰی کے اوپر واجب کرلیا تھا اور اہلال اونٹنی پر سوار ہوتے وقت کرلیا اور بیداء کی چڑھائی پر چڑھتے وقت اہلال کیا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کچھ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو لے کر اپنے مصلّٰی پر دو رکعات سے فراغت پا کر اہلال کیا۔

(مستدرک: جز:1 ص:620، مسند احمد: جز:5 ص:272، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:28 ص:218)

1508 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْدَاؤُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تُكَذِّبُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

سالم بن عبداللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ بیداء وہ جگہ ہے جس کے بارے میں تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب غلط منسوب کرتے ہو۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پاس یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔

(معجم الاوسط: جز:12 ص:297)

1509 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ اِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّاُ فِيهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ

عبید بن جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن چار افعال وہ کرتے دیکھ رہا ہوں جس کو آپ کے اصحاب نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا اے ابن جریج! وہ کون سے ہیں؟ کہا میں دیکھتا ہوں کہ آپ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو مس کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں سبت کے جوتے پہنے دیکھتا ہوں اور میں تمہیں زرد خضاب لگائے ہوئے دیکھتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں تو لوگ رویت ہلال دیکھتے ہی احرام باندھتے ہیں اور آپ اہلال نہیں فرماتے حتیٰ کہ آٹھویں ذوالحجہ کو فرماتے ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رہا ارکان تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں یمانی رکن کو مس کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور رہے سبت کے جوتے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جوتے مقدسہ پہنتے ہوئے دیکھا جن کے اوپر بال ہی نہیں ہوا کرتے اور انہی میں وضو فرمالیتے پس میں ان کو پہننا محبوب جانتا ہوں۔ رہا زردی والا مسئلہ تو میں نے بھی اسی خضاب کو محبوب جانا۔ رہا احرام باندھنے کا مسئلہ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری چل پڑتی۔

(صحیح ابن حبان: ج:9، ص:78)

1510 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ اَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتّٰى اَصْبَحَ فَلَمَّا رَكِبَ

رَاحِلَتُهٗ وَاسْتَوَتْ بِهٖ اَهَلَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی چار رکعات مدینہ منورہ میں ادا فرمائیں اور عصر کی دو رکعات ذوالحلیفہ میں ادا فرمائیں پھر ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی حتیٰ کہ صبح ہوگئی پس جب تشریف فرما ہوئے اور مطمئن ہو کر تشریف فرما ہو گئے تو اہلال فرمایا (یعنی لبیک فرمایا)

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:38، صحیح البخاری: جز:5،ص:440، مسند احمد: جز:30،ص:59، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:18،ص: 226)

1511 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَلَمَّا عَلَا عَلٰى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری پر تشریف فرما ہوئے تو جب بیداء نامی پہاڑ پر چڑھے تو اہلال فرمایا۔

(سنن النسائی: جز:9،ص:120)

1512 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ يَعْنِي ابْنَ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَآئِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَتْ قَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ طَرِيْقَ الْفُرْعِ اَهَلَّ اِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ وَاِذَا اَخَذَ طَرِيْقَ اُحُدٍ اَهَلَّ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ

عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرع کے راستے پر روانہ ہوتے تو اپنی سواری کے سیدھے ہونے پر اہلال (احرام) باندھا کرتے پس جب احد کے راستے پر چلتے تو بیداء نامی پہاڑ پر چڑھ کر اہلال فرماتے (احرام باندھتے)

(مستدرک: جز:1،ص:621، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:5،ص:38)

شرح: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا موقف

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح فرما دیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ کیا تھی اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی ابتداء مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کی جگہ سے کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز:1،ص:362)

احرام کے متعلق ضروری ابحاث

یہاں پر احرام کے متعلق ضروری ابحاث بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: احرام سے قبل خوشبو لگانے میں آئمہ کرام کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

احرام کے ارادہ کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے اور اگر احرام باندھنے کے بعد بدن سے وہ خوشبو آتی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے۔ حضرت سعید بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔ تابعین کی اکثریت اور جمہور فقہاء اور محدثین اس کے قائل ہیں۔ آئمہ کرام میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ابویوسف، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور داؤد وغیرہم کا بھی یہی نظریہ ہے اس کے برخلاف بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین، امام مالک، زہری اور امام محمد بن حسن شیبانی کا نظریہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے قبل بھی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔
(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 378)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

احناف کی تائید میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم احرام باندھنے سے قبل اپنے چہروں پر خوشبودار مشک کو ملتے تھے اس کے بعد احرام باندھتے تھے پھر ہمیں پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع نہیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے اور ہم اپنی پیشانیوں پر خوشبودار مشک لگاتے جب ہمیں پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور منع نہیں فرماتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

یہ حدیث مبارکہ سنن ابوداؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر صریح دلالت ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کے آثار باقی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 9، ص: 158)

دوسری بحث: ناواقفیت کی بناء پر خوشبو لگے ہوئے کپڑے کو پہننے کے حکم میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے بھولے سے یا ناواقفیت کی بناء پر خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس پر فدیہ ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 37)

تیسری بحث: حیض ونفاس والی عورت کے احرام باندھنے میں آئمہ کرام کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حیض ونفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے اوران کا احرام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ آئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے البتہ غیر مقلدین اس غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ حیض ونفاس والی عورت حج یا عمرہ کے تمام افعال کرے گی البتہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا تھا "طواف کے سوا حج کے سارے افعال کرو۔" (شرح للنواوی: ج:1،ص:385)

چوتھی بحث: رکن یمانی کو بوسہ دینا

☆ قولہ لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمس الا الیمانین الخ

یہ الفاظ تو ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مگر آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "واللہ لقد علمت انك حجر ولولا انی رایت رسول اللہ ﷺ یقبلك ما قبلتك" اللہ تعالیٰ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس بارے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں۔

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی کا قول

اس قول کی شرح میں علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے ہارون عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کیا تو حجر اسود سے متوجہ ہو کر کہا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا! اس کا ثبوت کس سے ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن مجید سے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ

اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے

اقرار کرایا۔ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں اور ان سے اس کا عہد و پیمان لیا اور اس کو ایک کاغذ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: منہ کھول۔ اس نے منہ کھولا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ کاغذ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے قیامت کے دن اس کی گواہی دینا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور جو شخص اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا پس اے امیر المومنین یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں جس میں اے ابوالحسن تم نہ ہو۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

یہ حدیث مبارکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ ان دونوں نے ابوہارون عمارہ بن جوین عبدی کی احادیث مبارکہ روایت نہیں کیں اور دوسرے محدثین نے کہا ہے کہ ابوہارون کو تمام لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور آئمہ کی ایک جماعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے الغرض یہ حدیث ضعیف ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بھی تعظیم کا مستحق ہو اس کو بوسہ دینا چاہئے خواہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے منبر اور آپ ﷺ کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے بعض حنبلیوں نے اس نقل کی صحت کو مستبعد قرار دیا ہے اور ابن ابی صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف (قرآن مجید) اور صالحین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے۔

(شرح الموطا: جز:2، ص:287)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ تھی کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء پر برانگیختہ کیا جائے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بوسہ دینے کی وجہ صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اس سے ان کی غرض نو مسلموں کو توحید پر مستقیم رکھنا تھی کیونکہ یہ لوگ پتھروں سے محبت کرتے آئے تھے اور ان کی تعظیم کرتے رہے تھے اور ان کی تعظیم سے نفع کی امید اور تعظیم میں کوتاہی سے ضرر کا خوف رکھتے تھے اور بت پرستی کا یہ زمانہ ابھی زیادہ نہیں گزرا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ انہیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر کہیں کوئی شخص دھوکہ کھا جائے اور اس پر حق و باطل میں التباس اور اشتباہ ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ یہ کام تو ہم اسلام لانے سے پہلے بھی کرتے تھے۔ اسلام میں یہی چیزیں ہیں

اس لئے انہوں نے ظاہر کیا یہ پتھر بذاتہ نفع دیتا ہے نہ نقصان ہر چند کہ حجر اسود میں شریعت کی اتباع کرنے سے اجر وثواب کا نفع ہوگا اس لئے ان کے اس قول کا معنیٰ یہ ہے کہ اس پتھر کو نفع دینے میں یا ضرر پہنچانے پر قدرت نہیں ہے اور یہ پتھر بھی ایک مخلوق ہے جیسی اور مخلوقات میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے ایام میں یہ کلمات کہے تا کہ ہر جگہ کے لوگ یہ کلمات سن لیں اور تمام شہروں میں یہ بات پہنچ جائے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص412 تا 413)

علامہ احمد قسطلانی کا قول

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن جو چیز اس میں مشروع ہے اس پر عمل کرنے سے نفع اور ثواب ہوگا۔ اس کے بعد علامہ قسطلانی نے حاکم سے ابو ہارون عبدی کی وہ روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ

ہارون عبدی ضعیف راوی ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ

ابن ابی شیبہ نے مسند ابی بکر رضی اللہ عنہ کے آخر میں ایک روایت درج کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے تھے میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان پھر آپ نے اس کو بوسہ دیا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

اس اسناد کی تحقیق کرنی چاہئے اگر اس حدیث کی سند صحیح ہے تو حاکم کی روایت قطعاً باطل قرار پائے گی کیونکہ جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یہ نفع اور ضرر نہیں دیتا تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے معارضہ کر کے کہیں کہ نہیں یہ نفع اور ضرر دیتا ہے اور عبدی کو علامہ ذہبی نے بھی ساقط قرار دیا ہے۔ (ارشاد الساری: جز: 3، ص:156)

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کا قول

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابو ہارون عبدی بہت ضعیف راوی ہے اور محب طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا: تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان یہ اس خدشہ سے فرمایا تھا کہ کہیں بعض جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اسلام میں بھی پتھروں کی اسی طرح تعظیم کی جاتی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں پتھروں اور بتوں کی تعظیم کی جاتی تھی۔

اور مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں: حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے۔ (فتح الباری: جز:3،ص:463)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ازرقی نے اس روایت کو تاریخ مکہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ جنت کے پتھروں میں سے ہے اس لئے اس کو بوسہ دینا جنت کے آثار کو دیکھ کر خوشی کا اظہار ہے اور ابو عبید نے غریب الحدیث میں یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے۔

محب طبری نے بیان فرمایا ہے کہ

حجر اسود کو اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس کی دست بوسی کرتا ہے اور حج اور عمرہ کرنے والے جب بیت اللہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے لئے اس چیز کے بوسہ دینے کو مشروع کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:9،ص:240)

پانچویں بحث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب لگانا

☆ **واما الصفرة فانی رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصبغ بها فانا احب ان اصبغ بها**

رہا زردی کا مسئلہ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رنگ کا خضاب کئے ہوئے دیکھا تو میں بھی یہی خضاب لگانا پسند کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے یا نہ لگانے کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

علامہ عبد الرؤف مناوی کا قول

علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی 1003ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا انہوں نے کہا ہاں! اس حدیث مبارکہ کے

موافق صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ نے ابن وہب سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال نکال کر دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

اور عبدالرحمان شمالی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوتے تھے اور عجمیوں کی مخالفت میں بالوں کو متغیر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ یہ شافعیہ کے دلائل ہیں جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے ہیں کہ کالے رنگ کے علاوہ داڑھی کو رنگنا سنت ہے۔ اس کے موافق صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ جب فتح مکہ مکرمہ کے دن حضرت ابوقحافہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا در آں حالیکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان بالوں کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے بچو۔ اس حدیث مبارکہ کے خلاف یہ روایت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے سفید بالوں کو متغیر نہیں کیا کیونکہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا اور اکثر اوقات نہیں رنگا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لئے بالوں کو رنگا ہو تو اس سے زیادہ سے زیادہ رنگنے کا جواز ثابت ہوگا۔ رنگنے کی سنت کہاں سے ثابت ہوگی۔ (شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل: جز:1 ص:120)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیا بالوں کو رنگا تھا یا نہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کی بناء پر اکثر علماء نے اس کی نفی کی ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ انہوں نے سرخ رنگ سے رنگے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال نکال کر دکھائے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے بالوں کو رنگتے ہوئے دیکھا۔

ان احادیث مبارکہ کی بناء پر بعض محدثین نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ

آپ کے ان بالوں کا رنگ خوشبو لگانے کی وجہ سے متغیر ہو گیا تھا جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رنگنے سے تعبیر فرمایا۔ یہ

قاضی عیاض کی عبارت ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا اور اکثر اوقات نہیں رنگا۔ سو ہر شخص نے اپنے مشاہدے کے مطابق بیان کیا اور صحیح کہا اور چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رنگنے سے متعلق روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے اس لئے اس محمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 2، ص: 259)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ یقین سے کہا کہ آپ نے بالوں کو رنگا ہے جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو انہوں نے اپنے مشاہدہ کو بیان کیا اور یہ بعض اوقات کا واقعہ ہے اور جنہوں نے رنگنے کی نفی کی ہے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اکثر اور اغلب اوقات کا حال بیان کیا ہے۔ (جمع الوسائل: جز: 1، ص: 123)

چھٹی بحث: بالوں کو کون سا رنگ رنگا جائے؟

بالوں کو کون سا رنگ رنگا جائے؟ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا مؤقف

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سفید بالوں کو کالے رنگ کے سوا کسی اور رنگ سے رنگنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کسی شخص کے بال رنگے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے بحث کی اور کہا: تم بالوں کو کیوں نہیں رنگتے؟ اس نے کہا مجھے حیاء آتی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سبحان اللہ! یہ تو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو تبدیل کرو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین بالوں کو رنگتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر عمل نہ کرے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے اس سلسلہ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات ہیں۔ مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کو رنگنا مستحب ہے کیونکہ خلال اور ابن ماجہ نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تمیم بن عبد اللہ بن موہب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے نبی کریم ﷺ کے بال نکالے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگا اور ورس اور زعفران سے رنگنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ابو مالک اشجعی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ورس اور زعفران کے ساتھ رنگتے تھے اور سیاہ رنگ کے ساتھ رنگنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بال رنگنے کا حکم دیا اور سیاہ رنگ سے اجتناب کا حکم دیا اور اسحاق نے عورت کو سیاہ رنگ سے رنگنے کی اجازت دی ہے تا کہ وہ اپنے مرد کے لئے مزین ہو۔ (المغنی: جز: 1، ص 66 تا 67)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے لئے زرد اور سرخ رنگ سے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سیاہ رنگ سے اجتناب کرو یہی ہمارا مذہب ہے۔ قاضی نے کہا صحابہ کرام اور تابعین میں سے متقدمین اور متاخرین کا بالوں کے نہ رنگنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ رنگنے کو ترک کرنا افضل ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بالوں کے نہ رنگنے کے سلسلہ میں ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ کہ آپ نے خود سفید بالوں کو متغیر نہیں کیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور دوسروں سے مروی ہے اور دوسرے گروہ نے کہا بالوں کو رنگنا افضل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی جماعت اور بعد کے فقہاء کرام رضی اللہ عنہم نے بالوں کو رنگا ہے جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے پھر رنگ میں اختلاف ہے اکثر زرد رنگ سے رنگتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طریقہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے اور ایک جماعت نے مہندی اور کتم سے رنگا ہے اور بعض نے زعفران کے ساتھ رنگا ہے۔ ایک جماعت نے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن سیرین، حضرت ابی بردہ اور فقہاء تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے یہی مروی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سفید بالوں کو متغیر کرنے اور اس سے منع کرنے دونوں کے متعلق احادیث صحیحہ موجود ہیں اور اس میں کوئی تناقض یا تضاد نہیں ہے۔ حضرت ابو قحافہ کی طرح جس شخص کے سارے بال سفید ہو جائیں اس کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جس کے بال کالے اور سفید ہوں اس کو نہ رنگنے کا حکم دیا ہے اور متقدمین کا اس میں اختلاف رہا ہے باوجود اس کے کہ احادیث میں رنگنے کا حکم اور رنگنے کی ممانعت وجوب کے لئے نہیں ہے اسی وجہ سے ایک پر عمل کرنے والے دوسرے پر اعتراض نہیں کرتے اور ان حکموں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے۔

قاضی نے کہا:

یہ دو فعل عرف اور عادت پر بھی موقوف ہیں جس علاقہ میں رنگنے کا دستور ہو وہاں رنگنے کو ترک کرنا مکروہ ہے اور یہ خوبصورتی پر بھی موقوف ہے اگر کسی شخص پر سفید داڑھی اچھی لگتی ہو تو اس کا رنگنا خلاف اولیٰ ہے اور اگر کسی پر رنگی ہوئی داڑھی اچھی لگتی ہو تو اس کا نہ رنگنا خلاف اولیٰ ہے۔ یہ قاضی عیاض مالکی کی تقریر ہے اور زیادہ صحیح اور احادیث مبارکہ کے مطابق وہ تقریر ہے جس کو ہم نے پہلے اپنے مذہب کے بیان میں ذکر کر دیا ہے۔ (شرح للنواوی: ج:2: ص:199)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کے بعض بوڑھوں سے گزر ہوا جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت سرخ یا زرد رنگ میں بال رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

اور امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجمیوں کی مخالفت میں بالوں کو رنگنے کا حکم دیتے تھے بعض علماء نے اس حدیث مبارکہ سے سیاہ خضاب کے جواز پر استدلال کیا ہے بعض علماء نے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور بعض علماء نے مطلق سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے اور علامہ نووی نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ سلف صالحین میں سے حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت جریر رضی اللہ عنہ اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور علامہ ابوعاصم نے کتاب الخضاب میں اسی کو مختار قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مرفوعاً روایت ہے کہ ''سیاہ خضاب لگانے والی قوم جنت کی خوشبو نہیں پائے گی۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ
اس حدیث مبارکہ میں سیاہ خضاب کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس میں جنت کی خوشبو نہ پانے والی ایک قوم کی صفت کو بیان کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے ''سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ حکم ان لوگوں کے متعلق ہے جن کے سر کے سفید بال بدشکل ہو جائیں اور یہ حکم ہر شخص کے لئے عام نہیں ہے۔ علامہ ابوعاصم کے یہ جوابات ان دونوں حدیثوں کے معنیٰ متبادر کے خلاف ہیں البتہ ان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب ہمارا چہرہ تروتازہ تھا تو ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے اور جب ہمارے چہرے اور دانتوں کی رونق اجڑ گئی تو ہم نے سیاہ خضاب ترک کر دیا۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ
جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ اس حدیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے اور بعض علماء نے مرد اور عورت میں فرق کیا ہے۔ عورتوں کے سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور مردوں کو منع کیا ہے۔ علامہ حلیمی کا بھی یہی مختار ہے۔

علامہ ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ
عرب میں جس نے سب سے پہلے خضاب لگایا وہ عبدالمطلب تھے اور مطلقاً سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا

تھا۔ بالوں کے رنگنے اور نہ رنگنے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بالوں کو رنگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بالوں کو نہیں رنگا۔

علامہ طبری نے یہ تطبیق دی ہے کہ

جنہوں نے بالوں کو رنگا ان پر سفید بال اچھے نہیں لگتے تھے اور جنہوں نے بالوں کو نہیں رنگا ان پر سفید بال اچھے لگتے تھے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا بھی یہی محمل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید دیکھے تو ارشاد فرمایا: ان کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔ سو جس شخص کے بال حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے بالوں کی طرح ہوں اس کے لئے رنگنا مستحب ہے اور جس کے بال اس طرح نہ ہوں اس کے لئے رنگنا مستحب نہیں ہے لیکن رنگنا مطلقاً اولیٰ ہے کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل ہے جس میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض احادیث مبارکہ میں ہے جس شخص کے بال سفید ہو گئے وہ اس کے لئے نور ہوں گے اور بعض احادیث مبارکہ میں سفید بالوں کو اکھاڑنے سے منع فرمایا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ ہے کہ

یہ احادیث مبارکہ رنگنے کی احادیث مبارکہ سے منسوخ ہیں کیونکہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے اور جب کوئی حکم نازل ہو جاتا تو آپ ان کی مخالفت کرتے اور ان کی مخالفت پر برانگیختہ کرتے تھے۔

اور علامہ ابن العربی نے یہ کہا ہے کہ

آپ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع کیا ہے رنگنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ بال اکھاڑنے میں خلقت کو بالکلیہ بدلنا ہے اس کے برخلاف رنگنے میں دیکھنے والے کو خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں معلوم ہوتی۔ (فتح الباری: ج:10،ص354 تا 355)

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالوسید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 464ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگتے تھے اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم کے بال رنگنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال رنگنے سے استدلال فرماتیں اور موطا کے علاوہ دوسری جگہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب اور ابن شہاب نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا۔

اور عثمان بن موہب سے یہ روایت ہے کہ
مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگے ہوئے بال دکھائے۔

اور محمد بن علی سے پوچھا گیا کہ
کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بالوں کو رنگتے تھے؟ انہوں نے کہا جوان سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بالوں کو رنگتے تھے ہوسکتا ہے کہ ان کے آثار کی یہ توجیہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو سفید ہونے کی وجہ سے نہ رنگتے ہوں بلکہ ان کو ملائم کرنے یا ان کی تحسین کی خاطر ان کو رنگتے ہوں اور جن آثار میں آپ کے رنگنے کی نفی ہے کہ آپ کے بال ایسے سفید نہیں تھے جن کو رنگنے کی ضرورت ہو۔

اور عبداللہ بن ہمام فرماتے ہیں:
میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو رنگتے تھے۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے بال سفید نہیں ہوئے تھے جن کو رنگنے کی ضرورت ہو آپ کے چند بال سفید تھے جن کو آپ مہندی اور بیری کے پتوں سے دھوتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ
میں نے سیاہ رنگ کے متعلق کوئی حدیث نہیں سنی حالانکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو سیاہ رنگ سے اجتناب کا حکم دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس کو لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور محمد بن علی بن ابی طالب اور تابعین کی ایک جماعت سیاہ خضاب لگاتی تھی اور پہلے قول پر زیادہ عمل ہے۔ (منتقی: جز:7،ص:270)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سیاہ خضاب کو حرام نہیں کہا اور نہ رنگنے کو واجب کہا ہے اور جس حدیث مبارکہ میں سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم ہے وہ ان کے نزدیک استحباب پر محمول ہے اور رنگنے کا امر اس حال پر محمول ہے جب کسی شخص کے سارے بال سفید ہو جائیں۔

عبدالوہاب نے کہا کہ
سیاہ رنگ مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں کو دھوکہ دینا ہے۔

بالوں کو رنگنے میں اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور متقدمین کی ایک جماعت کے نزدیک اس کا ترک کرنا افضل ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بالوں کو نہیں رنگا اور دوسرے فقہاء یہ فرماتے ہیں: رنگنا افضل ہے۔متقدمین، متاخرین اور ان کے بعد والوں نے بالوں کو رنگا ہے۔

علامہ ابی وشتانی فرماتے ہیں:

رنگ کی جنس میں اختلاف ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم سے رنگتے تھے اور بعض زعفران سے رنگتے تھے اور بعض سیاہ رنگ سے رنگتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سیاہ رنگ سے رنگتی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔

سیاہ رنگ بیوی کو اچھا لگتا ہے اور دشمن پر رعب ڈالتا ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بالوں کو نہیں رنگتے تھے۔

اہل علم نے فرمایا ہے کہ

رنگنے کے دو فائدے ہیں ایک تو گردوغبار وغیرہ سے بال میلے نہیں ہوتے دوسرے اس میں اہل کتاب کی مخالفت ہے اور ہمیں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ان کی مشابہت نہ ہو نیز اس میں دشمن پر رعب ہے اور بیوی کے حقوق کی رعایت ہے۔(اکمال اکمال المعلم: جز:5،ص392تا393)

فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے بال مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس رنگ سے تم (سفید بالوں) کو متغیر کرو اس میں سب سے اچھا رنگ مہندی اور کتم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے والد محترم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بعض بوڑھوں کی سفید داڑھیاں دیکھیں تو ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت بالوں کو سرخ یا زرد رنگ کے ساتھ رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔

اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

یہود اور نصاریٰ نہیں رنگتے تم اپنے بالوں کو رنگا کرو۔

اس مقام پر دو چیزوں کی تحقیق مطلوب ہے ایک یہ کہ جن سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے ان کا کیا معیار ہے اور دوسری چیز یہ کہ کس رنگ میں رنگنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوئے وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوں گے مگر یہ کہ وہ ان کو اکھاڑے یا رنگ لے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عطار، ابووائل، حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس اور سعید بن مسیب زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

علامہ محب طبری نے کہا ہے کہ

بالوں کو متغیر نہ کرے اور بالوں کو رنگنے کے متعلق نبی کریم ﷺ سے جو آثار مروی ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں۔ بالوں کو رنگنے کی جو احادیث مبارکہ ہیں وہ خاص ہیں یعنی جس شخص کے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی طرح تمام بال سفید ہو جائیں اس کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جس کے بال مخلوط ہوں اس کو سفیدی متغیر نہ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ دو متضاد حکم دیں اور چونکہ کوئی حدیث ناسخ نہیں ہے اس لئے ان احادیث کو جمع کرنا متعین ہے سو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفید بالوں کو رنگا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے تمام بال سفید تھے اور جنہوں نے نہیں رنگا ان کے بال سیاہ اور

سفید مخلوط تھے علاوہ ازیں بالوں کو رنگنے کا حکم فرضیت کے لئے نہیں ہے۔ استحباب کے لئے ہے اور سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت بھی تنزیہ کے لئے ہے تحریم کے لئے نہیں ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ ہے کہ

سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہوگئی جس میں سفید بالوں کو رنگنے کا اور اہل کتاب کی مخالفت کرنے کا حکم ہے۔

جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ

سیاہ رنگ کے سوا لال یا پیلے رنگ سے بالوں کو رنگا جائے کیونکہ سیاہ رنگ پر احادیث مبارکہ میں وعید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ

آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگے گی یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

اور حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو متغیر نہ کرو۔

اور ابن ابی العاصم نے اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سیاہ خضاب لگاتے تھے، ابن شہاب بھی سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

عنبسہ بن سعید نے کہا:

تمہارے بال کپڑوں کی مانند ہیں جس رنگ میں چاہو ان کو رنگ لو اور اسماعیل بن ابی عبداللہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگانے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے اس میں بیوی کی تسکین ہے اور دشمن پر رعب ہے۔

اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سیاہ خضاب لگاتے تھے اور تابعین میں سے حضرت ابن عبداللہ بن عباس، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن سیرین اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہم سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ (عمدۃ القاری: ج: 22، ص: 51)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
مرد کے لئے اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگنا مستحب ہے خواہ غیر حالت جنگ میں ہو اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا اور سیاہ رنگ سے رنگنا مکروہ ہے۔ اور ایک قول میں مکروہ نہیں ہے۔
(درمختار: جز:5،ص:372)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
غیر حالت جنگ میں سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے اور جنگ میں سیاہ خضاب لگانا بالاتفاق مستحسن ہے تاکہ دشمن پر رعب طاری ہو اور اپنے آپ کو ازواج کے لئے مزین کرنا مکروہ ہے۔ عام مشائخ کا یہی مختار ہے اور بعض نے اس کو بلا کراہت جائز کہا ہے کہ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جس طرح مجھے بیوی کی زینت اچھی لگتی ہے اسی طرح بیوی کو بھی میری زینت اچھی لگتی ہے۔ (ردالمحتار: جز:5،ص:372)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:
میرک نے کہا ہے کہ
شروع سے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ خضاب لگانا مستحب ہے یا اس کا ترک اولیٰ ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ خضاب لگانا مستحب ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے بوڑھوں کے پاس گئے جن کی داڑھیاں سفید تھیں۔ آپ نے فرمایا: اے انصار! اپنے بالوں کو سرخ یا زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔
اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اسی وجہ سے حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خضاب لگاتے تھے اور بہت سے علماء کرام کا یہ مؤقف ہے کہ خضاب نہ لگانا اولیٰ ہے کیونکہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہو گئے وہ اس کا نور ہیں مگر یہ کہ وہ ان کو نوچ لے یا ان کو رنگ لے۔ اس کو طبری نے روایت کیا ہے۔

علامہ عسقلانی نے کہا کہ
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے لیکن اس کی کسی سند میں میں نے یہ استثناء نہیں دیکھا اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہو گئے وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے خضاب نہیں لگایا۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے خضاب لگانے اور نہ لگانے پر دلالت کرنے والی مختلف روایتوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ جس شخص کے تمام بال سفید ہو جائیں اس کے لئے خضاب لگانا مستحب ہے اور جس شخص کے کم بال سفید ہوں اس کا خضاب نہ لگانا مستحب ہے لیکن خضاب لگانا مطلقاً اولیٰ ہے کیونکہ اس میں اہل کتاب کی مخالفت کرنے کے حکم کی تعمیل ہے ہاں اگر کسی شہر کے لوگوں کی عادت خضاب کو ترک کرنا ہو تو وہاں خضاب نہ لگانا اولیٰ ہے اور یہ اچھی تطبیق ہے جو لوگ خضاب لگانے کے قائل ہیں ان کا پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا سیاہ خضاب لگانا جائز ہے اور افضل سرخ یا زرد خضاب ہے یا نہیں۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں: سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ علامہ نووی کا میلان یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض علماء نے جہاد میں سیاہ خضاب کی رخصت دی ہے اور جہاد کے علاوہ اجازت نہیں دی اور سرخ یا زرد خضاب کو مستحب کہا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ مکرمہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا درآں حالیکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو لے گئے اور ان کے بال سرخ رنگ میں رنگ دیئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سفید بالوں کو متغیر کرنے والی سب سے اچھی چیز مہندی اور کتم ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بھی ضعف ہے بعض علماء نے مردوں اور عورتوں میں فرق کیا ہے۔ مردوں کو سیاہ خضاب سے منع کیا ہے اور عورتوں کو اجازت دی ہے۔ یہ حلیمی کا مختار ہے اور ہاتھوں اور پیروں کو رنگنا عورتوں کے لئے جائز ہے اور علاج کے سوا مردوں پر حرام ہے۔ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا اور سفید بالوں کو نوچنا اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ سنن اربعہ میں یہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو مت نوچو یہ مسلمان کا نور ہیں۔

علامہ ابن عربی نے کہا:

خضاب سے منع نہیں کیا اور نوچنے سے منع کیا کیونکہ نوچنے میں اصل خلقت کی تغیر ہے۔ (جمع الوسائل: جز: 1، ص 124 تا 125)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی، مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعت بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث کہ ''خضاب لگانے والا جنت کی بو نہ سونگھے گا'' کس خضاب سے متعلق ہے؟ نیل ومہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طرق کے تبدل وتغیر کے باعث بالکل سیاہ ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی اور بعض کیفیات میں کیا خضاب اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثناء رہے گا؟ اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

الجواب: سیاہ خضاب حرام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کردو لیکن سیاہی سے بچو۔

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے اسے روایت کیا اور ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے۔

جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔

اس کو امام طبرانی سے روایت کیا۔

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے۔

کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

امام ابوداؤد ونسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرض غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے۔

اور حدیث صحیح کا ارشاد ہے۔

سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔

اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اور حدیث ابوداؤد ونسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملادی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہو جاتا ہے یہ حسن ہے نہ یہ کہ اتنا نیل ملا دیا جائے کہ سیاہ کردے یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہوگئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں من اجتنبوا (سیاہی سے بچو) فرمایا لایجدون رائحۃ الجنۃ (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے) فرمایا جس پر سود اللہ وجھہ (اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سیاہ کردے گا) آیا۔ شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہو جائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھائے۔ تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثناء ہے جیسے اون کو ریشم کا بانا اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہے اور زوجہ جوان غرض سے ایک روایت مرجوعہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتویٰ جہل وخرق اجماع ہے۔

امام محمود رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ ذخیرہ میں فرماتے ہیں۔

جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہو جائے اور یہ بالاتفاق اچھا ہے اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لئے زیب وزینت دے تو یہ مکروہ ہے اور اسی پر مشائخ قائم ہیں۔

عقود الدریہ میں ہے۔

العمل بما علیه الاکثر (اس پر عمل کرنا جس پر اکثر ہیں)

قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا: اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں چہرہ کے بال نوچنے اور نچوانے والی ہیں اور خوبصورتی کے پیش نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔

شاہد عدل ہے عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام و موجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجہ اولیٰ۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(لوگو!) اللہ تعالیٰ کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمائی (کہ اس نے کہا) ضرور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔
نیز حدیث صحیح
ایسی چیز سے سیری دکھانے والا جو اس کو ملی نہیں اس طرح سے جیسے جھوٹ اور فریب لباس پہننے والا۔
بخاری اور مسلم نے اس کو حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔
اس وعید کو بس ہے ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی کے لئے ہوگا کہ عورت پر اظہار جوانی کرے جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان بنے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے اس سے بدتر اور کیا درکار ہے بخلاف جہاد حدیث متواتر میں ہے۔
الحرب خدعة (جنگ دھوکہ ہے)
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:23، ص 491 تا 494)
سوال: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہو جائیں جائز ہے یا نہیں اور نیل میں حنا ملا کر لگانا درست ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا
الجواب: وسمہ نیل حنا ملا کر لگانا جائز ہے بلا کراہت درمختار میں مختصر طور پر مذکور ہے کہ مرد کے لئے اپنے بالوں اور داڑھی کو خضاب کرنا (یعنی رنگین کرنا) اگرچہ صحیح قول کے مطابق جہاد کے بغیر مستحب ہے البتہ سیاہ کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔
مجمع الفتاویٰ اور فتاویٰ شامی میں ہے۔
حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا (یعنی ان سے بالوں کو رنگدار بنایا)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
محمد یعقوب علی خاں
الجواب: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی اس سوال وجواب کے متعلق جواب دیتے ہیں کہ صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ ومعتبرہ ناطق۔
فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے)

حدیث اول

احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا: اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

حدیث دوم

امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سپیدی تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

حدیث سوم

امام احمد وابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم بافادہ تصحیح اور ضیا مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جنگی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ ونیلگوں ہوتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

حدیث چہارم

ابن سعد عامر رحمۃ اللہ علیہ مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

حدیث پنجم

ابن عدی کامل ہیں اور دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے بوڑھے کوے کو۔

تعلیقات علامہ حفنی میں ہے۔

الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپے (کے روپ) کو بدل ڈالے۔

عزیزی میں ہے۔

الغربیب وہ ہوتا ہے جو بوڑھا نہ دکھائی دے یا وہ جو اپنے بڑھاپے (کی علامت) یعنی سفید بالوں کو خضاب سے سیاہ کردے۔

حدیث ششم

طبرانی معجم الکبیر اور حاکم مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے راوی حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ و

سلامہ فرماتے ہیں زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

حدیث ہفتم

عقیلی وابن حبان وابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کا نور زائل کیا۔

علامہ محمد حفنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

خلع الشیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بڑھاپے کو زائل کیا اور اسے بغیر جہاد کے سیاہ خضاب لگا کر چھپایا۔

علامہ مناوی پھر علامہ عزیزی اس حدیث مبارکہ پر تفریع کرتے ہیں یعنی پس سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب غیر جہاد میں حرام۔

حدیث ہشتم

حاکم کتاب الکنی والالقاب میں بسند حسن ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہوگی جب تک اسے بدل نہ ڈالے۔

حدیث نہم

دیلمی وابن النجار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سب میں پہلے حنا وکتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

یعنی اس لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام۔

حدیث دہم

طبرانی معجم کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنۃ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

حدیث یازدہم

نیز معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو بالوں کی ہیئات بگاڑے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے کچھ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

ہیئات بگاڑنا کہ داڑھی مونڈے یا سیاہ خضاب کرے۔

تیسیر میں ہے۔

یعنی بالوں کا مثلہ کرے لفظ مثلہ حرف میم کی پیش کے ساتھ ہے (مفہوم یہ ہے کہ بالوں کی شکل ورنگت کو بدل ڈالے) بالوں کی ہیئت بگاڑنا یہ ہے کہ سفید بال اکھاڑے جائیں یا انہیں رخساروں سے مونڈ دیا جائے یا انہیں سفید نہ رہنے دے اور سیاہ کر ڈالے۔

حدیث دوازدہم تا پانزدہم

ابو یعلیٰ مسند اور طبرانی معجم کبیر میں واثلہ بن اسقع اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک وعبداللہ بن عباس اور ابن عدی کامل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔ امام ابو طالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ بالوں کو سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے بہترین جوان وہ ہیں جو بوڑھوں جیسی شکل و صورت بنائیں اور تمہارے بدترین بوڑھے وہ ہیں جو تمہارے جوانوں کی سی شکل وصورت اختیار کریں۔

حدیث شانزدہم

ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔

محیط میں ہے۔

عام مشائخ نے فرمایا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔

ذخیرہ میں ہے۔

اسی پر مشائخ ہیں۔

درمختار میں ہے۔

سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے ان تینوں عبارتوں کا یہی حاصل کہ عامۂ مشائخ کرام وجمہور آئمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔ علماء جب کراہت بولتے ہیں اس سے کراہت تحریمہ مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گناہ گار و مستحق عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

علامہ سید حموی پھر علامہ سید طحطاوی پھر علامہ سید شامی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر نمازی کے حق میں ہے نمازیوں کے لئے حرام نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

بالوں کی سفیدی اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور خدا تعالیٰ کے نور کو سیاہی سے بدل دینا شرعاً مکروہ ہے اور سیاہ خضاب کے استعمال کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے۔

اسی میں ہے۔

سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی زرد بھی۔

بالجملہ یہی قول مختار و منصور و مذہب جمہور ثابت بارشاد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شک نہیں کہ احادیث و روایات میں مطلقاً سیاہ رنگ سے ممانعت فرمائی تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نرا نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل، غرض کچھ ہو سب ناجائز و حرام اور ان وعیدوں میں داخل ہے۔ حدیث وفقہ میں اگر صرف نیل خالص کی ممانعت اور باقی سیاہ خضابوں کی اجازت ہوتی تو بے شک مہندی کی آمیزش کام دیتی اب کہ مطلقاً سیاہ رنگ کو حرام فرمایا تو جب تک اس قدر مہندی نہ ملے جو نیل پر غالب آجائے اور اس کی سیاہی کو دور کردے کیا کام دے سکتی ہے کہ وجہ حرمت یعنی بالوں کی ظلمت اب بھی باقی اور وہ جو حدیث مبارکہ میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حنا و کتم سے خضاب فرماتے ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی سرخ رنگ کا قاعدہ ہے جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے ایک شان سیاہی کی دیتا ہے ایسا خضاب بلاشبہ جائز بلکہ محمود جس کی تعریف صحیح حدیث میں خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول۔

امام احمد اور دیگر چار محدثین اور ابن حبان نے اس کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

شیخ محقق نوراللہ مرقدہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

صحیح طور پر یہ بات ہم تک پہنچی کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم (وسمہ) سے خضاب استعمال کیا۔ کتم ایک گھاس کا نام ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے۔ اسی کے قریب علامہ قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قول راجح و تفسیر جمہور پر کتم نیل کا نام بھی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سرخ رکھتی ہے شکل میں برگ زیتون سے مشابہ ہوتی ہے جسے لوگ حنا یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔

کتم چھوٹے کاف اور تاء کی زبر کے ساتھ بننے والا یہ لفظ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زیتون کے پتوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔

اسی میں ہے۔

کتم کے پہلے دو حروف پر زبر استعمال ہوتی ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی رنگت سرخ ہوتی ہے اس کو مہندی یا وسمہ

میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔

ابھی شرح مشکوٰۃ سے گزرا کہ رنگ آں سیاہ نیست۔

اس کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا۔

اقول

بلکہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ خود حدیثوں سے ثابت کر سکتا ہے کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سرخ ہوتا تھا۔ صحیح بخاری و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے مروی "یعنی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو ان کے پاس تبرکات شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

انہیں عثمان بن عبد اللہ سے انہیں موئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی۔

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

ثابت ہوا کہ حنا و کتم نے سرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت یوں ہے۔

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حنا و کتم کا خضاب تھا۔

تو واضح ہوا کہ کتم اگر چہ کسی شیء کا نام ہو مگر روایت مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس شے پر نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ و حنا کی روایات تو دیکھیں اور ان کا مطلب اصلاً نہ سمجھا اول تو وسمہ نیل ہی کو نہیں کہتے بلکہ ایک اور پتی ہے کہ حنا میں مل کر اس کی سرخی تیز کر دیتی ہے ورنہ خالص حنا کی سرخی گہری نہیں ہوتی۔

قاموس و تاج العروس میں ہے۔

وسمہ گھاس نما پتوں والی نباتات ہے اس کے پتے خضاب کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

مغرب میں اسی معنیٰ پر جزم کیا اور وسمہ بمعنی نیل کو قول ضعیف کہا۔ وسمہ کو نیل کہنا ضعیف قول ہے۔ معتمد یہ ہے کہ عرب کی زبان میں وسمہ ایک درخت کا نام ہے۔ جس کی پتی سکھا کر پیس کر مہندی میں ملاتے ہیں جس سے اس کی سرخ خوب شاخ ہو جاتی ہے ورنہ پھیکی زردی مائل ہوتی ہے۔

یوں تو بحمد اللہ روایات میں نیل والوں کے لئے اصلاً پتا نہیں اور اگر قاموس کی طرح دونوں معنیٰ مساوی رکھے جائیں جب بھی نیل والوں کا استدلال باطل کہ قطعاً محتمل کہ وہ پتی مراد ہو حنا کی سرخی تیز کرتی ہے اور بالفرض ان کی خاطر مان ہی لیجئے کہ وسمہ سے نیل مراد تو حاشا وہ روایتیں یہ نہیں کہتیں کہ پہلے مہندی کا خضاب کیجئے جس سے بال خود بخود صاف ہو جائیں اس پر وسمہ چڑھائیے کہ ظلمتیں اپنا پورا عمل دکھائیں نہ یہ کہ برائے نام نیل میں کچھ پتیاں مہندی کی ڈال کر خلط کا حیلہ کیجئے اور روسیاہی

کا کامل لطف حاصل کیجئے بلکہ یہ مقصود کہ وسمہ میں اتنی حنا ملے کہ اس پر غالب آ کر رنگ میں سیاہی نہ آنے دے بلکہ یہ مراد کہ اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں جس سے اس کی سرخی میں ایک گونہ پختگی آ جائے اس کی نظیر بعینہ یہ ہے کہ شراب میں نمک ملانے کو علماء نے باعث تخلیل و تحلیل فرمایا ہے کہ جب سرکہ ہو گئی حقیقت بدل گئی حلت آ گئی کہ اب وہ شراب ہی نہ رہی۔ ان روایات کو دیکھ کر کوئی صاحب پہلے نمک کھا کر اوپر سے شراب پی لیں یا گھڑے بھر شراب میں ایک کنکری نمک ڈال کر چڑھا جائیں کہ ہم تو نمک ملا کر پیتے ہیں۔ مقصود یہ تھا کہ نمک اس کا جوش بٹھا دے ترش کر کے سرکہ بنا دے ایسے حیلے شرع مطہر میں کیا کام دے سکتے ہیں۔ الحاصل مدار کار رنگ پر ہے بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہیں۔

والله اعلم و علمه جل مجده احکم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:23، ص495 تا505)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن انس بن مالك رضي الله عنه**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور خادم تھے اور خود کو خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلوانے پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کم سنی کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دس سال خدمت کی اور بہت سے فیوض و برکات لیے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلواتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ ایک قول ہے مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے اور ایک قول ہے ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ ایک قول نو سال کا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی ان کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

سے تھے ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عصا تھا انہوں نے کہا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ ان کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 91ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 92ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 90ھ میں وصال فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک سو دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 1، ص: 128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابن نضر ہے کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور ﷺ کے خادم خاص آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ جب حضور انور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے۔ دس سال تک مسلسل حضور انور ﷺ کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں 91ھ میں وفات ہوئی ایک سو تین سال عمر ہوئی بعض نے فرمایا: 99 سال عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے۔ اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث بخاری، اکہتر 71 مسلم کی۔ (مراۃ المناجیح: جز: 8، ص: 513)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِلاشْتِرَاطِ فِی الْحَجِّ

باب: حج میں شرط لگانا

یہ باب حج میں شرط لگانے کے متعلق ہے۔

1513 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ اَشْتَرِطُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ فَكَيْفَ اَقُوْلُ قَالَ قُوْلِیْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَمَحِلِّی مِنَ الْاَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِیْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب آئیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا حج کا ارادہ ہے میں شرط لگاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کیسے کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لبیك اللھم لبیك اور میرے احرام کا وہی مقام جہاں پر تو مجھے روک دے۔

(معجم الاوسط: ج:5، ص:115، سنن ابن ماجہ: ج:9، ص:4، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:5، ص:222)

شرح:

اگر کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ پتہ نہیں کہ احرام باندھنے کے بعد عافیت کے ساتھ حج یا عمرہ کر بھی سکوں گا یا نہیں مکہ مکرمہ پہنچ سکوں گا یا نہیں تو وہ احرام اس نیت کے ساتھ باندھتا ہے کہ اگر بالفرض میں مکہ مکرمہ نہ پہنچ سکا تو راستہ ہی میں جہاں عذر لاحق ہوگا حلال ہو جاؤں گا یا حلال ہو جاؤں گی۔

آئمہ کرام کا اختلاف

اشتراط کے مسئلہ میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ اشتراط کے قائل ہیں اور حنفیہ و مالکیہ اس اشتراط کے قائل نہیں۔ یہ اختلاف متفرع ہے ایک دوسرے اختلاف پر جس کا آگے ایک باب مستقل آ رہا ہے جس کا نام باب الاحصار ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دشمن سفر حج پر نہ جانے دے اور راستہ میں کسی جگہ روک لے تو یہ احصار ہے اب محرم حرم میں قربانی بھیج دے اور جب قربانی ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راستہ میں دشمن کے روکنے کے علاوہ راستہ میں بیمار ہو جانا اور سفر کے قابل نہ رہنا بھی احصار ہے اور لغت میں احصار اسی کو کہتے ہیں اور احادیث مبارکہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ مذاہب اربعہ کی تصریح اس طرح ہے۔

مالکیہ کا مسلک

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

احصار دشمن کے منع کرنے اور روکنے کے ساتھ خاص ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے لیکن اکثر علماء لغت کی رائے یہ ہے کہ "احصر" کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کو مرض عارض ہو اور وہ اس کو کسی جگہ جانے سے روک دے۔ (احکام القرآن: جز:1، ص:170)

حنبلیہ کا مسلک

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

احصار صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے مریض کو محصر نہیں کہتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ لیکن ابن قتیبہ نے یہ کہا ہے کہ جب مرض یا دشمن سفر کرنے سے روک دیں تو یہ احصار ہے۔ (زاد المسیر: جز:1، ص:204)

شافعیہ کا مسلک

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

اگر دشمن حج یا عمرہ کے لئے جانے نہ دے تو یہ احصار ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (النکت والعیون: جز:1، ص:255)

حنفیہ کا مسلک

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

کسائی، ابوعبیدہ اور اکثر اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ مرض اور زاد راہ گم ہو جانے کی وجہ سے جو سفر جاری نہ رہ سکے اس کو احصار کہتے ہیں اور اگر دشمن سفر نہ کرنے دے تو اس کو حصر کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس میں دشمن اور مرض برابر ہیں ایک دم بھیج کر محرم حلال ہو جائے گا جبکہ اس جانور کو حرم میں ذبح کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔

علامہ جصاص فرماتے ہیں: جب لغت سے ثابت ہو گیا کہ احصار کا معنی مرض کا روکنا ہے تو اس آیت کا حقیقی معنی یہی ہے کہ جب کوئی مرض تم کو حج یا عمرہ سے روک دے اور دشمن کا روکنا اس میں حکماً داخل ہے۔ (احکام القرآن: جز:1، ص:268)

احناف کے مزید دلائل

احناف کے مزید دلائل لغت و احادیث سے ثابت ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:
ابن السکیت نے فرمایا ہے کہ
جب کسی شخص کو مرض سفر سے روک دے تو کہتے ہیں حصرہ المرض۔
اخفش نے کہا:
جب کسی شخص کو مرض روک دے تو کہتے ہیں احصرنی مرض۔ (الصحاح: جز:2، ص:632)

دلیل نمبر: 2

امام لغت فراء لکھتے ہیں:
جو شخص سفر میں خوف یا مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کو پورا نہ کر سکے اس کے لئے عرب احصار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (معانی القرآن: جز:1، ص:117)

دلیل نمبر: 3

حضرت حجاج بن عمرو انصاری سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ حلال ہو گیا اور اس پر اگلے سال حج ہے۔
ایک اور سند سے روایت ہے کہ
یا وہ بیمار ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1587)

دلیل نمبر: 4

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ
ہر وہ چیز جو حج کرنے سے روک دے وہ احصار ہے۔ (صحیح بخاری: جز:1، ص:243)

دلیل نمبر: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص کو کوئی عذر حج کرنے سے روک دے یا اس کے سوا اور کوئی چیز مانع ہو تو وہ حلال ہو جائے اور رجوع نہ کرے اور جس وقت وہ محصر ہو تو اگر اس کے پاس قربانی ہو اور وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہیں ذبح کر دے اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی استطاعت رکھتا ہو تو جب تک وہ قربانی حرم میں ذبح نہیں ہو گی وہ حلال نہیں ہو گا۔
(صحیح البخاری: جز:1، ص:244)

دلیل نمبر:6

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس شخص کو حج یا عمرہ کے سفر میں کوئی رکاوٹ درپیش ہو خواہ مرض ہو یا دشمن وہ احصار ہے۔ (جامع البیان: جز:2، ص:124)

دلیل نمبر:7

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
مرض ہو یا ہڈی ٹوٹ جائے یا دشمن نہ جانے دے یہ سب احصار ہیں۔ (جامع البیان: جز:2، ص:124)

دلیل نمبر:8

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب کوئی شخص مرض یا دشمن کی وجہ سے سفر جاری نہ رکھ سکے تو وہ حرم میں ایک قربانی بھیج دے اور جب وہ قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ (جامع البیان: جز:2، ص:124)

دلیل نمبر:9

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص نے حج کا احرام باندھا پھر وہ بیمار ہو گیا یا کوئی اور رکاوٹ پیش آ گئی تو وہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ ایام حج گزر جائیں پھر عمرہ کر کے لوٹ آئے اور اگلے سال حج کرے۔ (المصنف: جز:4، ص:139)

دلیل نمبر:10

عبدالرحمان بن یزید سے روایت ہے کہ
ہم عمرہ کرنے گئے جب ہم ذات السقوف میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کو (سانپ یا) بچھو نے ڈس لیا ہم راستہ میں بیٹھ گئے تا کہ اس کا شرعی حکم معلوم کریں ناگاہ ایک قافلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آ پہنچے ہم نے بتایا کہ ہمارا ساتھی ڈسا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک قربانی حرم میں بھیجو اور ایک دن مقرر کر لو جب وہ ہدیٰ حرم میں ذبح کر دی جائے تو یہ حلال ہو جائے گا۔ (المصنف: جز:4، ص:141)

دلیل نمبر:11

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص نے حج کا احرام باندھا پھر وہ بیمار ہو گیا یا کوئی اور رکاوٹ پیش آ گئی تو وہ وہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ ایام حج گزر جائیں پھر عمرہ کر کے لوٹ آئے اور اگلے سال حج کرے۔ (المصنف: جز:4، ص:139)

دلیل نمبر:12

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو صاحبزادے سالم اور عبیداللہ سے روایت ہے کہ

جن دنوں حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر مکہ مکرمہ میں حملہ کیا ہوا تھا ان دنوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا ان کے بیٹوں نے منع کیا کہ اس سال آپ حج نہ کریں ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفار حائل ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کی اونٹنی کو نحر کیا اور اپنا سر مونڈ لیا اور میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ لازم کرلیا ہے میں انشاء اللہ روانہ ہوں گا اگر کوئی رکاوٹ نہ ہوئی تو میں عمرہ کروں گا اور اگر کوئی رکاوٹ پیش آئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر کچھ دور چل کر کہا۔ احصار میں عمرہ اور حج دونوں برابر ہیں۔ میں عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کرتا ہوں پھر یوم نحر کو قربانی کر کے وہ حلال ہو گئے۔ (صحیح البخاری: جز:1،ص:243)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ آئمہ ثلاثہ کے مسلک کی بہ نسبت امام ابو اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہے۔

ضروری مسائل

مہر کے بارے میں ضروری مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ:1

جس نے حج وعمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اسے مہر کہتے ہیں جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں۔

1-دشمن، 2-درندہ

3-مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہے۔

4-ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا، 5-قید

6-عورت کے محرم یا شوہر جس کے ساتھ جا رہی تھی اس کا انتقال ہو جانا۔

7-عدت، 8-مصارف یا سواری کا ہلاک ہونا۔

8-شوہر حج نفل میں عورت کو منع کر دے۔

مسئلہ:2

مصارف چوری ہو گئے یا سواری کا جانور ہلاک ہو گیا تو اگر پیدل نہیں چل سکتا تو مہر ہے ورنہ نہیں۔ (عالمگیری: جز:1،ص:255)

مسئلہ:3

عورت کا شوہر یا محرم مر گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ مسافت سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو محصر نہیں اور تین دن یا زیادہ

کی راہ ہے تو اگر وہاں ٹھہرنے کی جگہ ہے تو محصر ہے ورنہ نہیں۔(ردالمحتار:جز:4،ص:5)

مسئلہ:4

عورت نے حج نفل کا احرام بغیر اجازت شوہر باندھا تو شوہر منع کر سکتا ہے لہٰذا اگر منع کر دے تو محصر ہے اگر چہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اور حج فرض کو منع نہیں کر سکتا البتہ اگر وقت سے بہت پہلے احرام باندھا تو شوہر کھلوا سکتا ہے۔(ردالمحتار:جز:4،ص:6)

مسئلہ:5

عورت نے بغیر شوہر یا محرم کے احرام باندھا تو وہ بھی محصر ہے کہ اسے بغیر ان کے سفر حرام ہے۔(عالمگیری:جز:1،ص:255)

مسئلہ:6

عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو محصرہ ہے اگر چہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو۔
(ردالمحتار:جز:4،ص:6)

مسئلہ:7

محصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام نہیں کھل سکتا ہے جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف وسعی وحلق نہ کر لے روزہ رکھنے یا صدقہ دینے سے کام نہ چلے گا اگر چہ قربانی کی استطاعت نہ ہو۔احرام باندھتے وقت اگر شرط لگائی ہے کہ کسی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکوں تو احرام کھول دوں گا جب بھی یہی حکم ہے اس شرط کا کچھ اثر نہیں۔(عالمگیری:جز:1،ص:255، درمختار وردالمحتار:جز:4،ص:6)

مسئلہ:8

یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرالے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا پھر اگر اسی وقت قربانی ہوئی جو ٹھہرا تھا یا اس سے پیشتر فبہا اور اگر بعد میں ہوئی اور اسے اب معلوم ہوا تو ذبح سے پہلے چونکہ احرام سے باہر ہوا لہٰذا دم ہے محصر کو احرام سے باہر آنے کے لئے حلق شرط نہیں مگر بہتر ہے۔(عالمگیری:جز:1،ص:255)

مسئلہ:9

محصر اگر مفرد ہو یعنی صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی بھیجے اور دو بھیجیں تو پہلی ہی کے ذبح سے احرام کھل گیا اور قارن ہو تو دو بھیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔(درمختار:جز:4،ص:6)

مسئلہ:10

اس قربانی کے لئے حرم شرط ہے بیرون حرم نہیں ہو سکتی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں کی شرط نہیں پہلے اور بعد کو بھی ہو سکتی ہے۔(درمختار:جز:4،ص:7)

مسئلہ: 11

قارن نے اپنے خیال سے دو قربانیوں کے دام بھیجے اور وہاں ان داموں کی ایک ہی ملی اور ذبح کر دی تو یہ نا کافی ہے۔
(ردالمحتار: جز:4، ص:7)

مسئلہ: 12

قارن نے دو قربانیاں بھیجیں اور یہ معین نہ کیا کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی تو بھی کچھ مضائقہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ معین کر دے کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی ہے۔ (عالمگیری: جز:1، ص:255)

مسئلہ: 13

قارن نے عمرہ کا طواف کیا اور وقوف عرفہ سے پیشتر محصر ہوا تو ایک قربانی بھیجے اور حج کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کرے دوسرا عمرہ اس پر نہیں۔ (عالمگیری: جز:1، ص:255)

مسئلہ: 14

اگر احرام میں حج یا عمرہ کسی کی نیت نہیں تھی تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے اور ایک عمرہ کرنا ہوگا اور اگر نیت تھی مگر یہ یاد نہیں کہ کاہے کی نیت تھی تو ایک جانور بھیج دے اور ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور اگر دو حج کا احرام باندھا تو دو دم دے کر احرام کھولے اور دو عمرے کا احرام باندھا اور ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ کو چلا مگر نہ جا سکا تو ایک دم دے اور چلا نہ تھا کہ محصر ہو گیا تو دو دم دے اور اس کو دو عمرے کرنے ہوں گے۔ (عالمگیری: جز:1، ص:256)

مسئلہ: 15

عورت نے حج نفل کا احرام باندھا تھا اگرچہ شوہر کی اجازت سے پھر شوہر نے احرام کھلوا دیا تو اس کا احرام کھلنے کے لئے قربانی کا ذبح ہو جانا ضروری نہیں بلکہ ہر ایسا کام جو احرام میں منع تھا اس کے کرنے سے احرام سے باہر ہو گئی مگر اس پر بھی قربانی یا اس کی قیمت بھیجنا ضروری ہے اور اگر حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا ہوگا اور اگر شوہر یا محرم کے مر جانے سے محصرہ ہوئی یا حج فرض کا احرام تھا اور بغیر محرم جا رہی تھی شوہر نے منع کر دیا تو اس میں بغیر قربانی ذبح ہوئے احرام سے باہر نہیں ہو سکتی۔ (لباب المناسک: ص:423)

مسئلہ: 16

محصر نے قربانی نہیں بھیجی ویسے ہی گھر کو چلا آیا اور احرام باندھے رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے۔ (درمختار: جز:4، ص:7)

مسئلہ: 17

وہ مانع جس کی وجہ سے رکنا ہوا تھا جاتا رہا اور وقت اتنا ہے کہ حج اور قربانی دونوں پا لے گا تو جانا فرض ہے اب اگر گیا اور

حج پالیا فبہا ورنہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور قربانی کا جانور جو بھیجا تھا مل گیا تو جو چاہے کرے۔(درمختار: جز:4،ص:8)

مسئلہ:18

مانع جاتا رہا اور اسی سال حج کیا تو قضا کی نیت نہ کرے اور اب مفرد پر عمرہ بھی واجب نہیں۔(عالمگیری: جز:1،ص:256)

مسئلہ:19

وقوف عرفہ کے بعد احصار نہیں ہو سکتا اور اگر مکہ مکرمہ ہی میں ہے مگر طواف اور وقوف عرفہ دونوں پر قادر ہے تو نہیں۔
(عالمگیری: جز:1،ص:256)

مسئلہ:20

محصر قربانی بھیج کر جب احرام سے باہر ہو گیا اب اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو اگر صرف حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قران تھا تو ایک حج دو عمرے اور یہ اختیار ہے کہ قضا میں قران کرے پھر ایک عمرہ یا تینوں الگ الگ کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرنا ہوگا۔(عالمگیری: جز:1،ص:255)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

اظہارِ تشکر

الحمد للہ عزوجل "نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد" سے موسوم چار جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج پانچویں جلد کو مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول و منظور فرمائے اگر بتقاضائے بشریت کہیں غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب، اساتذہ کرام، پیر و مرشد اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حشر میں شفاعت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت میں پڑوس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ